احادیث کا عظیم ذخیرہ

اثمار الہدایۃ

علی الہدایۃ

مکمل ہدایۃ اولین

ترجمہ و تشریح

مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

زمزم پبلشرز

فہرست مضامین اثمار الھدایۃ جلد خامس

فہرست مضامین اثمارالھدایۃ جلد خامس

اثمار الهداية

على الهداية

هدایہ اول

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد خامس

جامعہ روضۃ العلوم

نیا نگر، ضلع گڈا، جھارکھنڈ، انڈیا

نام کتاب .... اثمار الہدایہ
نام شارح .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر .... جامعہ روضہ العلوم نیانگر ، جھارکھنڈ
باہتمام .... مولانا ابوالحسن قاسمی ، نیانگر
نگران .... مولانا مسلم قاسمی سیپوری
طباعت بار اول .... نومبر ۲۰۰۸ء
کمپیوٹر کمپوزنگ .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
سیٹنگ .... حافظ زکی ، باٹلی
قیمت پانچ جلدیں .... ۳۰ پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ
مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیانگر
At Post. Nayanagar
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154
Tel 0091 9304 768719
Tel 0091 9308 014992

C:\Documents and s\Administrator Documents\3) JPEG CLIPART\PALM.jpg not found.

ملنے کے پتے

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ

مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیا نگر

At Post. Nayanagar,Via Mahagama, Dist Godda

Jharkhand-INDIA ,Pin 814154

Tel 0091 9304 768719

Tel 0091 9308 014992

جناب مولانا مسلم قاسمی صاحب، خطیب مسجد بادل بیگ، نمبر 5005

بازار سرکی والان, حوض قاضی ۔ دہلی نمبر 6

انڈیا, پین کوڈ نمبر 110006

فون نمبر 09891 213348

جناب مولانا نثار احمد صاحب

ثاقب بک ڈپو، دیوبند, ضلع سہارنپور، یوپی

انڈیا، پین کوڈ نمبر 247554

فون نمبر 09412496688

﴿خصوصیات اثمار الھدایۃ﴾

C:\Documents and s\Administrator. Documents\3) JPEG RT\3%20pt%20flowe

(۱) ھدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔

(۳) طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔

(۴) کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تاکہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں۔

(۵) مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔

(۶) وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔

(۷) حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے۔

(۹) کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰) لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

(۱۱) لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تاکہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔

(۱۲) جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے' اثر ' کا لفظ لکھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔

(۱۳) حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی، یا پاکستانی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تاکہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔

(۱۴) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تاکہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جاسکے۔

ہم اثمار الھدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تا کہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔

(۴) ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۵) بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(۶) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(۷) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اورانکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

Documents\3) JPEG CLIPART\Big blank book.jpg not found.

اثمار الھدایۃ

فہرست مضامین اثمار الھدایۃ جلد خامس

فہرست مضامین اثمار الھد ایۃ جلد خامس

﴿ بابُ تفويض الطلاق ﴾

﴿فصل فی الاختیار﴾

(۱۸۲۱) واذا قال لامرأته اختاری ینوی بذلک الطلاق او قال لها طلقی نفسک فلها ان تطلق

﴿ تفویض طلاق کا بیان ﴾

﴿فصل فی الاختیار﴾

ضروری نوٹ: یہاں چار الفاظ ہیں[۱] اختاری نفسک ،اس صورت میں عورت نے شوہر کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی ۔لیکن مجلس ہی میں طلاق دے سکتی ہے مجلس کے بعد نہیں ۔کیونکہ اختاری کا لفظ کنایہ ہے،اور کنایہ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے،اور اگر شوہر کو اختیار کیا تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی ۔(۱) دلیل یہ آیت ہے ۔قل لازواجک ان کنتن تردن االحیٰوۃ الدنیا و زینتها فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا. و ان کنتن تردن الله و رسوله و الدار الآخرة فان الله اعد للمحصنات منکن اجرا عظیما (آیت ۲۸،۲۹ سورۃ الأحزاب ۳۳) اس آیت میں اختیار دینے کا ذکر ہے (۲) یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے ۔عن عائشة قالت خیرنا رسول الله فاخترنا الله ورسوله فلم یعد ذلک علینا شیئا . (بخاری شریف، باب من خیر ازواجہ ص ۹۱۷ نمبر ۵۲۶۲ مسلم شریف ،باب بیان ان تخییر ہ امرأته لا یکون طلاقا الا بالنیۃ ،ص ۶۳۳ ،نمبر ۱۴۷۷/۳۶۸۸ ابو داؤد شریف، باب فی الخیار ص ۳۰۷ نمبر ۲۲۰۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت اپنے آپ کو اختیار کرے گی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور شوہر کو اختیار کرے گی تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگی

[۲] دوسرا لفظ ہے طلقی نفسک ،اس صورت میں عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی ۔کیونکہ اس میں طلاق صریح ہے ۔لیکن یہ بھی مجلس کے ساتھ خاص ہوگی ۔

وجه : کیونکہ اس صورت میں عورت کو طلاق کا مالک بنایا ہے وکیل نہیں بنایا ہے ۔اور وہ مجلس کے ساتھ خاص ہوتا ہے [۳] تیسرا لفظ ہے امرک بیدک ،اس صورت میں بھی عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اور مجلس کے ساتھ خاص ہوگی ۔اس کا حکم اور طلقی نفسک کا حکم ایک ہے [۴] اور چوتھا لفظ ہے کہ کسی اور آدمی سے کہا کہ طلق امرأتی ،تو اس میں دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا وکیل بنایا ہے ۔اس لئے اس کی تو کیل مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوگی بلکہ مجلس کے بعد بھی طلاق دینے کا اختیار ہوگا ۔البتہ چونکہ طلاق صریح ہے اس لئے اس کے طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوگی ۔تفصیل آگے آرہی ہے ۔

ترجمه : (۱۸۲۱) اگر اپنی بیوی سے کہا اپنے آپ کو اختیار کرلے اور اس سے طلاق کی نیت کی ،یا کہا کہ اپنے آپ کو طلاق

نفسها مادامت فی مجلسها ذلک فان قامت منه او اخذت فی عمل اٰخر خرج الامر من یدها ﴾

لے لان المخیرة لها المجلس باجماع الصحابة عنهم اجمعین

دیدے تو اس کے لئے اختیار ہے کہ اپنے آپ کو طلاق دیدے جب تک اس مجلس میں ہے۔ پس اگر اس مجلس سے کھڑی ہوگئی یا کسی اور کام میں لگ گئی تو اس کے ہاتھ سے اختیار نکل جائے گا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اختیار دی ہوئی عورت کو مجلس تک ہی اختیار رہتا ہے، اجماع صحابہؓ سے۔

تشریح : کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے آپ کو اختیار کر لے، یعنی اختیار کر کے جدا کر لے۔ اور اس کہنے سے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دینے کا اختیار دیا۔ یا کہا کہ اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اس مجلس میں رہنے تک اختیار کرنے کا اور طلاق دینے کا اختیار رہے گا اس کے بعد نہیں۔ چنانچہ اگر وہ اس مجلس سے اٹھ کر کھڑی ہوئی یا کسی اور کام میں لگ گئی جس کو مجلس بدلنا کہتے ہیں تو اس سے عورت کا اختیار ختم ہو جائیگا۔

وجہ : (۱) اختیار دینے کا مسئلہ اس آیت سے ثابت ہے۔ **قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰة الدنیا و زینتها فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا. و ان کنتن تردن الله و رسوله و الدار الآخرة فان الله اعد للمحصنات منکن اجرا عظیما** (آیت ۲۸، ۲۹ سورۃ الأحزاب ۳۳) اس آیت میں اختیار دینے کا ذکر ہے (۲) اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔ **عن عائشة قالت خیرنا رسول الله فاخترنا الله ورسوله فلم یعد ذلک علینا شیئا** . (بخاری شریف، باب من خیر ازواجہ، ص ۹۱۷، نمبر ۵۲۶۲ / ابو داؤد شریف، باب فی الخیار، ص ۳۰۷، نمبر ۲۲۰۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق کا اختیار دیا، لیکن انہوں نے حضورؐ کو اختیار کیا اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (۳) صاحب ہدایہ کا اجماع صحابہ یہ ہے، مجلس کے ساتھ اختیار خاص ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن مجاهد فی قول ابن مسعود قال اذا ملکها امرها فتفرقا قبل ان تقضی شیئا فلا امر لها** (نمبر ۱۱۹۷۳) (۴) اور دوسرے قول میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال ان خیر رجل امراته فلم تقل شیئا حتی تقوم فلیس بشیء** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کان فی مجلسهما، ج سادس، ص ۳۹۸، نمبر ۱۱۹۷۹ / مصنف ابن ابی شیبة، ۵۸ ما قالوا فی الرجل یخیر امرأته فلا تختار حتی تقوم من مجلسها، ج رابع، ص ۹۲، نمبر ۱۸۱۰۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مجلس تک ہی طلاق دینے کا اختیار رہے گا (۵) اس اختیار میں عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے اور مالک بنانے کا جواب مجلس میں چاہئے ورنہ قبول کرنے کا اختیار نہیں رہتا جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے اس لئے مجلس کے بعد اختیار نہیں رہے گا۔

۲؎ ولانه تمليك الفعل منها والتمليكات تقتضى جوابا فى المجلس كما فے البيع لان ساعات المجلس اعتبرت ساعة واحدة الا ان المجلس تارة يتبدل بالذهاب عنه مرة بالاشتغال بعمل آخر اذ مجلس الاكل غير مجلس المناظرة ومجلس القتال غيرهما (١٨٢٢) و يبطل خيارها بمجرد القيام

ترجمه : ۲؎ اوراس لئے کہ فعل کا مالک بنانا ہےاور مالک بننے میں تقاضا کرتا ہے کہ مجلس میں جواب دے، جیسے کہ بیع میں ہوتا ہے،اس لئے کہ مجلس کی تمام ساعتیں ایک ہی شمار کی جاتی ہیں۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اختاری میں عورت کوطلاق دینے کا مالک بنایا جارہا ہے،اور جتنی بھی مالک بنانے کی شکل ہیں ان میں یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ مجلس ہی میں ہاں کا یا نا کا جواب دے، جیسے خرید وفروخت میں کوئی ایجاب کرے تو مجلس ہی میں اس کوقبول کرنا ہوگا، مجلس ختم ہونے کے بعد قبول کرنے کا حق باقی نہیں رہتا، اسی طرح اختیار دینے کی صورت میں مجلس ہی میں طلاق دے سکتی ہے، مجلس ختم ہونے کے بعد یا مجلس بدل جانے کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مجلس کی تمام گھڑیاں ایک ہی گھڑی شمار کی جاتی ہے۔

ترجمه : ۳؎ مگر یہ کہ مجلس کبھی وہاں سے اٹھ جانے سے بدلتی ہے،اور کبھی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے بدلتی ہے،اس لئے کہ کھانے کی مجلس مناظرے کی مجلس سے الگ ہے،اور قتال کی مجلس دونوں سے الگ ہے۔

تشریح : مجلس کے بدلنے کے دوطریقے ہیں۔[۱] مجلس سے کھڑا ہوجائے تب بھی بدل جائے گی[۲] اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجلس میں رہتے ہوئے کسی دوسرے کام میں لگ جائے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اختیار کی طرف توجہ نہیں دے رہی ہے، بلکہ اس سے اعراض کررہی ہے تب بھی مجلس بدل جائے گی اورعورت کا اختیار ختم ہوجائے گا۔ جیسے کھانا کھا رہا تھا اور وہیں بیٹھے بیٹھے مناظرہ کرنے لگ گئی تو اگر چہ ایک ہی جگہ بیٹھی ہوئی ہے لیکن قاعدے کے اعتبار سے اس کی مجلس بدل گئی ،اور بیٹھے بیٹھے مار کرنے لگ گئی تو اور بھی مجلس بدل گئی۔

وجه : (۱)اس اثر میں اس کی دلیل ہے۔عن علی فی رجل جعل امر امراته بيدها قال هو لها حتى تتكلم ، او جعل امر امراته بيد رجل قال هو بيده حتى يتكلم ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال امرها بیدها حتی تتکلم، ج رابع ،ص ۹۳،نمبر ۱۸۱۱۴رمصنف عبدالرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسهما، ج سادس،ص ۳۹۹،نمبر ۱۱۹۸۶)اس اثر میں ہے کہ بات کرنے تک اختیار رہے گا اور بات کرنے سے مجلس بدل جائے گی اور اختیار ختم ہوجائے گا۔

ترجمه: (۱۸۲۲) اورصرف کھڑے ہونے سے اختیار باطل ہوجائے گا۔

ا۔ لانه دليل الاعراض بخلاف الصرف والسلم لان المفسد هناک الافتراق من غير قبض

۲۔ ثم لا بد من النية فى قوله اختارى لانه يحتمل تخيرها فى نفسها ويحتمل تخيرها فى تصرف آخر غيره

ترجمه : ا۔ اس لئے کہ اعراض کی دلیل ہے، بخلاف بیع صرف اور بیع سلم کے اس لئے کہ وہاں بغیر قبضے کے جدا ہونا بیع فاسد کرنے والی چیز ہے۔

تشریح : تین طرح سے مجلس ختم ہوگی [۱] اٹھ کر چلی جائے اور دونوں میں تفریق ہو جائے تو مجلس ختم ہو جائے گی [۲] بیٹھی ہوئی تھی اور کھڑی ہوگئی تب بھی مجلس ختم ہو جائے گی [۳] بیٹھی ہی بیٹھی اختیار سے اعراض کر گئی تب بھی مجلس ختم ہو جائے گی اور اختیار باقی نہیں رہے گا۔ بیع سلم اور بیع صرف میں اصل بنیاد یہ ہے کہ بغیر قبضے کے جدا ہو جائے تب مجلس ختم ہوگی، اور مجلس میں اعراض کر لے تو اس سے مجلس نہیں بدلتی ہے، جبکہ اختیار میں صرف اعراض سے مجلس بدل جاتی ہے۔

وجه : (۱) دونوں میں تفریق ہو تب مجلس ختم ہوگی اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن مجاهد فى قول ابن مسعود قال اذا ملكها امرها فتفرقا قبل ان تقضى شيئا فلا امر لها ((مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسھما، ج سادس، ص ۳۹۸، نمبر ۱۱۹۷۳) اس اثر میں ہے کہ تفریق ہو تو اختیار ختم ہوگا۔ (۲) کھڑی ہو تب مجلس ختم ہوگی اس کے لئے یہ اثر ہے ۔ عن جابر بن عبد الله قال ان خير رجل امراته فلم تقل شيئا حتى تقوم فليس بشىء ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسھما، ج سادس، ص ۳۹۸، نمبر ۱۱۹۷۹ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۸، ما قالوا فی الرجل یخیر امرأته فلا تختار حتی تقوم من مجلسھا، ج رابع، ص ۹۲، نمبر ۱۸۱۰۴) اس اثر میں ہے کہ کھڑی ہوگی تو مجلس ختم ہوگی۔ (۳) صرف اعراض کرنے سے مجلس ختم ہو جاتی ہے، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن على فى رجل جعل امر امراته بيدها قال هو لها حتى تتكلم ، او جعل امر امراته بيد رجل قال هو بيده حتى يتكلم ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال امرھا بیدھا حتی تتکلم، ج رابع، ص ۹۳، نمبر ۱۸۱۱۴ / مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسھما، ج سادس، ص ۳۹۹، نمبر ۱۱۹۸۶) اس اثر میں ہے کہ بات کرنے تک اختیار رہے گا اور بات کرنے سے مجلس بدل جائے گی اور اختیار ختم ہو جائے گا۔

ترجمه : ۲۔ پھر اختاری میں نیت ضروری ہے، اس لئے کہ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ عورت کو طلاق دے اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ دوسرے کو اختیار کرے۔

تشریح : اختاری کا لفظ کنایہ ہے جس کے دو معانی ہیں اس لئے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق کا معنی لیا جائے گا اور طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

(۱۸۲۳) فان اختارت نفسها فی قوله اختاری کانت واحدة بائنة ﴿ ١ والقیاس ان لا یقع بھٰذا شئ وان نوی الزوج الطلاق لانه لا یملک الایقاع بھٰذ اللفظ فلا یملک التفویض الیٰ غیره الا انا استحسناه لاجماع الصحابة رضی الله عنهم ٢ ولانه بسبیل من ان یستدیم نکاحها او یفارقها فیملک اقامتها مقام نفسهٖ فی حق ھٰذاالحکم

ترجمہ: (۱۸۲۳) پس اگر عورت اختیار کر لے اپنے آپ کو اس کے قول اختاری نفسک میں تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔

تشریح: شوہر نے عورت سے ,اختاری نفسک، کہا تھا۔ اس صورت میں عورت نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا یعنی اپنے آپ کو شوہر سے جدا کر لیا تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ لیکن اس لفظ سے عورت تین طلاقیں دینا چاہے تو نہیں دے سکتی چاہے شوہر نے تین کی نیت کی ہو۔ اور اگر عورت شوہر کو اختیار کر لے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہ لفظ کنایہ ہے اور کنایہ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اختاری لفظ سے بھی طلاق بائنہ واقع ہوگی (۲) اثر میں ہے. عن عمر و عبد الله بن مسعود انهما والا ان اختارت نفسها فواحدة بائنة [و روی عنهما انهما قالا ایضا واحدة یملک الرجعة و ان اختارت زوجها فلا شیء ، و روی عن علی انه قال ان اختارت نفسها فواحدة بائنة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الخیار، ص ۲۲۳، نمبر ۱۱۷۹) اس اثر میں ہے کہ عورت اپنے آپ کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ (۳) عن علی انه کان یقول ان اختارت نفسها فواحدة بائنة وان اختارت زوجها فلا شیء۔ (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی التخییر ج سابع ص ۵۶۷، نمبر ۱۵۰۳۱ / مصنف عبد الرزاق، باب المرأۃ تملک امرھا فردتہ ھل تستحلف، ج سادس، ص ۳۹۴، نمبر ۱۱۹۵۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

ترجمہ: ١ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اختاری کے لفظ سے کچھ واقع نہ ہوا گرچہ شوہر اس سے طلاق کی نیت کرے، اس لئے کہ شوہر خود اس لفظ سے طلاق واقع نہیں کر سکتا تو دوسرے کو بھی سپرد نہیں کر سکتا، مگر اجماع صحابہ کی وجہ سے ہم نے استحسان کے طور پر طلاق واقع کی۔

تشریح: اختاری کے لفظ سے شوہر خود عورت کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اس لئے عورت کو اس لفظ سے طلاق دینے کا اختیار دے تو اس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جب خود شوہر اس لفظ سے طلاق نہیں دے سکتا تو یہ دوسرے کو کیسے مختار بنائے گا، لیکن صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس لفظ سے طلاق واقع کرنے کا اختیار دے سکتا ہے اس لئے خلاف قیاس اس لفظ سے عورت کو اختیار دے سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢ شوہر کو اختیار ہے کہ نکاح ہمیشہ رکھے یا عورت کو جدا کر دے تو اس کا بھی مالک ہوگا کہ اس حکم کے حق میں دوسرے

٣ ثم الواقع بها بائن لان اختيارها نفسها بثبوت اختصاصها بها وذلک فی البائن (١٨٢٤) ولا یکون ثلثا وان نوی الزوج ذلک ﴾ ١ لان الاختیار لا یتنوع بخلاف الابانة لان البینونة قد تتنوع

کو مالک بنائے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ شوہر کو حق ہے کہ عورت کو نکاح میں رکھے یا اس کو جدا کر دے تو اس کا بھی مالک ہوگا کسی بھی لفظ سے دوسرے کو جدا کرنے کا مالک بنائے اس لئے اختاری کے لفظ سے عورت کو جدا کرنے کا مالک بنا سکتا ہے۔

ترجمہ : ٣ اس اختاری سے طلاق بائنہ واقع ہوگی، اس لئے کہ اپنے آپ کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو خاص کر لے، اور یہ طلاق بائنہ میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح خاص کر لے اور جدا کر لے کہ شوہر رجعت کر کے واپس نہ کر سکے تبھی اختیار صحیح ہوگا، اور یہ طلاق بائنہ میں ہوتا ہے اس لئے اختاری کے لفظ سے طلاق بائنہ واقع ہوگی، رجعی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (١٨٢٤) اور تین طلاق نہیں ہوگی چاہے شوہر اس کی نیت کرے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اختیار کی دو قسمیں نہیں ہوتیں، بخلاف بینونت کے اس لئے کہ بینونت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

تشریح : اختاری بول کر شوہر تین کی نیت کرے اور عورت اپنے آپ کو تین طلاقیں دے تب بھی اس لفظ سے تین طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ لفظ بائن کی دو قسمیں ہوتی ہیں [١] بائنہ خفیفہ ایک طلاق بائنہ، [٢] اور بائنہ غلیظہ تین طلاق بائنہ ، اس لئے اس لفظ میں تین طلاق کی نیت کر سکتا ہے، اور اختیار کی دو قسمیں نہیں ہیں اس لئے اس سے بائنہ غلیظہ تین طلاق کی نیت نہیں کر سکتا۔

وجہ : (١) اور تین کی نیت کرے پھر بھی تین واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن علقمة قال کنت عبد الله بن مسعود فاتاه رجل فقال ... فقلت لها هی بیدک قالت فانی قد طلقتک ثلاثا قال عبد الله هی تطلیقة واحدة وانت احق بها قال فذکرت ذلک لعمر فقال لو قلت غیر ذلک لرأیت انک لم تصب (مصنف ابن ابی شیبة، ٥٥ ما قالوا فیہ اذا جعل امرأتہ بیدھا فتقول انت طالق ثلاثا، ج رابع، ص ٩٠، نمبر ١٨٠٨٦) اس اثر میں عورت نے تین طلاقیں دی پھر بھی واقع نہیں کی گئیں۔ (٢) عن زید بن ثابت انه قال فی رجل جعل امر امراته بیدها فطلقت نفسها ثلاثا قال هی واحدة . (مصنف عبد الرزاق، باب المرأة تملک امرھا فردتہ ھل تستحلف؟ ج سادس، ص ٣٩٦، نمبر ١١٩٦١) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے پھر بھی ایک ہی واقع ہوگی (٣) یہ لفظ اسم جنس نہیں ہے جو تین کا احتمال رکھے۔ اس لئے ایک ہی واقع ہوگی۔

(۱۸۲۵) قال ولا بد من ذكر النفس في كلامه او في كلامها حتى لوقال لها اختاري فقالت قد اخترت فهو باطل ﴾ ل لان عرف بالاجماع وهو في المفسر من احد الجانبين ولان المبهم لا يصلح تفسيرا للمبهم ولا تعين مع الابهام

نوٹ: اوراگر شوہر کواختیار کرلے تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

وجه: حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت خيرنا رسول الله فاخترنا الله ورسوله فلم يعد ذلك علينا شيء . (بخاری شریف، باب من خیر ازواجہ،ص۹۱۷،نمبر۵۲۶۲رابوداؤدشریف، باب فی الخیار،ص۳۰۷،نمبر۲۲۰۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کواختیار کرلے تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

ترجمه: (۱۸۲۵) اورضروری ہے لفظ نفس کا ذکر کرنا شوہر کے کلام میں یا بیوی کے کلام میں۔یہاں تک کہ اگر کہا اختاری اور عورت نے کہا اخترت تو کلام باطل ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ اجماع سے یہ پہچانا گیا ہے کہ دونوں میں سے ایک کی جانب سے نفس کی تفسیر ہو،اوراس لئے بھی کہ مبہم مبہم کی تفسیر نہیں کرسکتا،اورابہام کے ساتھ کوئی تعین نہیں ہوسکتا۔

تشریح: اختاری کنایہ کالفظ ہےاورعام مفہوم ہے کہ تم کپڑاوغیرہ کچھ پسند کرلے،لیکن جب اس کے ساتھ نفس کالفظ ملتا ہے تب جا کرطلاق کی طرف کنایہ ہوتا ہےاس لئے عورت کے کلام میں یا شوہر کے کلام میں نفس کالفظ ہونا ضروری ہے،[یا جونفسک کے قائم مقام ہومثلا اختیارة ، یا تطلیقۃ موجود ہو] تا کہ اختاری سے طلاق کی طرف اشارہ ہو جائے ، چنانچہ اگرعورت یا مرد کے کلام میں نفس کالفظ نہیں ہے،مثلا شوہر نے کہا اختاری،اورعورت نے کہا اخترت،تواس کلام سے طلاق واقع نہیں ہوگی،کلام لغو ہو جائے گا ،کیونکہ کسی کے کلام میں نفس کالفظ نہیں ہے۔

وجه: (۱)اجماع صحابہ سے یہ پہچانا گیا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں نفس کالفظ ہوتب طلاق کی طرف کنایہ ہوتا ہے،ورنہ دونوں کا کلام مبہم ہوتو مبہم مبہم کی تفسیر نہیں کرسکتا،اورابہام کے ساتھ کسی ایک معنی کا تعین بھی نہیں کرسکتا اس لئے نفس کا ہونا ضروری ہے۔(۲)اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ عن عمر و عبد الله بن مسعود انهما والا ان اختارت نفسها فواحدة بائنة [و روی عنهما انهما قالا ايضا واحدة يملك الرجعة و ان اختارت زوجها فلا شيء ، و روی عن علی انه قال ان اختارت نفسها فواحدة بائنة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الخیار،ص۲۲۳،نمبر۱۱۷۹)اس اثر میں نفس کالفظ موجود ہے۔ (۳)عن علی انه كان يقول ان اختارت نفسها فواحدة بائنة وان اختارت زوجها فلا شيء ۔(سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی التخییر ج سابع ،ص ۵٦۷،نمبر۱۵۰۳۱رمصنف عبدالرزاق ، باب المرأۃ تملک امرھا فردتہ ھل تستحلف ، ج

(۱۸۲۶) ولو قال اختاری نفسک فقالت اخترت تقع واحدة بائنة ﴾ ل لان کلامه مفسر وکلامها خرج جوابا له فیتضمن اعادته (۱۸۲۷) وکذا لو قال اختاری اختیارةً فقالت اخترت ﴾ ل لان الهاء فی الاختیارة تنبئ عن الاتحاد والانفراد واختیارها نفسها هو الذی یتحد مرة ویتعدد اخری فصار مفسرا من جانبه (۱۸۲۸) ولو قال اختاری فقالت اخترت نفسی یقع الطلاق اذا نوی الزوج ﴾ ل لان کلامها مفسر وما نواه الزوج من محتملات کلامه

سادس،ص۳۹۴،نمبر۱۱۹۵۳)اس اثر میں بھی نفسھا کا لفظ موجود ہے۔

ترجمہ: (۱۸۲۶) اگر شوہر نے اختاری نفسک کہا اور عورت نے کہا اخترت تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اس لئے کہ شوہر کا کلام تفسیر کے ساتھ واقع ہوا ہے اور عورت کا کلام شوہر کے جواب میں نکلا ہے، اس لئے مرد کے کلام کے اعادے کے متضمن ہے۔

تشریح: مرد کے کلام میں نفسک موجود ہے لیکن عورت کے کلام میں نفسک موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ عورت کا کلام مرد کے جواب میں ہے اس لئے عورت کے کلام میں بھی نفسک شامل ہو جائے گا اور ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۱۸۲۷) ایسے ہی اگر شوہر نے اختاری اختیارۃ کہا اور عورت نے اخترت کہا[تو ایک طلاق بائنہ ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اختیارۃ میں ہاء، اتحاد اور انفراد کی خبر دیتا ہے، اور عورت نے اپنے آپ کو اختیار کیا، کیونکہ وہی متحد ہوتی ہے اور کبھی متعدد ہوتی ہے اس لئے مرد کی جانب سے تفسیر ہوگئی۔

تشریح: اختاری میں نفسک ہونا چاہئے، لیکن اس کی جگہ پر شوہر اختیارۃ بول دے تب بھی نفسک کے درجے پر ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں اختیارۃ مصدر اتحاد اور انفراد کی خبر دیتا ہے، اور عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی تو متحد ہوئی، اور تین طلاق دی تو متعدد ہوئی، تو گویا کہ شوہر نے اختیارۃ بول کر عورت کی ذات کی طرف اشارہ کیا، اور عورت نے اخترت کہہ کر اسی کا اعادہ کیا اس لئے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

اصول: نفسک کے قائم مقام کوئی لفظ ہو تب بھی طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: (۱۸۲۸) اگر شوہر نے اختاری کہا، اور عورت نے اخترت نفسی، کہا، اگر شوہر طلاق کی نیت کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ عورت کا کلام تفسیر ہے، اور شوہر نے جو نیت کی وہ اس کے کلام کے محتملات میں سے ہے۔

تشریح: شوہر نے تو نفسک کا لفظ نہیں بولا، لیکن عورت نے نفسی کا لفظ بولا اور شوہر نے اختاری کے لفظ سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے کلام میں نفسی کا لفظ موجود ہے اور شوہر کے کلام, اختاری، میں نفس کے اختیار کا

(١٨٢٩) ولو قال اختاری فقالت انا اختار نفسی فهی طالق ﴾ ل والقیاس ان لا تطلق لان هذا مجرد وعدا ویتحمله فصار کما اذا قال لها طلقی نفسک فقالت انا اطلق نفسی

احتمال ہے اس لئے نیت کرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

ترجمہ: (١٨٢٩) اگر شوہر نے اختاری کہا اور عورت نے اختار نفسی، کہا تو طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: شوہر نے اختاری، کہا اور عورت نے جواب میں فعل ماضی کے صیغے کے بجائے فعل مضارع کا صیغہ کا استعمال کرتے ہوئے اختار نفسی کہا تو تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ: (١) اس کی وجہ یہ ہے کہ اختار فعل مضارع ہے، اس کا دو ترجمہ ہے [١] حال کا، یعنی ابھی اپنے آپ کو اختیار کرتی ہوں [٢] اور استقبال کا، یعنی اپنے آپ کو اختیار کروں گی، پس استقبال کا معنی لیں تو اختیار کرنے کا وعدہ ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اور حال کا معنی لے لیں تو پہلے طلاق نہیں تھی لیکن ابھی طلاق ہو جائے گی، چونکہ دونوں احتمال ہیں اس لئے مضارع کا اصلی معنی حال کا لیا جائے گا، اور طلاق واقع کر دی جائے گی۔ (٢) اس حدیث میں مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور اختار کے لفظ سے حضور کو اختیار کیا ہے۔ صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال دخل ابو بکر یستأذن علی رسول الله ﷺ .....افیک یا رسول الله ! استشیر أبوی ؟بل اختار الله و رسوله و الدار الآخرة** ۔(مسلم شریف، باب بیان ان تخییر ہ امراتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ، ص ٦٣٤، نمبر ١٤٧٨/٣٦٩٠) اس حدیث میں ,اختار، مضارع کا صیغہ ہے جس سے حضور کو اختیار فرمایا۔ (٣) کلمہ شہادت میں بھی مضارع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور حال کے معنی میں لے کر مسلمان گردانا جاتا ہے۔ **اشهد ان لا اله الاالله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله** ۔ اس میں اشہد مضارع کا صیغہ صرف حال کے معنی میں لیا گیا ہے۔

ترجمہ: ل قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو اس لئے کہ مضارع کے لفظ سے محض وعدہ ہے، یا وعدہ کا احتمال رکھتا ہے، پس ایسا ہو گیا کہ عورت سے طلقی نفسک کہا، پس عورت نے کہا انا اطلق نفسی، [جس سے طلاق واقع نہیں ہوگی]

تشریح: عورت نے اختاری کے جواب میں اختار نفسی، فعل مضارع کا صیغہ استعمال کیا تو یہ حال اور استقبال دونوں کے لئے آتا ہے اس لئے جب فعل مضارع استعمال کیا تو اس بات کا وعدہ ہوا کہ میں اپنے آپ کو طلاق دوں گی، اور چونکہ فعل مضارع استقبال کے لئے بھی آتا ہے اس لئے اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ عورت نے طلاق دینے کا وعدہ ہی کیا ہوگا اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے شوہر عورت سے طلقی نفسک کہا اور عورت نے اس کے جواب میں اطلق نفسی، فعل مضارع سے کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اختار نفسی فعل مضارع سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۲ وجه الاستحسان حدیث عائشة رضی الله عنها فانها قالت لا بل اختار الله ورسوله واعتبره النبی علیه السلام جوابا منها ۳ ولان هٰذه الصیغة حقیقة فی الحال وتجوز فی الاستقبال کما فی کلمة الشهادة واداء الشهادة ۴ بخلاف قولها اطلق نفسی لانه تعذر حمله علی الحال لانه لیس بحکایة عن حالةٍ قائمةٍ ولا کذلک قولها انا اختار نفسی لانه حکایة عن حالة قائمة وهو اختیارها نفسها

ترجمه: ۲ استحسان کی وجہ یہ ہے میں انہوں نے فرمایا تھا بل اختار اللہ ورسولہ اور نبی علیہ السلام نے اس کو جواب شمار کیا۔

تشریح : ہم نے اختار کے لفظ سے طلاق اس لئے واقع کیا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اختار اللہ ورسولہ فعل مضارع کے ساتھ ہے اور حضورؐ نے اس کو اللہ کو اختیار کرنا شمار کیا، اس لئے اس حدیث کی وجہ سے ہم بھی فعل مضارع سے طلاق واقع کرتے ہیں ۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال دخل ابو بکر یستأذن علی رسول الله ﷺ .....افیک یا رسول الله ! استشیر أبوی ؟بل اختار الله و رسوله و الدار الآخرة ۔(مسلم شریف، باب بیان ان تخییر ہ امراتہ لا یکون طلاقا الا بالنیة ،ص ۶۳۴ ،نمبر ۱۴۷۸/۳۶۹۰)اس حدیث میں اختار فعل مضارع ہے۔

ترجمه : ۳ اور اس لئے کہ یہ صیغہ حقیقۃ حال کے لئے ہے اور مجازا استقبال کے لئے ہے، جیسے کلمہ شہادت میں ہوتا ہے، اور گواہی کی ادائیگی میں ہوتا ہے۔

تشریح: یہ دوسرا جواب ہے فعل مضارع کا صیغہ حقیقت میں حال کے لئے آتا ہے اور مجازا استقبال کے لئے آتا ہے، اس لئے ہم نے حدیث کی وجہ سے حال کا معنی لیا اور طلاق واقع کی، اس کی دو مثالیں دی [۱] جیسے کلمہ شہادت, اشهد ان لا اله الاالله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، میں اشہد فعل مضارع ہے اس کے باوجود حال کے معنی میں لیکر آدمی کو مسلمان شمار کرتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی حال کے معنی میں لیا جائے گا [۲] آدمی جب کسی چیز کی گواہی دیتا ہے تو اشہد فعل مضارع کہتا ہے اور اس کا معنی یہ نہیں لیا جاتا کہ میں گواہی دوں گا ، بلکہ اس کا معنی یہ لیا جاتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں، اسی طرح یہاں بھی اختار کا ترجمہ حال کا لیکر طلاق واقع کی جائے گی۔

لغت : تجوز کا ترجمہ ہے مجاز کے طور پر۔کلمة الشہادة: سے مراد اشہد لا الہ الا اللہ الخ ہے، اور اداء الشہادة سے مراد گواہی دینا ہے۔

ترجمه: ۴ بخلاف اس کا قول اطلق نفسی، کے اسلئے حال پر حمل کرنا متعذر ہے اس لئے کہ ایسی حالت جو پہلے سے موجود ہو اس کی حکایت نہیں ہے، اور اختار نفسی، ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ابھی جو حالت قائم ہے اس کی حکایت ہے، اور وہ ہے اپنی ذات کو اختیار کرنا۔

(۱۸۳۰) ولو قال لها اختاری اختاری اختاری فقالت اخترت الاولیٰ والوسطی والاخیرة طلقت ثلثا فی قول ابی حنیفةؒ ولا یحتاج الی نیة الزوج قالا تطلق واحدة﴾ ل وانما یحتاج الی نیة الزوج لدلالة التکرار علیه اذالاختیار فی حق الطلاق هو الذی یتکرر

لغت: حالۃ قائمۃ:عورت کی جو حالت ابھی موجود ہو اس کو حالت قائمہ، کہتے ہیں، مثلا عورت ابھی نکاح میں ہے، تو نکاح میں ہونا یہ حالت قائمہ ہے، ایسی حالت میں اپنے آپ کو اختیار کرنا یہ حالت قائمہ ہے، اور اس کو کسی لفظ سے بیان کرنا، یہ اس کی حکایت ہے۔ اور چونکہ ابھی مطلقہ نہیں ہے اس لئے یہ حالت قائمہ نہیں ہے، اب اس حالت کو کسی لفظ سے بیان کرنا یہ اس حالت کو بیان کرنا نہیں ہو گا

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے انہوں نے کہا کہ اطلق نفسی میں حال کا اعتبار نہیں کر سکتے اسی طرح اختار نفسی میں بھی حال کا اعتبار نہیں کر سکتے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ عورت ابھی مطلقہ نہیں ہے اس لئے اطلق کو حال کے معنی میں استعمال کر کے اس حال کی حکایت نہیں کر سکتے اس لئے اطلق کو حال پر محمول کرنا متعذر ہے اس لئے لازمی طور پر استقبال پر ہی محمول کرنا ہوگا، جس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اختار نفسی میں حال کے معنی میں استعمال کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ ابھی اپنے آپ کو اختیار کر سکتی ہے اور اختار سے حالت قائمہ کی حکایت ہوگی۔

ترجمہ: (۱۸۳۰) اگر شوہر نے اختاری، اختاری، اختاری، کہا، عورت نے کہا پہلی کو اختیار کرتی ہوں، یا بیچ کو اختیار کرتی ہوں، یا آخر کو اختیار کرتی ہوں، تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تینوں طلاق واقع ہوں گی، اور شوہر کی نیت کی بھی ضرورت نہیں، اور صاحبینؒ نے فر مایا کہ ایک طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ل شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوگی اس لئے کہ اختاری کا تکرار طلاق کی دلالت کرتا ہے اس لئے کہ طلاق کے حق میں اختیار ہی مکرر ہوتا ہے۔

تشریح: شوہر نے تین مرتبہ اختاری کہا عورت نے اس کے جواب میں کہا اخترت الاولی، کہ میں پہلی کو اختیار کرتی ہوں، یا دوسری کو اختیار کرتی ہوں، یا تیسری کو اختیار کرتی ہوں، تو چاہے اس نے تین میں سے ایک ہی اختیار کیا ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی، اور اس میں شوہر کی نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ تین مرتبہ اختاری کہنا ہی دلیل ہے کہ یہ طلاق کے اختیار کے بارے ہی میں کہا جا رہا ہے کپڑا وغیرہ اختیار کرنے کے بارے میں نہیں کہا جا رہا ہے، کیونکہ طلاق ہی تین مرتبہ ہوتی ہے۔ اور صاحبینؒ کی یہاں اس میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ عورت نے ایک ہی کو اختیار کیا ہے۔

وجہ: (۱) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الشعبی فی رجل خیر امراته ثلاث مرار فاختارت نفسها مرة

۲ لهما ان ذکر الاولیٰ ومایجری مجراه ان کان لا یفید من حیث الترتیب ولکن یفید من حیث الافراد فیعتبر فیما یفید ۳ وله ان هذاوصف لغو لان المجتمع فی الملک لا ترتیب فیه کالمجتمع فی المکان والکلام للترتیب والافراد من ضروراته فاذ الغافی حق الاصل لغا فی حق البناء

واحدة قال بانت منه بثلاث ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی الرجل یخیر امراتہ ثلاثا فتختار مرۃ ،ج رابع ،ص۹۴،نمبر۱۸۱۲۱)۔ (۲)اس اثر میں بھی ہے۔عن عبد اللہ قال اذا خیرھا ثلاثا فاختارت نفسھا مرۃ فھی ثلاث ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یخیر امراتہ ثلاثا فتختار مرۃ ،ج رابع ،ص۹۴،نمبر۱۸۱۲۰)ان دونوں اثر میں ہے کہ تین مرتبہ اختیار دے اور عورت اس میں ایک مرتبہ اختیار کرے تب بھی تین ہی واقع ہوں گی ۔(۳)امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ تین میں سے ایک کو بھی عورت نے استعمال کیا تو مجموعہ تینوں پڑ جائے گی ،اور صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ ایک کو استعمال کیا تو تینوں نہیں پڑے گی جتنا عورت نے استعمال کیا اتنی ہی پڑے گی۔

ترجمہ: ۲ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ،پہلے کو ذکر کرنا یا جو اس کے قائم مقام ہو اس کو ذکر کرنا اگر چہ ترتیب کے حیثیت سے فائدہ نہیں دیتا لیکن افراد کی حیثیت سے فائدہ دیتا ہے ،پس جہاں فائدہ دیتا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: یہاں لفظی بحث ہے جسکو سمجھنا ضروری ہے۔پہلی ،دوسری ،اور تیسری میں ترتیب ہے ،پہلی اس کو کہتے ہیں جو پہلے واقع ہو ،دوسری اس کو کہتے ہیں جو اس کے بعد واقع ہو ،اور تیسری اس کو کہتے ہیں جو اس کے بعد واقع ہو۔دوسرا ہے ،افراد ،کہ اولی کے لفظ سے پہلے لفظ کی طرف اشارہ ہو ،اور وسطیٰ ،کے لفظ سے دوسرے کی طرف اشارہ ہو ،اور آخیرہ ،کے لفظ سے تیسرے کی طرف اشارہ ہو ،اس کو افراد کہتے ہیں۔عبارت کی تشریح یہ ہے کہ اولی ،یا وسطیٰ ،یا آخیرہ جو بھی بولے طلاق کے بارے میں یہ ترتیب کا فائدہ نہیں دے گا ،لیکن یہ افراد کا فائدہ دے گا ،یعنی اس سے عورت اشارہ کر سکتی ہے شوہر کے کس اختاری کو میں اپنے اوپر نافذ کر رہی ہوں ،جس اختاری کو نافذ کرے گی وہی اختاری نافذ ہوگی ،اور باقی نہیں ہوگی ،اور عورت نے ایک اختاری اپنے اوپر نافذ کی ہے اس لئے ایک ہی طلاق واقع ہوگی ،سبھی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ترتیب والا وصف لغو ہے اس لئے کہ سبھی طلاقیں ایک ساتھ شوہر کے ذہن میں مجتمع ہے جس میں کوئی ترتیب نہیں ہے ،جیسے کچھ آدمی کسی مکان میں مجتمع ہو ،اور کلام ترتیب کے لئے آتا ہے اور افراد ترتیب کی ضرورت میں سے ،پس جب اصل کے حق میں ترتیب لغو ہوگئی تو اس پر جو بنا ہے اس کے حق میں بھی ترتیب لغو ہو جائے گی۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے ،اصل تو اوپر کا اثر ہے۔امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شوہر کے ذہن میں تینوں طلاق کا مجموعہ ہے ،

(۱۸۳۱) ولو قالت اخترت اختيارة فهي ثلث في قولهم جميعا ﴾ ل لانها للمرة فصارت كما اذا صرحت بها ولا الاختيارة للتاكيد وبدون التاكيد يقع الثلث فمع التاكيد اولى (۱۸۳۲) ولو قالت قد طلقت نفسي او اخترت نفسي بتطليقة فهي واحده يملك الرجعة﴾

وہاں کوئی ترتیب نہیں ہے، البتہ ان طلاقوں کو منہ سے نکالتا ہے تو ترتیب کے ساتھ نکالتا ہے، جیسے ایک مکان میں دس آدمی جمع ہوں تو وہاں کوئی ترتیب نہیں ہوتی ، البتہ جب وہ مکان سے نکلنے لگتے ہیں تو اس وقت ترتیب ہوتی ہے، پس جب شوہر کے ذہن والی طلاق میں ترتیب نہیں ہے جو اصل ہے، تو کلام والی ترتیب سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا ، کیونکہ یہ تو فرع ہے اور اصل پر بنا ہے، پس جب اصل میں ترتیب نہیں ہے تو فرع والی ترتیب لغو ہو جائے گی ، اور عورت جو اپنے کلام سے شوہر کے کلام والی ترتیب کی طرف اشارہ کر رہی ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ہوگا ، بلکہ ایک اختاری کو منتخب کرنے کے بعد سب اختاری واقع ہو جائے گی ، اور تین طلاقیں ہوں گی

ترجمہ: (۱۸۳۱) اور اگر عورت نے کہا اخترت اختیارۃ تو سب کے یہاں تین طلاق ہوں گی

ترجمہ: ل اس لئے کہ ,ۃ، مرت کے لئے ہے، پس ایسا ہو گیا جیسا کہ ایک مرتبہ کی صراحت کی ہو۔

تشریح : شوہر تین مرتبہ اختاری کہا اور عورت نے اس کے جواب میں اختیارۃ، مصدر کے ساتھ اخترت اختیارۃ کہا تو سب کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی ۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اختیارۃ مصدر ہے جو مرۃ کے لئے آتا ہے، جس کا ترجمہ ہے ایک مرتبہ، اور اس میں ,ۃ، تاکید کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ سب اختیار کو لے لیا، اس لئے تینوں اختیار واقع ہو جائیں گی ۔ جیسے عورت صراحت کیساتھ کہتی کہ میں نے ایک مرتبہ سب کو لے لیا تو تینوں طلاقیں واقع ہوتیں، اسی طرح یہاں اختیارۃ کہا تو سب طلاق واقع ہو جائیں گی ۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ اختیارۃ ، میں ,ۃ، تاکید کے لئے ہے، اور بغیر تاکید کے تین طلاق واقع ہوتی ہے تو تاکید کے ساتھ بدرجہ اولی تین طلاق واقع ہوگی ۔

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ، اگر عورت جواب میں اخترت اختیارا، بغیر ,ۃ، کے کہتی تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ، یہاں ,ۃ، ہے جو تاکید کے لئے ہے، یعنی ضرور میں سب اختاری کو پسند کرتی ہوں تو اس سے بدرجہ اولی تینوں طلاق واقع ہوں گی ۔

ترجمہ: (۱۸۳۲) اور اگر عورت نے طلقت نفسی، یا اخترت نفسی بتطلیقۃ کہا تو ایک طلاق رجعی ہوگی اور شوہر رجعت کا مالک ہو گا۔

تشریح : شوہر نے تین مرتبہ اختاری کہا، عورت نے اس کے جواب میں طلقت نفسی بتطلیقۃ کہا، یا اخترت نفسی بتطلیقۃ کہا، تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ل لان هذااللفظ یوجب الانطلاق بعد انقضاء العدة فکانها اختارت نفسها بعد العدة

(۱۸۳۳) وان قال لها امرک بیدک فی تطلیقة او اختاری تطلیقة فاختارت نفسها فهی واحدة یملک الرجعة﴾ ل لانه جعل لها الاختیار لکن بتطلیقة وهی معقبة للرجعة

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت نے تطلیقۃ کی صراحت کی تو یہ طلاق کے لئے صریح لفظ ہے، اور صریح لفظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس لئے اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی،

ترجمہ : ل اس لئے کہ یہ لفظ تطلیقۃ عدت گزرنے کے بعد طلاق کو بائنہ کرتا ہے تو ایسا ہوا کہ عورت نے اپنے آپ کو عدت گزرنے کے بعد اختیار کیا۔

تشریح : یہ دلیل بھی ہے اور اشکال کا جواب بھی ہے، اشکال یہ ہے کہ شوہر اختاری کہہ کر عورت کو طلاق بائنہ دینے کے لئے کہا تھا، کیونکہ اختاری کے لفظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، تو عورت طلاق رجعی دینے کا مالک کیسے بن گئی؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ طلاق رجعی بھی عدت گزرنے کے بعد بائنہ بن جاتی ہے اگر چہ وہ تین مہینے کے بعد ہو، پس عورت نے طلاق رجعی دی تو شوہر ہی کی سپرد کردہ طلاق بائنہ دی، فرق یہ ہے کہ فوری طلاق بائنہ نہیں دی، بلکہ تین مہینے کی تاخیر کے ساتھ طلاق بائنہ دی اس لئے شوہر کی بات پوری ہوگئی۔

لغت : انطلاق بعد انقضاء العدۃ: عدت گزرنے کے بعد چھوٹ جائے گی، یعنی عدت گزرنے کے بعد رجعی طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اختارت نفسھا بعد العدۃ: گویا عورت نے اپنے آپ کو اس وقت طلاق رجعی دی، اور اس کے ذریعہ طلاق بائنہ عدت کے بعد دی اور شوہر کی پوری بات عدت کے بعد مانی۔ اور شوہر کی سپرد کردہ طلاق پوری ہوگئی۔

ترجمہ : (۱۸۳۳) اگر عورت سے کہا امرک بیدک فی تطلیقۃ، یا اختاری تطلیقۃ، اور عورت نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو عورت کو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ عورت کو اختیار دیا لیکن تطلیقۃ، کا اختیار دیا جس کے بعد رجعت ہوتی ہے۔

تشریح : یہاں شوہر نے ایک ہی جملے میں دو الفاظ استعمال کئے ہیں، ایک سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، اور دوسرے سے طلاق رجعی، اس لئے مصنف فرماتے ہیں کہ صریح لفظ تطلیقۃ ہے اس کی رعایت کی جائے گی اور طلاق رجعی واقع ہوگی۔ شوہر نے امرک بیدک بتطلیقۃ، کہا، [تمہارا معاملہ تیرے ہاتھ میں ایک طلاق رجعی کے ساتھ ہے] اور عورت نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، شوہر نے اختاری تطلیقۃ، کہا [اپنے آپ کو ایک طلاق رجعی کے ساتھ اختیار کر لو] اور عورت نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

﴿فصل فے الامر بالید﴾

(۱۸۳۴) وان قال لها امرک بیدک ینوی ثلثا فقالت قد اخترت نفسے بواحدة فهی ثلث ﴾

وجــــه :اس کی وجہ یہ ہے کہ امرک کا لفظ طلاق بائنہ کا تقاضا کرتا ہے لیکن تطلیقۃ لفظ صریح ہے جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس لئے مطلب ہوا کہ ایک طلاق رجعی کا اختیار ہے اس لئے جب عورت نے کہا کہ میں نے اختیار کیا تو ایک ہی طلاق رجعی اختیار کر سکتی ہے، اس لئے ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اسی طرح اختاری تطلیقۃ، کہا تو اختاری کا تقاضا ہے کہ طلاق بائنہ واقع ہو، لیکن تطلیقۃ کا تقاضا ہے کہ ایک طلاق رجعی کا اختیار دیتا ہوں، اس لئے ایک طلاق رجعی ہی واقع کر سکے گی۔

﴿فصل فی امرک بیدک﴾

ضــروری نوٹ : امرک بیدک: کا ترجمہ ہے تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں، اس لفظ کے ذریعہ عورت کو طلاق دینے کا اختیار دیا جاتا ہے، اور اس کا حکم اختاری کی طرح ہے، شوہر نے جتنا اختیار عورت کو سپرد کیا ہے عورت اتنی طلاق اپنے آپ کو دے سکتی ہے۔(۱) اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عـن قتـاده عـن الـحسـن فـی امـرک بيدک قال : ثلاث ۔(ابوداود شریف، باب فی امرک بیدک، ص ۳۱۹، نمبر ۲۲۰۴)(۲) عـن ابـی هريرة عن النبی ﷺ قال ثلاث ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی امرک بیدک، ص ۲۸۶، نمبر ۱۱۷۸) اس حدیث میں ہے کہ امرک بیدک سے تین طلاق واقع ہوگی۔

تــرجــمــه : (۱۸۳۴) اگر عورت سے کہا امرک بیدک اور اس سے تین طلاق کی نیت کی پس عورت نے کہا اخترت نفسی بواحدۃ [اپنے آپ کو ایک سے پسند کیا] تو تین طلاق ہوگی۔

لِ لا ن الاختیار یصلح جوابا للامر بالید لکونہ تملیکا کالتخییر والواحدۃ صفۃ الاختیارۃ فصار کانھا قالت اخترت نفسی بمرۃ واحدۃ وبذلک یقع الثلث (۱۸۳۵) ولو قالت قد طلقت نفسی بواحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ فھی واحدۃ بائنۃ ﴿ لِ لان الواحدۃ نعت لمصدر محذوف وھوفی الاولیٰ الاختیار وفی الثانیۃ التطلیقۃ

ترجمہ : لِ اس لئے کہ اختیار کرنا امرک بیدک کے جواب ہونے کی صلاحیت ہے اس لئے کہ تخییر کی طرح مالک بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور واحدۃ اختیار کی صفت ہے تو ایسا ہوا کہ اخترت نفسی بمرۃ واحدۃ کہا اور اس سے تین طلاق واقع ہوگی۔

تشریح : امرک بیدک، کا ترجمہ ہے تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ امرک بیدک، کا حکم اختاری کی طرح ہے، اس لئے اخترت کے ساتھ عورت جواب دے سکتی ہے، کیونکہ امرک بیدک اختاری کی طرح ہوا، اس لئے اگر شوہر نے کہا امرک بیدک، اور اس نے اس سے تین طلاق کی نیت کی، اور عورت نے ,اخترت نفسی بواحدۃ، کے ساتھ جواب دیا تو تین طلاق واقع ہوگی۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں واحدۃ کا ترجمہ ایک طلاق نہیں ہے، بلکہ واحدۃ مرۃ محذوف کی صفت ہے، اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ سب طلاقوں کو اختیار کر لیا، اور شوہر نے تین کی نیت کی ہے اس لئے سبھی واقع ہو جائیں گی۔ عن عبد اللہ قال اذا خیرھا ثلاثا فاختارت نفسھا مرۃ فھی ثلاث (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یخیر امراتہ ثلاثا فتختار مرۃ، ج رابع، ص ۹۴، نمبر ۱۸۱۲۰) اس اثر میں ہے کہ تین میں سے ایک کو بھی اختیار کیا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ (۲) امرک بیدک اختاری کی طرح ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن علی و عبد اللہ وزید قالوا امرک بیدک و اختاری سواء۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اختاری وامرک بیدک سواء، ج رابع، ص ۹۲، نمبر ۱۸۱۰۰) اس اثر میں ہے کہ اختاری اور امرک بیدک کا حکم برابر ہے، اور اختاری کے بارے میں بتایا کہ ایک کو بھی پسند کرے گی تو سب واقع ہو جائے گی، اسلئے امرک بیدک میں ایک بھی پسند کرے گی تو سب واقع ہو جائے گا۔ (۳) عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال ثلاث۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی امرک بیدک، ص ۲۸۶، نمبر ۱۱۷۸) اس حدیث میں ہے کہ امرک بیدک سے تین طلاق واقع ہوگی۔ (۴) اس اثر میں ہے کہ امرک بیدک سے تین طلاق واقع ہوگی۔ عن قتادہ عن الحسن فی امرک بیدک قال : ثلاث۔ (ابوداود شریف، باب فی امرک بیدک، ص ۳۱۹، نمبر ۲۲۰۴) اس اثر میں بھی ہے کہ تین طلاق دے گی تو تین طلاق واقع ہوگی۔ (۵) امرک بیدک کا جملہ اختاری سے تھوڑا وسیع ہے اس لئے اس سے تین طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ : (۱۸۳۵) اور اگر عورت نے کہا طلقت نفسی بواحدۃ، یا اخترت نفسی بتطلیقۃ، کہا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

ترجمہ : لِ اس لئے کہ واحدۃ مصدر محذوف کی صفت ہے، اور واحدۃ پہلے مسئلے میں اختیارۃ کی صفت ہے، اور دوسرے مسئلے میں تطلیقۃ کی صفت ہے۔

۲؎ الا انہا تکون بائنۃً لان التفویض فی البائن ضرورۃ ملکہا امرہا وکلامہا خرج جوابا لہ فتصیر الصفۃ المذکورۃ فی التفویض مذکورۃ فی الایقاع

تشریح: شوہر نے امرک بیدک، کہا اور اس سے تین طلاق کی نیت کی، عورت نے اس کے جواب میں طلقت نفسی بواحدۃ، کہا تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے جو، بواحدۃ، کہا ہے وہ پہلا مسئلہ نمبر ۱۸۳۴) میں اخترت کے مصدر اختیارۃ کی صفت ہے، اور دوسرا مسئلہ یعنی ،طلقت نفسی بواحدۃ میں بتطلیقۃ کی صفت ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طلاق دیتی ہوں اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر شوہر نے امرک بیدک، کہا اور عورت نے اس کے جواب میں ،اخترت نفسی بتطلیقۃ، کہا تو اس میں بھی ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عبارت میں تطلیقۃ صریح لفظ ہے جس سے ایک طلاق واقع ہو گی۔

ترجمہ: ۲؎ مگر یہ کہ بائنہ ہوگی اس لئے کہ شوہر کا سونپنا بائن ہی ہے اس مجبوری کی بنا پر کہ عورت کو طلاق کا مالک بنایا، اور عورت کا کلام مرد کے جواب میں نکلا ہے، اس لئے جس صفت سے سپرد کیا ہے اسی صفت سے طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: طلقت نفسی بواحدۃ: صریح لفظ ہے اس لئے اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہونی چاہئے، اسی طرح اخترت نفسی بتطلیقۃ: میں تطلیقۃ طلاق کے لئے صریح لفظ ہے اس لئے اس سے بھی ایک طلاق رجعی واقع ہونی چاہئے اس لئے بائن کیسے واقع ہوگی؟ اس کی دو وجہ بیان کر رہے ہیں [۱] ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ شوہر کا مقصد یہ ہے کہ عورت مجھ سے مکمل چھٹکارا حاصل کر لے، اور طلاق رجعی میں مکمل چھٹکارا نہیں ہوگا اس لئے چاہے عورت لفظ صریح بولے پھر بھی طلاق بائن ہی واقع ہوگی۔ [۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ اختاری، اور امرک بیدک، الفاظ کنایہ ہیں جن سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے ، اور شوہر نے ان الفاظ کے ذریعہ عورت کو طلاق سپرد کی ہے، اس لئے عورت چاہے لفظ صریح بولے لیکن وہی طلاق واقع ہوگی جو شوہر نے سپرد کیا ہے، اور شوہر نے الفاظ کنایہ کے ذریعہ طلاق بائن سپرد کی ہے اس لئے طلاق بائن واقع ہوگی۔

وجہ: اصل وجہ یہ اثر ہے۔ عن ابراھیم قالاذا جعل الرجل امر امراتہ بید غیرہ فما طلاق من شیء فھی واحدۃ بائنۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل جعل امر امراتہ بید رجل فیطلق ما قالوا فیہ، ج سادس، ص ۸۸، نمبر ۱۸۰۶۳) اس اثر میں ہے کہ امرک بیدک میں کوئی بھی طلاق عورت دے گی تو اس سے طلاق بائنہ ہی واقع ہوگی۔

لغت: لان التفویض فی البائن ضرورۃ ملکہا امرہا: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے عورت کو اس بات کا مالک بنایا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل چھٹکارا دے دے، اور یہ طلاق بائن میں ہوتا ہے، تو گویا کہ شوہر نے طلاق بائن ہی عورت کو سپرد کیا۔ اس لئے جو طلاق بھی عورت دے گی اس سے طلاق بائن ہی واقع ہوگی۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ، اس لئے کہ بائن کو سپرد کیا ہے

۳؎ وانما تصح نية الثلث فى قولك امرك بيدكِ لانه يحتمل العموم والخصوص ونية الثلث نية التعميم بخلاف قوله اختارى لانه لا يحتمل العموم وقد حققناه من قبل (١٨٣٦) ولو قال لها امرك بيدك اليوم وبعد غدٍ لم يدخل فيه الليل وان ردت الامر فى يومها بطل امر ذلك اليوم وكان بيدها امر بعد غد ﴾ ا؎ لانه صرح بذكر وقتين بينهما وقت من جنسهما لم يتناوله الامر اذذكر اليوم بعبارة الفرد لا يتناول الليل فكانا امرين فبرد احدهما لا يرتد الأخر

اس ضرورت کی بنا پر کہ عورت کو چھٹکارا دینے کا مالک بنایا ہے۔فتصير الصفة المذكورة فى التفويض مذكورة فى الايقاع :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا کلام شوہر کے جواب میں ہے اس لئے شوہر نے جس صفت کے ساتھ طلاق دینے کو سپرد کیا ہے اسی صفت کے ساتھ طلاق واقع ہوگی ،اور شوہر نے بائن کی صفت کے ساتھ سپرد کیا ہے اس لئے بائن ہی واقع ہوگی ، چاہے عورت رجعی کی صفت کے ساتھ واقع کرے۔

ترجمہ: ۳؎ امرک بیدک کے قول میں تین کی نیت اس لئے درست ہے کہ وہ عموم اور خصوص کا احتمال رکھتا ہے،اور تین کی نیت عموم کی نیت ہے، بخلاف اختاری کے کہ وہ عموم کا احتمال نہیں رکھتا،اور اس کی تحقیق پہلے کی ہے۔

تشریح: امرک بیدک میں تین کی نیت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے،اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ لفظ خصوص یعنی ایک طلاق بائنہ کا بھی احتمال رکھتا ہے،اور عموم یعنی تین طلاق بائنہ کا بھی احتمال رکھتا ہے، اس لئے تین کی بھی نیت کر سکتا ہے،اس کے برخلاف اختاری لفظ عموم یعنی تین طلاق کا احتمال نہیں رکھتا،اس لئے اس میں تین کی نیت نہیں کر سکتا۔مسئلہ نمبر ۱۸۲۴) میں فرمایا تھا کہ لفظ اختیار کی دو قسمیں یعنی بائنہ خفیفہ،اور بائنہ مغلظہ یعنی تین طلاق نہیں ہوتی۔اور وہیں اس کی تحقیق کی ہے۔

ترجمہ: (۱۸۳۶) اگر بیوی سے کہا امرک بیدک الیوم وبعد غد[تمہارا معاملہ تیرے ہاتھ میں آج ہے اور پرسوں ہے تو اس میں رات داخل نہیں ہوگی،اور اگر آج معاملے کو رد کر دیا تو آج کا معاملہ رد ہو جائے گا لیکن اس کا اختیار پرسوں رہے گا۔

تشریح: شوہر نے عورت سے کہا, امرک بیدک الیوم و بعد غد,تم کو آج اور پرسوں طلاق دینے کا اختیار ہے،تو گویا کہ اس نے دو اختیار دئے ،ایک اختیار آج دیا اور دوسرا اختیار پرسوں دیا،اور ان دونوں کے درمیان کل کا دن اختیار سے خالی ہے، چونکہ کل کا دن اختیار سے خالی ہے اس لئے دن کے بعد جو رات آنے والی ہے جس کو درمیان کی رات کہتے ہیں اس میں اختیار نہیں ہو گا۔چونکہ دو اختیار دیا ہے اس لئے آج کا اختیار رد کر دیا تو پرسوں کا اختیار باقی رہے گا۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ دو وقتوں کی تصریح کی ،اور دونوں کے درمیان ایسا وقت ہے جو نہیں دونوں کی جنس میں سے ہے جس کو اختیار شامل نہیں ہے،اس لئے کہ اگر صرف یوم کو ذکر کرے تو رات شامل نہیں ہوتی ہے،تو گویا کہ دو اختیارات ہیں،اس لئے دونوں میں سے ایک کو رد کرنے سے دوسرا رد نہیں ہوگا۔

۲؎ وقال زفرؒ امر واحد بمنزلة قوله انت طالق اليوم وبعد غد ۳؎ قلنا الطلاق لا يحتمل التاقيت والامر باليد يحتمله فيوقت الامر بالاول ويجعل الثانی امراً مبتدأ (۱۸۳۷) ولو قال امرک بيدک اليوم وغدا يدخل الليل فی ذلک وان ردت الامر فی يومها لا يبقى الامر فی يدها فی الغد﴾ ۱؎ لان هٰذا امر واحد لانه لم يتخلل بين الوقتين المذكورين ووقت من جنسهما لم يتناولهالكلام

تشریح: یہاں دو باتوں کی دلیل عقلی ہے[۱] ایک یہ کہ رات شامل نہیں ہوگی، [۲] اور دوسرا یہ کہ ایک اختیار کو رد کر دیا تو دوسرا اختیار رد نہیں ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ یوم اور بعد غد کے درمیان ایک ایسا وقت ہے جو ان دونوں کی جنس میں سے ہے یعنی غدا [کل] اور اس میں اختیار نہیں ہے، اس لئے دو الگ الگ اختیار ہوئے اس لئے ایک کے رد کرنے سے دوسرا رد نہیں ہوگا۔ اور تنہا الیوم ذکر کرے تو اس میں رات شامل نہیں ہوتی ہے، اس لئے یہاں بھی رات شامل نہیں ہوگی۔ چنانچہ اگر رات کو عورت نے طلاق دیا تو طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ رات میں اس کو اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں معاملہ ایک ہی ہے، جیسے انت طالق الیوم و بعد غد، کہا۔

تشریح: امام زفرؒ نے فرمایا کہ امرک بیدک الیوم و بعد غد، میں دو اختیار نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی اختیار ہے، جیسے انت طالق الیوم و بعد غد میں پہلی ہی طلاق واقع ہوگی اور ایک ہی طلاق ہوگی، اسی طرح یہاں ایک ہی اختیار ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ طلاق تو ابھی ہی ہو جائے گی [وہ تاخیر کا احتمال نہیں رکھتی] اور امر بالید تاخیر کا احتمال رکھتی ہے، اس لئے امرک بیدک کو پہلے دن کے ساتھ متعین کیا جائے گا اور پرسوں کو الگ امر بالید قرار دیا جائے گا۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ انت طالق الیوم و بعد غد میں، طلاق جیسے ہی دی فوراً واقع ہوگئی اور آج سے لیکر پرسوں تک ایک ہی طلاق برقرار رہی اس لئے ایک ہی امر ہوا۔ اور امرک بیدک الیوم و بعد غد میں طلاق دینے کا اختیار وقت کے ساتھ متعین ہے، اس لئے آج واقع نہیں کیا تو واقع نہیں ہوگا، اس لئے پرسوں کا اختیار الگ باقی رہے گا، اس لئے دو اختیار ہو جائیں گے۔

ترجمہ: (۱۸۳۷) اگر کہا امرک بیدک الیوم وغدا، تو اس میں رات داخل ہوگی، اور اگر اس دن میں معاملہ رد کر دیا تو کل اس کے ہاتھ میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ ایک ہی امر ہے، اس لئے کہ ذکر کئے ہوئے وقتوں کے درمیان اس جنس کا کوئی ایسا وقت نہیں ہے جسکو کلام شامل نہ ہو۔

تشریح: شوہر نے امرک بیدک الیوم وغد، کہا تو اس اختیار میں رات داخل ہوگی، اور یہ پورا اختیار ایک ہی ہوگا، دو نہیں ہوگا،

۲؎ وقد یهجم اللیل ومجلس المشورة لا ینقطع فصار کما اذا قال امرک بیدک فی یومین
۳؎ وعن ابی حنیفةؒ انها اذا ردت الامر فی الیوم لها ان تختار نفسها غدا لانها لا تملک ردالامر کما لا تملک رد الایقاع ۴؎ وجه الظاهر انها اذا اختارت نفسها الیوم لا یبقی لها الخیار فی الغد فکذا اذا اختارت زوجها یرد الامر لان المخیر بین الیشئاین لا یملک الا اختیار احدهما

چنانچہ اس نے پہلے دن اختیار رد کر دیا اور اپنے آپ کو طلاق نہیں دی تو دوسرے دن اس کے پاس اختیار باقی نہیں رہے گا، کیونکہ ایک ہی اختیار تھا اور اس نے اس کو رد کر دیا تو اب کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔

وجہ : کیونکہ یہاں آج اور کل کے درمیان کوئی ایسا وقت نہیں ہے جس میں اس کو اختیار نہ دیا گیا ہوتا کہ یہ دو اختیار بن جائے، بلکہ یہاں مسلسل ایک ہی اختیار آج سے کل تک چل رہا ہے اس لئے ایک ہی اختیار ہوگا، اور جب کل تک مسلسل ایک ہی اختیار ہوگا تو رات بھی اس اختیار میں شامل ہوگی، چنانچہ اگر رات میں بھی عورت نے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۲؎ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات آ جاتی ہے اور مشورہ ختم نہیں ہوتا، تو ایسا ہو گیا کہ کہا امرک بیدک یومین [تم کو دو دنوں تک اختیار ہے]۔

تشریح : امرک بیدک الیوم وغدا، میں ایسا ہو سکتا ہے کہ اختیار دینے کے لئے آج سے مشورہ شروع ہوا اور رات آ گئی اور مشورہ ختم نہیں ہوا، اس لئے رات بھی اختیار میں داخل رہے گی، اور اس کی مثال یہ ہے کہ یوں کہے کہ، تم کو دو دنوں تک اختیار ہے، اور اس میں رات بھی داخل ہوگی، اسی طرح یہاں بھی رات اختیار میں داخل ہوگی۔

ترجمہ : ۳؎ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر آج معاملے کو رد کر دیا تو اس کو کل اختیار رہے گا، اس لئے کہ کل اختیار کو رد نہیں کر سکتی جیسے کہ کل طلاق واقع کرے تو اس کو رد نہیں کر سکتی۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ امرک بیدک الیوم وغدا میں عورت نے آج اختیار کو رد کر دیا پھر بھی کل اس کو اختیار باقی رہے گا، اور کل اپنے آپ کو طلاق دینا چاہے تو دے سکتی ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شوہر نے آج کا بھی اختیار دیا ہے اور کل کا بھی اختیار دیا ہے اس لئے کل کے اختیار کو ساقط نہیں کر سکتی اس لئے کل کا اختیار باقی رہے گا، جیسے شوہر آج طلاق دینا چاہے تو اس کو روک نہیں سکتی، اور کل طلاق دینا چاہے تو اس کو بھی روک نہیں سکتی، اسی طرح کل کا جو اختیار دیا ہے اس کو بھی ساقط نہیں کر سکتی [اس اعتبار سے گویا کہ یہ دو اختیار ہیں]۔

ترجمہ : ۴؎ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے آج اپنے آپ کو اختیار کر لیا [اپنے کو طلاق دے دیا] تو اس کو کل اختیار باقی نہیں رہے گا، اسی طرح اگر شوہر کو اختیار کر لیا تو پورا معاملہ رد ہو جائے گا، اس لئے کہ دو چیزوں کا اختیار دیا گیا ہو تو دو میں سے ایک ہی اختیار کا مالک ہے۔

۵ وعن ابی یوسفؒ انه اذا قال امرک بیدک الیوم امرک بیدک غدا انهما امران لما انه ذکر لکل وقت خبراً علی حدةٍ بخلاف ما تقدم (۱۸۳۸) وان قال امرک بیدک یوم یقدم فلان فقدم فلان ولم تعلم بقدومه حتی جن اللیل فلا خیار لها ﴾ ۱ لان الامر بالید مما یمتد فیحمل الیوم المقرون به علی بیاض النهار وقد حققناه من قبل فیتوقت به ثم ینقضی بانقضاء وقته

تشریح : ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے آج اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور اپنے کو طلاق دے دی تو کل بھی وہ مطلقہ ہی رہے گی اب کل شوہر کو اختیار کر کے طلاق سے نہیں چھوٹ سکتی کیونکہ مطلقہ پھر دوبارہ طلاق سے نہیں چھوٹ سکتی، اسی طرح جب آج شوہر کو اختیار کر لیا اور اپنے آپ کو طلاق نہیں دی تو کل بھی وہ شوہر ہی کو اختیار کی ہوئی رہے گی اور اختیار ختم ہو جائے گا، کیونکہ شوہر نے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا ہے، یا عورت اپنے کو اختیار کرے یعنی طلاق دے، یا شوہر کو اختیار کرے، یعنی طلاق نہ دے، پس جب آج شوہر کو اختیار کر لیا تو کل اپنے کو اختیار نہیں کر سکتی۔

ترجمہ : ۵ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر امرک بیدک الیوم، وامرک بیدک غدا، کہا تو یہ دو اختیار ہیں، اس لئے کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ خبر ذکر کی، بخلاف اس کے جو پہلے گزرا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امرک بیدک الیوم، وامرک بیدک غدا، کہا تو یہاں دو الگ الگ جملے ہیں اور دونوں کی خبر الگ الگ ہیں اس لئے دو اختیار ہوئے، اس لئے پہلے دن کے اختیار کو رد کر دیا تو دوسرے دن کا اختیار باقی رہے گا، یہ سب کے نزدیک ہے، البتہ پہلے جملے میں دونوں جملوں کی خبر ایک ہی تھی اس لئے ایک جملہ ہوا اور ایک ہی اختیار رہا اس لئے ایک کے رد کرنے سے پورا ہی رد ہو گیا۔

ترجمہ : (۱۸۳۸) اگر کہا امرک بیدک یوم یقدم فلان، [کہ جس دن فلاں آئے اس دن تمکو اختیار رہے] اور فلاں کے آنے کا علم نہ ہو سکا کہ رات ہو گئی تو اب عورت کو اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ امر بالید اس میں سے ہے جو ممتد ہوتا ہے اس لئے جس کے ساتھ یوم ملا ہوا ہے اس سے دن کی سفیدی مراد لی جائے گی، اس بات کو ہم نے پہلے محقق کر دیا ہے، اس لئے دن ہی کے ساتھ متعین ہوگا، پھر دن کے ختم ہونے سے اس کا وقت ختم ہو جائے گا۔

تشریح : شوہر نے کہا جس دن فلاں آئے اس دن تم کو اختیار رہے، اب وہ دن کو ہی آیا لیکن عورت کو پتہ نہیں چلا اور رات ہو گئی تو عورت کا اختیار ختم ہو گیا۔ یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ یوم کا تعلق اختیار [امر بالید] سے اور یہ اختیار ممتد ہوتا ہے، دن بھر رہتا ہے اس لئے یہاں یوم سے مراد صرف دن ہوگا، اس میں رات شامل نہیں ہوگی، اس لئے رات آتے ہی اختیار ختم ہو جائے گا، اور

(۱۸۳۹) واذا جعل امر ها بیدها او خیرها فمکث یوما ولم تقم فالامر فی یدها مالم تأخذ فی عمل آخر ﴿۱﴾ لان هٰذا تملیک التطلیق منها لان المالک من یتصرف برای نفسه وهی بهٰذه الصفة والتملیک یقتصر علی المجلس وقد بیناه من قبل

دوسری بات یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چاہے اختیار کے استعمال کرنے والے کو علم نہ ہوا اختیار کے وقت گزرنے سے اختیار ختم ہو جائے گا۔

لغت: یمتد: لمبا ہوتا ہو جیسے اختیار دن بھر لمبا ہوتا ہے تو اس کو فعل ممتد کہتے ہیں، ایسے موقع پر یوم سے صرف دن مراد ہوتا ہے رات شامل نہیں ہوتی، اور کسی کا گھر میں آنا ایک منٹ میں ہو جاتا ہے تو یہ فعل غیر ممتد ہوا، اگر اس کے ساتھ یوم کا تعلق ہو تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے اور دن اور رات دونوں شامل ہوتے ہیں۔ مقرون: ملا ہوا۔ بیاض النہار: دن کی سفیدی، صبح سے لیکر شام تک کا وقت۔ حققناه: ہم نے اس کو محقق کیا، میں نے اس کی تحقیق کی۔ یتوقت: وقت سے سے مشتق ہے، اس کے ساتھ موقت ہو، اس کے ساتھ متعین ہو۔ ینقضی: ختم ہو جائے۔

ترجمہ: (۱۸۳۹) جب عورت کا معاملہ عورت کے ہاتھ میں دیا، یا اس کو اختیار دیا اور وہ ایک دن تک ٹھہری رہی اور کھڑی نہیں ہوئی تو جب تک کہ دوسرا عمل شروع نہ کرے تو اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

تشریح: اس میں دو باتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ امرک بیدک، اختاری کی طرح ہے یعنی اس میں دن کا تعین نہ کیا جائے تو امرک بیدک کا اختیار مجلس تک ہی رہتا ہے، مجلس ختم ہونے کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا، [۲] اور دوسری بات یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مجلس اگر لمبی ہو جائے اور دن کے بعد رات بھی آجائے تو جب تک مجلس ختم نہ ہو، یا عورت دوسرے کام میں نہ لگے تب تک اختیار باقی رہے گا، تشریح مسئلہ یہ ہے کہ، بیوی کو امرک بیدک کہہ کر اختیار دیا، یا اختاری کہہ کر اختیار دیا اور وہ ایک دن ٹھہری رہی اور کھڑی نہیں ہوئی تو اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا، جب تک کہ مجلس ختم نہ ہو جائے یا بیٹھے ہوئے کسی ایسے کام میں نہ لگ جائے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اس اختیار سے اعراض کر رہی ہے۔ کیونکہ اس کو مجلس تک طلاق کا مالک بنایا ہے اس لئے یہ اپنی رائے سے مجلس برقرار رہنے تک طلاق دینے کا حق استعمال کر سکتی ہے۔

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس لئے کہ یہ عورت کو طلاق دینے کا مالک بنانا ہے، اس لئے کہ مالک اس کو کہتے ہیں جو اپنی رائے سے تصرف کرے، اور یہ مالک بنانا اسی صفت کے ساتھ ہے، اور مالک بنانا مجلس پر منحصر رہتا ہے۔ اور ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ، امرک بیدک، اور اختاری کے ذریعہ عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے، اور مالک اس کو کہتے ہیں جو اپنی رائے سے تصرف کرے، اور یہاں عورت اپنی رائے سے تصرف کر رہی ہے اس لئے وہ مالک ہے، اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ طلاق کا مالک مجلس کے ساتھ خاص ہوتا ہے اس لئے یہ عورت بھی مجلس کے اندر ہی طلاق دے سکتی ہے، چاہے جتنی دیر تک یہ مجلس

(۱۸۴۰) **اذا كانت تسمع يعتبر مجلسها ذٰلک وان كانت لا تسمع فمجلس علمها او بلوغ الخبر اليها﴾ ل لان هٰذا تمليک فيه معنى التعليق فيتوقف على ماوراء المجلس**

بحال رہے۔

ترجمه: (۱۸۴۰) پھر اگر عورت سن رہی ہوتو اس میں عورت کی مجلس کا اعتبار ہے، اور اگر نہیں سن رہی ہوتو عورت کے جاننے کی مجلس، یا اس کے پاس خبر پہونچنے کی مجلس کا اعتبار ہے۔

تشریح: شوہر جس وقت بیوی کو امرک بیدک کے ذریعہ، یا اختاری کے ذریعہ اختیار دے اس وقت بیوی اس کی بات سن رہی ہے تو جس مجلس میں وہ بیٹھی ہوئی ہے اس مجلس کا اعتبار ہے، اور اگر نہیں سن رہی ہے تو عورت کی جس مجلس میں اس کو اس اختیار کا علم ہوا اس کا اعتبار ہے، یا جس مجلس میں اس اختیار کی خبر پہونچی اس مجلس کا اعتبار ہے کہ اس کے برقرار رہنے تک چاہے طلاق دے یا شوہر کو اختیار کرے۔ شوہر کی مجلس کا اعتبار نہیں ہے۔

وجه: (۱) اس اثر میں ہے کہ عورت کی مجلس کا اعتبار ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال ان خير رجل امراته فلم تقل شيئا حتى تقوم فليس بشيء** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسهما، ج سادس، ص ۳۹۸، نمبر ۱۱۹۷۹ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۸ ما قالوا فی الرجل یخیر امرأتہ فلا تختار حتی تقوم من مجلسھا، ج رابع، ص ۹۲، نمبر ۱۸۱۰۴) اس اثر میں ہے کہ عورت کھڑی ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی مجلس کا اعتبار ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس تک ہی اختیار رہے گا۔ (۲) اس اختیار میں عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے اور مالک بنانے کا جواب مجلس میں چاہئے ورنہ قبول کرنے کا اختیار نہیں رہتا جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے اس لئے مجلس کے بعد اختیار نہیں رہے گا۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ مالک بنانا ہے لیکن اس میں تعلیق کا معنی بھی ہے اس لئے مجلس کے علاوہ پر موقوف رہے گا۔

لغت: مجلس کی تین قسمیں ہیں [۱] تملیک کی مجلس، خرید و فروخت میں ایک دوسرے کو مالک بنانا ہوتا ہے اس لئے وہاں بائع اور مشتری دونوں کی مجلس کا اعتبار ہے، چنانچہ دونوں میں سے ایک کی مجلس بدل گئی تو قبول کا وقت ختم ہو جاتا ہے [۲] تعلیق کی مجلس، کسی کام کو کسی شرط پر معلق کیا تو معلق کرنے کی مجلس پر موقوف نہیں رہتا، بلکہ جس مجلس میں شرط پائی جاتی ہے اس مجلس پر جزا واقع ہوگی، یعنی ماوراء المجلس پر موقوف ہے۔ [۳] ایسی مجلس جس میں تملیک بھی ہو اور تعلیق بھی ہو، جیسے اختیار کی مجلس، اس میں عورت کو طلاق دینے کا مالک بنایا جا رہا ہے، لیکن اس شرط پر کہ وہ طلاق دینا چاہے تو دے، اس لئے اس میں مالک بنانا بھی ہے اور تعلیق بھی ہے۔ چنانچہ اس میں دونوں کی رعایت ہے، اگر عورت سن رہی ہے تو اسی مجلس میں طلاق دینے کا اختیار ہوگا، گویا کہ اس میں تملیک کی رعایت ہوئی۔ اور سن نہیں رہی ہے تو عورت کے علم کی مجلس یا خبر ملنے کی مجلس کا اعتبار ہوگا، تو گویا کہ تعلیق کا اعتبار کیا گیا۔

۲ ولا یعتبر مجلسه لان التعلیق لازم فی حقه ۳ بخلاف البیع لانه تملیک محض ولا یشوبه التعلیق ۴ واذا اعتبر مجلسها فالمجلس تارة یتبدل بالتحول ومرة بالاخذ فی عمل آخر علی ما بیناه فی الخیار ویخرج الامر من یدها بمجرد القیام لأنه دلیل الاعراض اذ القیام یفرق الرای

تشریح: عورت کو جو اختیار دیا تو اس میں تملیک کا معنی بھی ہے اور تعلیق کا معنی بھی ہے اس لئے اس میں دونوں کی رعایت کی گئی، عورت سن رہی ہو تو تملیک کا اعتبار کیا گیا اور اسی مجلس میں اختیار کرنا ہوگا، اور سن نہیں رہی ہو تو تعلیق کا اعتبار کیا گیا اور خبر پہونچنے کی مجلس کا اعتبار ہوگا، جسکو ماوراء المجلس کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲ اور شوہر کی مجلس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کے حق میں تعلیق لازم ہے۔

تشریح: شوہر نے عورت کو طلاق کا اختیار دے دیا اور عورت کے چاہنے پر طلاق کو معلق کر دیا، اس لئے شوہر کی مجلس کا اعتبار نہیں ہوگا کہ وہ مجلس سے اٹھ جائے تو عورت کا اختیار ختم ہو جائے۔ التعلیق لازم فی حقہ: کا مطلب یہ ہے کہ اس نے عورت کے چاہنے پر طلاق کو معلق کر دیا اس لئے اس کے حق میں یہ تعلیق لازم ہوگئی، اس لئے اسکی مجلس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف بیع کے اس لئے کہ اسمیں صرف تملیک ہے اس میں تعلیق کا شائبہ نہیں ہے

تشریح: بیع میں صرف مالک بنانا ہے اس میں تعلیق کا شائبہ نہیں ہے اس لئے بائع اور مشتری دونوں کی مجلس کا اعتبار کیا گیا ہے، کہ دونوں میں سے ایک بھی اٹھ گیا تو قبول کا اختیار ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ پس جب عورت کی مجلس کا اعتبار کیا گیا تو اس کی مجلس کبھی منتقل ہونے سے بدلتی ہے، اور کبھی دوسرے کام میں لگنے سے بدلتی ہے، جیسا کہ باب الخیار میں بیان کیا گیا، اور عورت کے ہاتھ سے اختیار محض کھڑے ہونے سے نکل جائے گا اس لئے کہ یہ اعراض کی دلیل ہے، اس لئے کہ کھڑا ہونا رائے کو منتشر کرتا ہے۔

تشریح: جب عورت کی مجلس کا اعتبار کیا تو تین طرح سے اس کی مجلس بدل جائے گی [۱] ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل ہونے سے مجلس بدل جائے گی [۲] بیٹھی ہوئی تھی اور کھڑی ہوگئی اس سے بھی مجلس بدل جائے گی۔ [۳] بیٹھی بیٹھی کسی اور کام میں لگ گئی اس سے بھی مجلس بدل جائے گی اور طلاق دینے کا اختیار ختم ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) اس لئے کہ دوسرے کام میں لگنا اعراض کی دلیل ہے اس لئے اعراض کرنے سے بھی مجلس بدل جائے گی۔ (۲) اس اثر میں ہے۔ **عن علی فی رجل جعل امر امراته بیدها قال هو لها حتی تتکلم ، او جعل امر امراته بید رجل قال هو بیده حتی یتکلم** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال امرها بیدها حتی تتکلم، ج رابع، ص ۹۳، نمبر ۱۸۱۱۴/مصنف عبد الرزاق، باب الخیار والتملیک ما کان فی مجلسهما، ج سادس، ص ۳۹۹، نمبر ۱۱۹۸۶) اس اثر میں ہے کہ بات کرنے تک اختیار رہے گا اور

۵ بخلاف ما اذا مکثت یوما لم تقم ولم تاخذ فی عمل اٰخر لان المجلس قد یطول وقد یقصر فیبقی الیٰ ان یوجد ما یقطعه او یدل علی الاعراض ٦ وقوله مکثت یوما لیس للتقدیر به ٧ وقوله مالم تأخذ فی عمل اٰخر یراد بہ عمل یعرف انه قطع لما کانت فیه لا مطلق العمل

بات کرنے سے مجلس بدل جائے گی اور اختیار ختم ہو جائے گا ، جس سے معلوم ہوا کہ اعراض کرنے سے اختیار ختم ہو جائے گا۔(۳) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے مجلس بدلے گی اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن مجاهد فی قول ابن مسعود قال اذا ملکها امرها فتفرقا قبل ان تقضی شیئا فلا امر لها (مصنف عبد الرزاق ، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسهما ، ج سادس ،ص ۳۹۸ ،نمبر۱۱۹۷۳)اس اثر میں ہے کہ تفریق ہو تو اختیار ختم ہوگا۔(۴) کھڑی ہو تب مجلس ختم ہوگی اس کے لئے یہ اثر ہے ۔عن جابر بن عبد الله قال ان خیر رجل امراته فلم تقل شیئا حتی تقوم فلیس بشیء ۔(مصنف عبد الرزاق ، باب الخیار والتملیک ما کانا فی مجلسهما ، ج سادس ،ص ۳۹۸ ،نمبر۱۱۹۷۹ / مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۵۸ ما قالوا فی الرجل یخیر امرأته فلا تختار حتی تقوم من مجلسها ، ج رابع ،ص ۹۲ ،نمبر ۱۸۱۰۴)اس اثر میں ہے کہ کھڑی ہوگی تو مجلس ختم ہوگی۔

ترجمه : ۵ بخلاف جبکہ ایک دن سے زیادہ ٹھہری رہی نہ کھڑی ہوئی اور نہ دوسرے کام میں لگی [تو اختیار ختم نہیں ہوگا] اس لئے کہ مجلس کبھی لمبی ہو سکتی ہے اور کبھی مختصر ہو سکتی ہے اس لئے اختیار اس وقت تک باقی رہے جب تک ایسی حرکت نہ پائی جائے جو اس کی مجلس کو منقطع کر دے ، یا اعراض پر دلالت کرے۔

تشریح : اعتبار عورت کی مجلس کا ہے اسلئے دن پر ہی خاص نہیں ہے بلکہ ایک دن سے زیادہ بھی بیٹھی رہی اور کوئی ایسی حرکت نہیں پائی گئی جو اختیار سے اعراض پر دلیل ہو تو اس کا اختیار باقی رہے گا ، کیونکہ مجلس کبھی لمبی ہوتی ہے اور کبھی مختصر ہوتی ہے ، اس لئے ایک دن سے لمبی بھی ہوئی تو اختیار ختم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ٦ ماتن کا قول مکثت یوما ، سے تحدید مراد نہیں ہے۔

تشریح : اوپر مسئلہ نمبر ۱۸۳۹) میں مکثت یوما ، تھا اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ایک دن کی تحدید نہیں ہے دو دن بھی مجلس میں بیٹھی رہی تو اس کا اختیار ختم نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۷ ماتن کا قول ,مالم تأخذ فی عمل آخر ، سے مراد ہے عورت کا کوئی ایسا عمل جس سے پہچانا جاتا ہو کہ وہ مجلس کو قاطع ہے ، مطلق عمل مراد نہیں ہے۔

تشریح : مسئلہ نمبر ۱۸۳۹) میں ہے جب تک دوسرے کام میں عورت نہ پڑ جائے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عمل جس سے پتہ چلتا ہو کہ وہ اختیار سے اعراض کر رہی ہو اس عمل سے اختیار ختم ہوگا ، لیکن جس عمل سے پتہ چلتا ہو کہ اختیار سے اعراض نہیں کر رہی ہے

(۱۸۴۱) ولو كانت قائمة فجلست فهي علىٰ خيارها ﴾ ۱؎ لانه دليل الاقبال فان القعود اجمع للراى (۱۸۴۲) وكذا اذا كانت قاعدة فاتكأت اومتكئةً فقعدت ﴾ ۱؎ لان هٰذا انتقال من جلسة الىٰ جلسة فلا يكون اعراضا كما اذا كانت محتبئةً فتربعت ۲؎ قال عنه وهٰذا رواية الجامع الصغير وذكر في غيره انها اذا كانت قاعدة فاتكأت لا خيارلها لان الاتكاء اظهار التهاون بالامر فكان اعراضا والاول هو الاصح

اس سے اختیار ختم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۸۴۱) اگرکھڑی ہواور بیٹھ گئی تو اس کا اختیار باقی رہے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بیٹھنا متوجہ ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ بیٹھنے سے رائے زیادہ جمع ہوتی ہے۔

تشریح: اگرعورت کھڑی تھی اوراختیار ملنے کے بعد بیٹھ گئی تو اختیار باقی رہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ افسوس سے بیٹھنا اعراض کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کی طرف زیادہ متوجہ ہونے کی دلیل ہے، اور بیٹھنے سے رائے زیادہ اچھی ہوتی ہے اس لئے اختیار باقی رہے گا۔

ترجمہ: (۱۸۴۲) اورایسے ہی جب بیٹھی تھی پھرتکیہ لگالیا یا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھی تھی پھر بیٹھ گئی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ ایک طرح بیٹھنے سے دوسری طرح بیٹھنے کی طرف منتقل ہونا ہے، اس لئے یہ اعراض کرنا نہیں ہے، جیسا کہ جب گھٹنے کھڑے کئے بیٹھی تھی پھر چارزانو بیٹھ گئی۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اعراض کرنا نہ ہو تو اختیار باقی رہے گا۔ اگر بیٹھی ہوئی تھی اوراختیار ملنے کے بعد ٹیک لگالیا تو اس سے اختیار باطل نہیں ہوگا، کیونکہ دونوں حالت میں بیٹھنا ہی ہوا، صرف ایک قسم کے بیٹھنے سے دوسرے قسم کے بیٹھنے کی طرف منتقل ہونا ہوا اس لئے یہ اعراض کرنا نہیں ہے۔ جیسے یہ گھٹنے کھڑے کئے بیٹھی تھی پھر چارزانو بیٹھ گئی تو اس سے اختیار باطل نہیں ہوگا، کیونکہ ایک بیٹھنے سے دوسرے بیٹھنے کی طرف منتقل ہونا ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ مصنفؒ نے فرمایا کہ یہ جامع صغیر کی روایت ہے اوراس کے علاوہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگرعورت بیٹھی ہوئی ہواور ٹیک لگالیا تو اس کو اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ ٹیک لگانا معاملے میں سستی کا اظہار ہے تو اعراض ہوا، لیکن پہلا صحیح ہے۔

تشریح: جامع صغیر کے علاوہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر بیٹھی ہوئی تھی اوراختیار ملنے کے بعد ٹیک لگالیا تو اختیار ختم ہوجائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیک لگانا سستی کی دلیل ہے اس لئے یہ اعراض کرنا ہوا اس لئے اختیار ختم ہوجائے گا، لیکن پہلی روایت صحیح ہے، کیونکہ یہ ایک بیٹھنے سے دوسرے بیٹھنے کی طرف منتقل ہونا ہے۔

لغت: متکئۃ: تکیہ لگانا، ٹیک لگانا۔ محتبیۃ: حبو سے مشتق ہے، گھٹنا کھڑا کرکے بیٹھنا۔ تربعت: ربع سے مشتق ہے چارزانو

۳؎ ولو كانت قاعدة فاضطجعت ففيه روايتان عن ابى يوسفؒ (۱۸۴۳) ولو قالت ادعوأ بى استشير او شهودا اشهدهم فهى على خيارها ﴾ ۱؎ لان الاستشارة التحرى الصواب والاشهاد للتحرز عن الانكار فلا يكون دليل الاعراض (۱۸۴۴) وان كانت تسير على دابة اوفى محمل فوقفت فهى علىٰ خيارها وان سارت بطل خيارها ﴾ ۱؎ لان سير الدابة ووقوفها مضاف اليها

بیٹھنا۔تہاون: ہون سے مشتق ہے،سستی کرنا۔اضطجع :لیٹ جانا۔

ترجمه: ۳؎ اگر بیٹھی ہوئی تھی اور لیٹ گئی تو اس میں امام ابو یوسفؒ سے دوروا تیں ہیں۔

تشریح: اگر بیٹھی ہوئی تھی اور اختیار ملنے کے بعد کروٹ ہو کر لیٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ اس کا اختیار باطل ہو گیا، کیونکہ کروٹ لیٹنا اعراض کی دلیل ہے،اور دوسری روایت ہے کہ اختیار باطل نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اعراض کی دلیل نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۸۴۳) اور اگر کہا کہ میرے باپ کو بلاؤ تا کہ میں ان سے مشورہ کروں، یا گواہ کو بلاؤ میں اس کو گواہ بناؤں تو اپنے اختیار پر باقی ہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ مشورہ لینا درست بات حاصل کرنے کے لئے ہے،اور گواہ بنانا انکار سے بچنے کے لئے ہے اس لئے اعراض کی دلیل نہیں ہے۔

تشریح: عورت نے کہا کہ میرے باپ کو بلا دو تا کہ اختیار کے بارے میں مشورہ کروں، یا گواہ کو بلا دو تا کہ اس کو اپنے اختیار پر گواہ بناؤں تو اس سے اختیار ختم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اعراض کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ درست مشورہ حاصل کرنے کے لئے یا گواہ بنانے کے لئے ہے۔

ترجمه : (۱۸۴۴) اور اگر عورت جانور پر چل رہی تھی، یا کجاوے میں تھی پس سواری ٹھہری تو عورت اپنے اختیار پر ہوگی،اور اگر سواری چل پڑی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ سواری کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا عورت ہی کی جانب منسوب ہے۔

تشریح :عورت جانور پر سوار تھی یا کجاوے میں موجود تھی اور اس کو روکنے اور چلانے کا اختیار عورت کے ہاتھ میں تھا،اب اختیار ملنے کے بعد سواری ٹھہرا دی تو اس کا اختیار باقی رہے گا،اور اگر جانور ٹھہرا ہوا تھا اور اختیار ملنے کے بعد چلا دیا تو اختیار ختم ہو جائے گا، کیونکہ جانور عورت کی وجہ سے چلا ہے یا ٹھہرا ہے،اور ٹھہرنا سوچنے کی دلیل ہے،اور چل پڑنا اعراض کی دلیل ہے،اس لئے چلنے سے اختیار باطل ہو جائے گا۔۔محمل: کجاوہ، ہودج۔

(۱۸۴۵) و السفينة بمنزلة البيت ﴾ ١ لا سيرها غير مضاف الى راكبها الا ترى انه لا يقدر على ايقافها وراكب الدابة يقدر

﴿فصل فی المشية﴾

(۱۸۴۶) ومن قال لامرأته طلقی نفسک ولا نية له او نوی واحدة فقالت طلقت نفسی فهی واحدة رجعية وان طلقت نفسها ثلثا وقد اراد الزوج ذلک وقعن عليها ﴾

ترجمہ: (۱۸۴۵) کشتی گھر کی طرح ہے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ اس کا چلنا سوار کی طرف منسوب نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ سوار کشتی کے ٹھہرانے پر قادر نہیں ہے، اور جانور کا سوار ٹھہرانے پر قادر ہے۔

تشریح: کشتی پر سوار ہونے والا اس کے ٹھہرانے اور چلانے پر قادر نہیں ہے اس لئے اس کے رکنے اور چلنے سے عورت کا اختیار باطل نہیں ہوگا۔

﴿فصل فی المشیۃ﴾

ترجمہ: (۱۸۴۶) اگر اپنی بیوی سے طلقی نفسک، کہا اور کوئی نیت نہیں ہے یا ایک طلاق کی نیت ہے اور عورت نے طلقت نفسی کہا، تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی، اور اگر عورت نے اپنے آپ کو تین طلاق دی اور شوہر نے تین کی نیت کی تو تین واقع ہو جائے گی۔

تشریح : عورت سے طلقی نفسک کہا، کہ اپنے آپ کو طلاق دے دو، اور اس سے کوئی نیت نہیں کی، یا ایک طلاق کی نیت کی اور

ل وهذا لان قوله طلقي معناه افعلي فعل الطلاق وهو اسم جنس فيقع على الادنى مع احتمال الكل كسائر اسماء الاجناس فلهٰذا تعمل فيه نية الثلث وينصرف الى واحدة عند عدمها

عورت نے طلقت نفسی، کہہ کرایک طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی ،لیکن اگر اس اختیار سے تین طلاق دی اور شوہر نے بھی تین کی نیت کی تو تین بھی واقع ہو جائے گی۔

وجه:(۱) طلقی، کالفظ صریح ہے اور صریح سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس لئے اس لفظ سے عورت نے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔(۲) اس اثر میں اس کی دلیل ہے۔عن علی اذا ملک الرجل امرأته مرة واحدة فان قضت فليس له من امرها شیء وان لم تقض فهي واحدة وامرها اليه. (سنن للبیہقی ،باب ما جاء فی التملیک ج سابع ص ۵۷۱،نمبر ۱۵۰۴۷) اس اثر میں ایک ہی طلاق رجعی واقع کی۔(۳) اور تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ , طلقي، امر کا صیغہ ہے۔اور اس میں مصدر پوشیدہ ہے۔اور مصدر جنس ہے جو آخری عدد تین کا احتمال رکھتا ہے۔اس لئے اس احتمال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شوہر اس کی نیت کرے اور عورت تین طلاقیں دے تو واقع ہو جائیں گی (۴) اثر میں ہے۔عن ابن عباس في رجل قال لامرأته امرک بيدک فقالت انت طالق ثلاثا فقال ابن عباس خطاء الله نوء ها لو قالت ،انا طالق ثلاثا لكان كما قالت ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۵۵ ما قالوا فيه اذا جعل امر امرأته بيدها فتقول انت طالق ثلاثا ،ج رابع ،ص ۹۰، نمبر ۱۸۰۸۲) اس اثر میں ہے کہ عورت نے تین طلاق دی تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے تینوں واقع کی۔(۵) عن الزهري في الرجل يجعل طلاق امراته بيدها او اخيها او ابيها او بيد احد فالقول ما قال ان طلقها واحدة فواحدة وان طلقها ثنتين فثنتين وان طلقها ثلاثا فثلاثا ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،باب ما قالوا في الرجل جعل امر امراته بيد رجل فيطلق ما قالوا فيه، ج رابع ،ص ۸۸،نمبر ۱۸۰۶۸) اس اثر میں ہے کہ تین طلاق دے گی تین واقع ہو جائے گی۔البتہ چونکہ اس میں بھی عورت کو طلاق دینے کا مالک بنایا ہے اس لئے مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔

ترجمه: ل یہ اس لئے کہ اس کا قول طلقی ،اس کا معنی ہے افعلی فعل الطلاق ،اور یہ اسم جنس ہے اس لئے ادنی واقع ہوگا لیکن کل کے احتمال کے ساتھ، جیسے باقی اسم جنس کا حال ہے اس لئے اس میں تین کی نیت کا اعتبار ہوگا اور نیت نہ ہوتے وقت ایک طلاق کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشريح: طلقی نفسک ، سے تین طلاق کیوں واقع ہوگی اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں، کہ طلقی ،کا معنی ہے افعلی فعل الطلاق ،اور الطلاق اسم جنس سے ،اور جنس کا طریقہ یہ ہے کہ ادنیٰ واقع ہوتا ہے لیکن کل کا احتمال رکھتا ہے اس لئے یہاں بھی نیت نہ ہوتے وقت ادنی واقع ہوگا ،اور نیت ہو تو کل یعنی تین واقع ہوگی۔

۲ وتكون الواحدة رجعية لان المفوض اليها صريح الطلاق وهو رجعى ۳ ولونوى الثنتين لا يصح لانـه نية العدد الا اذا كانت المنكوحة امةً لانه جنس فى حقها (۱۸۴۷) وان قال لها طلقى نفسک فقالت ابنت نفسى طلقت ولو قالت قد اخترت نفسى لم تطلق ۱ لان الابانة من الفاظ الطلاق الا ترى انه لو قال ابنتک ينوى به الطلاق او قالت ابنت نفسى فقال الزوج قد اجزت ذٰلک بانت فكانت موافقة للتفويض فى الاصل الا انها زادت فيه وصفا وهو تعجيل الابانة فيلغوا لوصف الزائد

ترجمه: ۲ اور ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس لئے کہ عورت کو جو سونپا ہے وہ صریح طلاق ہے اور وہ رجعی ہے۔

تشریح: طلقی نفسک سے طلاق رجعی واقع اس لئے ہوگی کہ یہ طلاق کے لئے صریح لفظ ہے اور صریح لفظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر دو کی نیت کی تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ عدد کی نیت ہے، مگر جب کہ عورت باندی ہو تو اس لئے کہ یہ اس کے حق میں اسم جنس ہے۔

تشریح: اگر طلقی نفسک سے دو طلاق کی نیت کی تو صحیح نہیں ہے، کیونکہ دو طلاق نہ فرد واحد ہے اور نہ فرد کلی ہے وہ عدد محض ہے اس لئے اس کی نیت درست نہیں ہے، ہاں عورت باندی ہے تو دو کی نیت کر سکتا ہے، کیونکہ باندی کے لئے دو کا عدد آخری طلاق ہے اور جنس کلی ہے اس لئے اس کی نیت کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۸۴۷) اگر شوہر نے عورت سے کہا طلقی نفسک، اور عورت نے ابنت نفسی، کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر جواب میں اخترت نفسی کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تشریح: شوہر نے طلقی نفسک، کہا تو جواب میں طلقت نفسی کہنا چاہئے، لیکن اس کے بجائے ابنت نفسی، کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابنت بھی طلاق کے معنی میں آتا ہے البتہ ایک زائد صفت بائنہ کے ساتھ آتا ہے اس لئے گویا کہ عورت نے شوہر کے جواب ہی میں کہا اس لئے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ شوہر نے صریح لفظ بول کر ایک طلاق رجعی ہی کا مالک بنایا ہے۔۔ اور اگر عورت نے اخترت نفسی، کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخترت نفسی، طلاق کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے یہ تو خلاف قیاس اجماع صحابہ سے اختاری کے جواب میں اخترت نفسی کہے تو طلاق واقع ہوگی، اور یہاں شوہر نے اختاری نہیں کہا ہے، طلقی نفسک، کہا ہے اس لئے اس کے جواب میں اختاری کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ لفظ بائنہ طلاق کے الفاظ میں سے ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر ابنتک، کہا اور اس سے طلاق کی نیت کی [تو طلاق واقع ہو جائے گی]، یا عورت نے ابنت نفسی، کہا اور شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو جائز قرار دے دیا، تو وہ بائنہ ہو

وثبت الاصل كما اذا قالت طلقت نفسی تطليقة بائنة وينبغی ان يقع تطليقة رجعية

۲ بخلاف الاختيار لانه ليس من الالفاظ الطلاق الا ترى انه لو قال لامرأته اخترتک او اختاری ينوی الطلاق لم يقع ولو قالت ابتداءً اخترت نفسی فقال الزوج اجزت لا يقع شئ

جائے گی، اس لئے بائنہ کرنا اصل میں تفویض کے موافق ہو گیا، مگر یہ کہ اس میں ایک وصف زائد ہے اور ہے جلدی بائنہ کرنا، اس لئے زائد وصف بیکار ہو جائے گا، اور اصل طلاق ثابت ہو جائے گی، جیسے کہ طلقت نفسی تطلیقۃ بائنۃ کہتی [تو ایک طلاق واقع ہوتی]۔

تشریح : عورت کا جواب، لفظ ابنت نفسی، سے طلاق رجعی واقع ہوگی اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ابنت الفاظ طلاق میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ شوہر ابنتک، [میں نے تم کو بائنہ کر دیا] اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یا عورت ابنت نفسی، [میں نے اپنے آپ کو بائنہ کر دیا] اور شوہر کہے کہ میں نے اس کو جائز قرار دے دیا تو اس سے طلاق بائنہ ہو جائے گی، جس سے معلوم ہوا کہ ابنت، الفاظ طلاق ہے، اس لئے شوہر نے جب طلاق کے لئے کہا اور اس نے اس کے جواب میں طلاق ہی دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، یہ اور بات ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دینے کے لئے کہا، اور اس نے زائد صفت کے ساتھ بائنہ کر دیا، لیکن اصل طلاق دونوں میں موجود ہے اس لئے عورت کی زائد صفت لغو ہو جائے گی اور اصل طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ عورت شوہر کے جواب میں یوں کہتی طلقت نفسی تطلیقۃ بائنۃ، تو اس سے بھی طلاق واقع ہوتی، اسی طرح ابنت نفسی سے بھی طلاق واقع ہوگی۔ اور چونکہ شوہر نے طلاق رجعی دینے کے لئے کہا ہے اس لئے چاہے عورت بائنہ دے لیکن رجعی ہی واقع ہوگی۔

ترجمہ : ۲ بخلاف اختیار کے اس لئے کہ وہ الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ [۱] اپنی بیوی سے اخترتک، کہا، [۲] یا اختاری، کہا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [۳] اور اگر عورت نے اخترت نفسی، کہا اور شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو جائز قرار دے دیا، تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تشریح : صاحب ہدایہ تین مثالیں دیکر بتانا چاہتے ہیں کہ اختیار طلاق کا لفظ نہیں ہے اس لئے عورت اخترت نفسی کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، [۱] اپنی بیوی سے اخترتک، کہا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، حالانکہ طلقتک، کہتا تو طلاق واقع ہو جاتی، معلوم ہوا کہ یہ لفظ طلاق میں سے نہیں ہے۔ [۲] بیوی سے اختاری، کہے اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع نہیں ہو گی، معلوم ہوا کہ یہ لفظ طلاق کا نہیں ہے۔ [۳] یہ تیسری مثال ہے۔ عورت نے اپنی جانب سے شروع میں اخترت نفسی، کہا [میں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا] اور شوہر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس کو نافذ کرتا ہوں تب بھی طلاق نہیں ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ اختاری الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے۔ اگر شوہر نے پہلے اختاری، کہا اور عورت نے اس کے جواب میں اخترت نفسی، کہا تو

۳؎ الا انه عرف طلاقا بالاجماع اذا حصل جوابا للتخيير وقوله طلقي نفسک ليس بتخيير فيلغو ۴؎ وعن ابي حنيفةؒ انه لا يقع شئ بقولها ابنت نفسي لانها اتت بغير ما فوض اليها اذ الابانة تغاير الطلاق (۱۸۴۸) وان قال طلقي نفسک فليس له ان يرجع عنه ۱؎ لان فيه معنى اليمين لانه تعليق الطلاق بتطليقها واليمين تصرف لازم

اس سے طلاق واقع ہوگی۔لیکن پہلے عورت نے اخترت نفسی کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ مگر یہ کہ صحابہ کے اجماع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اخترت نفسی، طلاق ہے جبکہ اختاری کے جواب میں ہو، اور شوہر کا قول طلقی نفسک اختیار دینا نہیں ہے، اس لئے عورت کا کلام لغو ہو جائے گا۔

تشریح: اخترت نفسی، طلاق کا لفظ نہیں ہے، لیکن صحابہ نے اجماع کیا ہے کہ شوہر اختاری، کہے اس کے جواب میں عورت اخترت نفسی، کہے تب یہ طلاق ہوگی اور یہاں شوہر نے اختاری کے بجائے طلقی نفسک، کہا ہے اس لئے اس کے جواب میں اخترت نفسی سے طلاق نہیں ہوگی، عورت کا کلام لغو ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کے قول ابنت نفسی، سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ شوہر نے جو سونپا اس کے علاوہ جواب دیا، اس لئے کہ بینونت طلاق کے علاوہ ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ طلقی نفسک، کے جواب میں ابنت نفسی، کہا تو اس سے طلاق نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کے لفظ سے رجعی طلاق دینے کو سپرد کیا ہے، اور عورت نے ایک صفت زائد کر کے بائنہ طلاق دے دیا، تو چونکہ شوہر جس چیز کا اختیار دیا اس کے علاوہ طلاق دیا اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۸۴۸) اگر شوہر نے عورت سے طلقی نفسک، کہا تو اب اس بات کو واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس میں یمین کا معنی ہے، اس لئے کہ عورت کے طلاق دینے پر طلاق معلق ہے، اور یمین لازم تصرف ہوتا ہے۔

تشریح: شوہر نے طلقی نفسک، کہہ کر عورت کو طلاق دینے کا مالک بنایا تو عورت سے طلاق دینے سے پہلے اپنی بات واپس لینا چاہے، اور عورت کا اختیار ختم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں خود عورت کو طلاق کا مالک بنانا ہے اس لئے یہ یمین [قسم] کے معنی میں ہوا اور قسم میں ایک مرتبہ کہہ دینے کے بعد وہ لازم ہو جاتا ہے اس لئے اب بات واپس نہیں لے سکتا۔

لغت: تملیک اور۔تو کیل، کیا ہے؟ خود اپنے کو طلاق دینے کا مالک بنائے تو اس کو تملیک کہتے ہیں، تملیک کے دو احکام ہیں [۱]

(۱۸۴۹) ولو قامت عن مجلسها بطل ﴾ لانـه تمليک بخلاف ما اذا قال لها طلقی ضرتک لانه توکيـل وانـابة فلا يقتصر علی المجلس ويقبل الرجوع (۱۸۵۰) وان قـال لها طلقی نفسک متی شئت فلها ان تطلق نفسها فی المجلس و بعد ﴾ لان کلمة متی عامة فی الاوقات کلها فصار کما

مجلس کے ساتھ خاص ہوتا ہے، مجلس کے ختم ہونے کے بعد طلاق نہیں دے سکتی۔[۲] اور دوسرا حکم یہ ہے کہ طلاق کے استعمال کرنے سے پہلے اسکو واپس لینا چاہئے تو شوہر اس کو واپس نہیں لے سکتا، اس لئے کہ یہ یمین کے معنی میں ہے اس لئے یہ تصرف لازم ہے۔

توکیل: دوسرے کو طلاق دینے کا مالک بنائے تو یہ توکیل ہے، اس کے دو احکام ہیں[۱] ایک تو یہ کہ یہ مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہے، مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکتا ہے۔[۲] اور دوسرا حکم یہ ہے کہ طلاق استعمال کرنے سے پہلے اس کی وکالت ختم کرنا چاہے اور اپنی بات واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔

وجه:(۱)عـن عمر بن دينار قالوا اذا افترقا فی التمليک و التخيير فلا خيار لها ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الرجل یخیر امراته فلا تختار حتی تقوم من مجلسها، ج رابع، ص ۹۲، نمبر ۱۸۱۱۰) اس اثر میں ہے کہ اگر طلاق کا مالک بنایا، یا اختیار دیا تو مجلس تک ہی اختیار رہے گا، مجلس کے بعد نہیں۔(۲)عن الشعبی فی رجل خير امراته قال له ان يرجع ما لم تتكلم . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الرجل یخیر امراته فیرجع فی الامر قبل ان تختار، ج رابع، ص ۹۳، نمبر ۱۸۱۱۶) اس اثر میں ہے کہ اختیار کرنے سے پہلے شوہر اپنی بات واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔

ترجمه: (۱۸۴۹) اور اگر عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ یہ تملیک ہے، بخلاف جبکہ کہے، طلقی ضرتک، [اپنی سوکن کو طلاق دے دو] اس لئے وہاں وکیل بنانا، اور نائب بنانا ہے اس لئے وہ مجلس پر موقوف نہیں رہے گا اور رجوع بھی قبول کرے گا۔

تشریح: طلقی نفسک، میں عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خود عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہے اس لئے یہ توکیل نہیں ہے بلکہ مالک بنانا ہے، اس لئے یہ مجلس کے ساتھ خاص ہوگا، اس کے برخلاف اگر کہا کہ اپنی سوکن کو طلاق دے دو، تو دوسرے کو طلاق کا مالک بنانا وکیل بنانا ہوا اس لئے یہ مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، اور شوہر وکالت ختم کر کے اپنی بات سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

ترجمه: (۱۸۵۰) اگر کہا اپنے آپ کو طلاق دو جب چاہو، تو عورت کے لئے جائز ہے کہ مجلس میں طلاق دے اور مجلس کے بعد طلاق دے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ کلمہ متی، تمام اوقات کے لئے عام ہے تو ایسا ہو گیا کہ جس وقت چاہو طلاق دے دو۔

اذا قال فی ایّ وقت شئت (۱۸۵۱) واذاقال الرجل طلقی امرأتی فله ان یطلقها فی المجلس وبعده وله ان یرجع ﴾ ۱؎ لأنہ توکیل وانه استعانة فلا یلزم ولا یقتصر علی المجلس بخلاف قوله لامرأته طلقی نفسک لانها عاملة لنفسها فکان تملیکا لا توکیلا (۱۸۵۲) ولو قال لرجل طلقها ان شئت فله ان یطلقها فی المجلس خاصة ولیس للزوج ان یرجع﴾

تشریح : یہاں خود عورت کو طلاق کا مالک تو بنایا لیکن متی کا لفظ استعمال کرلیا جس کا معنی ہے کہ جس وقت چاہو طلاق دے دو، اس لئے مجلس اور غیر مجلس میں طلاق دے سکتی ہے۔

ترجمہ : (۱۸۵۱) اگر شوہر نے کسی آدمی سے کہا طلق امراتی [کہ میری بیوی کو طلاق دے دو] تو اس کے لئے جائز ہے کہ مجلس میں طلاق دے اور اس کے بعد طلاق دے، اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ اپنی بات واپس لے لے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ یہ وکیل بنانا ہے، اور دوسرے سے مدد لینا ہے اس لئے لازم نہیں ہے، اور نہ مجلس پر منحصر ہے، بخلاف اپنی بیوی سے کہے طلقی نفسک، اپنے کو طلاق دے دو، اس لئے کہ عورت اپنے لئے کام رہی ہے اس لئے تملیک ہوگی توکیل نہیں۔

تشریح: شوہر نے کسی مرد سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دو تو اس کے لئے جائز ہے کہ مجلس میں طلاق دے اور اس کا بھی حق ہے کہ مجلس کے بعد طلاق دے، یہ طلاق مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ وکیل بنانا ہے اور طلاق دینے میں دوسرے سے مدد لینا ہے اور وکالت مجلس کے ساتھ خاص نہیں رہتی اس لئے یہ حق بھی مجلس کے ساتھ خاص نہیں رہے گا۔ اور شوہر کو اس کا بھی حق ہوگا کہ اس حق کو استعمال کرنے سے پہلے اس کی وکالت ختم کردے، اور اپنی بات واپس لے لے، اس لئے کہ وکالت میں ہمیشہ لازم نہیں رہتی۔ اس کے برخلاف اگر خود عورت کو طلقی نفسک، کہتا تو یہ تملیک ہوتی، کیونکہ وہ اپنے لئے کام کر رہی ہے، اس لئے مجلس کے بعد میں طلاق نہیں دے سکتی، اور شوہر اس کی تملیک ختم بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لغت کے تحت تفصیل اور دلیل گزر چکی ہے

ترجمہ: (۱۸۵۲) اگر کسی مرد سے کہا طلقھا ان شئت، [اگر چاہو تو اس کو طلاق دے دو تو اس مرد کے لئے جائز ہے کہ صرف مجلس میں طلاق دے، اور شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ رجوع کرے۔

تشریح: شوہر کے اس حکم میں تملیک بھی ہے، تعلیق بھی ہے، اور توکیل بھی ہے۔ دوسرے آدمی کو بیوی کو طلاق دینے کے لئے کہہ رہا ہے اس اعتبار سے یہ توکیل ہے، ان شئت، کہہ رہا ہے اس اعتبار سے تعلیق ہے، اور یوں کہہ رہا کہ تم چاہو تو طلاق دو یہ اس کو مالک بنانا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے طلاق دیں، تو اس میں تملیک بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس میں تملیک کی رعایت کی، اس لئے فرمایا کہ صرف مجلس میں طلاق دے سکتا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ شوہر اپنی بات واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ یہ یمین ہوگیا۔

۱؎ وقال زفر رحمه الله هذا والاول سواء لان التصریح بالمشیة کعدمه لان یتصرف عن مشیته فصار کالوکیل بالبیع اذا قیل له بعه ان شئت ۲؎ ولنا انه تملیک لانه علقه بالمشیة والمالک هو الذی یتصرف عن مشیته ۳؎ والطلاق یتحمل التعلیق بخلاف البیع لانه لا یتحمله (۱۸۵۳) ولو قال لها طلقی نفسک ثلثا فطلقت واحدة فهی واحدة ﴾

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ یہ جملہ اوراوپر کا جملہ برابر ہے اس لئے چاہنے کی تصریح کرنا اس کے نہ کرنے کی طرح ہے اس لئے کہ آدمی اپنے چاہنے ہی سے تصرف کرتا ہے، تو بیچنے کے وکیل بنانے کی طرح ہوا جبکہ اس سے کہا جائے ,بعہ ان شئت ،[اس کو بیچو اگر چاہو]۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ کسی مرد سے طلقھا، کہو یا طلقھا ان شئت ، کہو، دونوں کا حکم برابر ہے کیونکہ ہر آدمی اپنی مرضی ہی سے طلاق دیتا ہے اس لئے دونوں میں وکیل بنانا ہوا، اس لئے مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، اور شوہر کو وکالت ختم کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ جیسے کوئی کہے بعہ ان شئت ، تو اس میں ان شئت کے باوجود وکیل بنانا ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ان شئت ، کے باوجود وکیل بنانا ہوا۔

ترجمه : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ تملیک بنانا ہے اس لئے کہ اس نے چاہنے پر معلق کیا، اور مالک اس کو کہتے ہیں جو اپنی مشیت سے تصرف کرے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں تعلیق بھی ہے اور توکیل بھی اور تملیک بھی لیکن تملیک اصل ہے اس لئے کہ جب اس کی مشیت پر معلق کیا تو مالک بنانا ہوا، اس لئے کہ مالک اس کو کہتے ہیں جو اپنی مشیت سے تصرف کرے، اور جب تملیک ہوئی تو مجلس کے ساتھ خاص ہوگا، اور رجوع کا حق نہیں ہوگا۔

اصول : تملیک میں مجلس کے ساتھ خاص ہوگا، اور شوہر رجوع نہیں کر سکے گا۔ اور توکیل میں مجلس کے ساتھ خاص ہوگا اور رجوع کر سکے گا۔

ترجمه: ۳؎ اور طلاق تعلیق کا احتمال رکھتی ہے، بخلاف بیع کے وہ تعلیق کا احتمال نہیں رکھتی۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب دیا، انہوں نے فرمایا کہ بیع میں ان شئت کہا پھر بھی توکیل ہوگی، تو یہاں بھی توکیل ہونی چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بیع تعلیق کا احتمال نہیں رکھتی اس لئے ان شئت کہنے کے باوجود تعلیق نہیں ہوگی، اور طلاق میں تعلیق کا احتمال ہے اس لئے ان شئت کہتے ہی تعلیق ہو جائے گی۔

ترجمه:(۱۸۵۳) اگر عورت سے کہا کہ اپنے آپ کو تین طلاق دے دو اور اس نے ایک دی تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

ل لانها ملكت ايقاع الثلث فتملك ايقاع الواحد ضرورة (۱۸۵۴) ولو قال لها طلقي نفسك واحدة فطلقت نفسها ثلثا لم يقع شئ عند ابی حنيفة وقال يقع واحدة ل لانها اتت بما ملكته وزيادة فصار كما اذا طلقها الزوج الفا

ترجمہ: ل اس لئے کہ جب تین کی مالک ہوئی تو اس کے تحت میں ایک کی بھی مالک ہوئی۔

اصول: یہ سب مسئلے اس اصول پر متفرع ہیں کہ شوہر جتنی طلاق کا مالک بنائے اتنی ہی دے سکتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح جس صفت کے ساتھ مالک بنایا ہے اسی صفت کے ساتھ دے سکتی ہے مثلا رجعی کا مالک بنایا تو رجعی دے سکتی ہے، اور بائن کا مالک بنایا ہے تو بائن دے سکتی ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔

تشریح: اگر شوہر نے کہا کہ اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دو اور عورت نے ایک دی تو ایک واقع ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تین دینے کا اختیار ہے تو اس کے تحت میں ایک کی بھی مالک ہے اس لئے ایک دینے سے شوہر کی مخالفت نہیں کی، ہاں اگر شوہر کا جملہ یوں ہوتا کہ تین دینا چاہو تو تین دو ورنہ نہیں تو اس صورت میں ایک نہیں دے سکتی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ترجمہ: (۱۸۵۴) اگر عورت سے کہا کہ، اپنے آپ کو ایک طلاق دے دو، اور اس نے تین طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ بھی واقع نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے عورت کو جس چیز کا مالک بنایا وہ دیا، اور کچھ زیادہ ہی دے دیا، تو ایسا ہوا جبکہ شوہر نے ایک ہزار طلاق دے دی۔

تشریح: شوہر نے بیوی سے ایک طلاق دینے کے لئے کہا اور اس نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ واقع نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک الگ چیز ہے اور تین الگ چیز ہے، اور ایک میں تین داخل بھی نہیں ہے، اس لئے شوہر نے جو سپرد کیا عورت نے اس کے خلاف کیا اس لئے کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عورت نے تین طلاق دی تو ایسا ہوا کہ ایک پر زائد دے دیا تو جتنا شوہر نے اختیار دیا ہے اتنا واقع ہو جائے گی، اور باقی دو طلاقیں لغو ہو جائیں گی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ شوہر ایک ہزار طلاق دے تو تین واقع ہوں گی باقی لغو ہو جائے گی، ایسے یہاں بھی ایک واقع ہوگی اور باقی لغو ہو جائے گی۔

وجہ: اس اثر میں صاحبینؒ کی دلیل ہے۔ عن مسروق قال جاء رجل الی عمر فقال انی جعلت امر امراتی بیدها فطلقت نفسها ثلاثا فقال عمر لعبد الله ما تقول؟ فقال عبد الله اراها واحدة و هو املک بها فقال عمر و انا ایضا اری ذالک۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الرجل یجعل امر امراتہ بیدها فتطلق نفسها، ج رابع، ص ۸۹، نمبر

۲ ولابی حنیفةؒ انها اتت بغیر ما فوض الیها فکانت مبتدأة وھٰذا لان الزوج ملکها الواحدة والثلث غیر الواحدة لان الثلث اسم لعدد مرکب مجتمع والواحد فرد لا ترکیب فیه فکانت بینهما مغایرة علی سبیل المضادة ۳ بخلاف الزوج لانه یتصرف بحکم الملک ۴ وکذا ھی فی المسألة الاولیٰ لانها ملکت الثلث اما ھٰھنا لم تملک الثلث وماأتت بما فوض الیها فلغا

۱۸۰۶۹ا/سنن بیہقی، باب ما جاء فی التملیک، ج سابع، ص ۵۶۹، نمبر ۱۵۰۳۸) اس اثر میں ہے کہ شوہر نے ایک سپرد کیا ہو اور عورت نے تین دیا تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے جو سپرد کیا تھا اس کے علاوہ کو عورت نے لایا، اس لئے اس نے از سر نو طلاق دی، اور یہ اس طرح کہ شوہر نے اس کو ایک طلاق کا مالک بنایا، اور تین ایک کے علاوہ ہے، اس لئے کہ تین مرکب اور مجتمع عدد کا نام ہے، اور ایک عدد فرد ہے جس میں ترکیب نہیں ہے، اس لئے دونوں کے درمیان ضد کے اعتبار سے مغایرت ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے ایک طلاق سپرد کی ہے اور تین ایک کی ضد ہے، کیونکہ تین مرکب اور مجموعہ عدد کا نام ہے، اور ایک منفرد عدد کا نام ہے اس لئے دونوں میں ضد ہے، یہ نہیں ہے کہ تین میں ایک داخل ہے، اس لئے شوہر نے جو سپرد کیا عورت نے وہ استعمال نہیں کیا، بلکہ اپنی جانب سے ایک الگ طلاق واقع کر دی اس لئے کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳ بخلاف شوہر کے اس لئے کہ اپنی ملکیت کے اعتبار سے تصرف کرتا ہے۔

تشریح: یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ شوہر ایک ہزار طلاقیں دے تین واقع ہوتی ہیں اور باقی لغو ہو جاتی ہیں اسی طرح عورت کے بارے میں ہو، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہاں شوہر ایک ہزار طلاق کا مالک ہے اس لئے ایک ہزار واقع کر سکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ شریعت کے اعتبار سے تین ہی واقع ہو سکتی ہے، اور یہاں تو عورت کسی طلاق کا مالک نہیں ہے، شوہر جتنے طلاق کا مالک بنائے گا اتنے ہی کا مالک بن سکتی، اور شوہر نے تین کا مالک بنایا نہیں اس لئے تین واقع بھی نہیں کر سکتی ہے۔ اور تین اور ایک میں تضاد ہے اس لئے ایک بھی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۴ ایسے ہی پہلے مسئلے میں ہے اس لئے کہ عورت تین کی مالک بنی تھی، بہر حال یہاں تو تین کی مالک نہیں بنی تھی اور جو عورت کو سپرد کیا تھا وہ کیا نہیں اس لئے لغو ہو جائے گا۔

تشریح: جب شوہر نے تین سپرد کیا اور ایک طلاق دی تو اس میں عورت تین کا مالک ہو چکی تھی اس لئے اس میں سے ایک دے سکتی ہے، جیسے شوہر ہزار کا مالک ہے تو اس میں سے تین واقع کر سکتا ہے، اور اس مسئلے میں عورت تین کی مالک نہیں ہے، اور شوہر نے جو سپرد کیا [یعنی ایک طلاق] عورت نے وہ دیا نہیں اس لئے عورت کا کلام لغو ہو جائے گا۔

(۱۸۵۵) وان امرھا بطلاق یملک الرجعۃ فطلقت بائنۃ او امرھا بالبائن فطلقت رجعیۃ وقع ما امر بہ الزوج ﴾ ل فمعنی الاول ان یقول لھا الزوج طلقی نفسک واحدۃً املک الرجعۃ فتقول طلقت نفسی واحدۃ بائنۃ فتقع رجعیۃ لانھااتت بالاصل وزیادۃ وصف کما ذکرنا فیلغو الوصف ویبقی الاصل ۲ ومعنی الثانیۃ ان یقول لھا طلقی نفسک واحدۃ بائنۃ فتقول طلقت نفسی واحدۃ رجعیۃ فتقع بائنۃ لا قولھا واحدۃ رجعیۃ لغو منھا لان الزوج لما عین صفۃ المفوّض الیھا فحاجتھا بعد ذٰلک

ترجمہ : (۱۸۵۵) اگرعورت کورجعی طلاق کاحکم دیااوراس نے بائنہ دے دی،یااس کو بائنہ کاحکم دیااوراس نے رجعی طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع ہوگی جس کا شوہر نے حکم دیا۔

تشریح :اس مسئلے میں یہ ہے کہ جتنی عدد کا شوہر مالک بنارہا ہے عورت اتنی عدد ہی واقع کررہی ہے،البتہ جس صفت کی شوہر مالک بنارہاعورت اس کے علاوہ واقع کرہی ہے،تو چونکہ اصل عدد میں دونوں کی موافقت ہے اس لئے اصل عدد واقع ہوجائے گی،البتہ صفت یعنی رجعی اور بائن کے بارے میں شوہر جس صفت کو سپرد کیا ہے وہی صفت واقع ہوگی،عورت کی صفت لغو ہوجائے گی۔

تشریح:مسئلہ یہ ہے کہ [۱] عورت کوایک طلاق رجعی دینے کاحکم دیا،پس عورت نے طلاق تو ایک ہی دی لیکن رجعی کے بجائے بائن دے دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ایک طلاق میں موافقت ہے اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی، اورصفت کے اعتبار سے شوہر نے رجعی کاحکم دیا ہے اس لئے رجعی واقع ہوگی۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شوہر نے ایک طلاق بائن کا حکم دیا،پس عورت نے طلاق رجعی دے دی،تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی،اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ اصل طلاق میں دونوں کی موافقت ہے اس لئے ایک طلاق واقع ہوجائے گی،اورصفت میں مخالفت ہے اس لئے شوہر جو بائنہ سپرد کیا ہے وہی بائنہ واقع ہوگی

ترجمہ :ل پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی سے شوہر کہے اپنے آپ کوایک طلاق دوجس سے میں رجعت کا مالک رہوں، پس عورت کہے کہ میں نے ایک بائنہ دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی،اس لئے کہ اصل طلاق تو لائی ہے اور وصف کی زیادتی کے ساتھ،جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا،اس لئے وصف لغو ہوجائے گا اور اصل باقی رہے گا۔

تشریح : شوہر کا پہلا جملہ تھا,امرھا بطلاق یملک الرجعۃ فطلقت بائنۃ:عورت کورجعی طلاق کاحکم دیالیکن اس نے بائنہ طلاق دے دی،تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی،اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل طلاق میں موافقت کی اور وصف زائد کردیا اس لئے اصل باقی رہے گا اورعورت کا واقع کیا ہوا وصف لغو ہوجائے گا۔

ترجمہ : ۲ اور دوسرے جملے کا معنی یہ ہے کہ،عورت کو کہے کہ ایک طلاق بائنہ دو،پس عورت کہتی ہے کہ ایک طلاق رجعی دیتی ہوں،تو طلاق بائنہ واقع ہوگی،اس لئے کہ عورت کا قول,ایک رجعی،لغو ہے،اس لئے کہ شوہر نے جب ایسی صفت متعین کردیا جسکو

الی ایقاع الاصل دون تعیین الوصف فصار کانها اقتصرت علی الاصل فیقع بالصفة التی عینها الزوج بائنا اور رجعیا (١٨٥٦) وان قال لها طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدة لم یقع شیء ﴾ ؎ لان معناه ان شئت الثلث وهی بایقاع الواحدة ماشائت الثلث فلم یوجد الشرط (١٨٥٧) ولو قال لها طلقی نفسک واحدة فطلقت ثلثا فکذلک عند ابی حنیفة ﴾ ؎ لان مشیة الثلث لیست بمشیة للواحدة کایقاعها

اس نے عورت کو سونپا ہے، تو عورت کی ضرورت صرف اتنی ہے کہ اصل طلاق کو واقع کرے وصف کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تو ایسا ہوگیا کہ عورت اصل طلاق دینے پر اکتفا کرے، اس لئے وہی صفت واقع ہوگی جسکو شوہر نے متعین کیا چاہے بائنہ ہو یا رجعی۔

تشریح: شوہر کا دوسرا جملہ امرھا بالبائن فطلقت رجعیۃ، وقع ما امر بہ الزوج، ہے، کہ شوہر نے طلاق بائنہ دینے کے لئے کہا اور عورت نے رجعی دے دی، تو طلاق بائنہ واقع ہوگی، اس لئے کہ شوہر نے جب صفت بائنہ متعین کر دیا تو عورت کا کام صرف یہ ہے کہ اصل طلاق کو اپنی مرضی سے واقع کرے صفت رجعی، یا بائنہ کو متعین کرنا عورت کا کام نہیں رہا، اس لئے جب اصل طلاق کو عورت نے واقع کر دیا تو صفت کے بارے میں وہی صفت واقع ہوگی جسکو شوہر نے متعین کیا ہے، چاہے رجعی ہو یا بائن۔

ترجمہ: (١٨٥٦) اگر بیوی سے کہا کہ اپنے آپ کو تین طلاقیں دو اگر چاہو تو اس نے ایک طلاق دی تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ اگر تینوں چاہو تو دو، اور ایک کے واقع کرنے سے تینوں نہیں چاہا تو شرط نہیں پائی گئی [اس لئے کچھ بھی واقع نہیں ہوگی]

تشریح: شوہر کے اس جملے میں ,ان شئت، کا لفظ یہ دلیل ہے کہ چاہو تو تینوں طلاقیں دو ورنہ ایک نہیں دے سکتے، اور عورت نے شرط کے خلاف ایک طلاق دی اس لئے کچھ بھی واقع نہیں ہوگی، کیونکہ شرط نہیں پائی گئی۔

ترجمہ: (١٨٥٧) اگر عورت سے کہا ایک طلاق دو اگر چاہو، اور اس نے تین دے دی تو ایسے ہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ تین کا چاہنا ایک کا چاہنا نہیں ہے، جیسے تین طلاق کا واقع کرنا ایک طلاق واقع کرنا نہیں ہے۔

تشریح: عورت سے کہا اگر چاہو تو تم ایک طلاق دو، اور اس نے تین دے دی، تو ایسے ہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کچھ واقع نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ,ان شئت، کے جملے سے شرط لگائی کہ چاہو تو ایک طلاق دو ورنہ کچھ نہ دو، اور عورت نے تین طلاقیں دے دی، تو تین کا چاہنا ایک کا چاہنا نہیں ہے، اسی طرح تین کا واقع کرنا ایک کا واقع کرنا نہیں ہے، تو گویا کہ عورت نے شرط کی مخالفت کی اس لئے کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔

۲؎ وقالا یقع واحدة لان مشیة الثلث مشیة للواحدة کما ان ایقاعها ایقاعٌ للواحدة فوجد الشرط

(۱۸۵۸) ولو قال لها انتِ طالق ان شئتِ فقالت شئت ان شئت فقال شئتُ ینوی الطلاق بطل الامر

۱؎ لانہ علّق طلاقها بالمشیة المرسلة وهی انت بالمعلقة فلم یوجد الشرط وهو اشتغال بما لا یعنیها

ترجمہ : ۲؎ صاحبین نے فرمایا کہ ایک طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ تین کے چاہنے میں ایک طلاق کا چاہنا ہے، جیسے کہ تین کے واقع کرنے میں ایک کا واقع کرنا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ نے فرمایا کہ طلقی نفسک واحدۃ ان شئت ، کہا اور عورت نے تین طلاقیں دے دی تو تین کے عدد میں ایک موجود ہے، اور تین کے چاہنے میں ایک کا چاہنا ہے اس لئے تین دیا تو اس میں شوہر کی شرط کے مطابق گویا کہ ایک دے دیا اس لئے شرط پائی گئی اس لئے ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۱۸۵۸) اگر شوہر نے عورت سے کہا، انت طالق ان شئت [اگر تو چاہے تو تجھ کو طلاق ہے] پس عورت نے کہا شئت ان شئت ،[میں چاہتی ہوں اگر آپ چاہیں، پس شوہر نے کہا میں چاہا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو اختیار ختم ہو جائے گا۔

تشریح: اس عبارت میں طلاق واقع نہیں ہوگی ،اور عورت کا اختیار بھی ختم ہو جائے گا،صورت حال یہ ہے کہ شوہر نے کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہارے چاہنے پر تمکو طلاق ہے، عورت نے شوہر سے کہا اگر آپ چاہیں تو طلاق ہے،شوہر نے جواب میں کہا، میں نے چاہا اگر تم چاہو،تو مصنف فرماتے ہیں کہ طلاق بھی واقع نہیں ہوگی اور عورت کے ہاتھ سے اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) طلاق نہ واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر نے عورت کے چاہنے پر طلاق دی تھی، اب شوہر کی شرط یہ ہے کہ عورت اپنی چاہت سے طلاق دے تب طلاق واقع ہوگی ، یہاں عورت نے اپنی چاہت سے طلاق نہیں دی، بلکہ شوہر کی چاہت پر طلاق کو معلق کر دیا اس لئے شرط نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔اور عورت کے ہاتھ سے اختیار اس لئے ختم ہو جائے گا کہ عورت کو اپنی چاہت سے طلاق دینے میں پڑنا چاہئے ،وہ اس کے بجائے شوہر کے چاہنے میں پڑ گئی جو لا یعنی ہے،اور معاملے سے اعراض کرنا ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے اختیار ختم ہو جائے گا۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن الزهری فی الرجل یملک امرأته أمرها فترده الیه قال : لیس بشیء** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب المرأۃ تملک أمرها فردته هل تستحلف؟، ج سادس، ص ۳۹۳،نمبر ۱۱۹۴۱) اس اثر میں ہے کہ عورت نے پھر شوہر کے اختیار میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اصول : (۱) عورت کے چاہنے کی شرط پر طلاق دی ہو تو عورت ہی کا چاہنا ہونا چاہئے تب طلاق ہوگی (۲) معاملے سے اعراض ہو تو اختیار ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ عورت کے طلاق کو مشیت مرسلہ، یعنی عورت کی اپنی چاہت پر معلق کیا ہے،اور عورت نے طلاق معلقہ

فخرج الامر من یدھا ٢ ولا یقع الطلاق بقوله شئتُ و ان نوی الطلاق لانه لیس فی کلام المرأة ذکر الطلاق لیصیر الزوج شائیاً طلاقھا والنیة لا تعمل فی غیر المذکور ٣ حتیٰ لو قال شئت طلاقک یقع اذانوی لانه ایقاع مبتدا

[شوہر کے چاہنے] پر دی اس لئے اس لئے شرط نہیں پائی گئی [اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی] اور وہ لایعنی میں مشغول ہونا ہے اس لئے اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

لغت : مشیت مرسلہ: عورت کے خود کے چاہنے کو مشیت مرسلہ کہتے ہے، شوہر نے اس شرط پر طلاق دینے کا اختیار دیا ہے کہ عورت خود اپنی مرضی سے طلاق دے، یہی مشیت مرسلہ ہے۔ مشیت معلقہ : عورت نے شوہر کے چاہنے پر طلاق کو معلق کر دیا یہ مشیت معلقہ ہوا، کیونکہ شوہر کے چاہنے پر معلق کر دیا۔ اشتغال بمالایعنی: شوہر نے جو کام کرنے کے لئے کہا عورت نے وہ کام نہیں کیا، اور شوہر کے چاہنے میں مشغول ہوگئی، یہ لایعنی میں مشغول ہونا ہے۔

تشریح : طلاق نہ ہونے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ شوہر نے مشیت مرسلہ یعنی عورت کے چاہنے پر طلاق کو معلق کیا، اور عورت نے مشیت معلقہ یعنی شوہر کے چاہنے پر طلاق کو معلق کیا تو جو شرط تھی یعنی عورت کا اپنی مرضی سے چاہنا وہ نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور لایعنی کام [یعنی جو کام شوہر نے سپرد کیا وہ نہ کر کے شوہر کے چاہنے میں لگ گئی] اس لئے عورت کے ہاتھ سے اختیار ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ : ٢ اور شوہر کے قول شئتُ سے طلاق واقع نہیں ہوگی چاہے طلاق کی نیت کی ہو، اس لئے کہ عورت کے کلام میں طلاق کا ذکر نہیں ہے تا کہ شوہر عورت کے طلاق کو چاہنے والا ہو جائے اور جہاں طلاق کا ذکر نہیں ہے وہاں نیت عمل نہیں کرے گی۔

تشریح : شئت کے بعد عورت یا مرد کے کلام میں طلاق کا ذکر ہو تب طلاق واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں، اور عورت کے کلام [قالت شئت ان شئت] میں طلاق کا ذکر نہیں ہے، اور مرد کا کلام ,شئت ، ینوی الطلاق میں بھی طلاق کا ذکر نہیں ہے اس لئے مرد کے چاہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر شوہر کے کلام میں ,شئت طلاقک ، ہوتا تو طلاق واقع ہو جاتی ,لیکن شئت طلاقک ، کا لفظ مذکور نہیں ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی ، شوہر نے بولنے کے بجائے صرف طلاق کی نیت کی ہے، اور نیت اس وقت کام کرتی ہے جب لفظ میں ذکر ہو، یہاں لفظ میں طلاق کا ذکر نہیں ہے اس لئے صرف نیت سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ٣ یہاں تک کہ اگر شوہر ,شئت طلاقک ، کہتا اور طلاق کی نیت کرتا تو طلاق واقع ہو جاتی، کیونکہ گویا کہ یہ شروع سے طلاق دینا ہوا۔

۴ اذالمشیة تنبئی عن الوجود بخلاف قوله اردت طلاقکِ لانه لا ینبئی عن الوجود ۵ کذااذا قالت شئت ان شاء ابی ۶ او شئتُ ان کان کذا لامر لم یجیء لما ذکرنا انّ الماتیّ به مشیة معلقة فلا یقع الطلاق و بطل الامر

تشریح : اگر شوہر عورت کے جواب میں صرف شئت نہیں کہتا، بلکہ شئت طلاقک، کہتا اور طلاق کی نیت کرتا تو عورت کو طلاق واقع ہو جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا ذکر ہو گیا اس لئے اب اس کی نیت کرنیسے طلاق واقع ہو جائے گی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ پہلا جملہ ختم ہو گیا، ابھی اس لفظ سے شوہر طلاق دے رہا ہے۔

ترجمہ: ۴ اس لئے کہ مشیت وجود کی خبر دیتی ہے، بخلاف اردت طلاقک، اس لئے کہ وجود کی خبر نہیں دیتی۔

تشریح : شئت طلاقک، سے طلاق کیوں واقع ہوگی، اور اردت طلاقک، سے طلاق کیوں واقع نہیں ہوگی اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شئت، فعل ماضی کا صیغہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے طلاق چاہ ہی جا چکی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ماضی کے بارے میں کسی بات کے ہونے کی خبر دے تو وہ فی الحال واقع ہو جاتی ہے، اس لئے اس وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اردت طلاقک : میں بھی فعل ماضی کا صیغہ ہے، لیکن اس کا مطلب ہے کہ طلاق دینے کا ارادہ تھا ابھی دیا نہیں ہے، اور صرف ارادہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس لئے اردت طلاقک، سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۵ ایسے ہی اگر عورت نے کہا شئت ان شاء ابی، [میں چاہتی ہوں اگر میرے باپ چاہے]

تشریح: شوہر نے کہا کہ تم طلاق دو اگر چاہو، عورت نے جواب میں کہا، میں چاہتی ہوں اگر میرا باپ چاہے، تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کی شرط یہ ہے کہ عورت اپنی چاہت سے طلاق دے [جسکو مشیت مرسلہ کہتے ہیں] اور عورت نے باپ کے چاہنے پر طلاق کو معلق کر دیا [تو یہ مشیت معلقہ ہوگئی] اس لئے اب شرط نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور طلاق دینے میں مشغول ہونے کے بجائے دوسرے لایعنی کام میں مشغول ہوگئی اس لئے اعراض ہو گیا اس لئے اس کے ہاتھ سے اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۶ یا میں چاہتی ہوں اگر ایسا ہو، کسی ایسے معاملے کے بارے میں جو ابھی تک ہوا نہیں ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا، کہ جو مشیت لائی ہے وہ مشیت معلقہ ہے، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور عورت کے ہاتھ سے اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

تشریح: یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ شوہر نے کہا تم کا طلاق ہے اگر تم چاہو، عورت نے جواب میں کہا، میں چاہتی ہوں اگر زید نے شادی

(۱۸۵۹) و ان قالت قد شئتُ ان كان كذالامر قد مضے طلقت﴾ لے لان التعليق بشرط كائن تنجيز(۱۸۶۰) ولو قال لها انتِ طالق اذا كان كذا شئتِ او اذا ماشئتِ او متى شئتِ او متى ماشئتِ فردتِ الامر لم يكن ردّا ولايقتصر على المجلس﴾

کی ہو،اور زید نے ابھی شادی نہیں کی تھی ،تو طلاق واقع نہیں ہوگی ، کیونکہ شوہر نے مشیت مرسلہ پر طلاق کو معلق کیا تھا،اور عورت نے زید کی شادی پر طلاق معلق کر دیا ، جو مشیت معلقہ ہے ،اور زید کی شادی ابھی ہوئی نہیں ہے ،تو شوہر کی شرط نہیں پائی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی ،اور لایعنی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اختیار بھی ختم ہو جائے گا ۔۔اگر زید کی شادی ہو چکی ہوتی تو طلاق واقع ہو جاتی ، کیونکہ ماضی کی چیز فی الحال واقع ہوتی ہے ۔

لغت : امر لم یجی ء:ایسا معاملہ جو ابھی تک وجود میں نہ آیا ہو،اس پر عورت نے اپنی چاہت کو معلق کیا ہو،تو طلاق واقع نہیں ہوگی ۔الماتی بہ:جس چیز کو لایا، یہاں مراد ہے،عورت نے جس پر طلاق معلق کی ۔

ترجمہ : (۱۸۵۹) اور اگر عورت نے کہا،میں چاہتی ہوں اگر بات ایسی ہو،ایسے معاملے کے بارے میں جو ہو چکی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ ایسی شرط پر معلق کرنا جو ہو چکی ہے تو اس سے ابھی واقع ہوگی ۔

تشریح: عورت نے اپنے چاہنے کو ایسے معاملے پر معلق کیا جو ہو چکا ہے ،مثلا کہا میں چاہتی ہوں اگر زید نے شادی کیا ہو،اور زید نے اس سے پہلے شادی کر لیا تھا،تو طلاق واقع ہو جائے گی ۔

وجہ : کیونکہ عورت نے زید کی شادی پر طلاق کو معلق کیا،اور زید کی شادی پہلے ہو چکی تھی ،اور قاعدہ یہ ہے کہ جو کام پہلے ہو چکا ہو اس پر معلق کرے تو زمانہ ماضی میں وہ نہیں ہوگا،لیکن فی الحال ہو جائے گا ۔

لغت: لان التعليق بشرط كائن تنجيز :اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام پہلے ہو چکا ہے اس پر طلاق کو معلق کرے تو طلاق زمانہ ماضی میں نہیں ہو سکے گی ،لیکن ابھی واقع ہو جائے گی ۔تنجیز کا معنی ہے ابھی ہونا ،فوری ہونا ۔

ترجمہ :(۱۸۶۰) اگر عورت سے کہا،انت طالق اذا شئت [تم کو طلاق ہے جب چاہو] ،یا اذا ماشئت ،یا متی شئت ،یا متی ما شئت ،اور عورت نے معاملے کو رد کر دیا تو رد نہیں ہوگا ،اور یہ اختیار مجلس پر بھی منحصر نہیں ہے ۔

تشریح: یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسا لفظ استعمال کیا جو عموم وقت کے لئے ہے،اور تمام اوقات میں طلاق کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے،تو عورت کے انکار کرنے سے بھی اختیار ختم نہیں ہوگا ،اور چونکہ تمام اوقات کے لئے اختیار حاصل ہے اس لئے یہ اختیار مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہوگا ، بلکہ مجلس کے بعد بھی طلاق دے سکے گی ،اس کے لئے مصنف نے الفاظ کی مثال دی ہے ۔اذا شئت

۱؎ امـا کلمة متیٰ ومتی ما فلانها للوقت وهی عامة فی الاوقات کلها کانه قال فی ایّ وقت شئتِ فلا یـقتصر علی المجلس بالاجماع و لو ردّت الامر لم یکن ردًا لانه ملّکها الطلاق فی الوقت الذی شاء ت فـلم یکن تملیکا قبل المشیة حتیٰ یرتد بالردّ ۲؎ ولاتـطلق نفسها الاواحدة لانها تعم الازمان دون الافعـال فتملک التطلیق فی کل زمان ولا تملک تطلیقاً بعد تطلیق ۳؎ واما کلمةُ اذا ما فهی و متی سـواء عـنـدهما و عندابی حنیفةؒ ان کان یستعمل للشرط کما یستعمل للوقت لکن الامر صار تبدها

،اذ اماشئت ،متی شئت ،متی ماشئت ،ان میں سے متی اور متی ماعموم وقت کے لئے ہے،اوراذ ااوراذ اما اگر چہ شرط کے لئے بھی آتا ہے ،لیکن یہاں عموم اوقات کوترجیح دی جائے گی اورعورت کو ہر وقت اختیار رہے گا۔البتہ ایک ہی طلاق دے سکے گی ، کیونکہ ان الفاظ سے بار بارطلاق دینے کا اختیارنہیں ملتا۔

ترجمہ: ۱؎ بہرحال کلمہ متی،اورمتی ما،تو وقت کے لئے ہےاورتمام اوقات میں عام ہے،گویا کہ شوہر نے کہا کہ جب چاہوطلاق دو،اس لئے بالاجماع مجلس پرمنحصر نہیں رہے گا اور اگر عورت نے اختیار کورد کر دیا تب بھی ردنہیں ہوگا۔اس لئے کہ شوہر نے اس کوطلاق کا مالک بنایاجس وقت چاہےاس لئے چاہنے سے پہلے وہ مالک ہی نہیں ہوگی اس لئے رد کرنے سے ردنہیں ہوگا۔

تشریح: کلمہ متی،اورمتی ما،تمام اوقات کے لئے آتا ہےتواس کا مطلب یہ ہوا کہ جس وقت تم چاہوتو طلاق دواس لئے سب کے نزدیک یہ اختیارمجلس کےساتھ خاص نہیں ہوگا،اور دوسری بات یہ فرماتے ہیں کہ عورت اس اختیارکورد کرنا چاہےتو ردبھی نہیں کرسکتی، کیونکہ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت میں چاہوتو اس وقت طلاق دو،تو عورت کو چاہتے وقت طلاق کا مالک بنایا،اس لئے طلاق کے چاہنے سے پہلے وہ مالک ہی نہیں ہےاس لئے ردبھی نہیں کرسکتی ،اس لئے ردکرنے سےبھی یہ اختیاررد نہیں ہوگا۔

تـرجمہ: ۲؎ اوراپنے آپ کوایک ہی طلاق دے سکے گی،اس لئے کہ یہ الفاظ زمانے کےاعتبار سے عام ہیں،فعل کے اعتبار عام نہیں ہیں اس لئے ہرزمانے میں طلاق کا مالک ہوگی،لیکن ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق کا مالک نہیں ہوگی۔

تشـــریح: یہ ان الفاظ کا دوسرا حکم ہے کہ ان چاروں الفاظ کےاختیار سے ایک طلاق دے سکے گی،اس کی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ ہرزمانے میں طلاق دے سکتی ہے،لیکن عموم افعال کے لئے نہیں ہیں،یعنی ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد دوسری مرتبہ طلاق دینے کا اختیارنہیں ملتا۔اس لئے ایک ہی طلاق دے سکے گی۔

ترجمہ: ۳؎ بہرحال کلمہ اذا،اوراذ اما،تو وہ اورمتی کے معنی برابر ہیں صاحبینؒ کےنزدیک،اورامام ابوحنیفہؒ کےنزدیک اگر چہ شرط کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے کہ وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے،لیکن اختیارعورت کے ہاتھ میں جا چکا ہےاس لئے شک کی وجہ سے نہیں نکلے گا۔تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

فلا يخرج بالشک و قد مرّمن قبلُ (۱۸۶۱) و لو قال لها انتِ طالق كلما شئت فلها ان تطلق نفسها واحدة بعد واحدة حتى تطلق نفسها ثلثان ﴾ لے لان كلمة كلما توجب تكرار الافعال (۱۸۶۲) الاان التعليق ينصرف الى الملک القائم حتٰى لو عادت اليه بعد زوج اٰخر وطلقت نفسها لم يقع شيء﴾

تشریح: صاحبینؒ کے نزدیک ,اذا,اوراذاما,متی کے معنی میں ہیں[جب،جبکہ]اورامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انکے دو معنی ہیں،[۱] ایک معنی ہے شرط کے[یعنی اگر]پس اگر شرط کا معنی لیا جائے تو عورت کا اختیار مجلس تک ہی رہے گا۔[۲]اور دوسرا معنی وقت کے ہیں،پس اگر وقت کا معنی لیا جائے تو عورت کا اختیار مجلس کے بعد بھی رہے گا، یہاں شوہر نے عورت کے ہاتھ میں اختیار دے دیا ہے اس لئے شک کی بنا پر اس کے ہاتھ سے اختیار نہیں نکلے گا اور متی کے معنی میں ہو کر مجلس کے بعد بھی عورت کا اختیار باقی رہے گا۔

وجه :(۱)اذا شرط کے معنی کے لئے ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔**اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن**.(آیت ا،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں اذا شرط کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ترجمه : (۱۸۶۱) اگر عورت سے کہا,انت طالق کلما شئت[تم کو طلاق ہے جب جب چاہو] تو عورت کو اختیار ہے کہ اپنے آپ کو یکے بعد دیگرے طلاق دے، یہاں تک کہ اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دے۔

ترجمه: لے اس لئے کہ کلمہ کلما فعل کے تکرار کو واجب کرتا ہے۔

تشریح : لفظ کلما کا ترجمہ ہے,جب جب،اس لئے یہ افعال کے عموم کے لئے آتا ہے اور,انت طالق کلما شئت ،کا ترجمہ ہوا جب جب چاہو اپنے آپ کو طلاق دے دو، اس لئے عورت بیک وقت تین طلاقیں نہیں دے سکتی ,لیکن ایک ایک طلاق کر کے تین طلاق دے سکتی ہے۔لیکن یہ اختیار اسی نکاح کے ساتھ خاص رہے گا، جب حلالہ کر کے اس شوہر کے پاس واپس آئے گی تو اب طلاق نہیں دے سکتی، کیونکہ دوسرے نکاح میں شوہر نے اختیار نہیں دیا ہے، پہلے ہی نکاح کے ساتھ اختیار ختم ہو گیا۔

وجہ:(۱)کلما میں تکرار کے معنی ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔**كلما نضجت جلودهم بدلنا هم جلودا غيرها** (آیت ۵۶،سورۃ النساء۴)اس آیت میں کلما بار بار کے لئے آیا ہے کہ جب جب جہنمیوں کی کھال پکے گی اللہ ہر بار اس کی کھال کو بدل دیں گے۔(۲)اثر میں ہے۔**سألت الحكم وحمادا عن رجل قال لامرأته انت طالق كلما شئت قال الحكم كلما شائت فهي طالق.** (مصنف ابن ابی شیبۃ،۲۱۶فی رجل قال لامرأتہ انت طالق کلما شئت،ج رابع،ص ۱۸۳،نمبر ۱۹۰۸۴)اس اثر میں ہے کہ تین طلاق تک جب چاہے گی عورت طلاق دے سکتی ہے۔کیونکہ کلما تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

ترجمه : (۱۸۶۲) مگر یہ کہ تعلیق کا اختیار اسی ملک کے ساتھ پھیرا جائے گا جو قائم ہے، یہاں تک کہ عورت اس شوہر کے پاس دوسرے شوہر کے بعد آئی اور اپنے آپ کو طلاق دی تو واقع نہیں ہوگی۔

۱؎ لانه ملکٌ مستحد ولیس ۲؎ لها ان تطلق نفسها ثلثا فی کلمة واحدة لانها توجب عمومَ الافراد لاعموم الاجتماع فلا تملک الایقاع جملةو جمعاً(۱۸۶۳) و لو قال لها انتِ طالق حیث شئتِ او این شئت لم تطلق حتیٰ تشاء وان قامت من مجلسها فلا مشیة لها ﴾ ۱؎ لان کلمةحیث و این من اسمائالمکان والطلاق لا تعلق له بالمکان فیلغو ویبقی ذکر مطلق المشیة فتقصر علیٰ المجلس

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ نئی ملک ہے۔

تشریح : شوہر نے جس نکاح میں عورت کوکلما کے ذریعہ طلاق کا اختیار دیا ہے اسی نکاح میں اپنے کوتین طلاق دے سکتی ہے، پس اگر حلالہ کرانے کے بعد دوبارہ اس شوہر کے نکاح میں آئی تو اب طلاق نہیں دے سکتی ہے کیونکہ اختیار کا وقت پہلا نکاح تھا، اور یہ نئی ملک ہے اس لئے اس میں طلاق نہیں دے سکتی۔

ترجمہ : ۲؎ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے، اس لئے کہ کلما عموم افراد کو واجب کرتا ہے عموم اجتماع کو واجب نہیں کرتا، اس لئے تمام کو ایک ساتھ واقع کرنے کا مالک نہیں ہوگی۔

تشریح : کلما کا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ ایک ہی بار تینوں طلاقوں کو دے دے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے ایک ایک کر کے کئی باردو، اس لئے عورت ایک کلمے سے تینوں طلاقیں نہیں دے سکتی بلکہ ایک ایک کر کے تین مرتبہ میں تین طلاقیں دے سکے گی۔

لغت : عموم الافراد: ایک ایک کر کے کئی مرتبہ طلاق واقع کرنا۔ عموم الاجتماع: تینوں طلاقوں کو جمع کر کے واقع کرنے کو عموم الاجتماع، کہتے ہیں۔ جملة: ایک بار۔ جمعا: سب کو جمع کر کے۔

ترجمہ :(۱۸۶۳) اور اگر کہا انت طالق حیث شئت، یا این شئت، [تم کو طلاق ہے جہاں چاہو] تو طلاق نہیں ہوگی مگر یہ کہ چاہے، اور اگر مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اس کو چاہنے کا حق نہیں رہے گا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ کلمہ حیث، اور کلمہ این، مکان کے اسم میں سے ہیں اور طلاق مکان کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی اس لئے لغو ہو جائے گا اور مطلقا چاہنے کا ذکر باقی رہے گا، اس لئے چاہنا مجلس پر منحصر رہے گا۔

تشریح: اس عبارت میں بتانا چاہتے ہیں کہ طلاق کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوتی، اگر کسی مکان کے ساتھ متعلق کر کے طلاق دی تو فوراواقع ہوگی، مثلا کہا تم کو مکے میں طلاق تو وہ عورت جہاں ہے وہیں طلاق واقع ہو جائے گی، مکہ مکرمہ کی خصوصیت نہیں ہوگی۔ اور حیث اور این عموم مکان کے لئے آتے ہیں اگر شوہر نے کہا کہ انت طلاق حیث شئت [تم کو طلاق ہے جہاں چاہو]، یا انت طالق این شئت [تم کو طلاق ہے جہاں چاہو] تو حیث اور این میں مکان کا معنی لغو ہو جائے گا اور وہ ان شرطیہ، کے معنی میں ہو جائیں گے، اس لئے عورت چاہے گی تب ہی طلاق واقع ہوگی، اور اختیار مجلس کے ساتھ خاص ہوگی، چنانچہ مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اختیار بھی

۲؎ بخلاف الزمان لان له تعلقا به حتى يقع في زمان دون زمان فوجب اعتباره خصوصاً و عموماً(۱۸۶۴) وان قال لها انتِ طالق كيف شئت طلقت تطليقة يملك الرجعة ۱؎ معناه قبل المشية

ختم ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف زمانہ کے اس لئے کہ اس کے ساتھ طلاق کا تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ کسی زمانے میں طلاق واقع ہوتی ہے اور کسی میں نہیں اس لئے زمانے کے عموم اور خصوص کا اعتبار کرنا واجب ہے۔

تشریح : زمانے کا معاملہ مکان کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ زمانے کے ساتھ طلاق کا تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ جس زمانے میں طلاق واقع کرنا چاہے، مثلا رات کو یا دن کو، اس میں واقع ہوگی اور جس زمانے میں واقع نہ کرنا چاہے اس میں واقع نہیں ہوگی، اس لئے جس حرف سے زمانے کے عموم کا پتہ چلتا ہو اس میں عموم کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا، مثلا انت طالق فی ای وقت شئت، میں عموم ہوگا، اور جس میں خصوص کا پتہ چلتا ہو، مثلا، انت طالق غدا، میں خصوص کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔

اصول: طلاق مکان کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی، زمانے کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔

ترجمہ:(۱۸۶۴) اور اگر شوہر نے کہا، انت طالق کیف شئت [تم کو طلاق ہے جس طرح چاہو] تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ چاہنے سے پہلے بھی [ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی]

لغت : یہاں تین باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔(۱) اصل طلاق: ایک طلاق رجعی کو اصل طلاق کہتے ہیں۔(۲) کیفیت طلاق تین ہیں۔[۱] طلاق رجعی [۲] ایک طلاق بائن [۳] تین طلاق مغلظہ۔ یہ تینوں حالتیں طلاق کی کیفیت اور وصف ہیں۔ اوپر کی عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کیف کے ذریعہ عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو صاحبینؒ کے نزدیک اصل طلاق اور کیفیت طلاق دونوں کا اختیار عورت کو ہوگا، اس لئے عورت کے چاہے بغیر اصل طلاق [ایک طلاق رجعی] بھی واقع نہیں ہوگی۔ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت صرف کیفیت طلاق کا مالک ہوگی، کہ چاہے تو بائنہ دے یا مغلظہ دے، لیکن اصل ایک طلاق رجعی اس کے چاہے بغیر بھی واقع ہوجائے گی۔ (۳) کیف حالت پوچھنے کے لئے آتا ہے، لیکن حالت دو ہیں [۱] رجعی اور بائن کے اعتبار سے حالت [۲] اور کمیت کے اعتبار سے حالت، یعنی کتنی طلاق ہے، ایک یا دو، یا تین، کیف اس حالت کو بھی پوچھنے کے لئے بھی آتا ہے۔

تشریح : شوہر نے عورت سے کہا، انت طالق کیف شئت، [تم کو طلاق ہے جس طرح چاہو] تو عورت نہ بھی چاہے تب بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔ یا اس کے چاہنے سے پہلے ہی ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔

(۱۸۶۵)فان قالت قد شئت واحدة بائنة او ثلثا وقال الزوج ذالک نویت فھو کما قال﴾ ۱؎ لان عند ذٰلک تثبت المطابقة بین مشیتھا و ارادته ۲؎ اما اذاارادت ثلثاوالزوجُ اراد واحدة بائنة او علی القلب تقع واحدة رجعیة لانه لغاتصرفھا لعدم الموفقة فبقی ایقاع الزوج ۳؎ وان لم تحضره النیة

وجه : کیف کے ذریعہ عورت کوطلاق کی کیفیت کا مالک بنایا ہے کہ بائنہ یامغلظہ جس کیفیت کی طلاق دینا چاہو دے سکتی ہو،لیکن یہ کیفیت اس وقت اختیار کرسکتی ہے جبکہ شوہر اصل طلاق دے چکا ہو اس لئے اصل طلاق شوہر ہی کی عبارت سے واقع ہو جائے گی۔عورت صرف کیفیت چاہ سکتی ہے۔

ترجمه : (۱۸۶۵) پس اگر عورت نے کہا کہ، میں نے ایک بائنہ چاہا، یا تین چاہا اور شوہر نے کہا کہ میں نے بھی اس کی نیت کی، تو جیسی شوہر کی نیت ہوئی ویسی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ اس وقت عورت کے چاہنے اور شوہر کے ارادے کے درمیان مطابقت ثابت ہوگئی۔

تشــریح : اس عبارت میں ہے کہ کیفیت طلاق میں شوہر کی کوئی نیت نہیں ہے تب تو عورت رجعی، یا بائنہ، یامغلظہ جیسی چاہے گی ویسی طلاق واقع ہو جائے گی،لیکن اختیار دیتے وقت اگر شوہر نے کیفیت کی بھی نیت کی تو جیسی نیت شوہر کرے گا وہی نیت عورت نے کی تو نیت میں موافقت کی وجہ سے وہ طلاق واقع ہو جائے گی،لیکن اگر نیت میں اختلاف ہو گیا تو عورت کی مشئت لغو ہو جائے گی، اور اصل طلاق [ایک طلاق رجعی] واقع رہے گی۔تشریح مسئلہ یہ ہے۔شوہر نے کہا تھا، انت طالق کیف شئت ،عورت نے جواب میں کہا کہ میں نے ایک بائنہ چاہا، یا تین چاہا اور شوہر نے کہا کہ میں نے بھی عورت کے چاہنے کے مطابق چاہا ہے،تو جیسا عورت نے چاہا ہے وہ طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ عورت اور مرد کے چاہنے میں بھی موافقت ہوگئی۔

ترجمه : ۲؎ بہر حال عورت نے تین کا ارادہ کیا اور شوہر نے ایک بائنہ کا ارادہ کیا، یا اس کا الٹا [یعنی عورت نے ایک بائنہ کا ارادہ کیا اور شوہر نے تین کا ارادہ کیا] تو ایک رجعی واقع ہو کر رہ جائے گی۔

تشــریح:شوہر نے کچھ بھی نیت نہیں کی تب تو عورت کے چاہنے کے مطابق واقع ہوگی،لیکن اگر شوہر نے بھی کیفیت کے بارے میں نیت کی ،لیکن عورت اور شوہر کی نیت میں موافقت نہیں ہوئی ،مثلا عورت نے تین کی نیت کی اور شوہر نے ایک بائنہ کی نیت کی ، یا شوہر نے تین کی نیت کی اور عورت نے ایک بائنہ کی نیت کی تو دونوں کی نیت کے درمیان موافقت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی واقع نہیں ہو گی ، کیونکہ یہاں واقع ہونے کے لئے شوہر کی نیت کی موافقت ضروری ہے،البتہ شوہر کے پہلے کلام سے اصل طلاق [ایک طلاق رجعی] واقع ہو چکی ہے وہ ایک طلاق باقی رہے گی۔

ترجمه :۳؎ اور اگر شوہر کی نیت حاضر نہیں ہے تو عورت کی چاہت کا اعتبار کیا جائے گا،جیسا کہ فقہاء نے کہا تخییر کے موجب پر عمل

يُعتبر مشيتها فيها قالوا اجريا على موجب التخيير ۴؎ قال رضی الله عنه قال فی الاصل هٰذا قول ابی حنيفةؒ و عندهما لا يقع مالم توقع المرأة فتشاء رجعية او بائنة او ثلٰثا و علیٰ هذا لخلاف العتاق ۵؎ لهما انه فوّض التطليق اليها علیٰ ایّ صفةٍ شاء ت فلا بد من تعليق اصل الطلاق بمشيتها ليكون لها المشية فی جميع الاحوال اعنی قبل الدخول و بعده

کرتے ہوئے۔

تشریح : اگر کیفیت کے بارے میں شوہر کی کوئی نیت نہیں ہے تو متاخرین فقہاء کے نزدیک اختیار دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ شوہر کی کوئی نیت نہ ہو تو عورت جو چاہے اسی کے مطابق طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ : ۴؎ مصنفؒ نے فرمایا کہ مبسوط میں یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جب تک کہ عورت واقع نہ کرے واقع نہیں ہوگی، پس رجعی واقع کرے، یا بائنہ، یا تین واقع کرے، اور اسی خلاف پر ہے آزاد کرنا۔

تشریح : صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت کے واقع نہ کرنے کے باوجود ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی یہ قول مبسوط میں امام ابوحنیفہؒ کا ہے، اور صاحبین نے فرمایا کہ جس طرح کیفیت میں عورت کا اختیار ہے اسی طرح اصل طلاق میں بھی عورت ہی کا اختیار ہے اس لئے عورت نہیں چاہے گی تو اصل طلاق بھی واقع نہیں ہوگی، عورت چاہے گی تب اصل طلاق ہوگی، اور کیفیت کے اعتبار سے رجعی چاہے گی تو رجعی، بائنہ چاہے گی تو بائنہ، اور تین طلاق چاہے گی تو تین طلاق واقع ہوگی۔ اسی اختلاف پر آزادگی بھی ہے۔ آقا نے بیوی سے کہا اعتقہ کیف شئت، [غلام کو آزاد کر دو جیسے چاہو] تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کے چاہے بغیر بھی غلام آزاد ہو جائے گا، اور آزاد ہونے میں کوئی کیفیت نہیں ہے اس لئے عورت کے چاہنے پر بھی کوئی چیز موقوف نہیں رہے گی، اور صاحبینؒ کے یہاں عورت کے چاہنے پر آزاد ہونا موقوف رہے گا، اگر وہ نہیں چاہے گی تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۵؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق کو عورت کی طرف سپرد کیا جس صفت کے ساتھ چاہے، تو ضروری ہے کہ اصل طلاق بھی اس کے چاہنے سے ہو تا کہ عورت کا چاہنا تمام حالات میں ہو جائے یعنی دخول سے پہلے بھی اور دخول کے بعد بھی۔

لغت : قبل الدخول و بعدہ: عورت غیر مدخول بہا تو اس کو ایک طلاق رجعی بھی دی جائے تو اس پر عدت نہیں ہے اس لئے وہ طلاق بائنہ ہو جاتی ہے اور اب بیوی باقی نہیں رہتی، اس لئے مزید کوئی طلاق نہیں کر سکتی۔ شوہر نے انت طلاق کیف شئت کہا اور عورت کے چاہے بغیر اصل طلاق واقع ہو جائے تو اب وہ بیوی باقی نہیں رہی اس لئے اب وہ کچھ نہیں چاہ سکتی ہے، اس لئے انت طلاق کیف شئت، میں غیر مدخول بہا کو کوئی مشیت نہیں ہے، صرف مدخول بہا کو ہی بعد میں کیفیت چاہنے کا اختیار ملتا ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کو کیفیت سپرد کی تو اصل طلاق بھی اس کے ساتھ سپرد ہونی چاہئے اور اس کے

۶ و لابی حنیفةؒ ان کلمة کیف للاستیصاف یقال کیف اصبحت و التفویضُ فی وصفه یستدعی و جود اصله و وجودالطلاق بوقوعه(۱۸۲۶)وان قال لها انتِ طالق کم شئت او ما شئت طلقت نفسها ما شاء ت ﴾ ۷ لانهما یستعملان للعدد فقد فوّض الیها ایّ عدد شاء ت

چاہنے پر اصل طلاق واقع ہو، تاکہ مدخول بھا اور غیر مدخول بھا دونوں کو طلاق اصل طلاق اور کیفیت طلاق دینے کا موقع ملے، اور اگر اصل طلاق پہلے ہی واقع کر دیں تو غیر مدخول بھا پر پہلے ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لئے اس کو کیفیت طلاق کا بھی کبھی موقع نہیں ملتا۔

ترجمه : ۶ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ ,کیف، وصف معلوم کرنے کے لئے آتا ہے، کہتے ہیں ,کیف اصبحت؟ [کیسے صبح کی] اور وصف کو سونپنا چاہتا ہے کہ اصل پہلے سے موجود ہو، اور طلاق کا وجود اس کے واقع ہونے سے ہوگا [اس لئے پہلے طلاق واقع ہوجائے گی]

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کیف آتا ہے حالت اور وصف معلوم کرنے کے لئے، کہتے ہیں کیف اصبحت؟ تم نے کیسے صبح کی؟ اور حالت یہ چاہتی ہے کہ وہ چیز پہلے سے موجود ہو اس لئے عورت پر پہلے سے اصل طلاق واقع ہو جائے تب عورت اس کی کیفیت واقع کر سکے گی، اس لئے عورت کے چاہنے سے پہلے اصل طلاق ہو جائے گی۔

اصول : امام ابوحنیفہؒ کی یہاں کیف سے اصل طلاق پہلے واقع ہوگی اور صرف کیفیت طلاق کا اختیار عورت کو ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے یہاں اصل طلاق اور کیفیت طلاق دونوں عورت کے اختیار میں ہوگا۔

ترجمه :(۱۸۲۶) اگر عورت سے کہا انت طالق کم شئت [تم کو طلاق ہے جتنی چاہے] یا انت طالق ماشئت [تمکو طلاق ہے جتنی چاہے] تو جتنی طلاق دینا چاہے تو دے سکتی ہے۔

ترجمه: ۷ اس لئے کہ یہ دونوں حروف عدد کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور شوہر نے اس کی طرف سونپا کہ جتنی عدد چاہو طلاق دو [اس لئے جتنی چاہے طلاق دے سکتی ہے]

تشریح: کم: عموم عدد کے لئے آتا ہے، اس کا معنی ہے جتنا، اور ,ما،: عدد کے لئے بھی آتا ہے اور اوقات کے لئے بھی آتا ہے ، لیکن یہاں اختیار مجلس کے ساتھ خاص ہے جس سے معلوم ہوا کہ ,ما، عموم اوقات کے لئے نہیں ہے، بلکہ عموم عدد کے لئے ہے، یعنی جتنی چاہو، تشریح مسئلہ۔ شوہر نے کہا انت طالق کم شئت [تم کو طلاق ہے جتنی چاہو] یا کہا ,انت طلاقما شئت [تم کو طلاق ہے جتنی چاہو۔ تو عورت ایک طلاق، دو طلاق، یا تین طلاق اپنے آپ کو دے سکتی۔ اس لئے یہ دونوں حروف عدد کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس لئے تین طلاق جو آخری ہے وہاں تک دے سکتی ہے اور اگر عورت نے کچھ واقع نہیں کیا تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس

(۱۸٦۷) فان قامت من مجلس بطل وان ردّت الامر کان ردا﴾ لـ لان ھٰذا امر واحد وھو خطاب فی الحال فیقتضی الجواب فی الحال(۱۸٦۸) وان قال لھا طلقی نفسک من ثلث ما شئتِ فلھا ان تطلق نفسھا واحدة او ثنتین ولا تطلق ثلثا﴾ لـ عند ابی حنیفةؒ

میں عورت اصل طلاق کی بھی مالک ہوتی ہے۔

ترجمہ: (۱۸٦۷) پس اگر مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اختیار باطل ہو جائے گا، اور اگر اختیار کو رد کر دیا تو رد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ ایک امر واحد ہے، اور وہ فی الحال خطاب ہے اس لئے اسی وقت جواب چاہئے۔

تشریح: اس میں دو حکم بیان کئے گئے ہیں [۱] ایک یہ کہ یہ اختیار مجلس تک ہی رہے گا، کیونکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو عموم اوقات پر دلالت کرتا ہو، کیونکہ ,کم ,تو صرف عموم عدد پر دلالت کرتا ہے، اور شئت ، کے ذریعہ جو خطاب ہے یہ فی الحال ہے اس لئے جواب بھی فی الحال چاہے، مجلس کے بعد نہیں، چنانچہ اگر مجلس سے کھڑی ہوگئی تو اب طلاق دینے کا اختیار نہیں رہے گا [۲] اور دوسرا حکم یہ ہے کہ عورت اختیار کو رد کر دے تو اختیار رد ہو جائے گا، کیونکہ اس میں ایک مرتبہ اختیار دیا گیا ہے، کلما کی طرح بار بار اختیار نہیں ہے، یا متی کی طرح ہر وقت اختیار نہیں ہے، اس لئے رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔

لغت: امر واحد: کا ترجمہ ہے ایک مرتبہ اختیار ملا ہے، کلما کی طرح بار بار، یا متی کی طرح ہر وقت اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۸٦۸) اگر عورت سے کہا طلقی نفسک من ثلث ماشئت ، [تم طلاق دے دو تین میں سے جتنی چاہو] تو اس کے لئے جائز ہے کہ ایک یا دو طلاق دے۔

ترجمہ: لـ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

لغت: من: کا [۱] ایک معنی تمیز کا ہے، یعنی کیا چیز ہے اس کو بیان کیا جائے۔ جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ یہاں من تمیز کے لئے ہے [۲] تبیین، من کے ذریعہ بیان کیا جائے کہ وہ کیا چیز ہے۔ [۳] تبعیض؛ من کے ذریعہ یہ بیان کیا جائے کہ اس میں بعض چیز ہے اور بعض چیز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہاں من تبعیض کے لئے ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک تمیز کے لئے ہے۔

تشریح: شوہر نے طلقی نفسک من ثلاث ماشئت ، [تین میں سے جتنی چاہے طلاق دیدو] کہا تو امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ من ثلاث کی وجہ سے تین طلاق نہیں دے سکتی، بلکہ تین سے کم ایک یا دو طلاقیں دے سکتی ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں دو حروف ہیں [۱] ایک ما [۲] اور دوسرا من۔ ,ما، عام ہے جس سے ساری طلاقیں دے سکتی ہے، لیکن اس عبارت میں ,من ثلاث ، ہے جو بعض بیان کرنے کے لئے ہے، اس لئے دونوں کو ملانے سے مطلب یہ ہوگا کہ تین میں سے کم طلاق دے سکتی ہے۔ اس لئے تین طلاق کا مالک نہیں ہوگی، تین سے کم ایک یا دو طلاقیں دے سکتی ہے۔

۲؎ و قالا تطلق ثلثا ان شائت لان كلمة ما محكمة في التعميم و كلمة مِن قد تستعمل للتمييز فيُحمل على تمييز الجنس كما اذا قال كُل من طعامي ماشئت او طلق مَن شاء ت ۳؎ ولابي حنيفةؒ ان كلمة مِن حقيقة للتبعيض و ما للتعميم فيعمل بهما ۴؎ وفيما استشهدا به تُرِكَ التبعيض لدلالة اظهار السماحة

ترجمه : ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر چاہے تو تین طلاقیں دے سکتی ہے، اس لئے کہ کلمہ ,ما، عموم کے لئے ہے، اور ,من، کبھی تمییز کے لئے آتا ہے اس لئے جنس کے تمیز پر حمل کیا جائے گا، جیسے کہ کہا , کل من طعامی ماشئت [میرے کھانے میں سے جتنا چاہو کھاؤ، یا طلق من نسائی من شائت [میری عورت میں سے جو چاہے اس کو طلاق دو [تو سب کھانا کھا سکتا ہے اور سب عورت چاہے تو سب کو طلاق دے سکتا ہے۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ شوہر کے قول ,طلقی نفسک من ثلاث ماشئت ، سے تینوں طلاقیں دے سکتی ہے ،اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں ,ما، کا حرف عام ہے جو اس کا محکم معنی ہے، جس سے تمام طلاقیں دے سکتی ہے، اور اس میں ,من، ہے جو تبعیض کے لئے آتا ہے، لیکن اس کا دوسرا معنی تمییز ہے جسکو وضاحت کرنا کہتے ہیں یہاں یہی معنی لے لیا جائے تو ما اپنے عمومی معنی پر باقی رہے گا، اور عورت تین طلاق کا مالک رہے گی۔ اس کی دو مثالیں ہیں [۱] کسی نے کہا کل من طعامی ماشئت ، [میرے کھانے میں سے جتنا چاہو کھاؤ] یہاں ,ما، عام اور سب کے معنی میں ہے، اور ,من، تبعیض کے لئے نہیں ہے ورنہ معنی ہوتا کہ میرے کھانے میں سے کچھ کھاؤ، بلکہ تمییز کے لئے ہے یعنی کھانا کھاؤ، اور عبارت کا معنی ہوگا کہ چاہو تو سب کھانا کھا جاؤ۔ [۲] دوسری مثال ہے ,طلق من نسائی من شائت ، [میری بیویوں میں سے جو چاہے سب کو طلاق دے دو] یہاں ,من، کا معنی ہے جو چاہے اس لئے وہ عام ہے ،اور ,من، تبعیض کے لئے ہوتا تو ترجمہ ہوتا میری بعض عورت کو طلاق دو، لیکن تمیز کے لئے ہے اس لئے ترجمہ ہے کہ جتنی چاہے سبکو طلاق دے دو، اسی طرح طلقی نفسک من ثلاث ماشئت میں من تمیز کے لئے قرار دیا جائے تا کہ عورت تین طلاق کا مالک بنے۔

ترجمه : ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ ,من، حقیقت میں تبعیض کے لئے ہے، اور ,ما، تعمیم کے لئے ہے اس لئے دونوں پر عمل کیا جائے گا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ من، کا حقیقی معنی تبعیض کا ہے اگر مجازی معنی تمیز کا بھی ہے اس لئے اس کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا، اور ,ما، کا معنی عموم کا ہے اس لئے دونوں پر عمل اس طرح ہوگا کہ عورت تین طلاق کا مالک نہ بنے اس سے کم کا مالک بنے۔

ترجمه: ۴؎ اور جن مثالوں سے دلیل پکڑی گئی ان میں ,من، کو تبعیض کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے فراخ دلی کو ظاہر کرنے کے لئے۔

۵؎ اولعموم الصفة وھی المشیة حتٰی لوقال من شئت کان علی الخلاف

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، کہ کل من طعامی ماشئت ، میں کہنے والا اپنی سخاوت اور فراخ دلی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اس لئے من کو تبعیض کے لئے لیکر یوں کہیں کہ بعض کھانا کھاؤ تو یہ بخیلی ہو جائے گی اس لئے فراخ دلی کے قرینے کی وجہ سے وہاں من کو تمیز کے لئے لیا گیا ہے، سماحۃ : فراخ دلی۔

ترجمہ: ۵؎ یا صفت کے عموم کے لئے ہے اور وہ مشیت ہے، یہاں تک کہ اگر طلق من نسائی من شئتَ ، کہے تو اسی اختلاف پر ہوگا۔

لغت: من ،نکرہ ہے اور شائت اس کی صفت ہے جو عام ہے، تو یہاں دو عام مل گئے ،نکرہ بھی عام اور شائت بھی صفت عام اس لئے مکمل عام ہوگا اس لئے یہاں من تبعیض کے لئے نہیں ہوسکتا تمیز کے لئے ہی ہوگا۔

تشریح : یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے کہ طلق من نسائی من شائت ، میں شائت صفت عام ہے اور من نکرہ کی صفت ہے اس لئے دو عموم جمع ہو گئے اس لئے مکمل عموم ہوگا ، یہ قرینہ ہے کہ من تبعیض کے لئے یہاں استعمال نہیں ہوسکتا ، چنانچہ اگر عبارت یوں ہوتی طلق من نسائی من شئتَ ، [میری بیوی میں سے آپ جسکو چاہیں طلاق دے دیں] اس صورت میں شئتَ صفت عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے اور من نکرہ کی صفت ہے اس لئے اس صورت میں من ، ہمارے یہاں تبعیض کے لئے ہو جائے گا ، اور صاحبین کے نزدیک تمیز کے لئے ہوگا۔

﴿باب الایمان فی الطلاق﴾

(۱۸۶۹) واذا اضاف الطلاق الی النکاح وقع عقیب النکاح مثل ان یقول لامرأة ان تزوجتک فانتِ طالق او کلُّ امرأة اتزوجها فھی طالق ﴾

﴿باب الایمان فی الطلاق﴾

ضروری نوٹ : یمین: کا ترجمہ ہے دائیں ہاتھ، قوت، قسم، یہاں قسم مراد ہے۔اس باب میں ایک تو یہ بیان کریں گے کہ طلاق کو نکاح کی شرط پر معلق کردے، مثلا یہ کہے کہ اگر میں نے زبیدہ سے نکاح کیا تو اس کو طلاق، تو جب نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، اور دوسری بات یہ ذکر کریں گے کہ کسی شرط پر طلاق کو معلق کردے، مثلا اگر کوئی کہے کہ میری بیوی گھر سے نکلی تو اس کو طلاق، تو اگر وہ گھر سے نکلی تو اس کو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔ اس کے لئے دلیل یہ اثر ہے۔**ان رجلا اتی عمر بن الخطاب فقال کل امرأة اتزوجھا فھی طالق ثلاثا فقال له عمر فھو کما قلت** (مصنف عبدالرزاق، باب الطلاق قبل النکاح، ج سادس، ص ۳۲۵، نمبر ۱۱۵۱۸ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۶ من کان یوقعه علیه ویلزمه الطلاق اذا وقت، ج رابع، ص ۶۶، نمبر ۱۷۸۳۲ کتاب الاثار لامام محمد، باب من قال ان تزوجت فلانۃ فھی طالق، ص ۱۱۰، نمبر ۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح پر طلاق کو معلق کرے تو شرط پانے پر طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ : (۱۸۶۹) اگر طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق واقع ہوگی نکاح کے بعد۔مثلا کسی عورت سے یوں کہے اگر میں نے شادی کی تو تجھ کو طلاق ہے۔یا ہر وہ عورت جس سے شادی کروں اس کو طلاق ہے۔

تشریح : ایک تو صورت یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو اس سے طلاق نہیں ہوگی۔مثلا اجنبیہ سے کہے کہ تجھ کو طلاق۔پھر دو دن بعد اس سے شادی کرے تو اجنبیہ کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔کیونکہ حدیث میں اس طلاق کو کالعدم قرار دیا ہے۔لیکن نکاح کی شرط پر طلاق معلق کرے تو حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔مثلا اجنبیہ سے کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم کو طلاق ہے، تو یہاں نکاح کی شرط پر طلاق کو معلق کیا اس لئے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، یا یوں کہے کہ، ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے تو جس عورت سے بھی نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ:(۱) ابھی اجنبی ہونے کی حالت میں طلاق نہیں دینا ہے بلکہ بیوی ہونے کی شرط پر طلاق دیا ہے۔اور جزا پانے پر طلاق کا انعقاد جائز ہے (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**ان رجلا اتی عمر بن الخطاب فقال کل امرأة اتزوجھا فھی طالق ثلاثا فقال له عمر فھو کما قلت**. (مصنف عبدالرزاق، باب الطلاق قبل النکاح، ج سادس، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۱۸) (۳) **سالت ابراھیم و الشعبی عن الطلاق قبل النکاح ....فسأل عن ذالک ابن مسعود فقال بانت منک فاخطبھا الی**

ل وقال الشافعیؒ لا یقع لقوله علیه السلام لا طلاق قبل النکاح

نفسها (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۱۴) اس اثر میں بھی ہے کہ نکاح سے پہلے شرط کر کے طلاق دی تو شرط پانے کے بعد طلاق ہوگی۔ (۴) عن ابراهیم قال اذا وقت امرأة او قبیلة جاز، واذا عم کل امرأة فلیس بشیء (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۱۵ رمصنف ابن ابی شیبة، ۱۶ من کان یوقعه علیه ویلزمه الطلاق اذا وقت، ج رابع، ص ۶۶، نمبر ۱۷۸۳۲ رکتاب الآثار لامام محمد، باب من قال ان تزوجت فلانة فهی طالق، ص ۱۱۰، نمبر ۵۰۸) اس اثر میں ہے کہ عام کر کے شرط لگائی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر خاص عورت کے ساتھ شرط لگائی تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

ترجمہ : ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ، نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لئے نکاح کی شرط پر طلاق دے تب بھی شرط پائے جانے پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن علی ابن ابی طالب عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح۔ (ابن ماجہ شریف، باب لا طلاق قبل النکاح، ص ۲۹۳، نمبر ۲۰۴۹) اس حدیث میں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ (۲) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ یایها الذین آمنو اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها فمتعوهن و سرحوهن سراحا جمیلا۔ (آیت ۴۹، سورة الاحزاب ۳۳) اس آیت میں ہے کہ نکاح کرو پھر طلاق دو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے، چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ و قال ابن عباس جعل الله الطلاق بعد النکاح و یروی فی ذالک عن علیؓ و سعید بن المسیب ... انها لا تطلق۔ (بخاری شریف، باب لا طلاق قبل النکاح، ص ۹۴۱، تقریبی نمبر ۵۲۶۸) اس اثر میں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوگی، چاہے نکاح کی شرط پر طلاق دی ہو۔ (۳) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک و لا عتق الا فیما تملک، و لا بیع الا فیما تملک . زاد ابن الصباح و لا وفاء نذر الا فیما تملک۔ (ابو داؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۰ رترمذی شریف، باب ما جاء لا طلاق قبل النکاح، ص ۲۲۳، نمبر ۱۱۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ (۴) اس اثر میں اس کی صراحت ہے۔ عن ابن عباس قال سأله مروان عن نسیب له وقت امراة ان تزوجها فهی طالق ؟ فقال ابن عباس لا طلاق حتی تنکح و لا عتق حتی تملک۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس، ص ۳۲۱ نمبر ۱۱۴۹۳) اس اثر میں ہے کہ شرط پر بھی نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوگی۔

۲ ولنا ان هذاتصرف يمين لوجودالشرط والجزاء فلا يشترط لصحته قيام الملك فى الحال لان الوقوع عند الشرط والملك متيقن به عنده ۳ وقبل ذالك اثره المنع وهو قائم بالمتصرف ۴ والحديث محمول على نفى التنجيز والحملُ ماثور عن السلف كالشعبى والزهرى وغيرهما

ترجمه : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ قسم کا تصرف ہے شرط، اور جزا پائے جانے کے بعد اس لئے اس کے صحیح ہونے کے لئے فی الحال ملک کے قائم ہونے کی شرط نہیں لگائی جا سکتی، اس لئے کہ طلاق واقع ہونا شرط کے وقت ہے، اور ملک اس وقت یقینی ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ قسم کا تصرف کرنا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط کے بولتے وقت نکاح کا ہونا ضروری نہیں ہے البتہ جس وقت طلاق ہو رہی ہے اس وقت نکاح ہونا ضروری ہے، اور چونکہ نکاح کی شرط پر طلاق دیا ہے اس لئے طلاق کے وقت یقیناً نکاح ہوگا، اس لئے اس وقت طلاق ہونے میں حدیث کی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ نکاح نہ ہو تو طلاق نہیں دے سکتے، یہاں تو نکاح کے وقت طلاق واقع ہو رہی ہے۔

ترجمه: ۳ اور شرط پائے جانے سے پہلے قسم کا اثر یہ ہے کہ مشروط سے بچے اور مشروط سے بچنا متصرف کے ساتھ قائم ہے۔

تشریح : شرط کے پائے جانے سے پہلے قسم کا اثر یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جس چیز کی قسم کھائی ہے اس سے بچتا رہے، اور یہ بچنا قسم کھانے والے کا کام ہے، طلاق واقع ہونے کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ترجمه: ۴ حدیث جلدی کے نفی پر محمول ہے چنانچہ یہ حمل سلف سے منقول ہے جیسے حضرت شعبی، حضرت زہریؒ۔

تشریح :امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی اس کا جواب ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ابھی کوئی طلاق دینا چاہے تو طلاق نہیں ہوگی، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد اور نکاح ہو جانے کے بعد بھی طلاق نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت شعبیؒ اور حضرت زہریؒ سے حدیث کی یہی تاویل منقول ہے۔ حضرت شعبی کا اثر یہ ہے۔ **عن الشعبى انه سئل عن رجل قال لامراته كل امراة تزوجتها عليك فهى طالق قال فكل امراة يتزوجها عليها فهى طالق** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۶ من كان يوقعہ عليہ ويلزمہ الطلاق اذا وقت، ج رابع، ص ٦٦، نمبر ١٧٨٣٢) اثر میں حضرت شعبیؒ سے منقول ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔ حضرت زہریؒ کا اثر یہ ہے۔ **عن الزهرى فى رجل قال : كل امرأة اتزوجها فهى طالق ، و كل امة اشتريها فهى حرة قال كما قال، قال معمر فقلت او ليس قد جاء عن بعضهم انه قال : لا طلاق قبل النكاح ، و لا عتاقة الا بعد الملك ؟ قال انما ذالك ان يقول الرجل : امرأة فلان طالق و عبد فلان حر** . (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النكاح ج سادس، ص ٣٢٥ نمبر ١١٥١٩) اس اثر میں زہریؒ سے منقول ہے کہ دوسرے کی بیوی کو اس سے نکاح کرنے سے پہلے طلاق جائز نہیں ہے۔

(۱۸۷۰)واذا اضافه الیٰ شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلتِ الدار فانت طالق﴿ ۱ وهذا بالاتفاق لان الملک قائم فی الحال و الظاهر بقائه الیٰ وقت وجود الشرط فیصح یمیناً او ایقاعاً

ترجمه : (۱۸۷۰) اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا تو واقع ہوگی شرط کے بعد مثلا بیوی سے یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔

تشریح: طلاق کو شرط پر معلق کرتے وقت بیوی ہواور اس کو کہے کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔ یا فلاں شرط پائی جائے تو تم کو طلاق ہے، تو شرط پائی جائے گی تو طلاق واقع ہوگی۔

وجه : (۱) معلق کرتے وقت ملک ہے اجنبیہ نہیں ہے اس لئے معلق کرنا جائز ہوگا اور شرط پانے پر جب طلاق واقع ہوگی اس وقت بھی ملک ہے اس لئے یہ مسئلہ بالاتفاق ہے۔(۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال ... زاد ابن الصباح ولا وفاء نذر الا فیما تملک. (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نکاح کی ملکیت ہو تو نذر یا شرط پوری کی جا سکتی ہے (۳) اثر میں ہے۔عن الحسن قال اذا قال انت طالق اذا کان کذا و کذا الامر لا یدری ایکون ام لا،فلیس بطلاق حتی یکون ذلک ،وله ان یطأها فیما بین ذلک وان مات قبل ما اجل توارثا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل، ج سادس، ص ۳۰۱، نمبر ۱۱۳۵۹ ر مصنف ابن ابی شیبة ، ۹ فی الرجل یقول لامرأته ان دخلت ھذہ الدار فانت طالق فتدخل ولا یعلم ، ج رابع ، ص ۶۱، نمبر ۱۸۱۷۷ رسنن للبیهقی ، باب الطلاق بالوقت والفعل، ج سابع ، ص ۵۸۳، نمبر ۱۵۰۹۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرط پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی۔(۴) سئل عطاء عن رجل قال لامراته انت طالق اذا ولدت أیصیبها بین ذالک ؟قال نعم و لا تطلق حتی یأتی الاجل ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل، ج سادس، ص ۳۰۰، نمبر ۱۱۳۵۲) اس اثر میں ہے کہ شرط پائے جانے پر طلاق واقع ہوگی۔

ترجمه : ۱ یہ مسئلہ بالاتفاق ہے اس لئے کہ فی الحال ملک قائم ہے اور ظاہر ہے کہ شرط پائے جاتے وقت تک ملک موجود رہے گی اس لئے اس لئے شرط لگانے کے اعتبار سے اور واقع کرنے کے اعتبار سے صحیح ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ بالاتفاق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت شرط لگا رہا ہے اس وقت حالف کی ملکیت قائم ہے یعنی نکاح موجود ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ شرط پائے جاتے وقت تک یہ ملکیت رہے گی اس لئے طلاق بھی ملکیت کے وقت ہوگی اس لئے بالاتفاق جائز ہے۔

(۱۸۷۱)ولا تصح اضافة الطلاق الا ان یکون الحالف مالکا او یضیف الیٰ ملک ﴾ ۱؎ لان الجزاء لا بد ان یکون ظاھر الیکون مخیفافیتحقق معنی الیمین وھو القوة والظھورُباحد ھٰذین ۲؎ والاضافة الیٰ سبب الملک بمنزلةالاضافة الیه لانه ظاھر عندسببه

لغت : یمینا: شرط لگاتے وقت۔ایقاعا: طلاق واقع ہوتے وقت، نکاح موجود ہے۔

ترجمہ: (۱۸۷۱) اورنہیں صحیح ہے طلاق کومنسوب کرنا مگر یہ کہ قسم کھانے والا مالک ہو یا اس کو اپنی ملک کی طرف منسوب کرے۔

تشریح: اس عبارت میں شرط معلق کرنے کے لئے دو قاعدہ بیان فرما رہے ہیں[۱] ایک یہ کہ جس وقت شرط لگا رہا ہو اس وقت حالف کی ملکیت ہو، تب شرط لگانا صحیح ہوگا۔[۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی ملکیت کی طرف منسوب کر کے شرط لگائے، مثلا کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم کو طلاق، تب شرط لگانا صحیح ہوگا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو شرط لگانا درست نہیں ہوگا اور نہ طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: (۱) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک ولا عتق الا فیما تملک، ولا بیع الا فیما تملک . زاد ابن الصباح ولا وفاء نذر الا فیما تملک ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۰ / ترمذی شریف، باب ما جاء لا طلاق قبل النکاح، ص ۲۲۳، نمبر ۱۱۸۱) اس حدیث میں ہے کہ ملکیت ہو تب ہی طلاق واقع ہوگی، یا پھر ملکیت کی طرف منسوب کرے تب طلاق واقع ہوگی۔(۲) دلیل عقلی یہ ہے کہ یمین کے معنی دائیں ہاتھ کے ہیں، اور قوت کے ہیں، اور قسم کھانے کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کو خوف دلایا جائے، اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ آدمی اس کی ملکیت میں ہو، یا اپنی ملکیت کی طرف منسوب کرے، اس لئے شرط کی طرف طلاق کی نسبت یا ملکیت میں ہوگی، یا ملکیت کی طرف منسوب کرنے میں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جزا ضروری ہے کہ وہ ظاہر ہو تا کہ وہ ڈرانے والا ہو اور قسم کا معنی متحقق ہو اور وہ ہے قوت، اور قوت کا ظاہر ہونا ان دو میں سے ایک طریقے پر ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ، یمین کا معنی قوت کے ہیں، اور قسم کھانے کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب جزا کے واقع ہونے سے ڈرے، اور قوت دو طریقوں سے ظاہر ہو سکتی ہے [۱] یا تو مخاطب ملکیت میں ہو [نکاح میں ہو][۲] یا ملکیت کی طرف منسوب کر دیا جائے، تا کہ جب جزا واقع ہو تو مخاطب ملکیت میں ہو اور اس جزا کے واقع ہونے سے ڈر لگے۔

لغت: حالفا: قسم کھانے والا۔مخیفا: خوف سے مشتق ہے، ڈرانے والا۔یمین: دائیں ہاتھ، قوت، قسم، یہاں قسم مراد ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور طلاق کو ملک کے سبب کی طرف نسبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے کہ ملک کی طرف نسبت کرنا اس لئے کہ ملک سبب ملک کے وقت ظاہر ہوگی۔

(۱۸۷۲)فان قال لاجنبیة ان دخلتِ الدار فانت طالق ثم تزوّجها فدخلت الدار لم تطلق﴾ لے لان الحالف لیس بمالک وما اضافه الی الملک وسببه ولابدمن واحد منهما

تشریح: حدیث میں ہے کہ ملک ہوتب طلاق واقع ہوگی،تو سبب ملک کی طرف منسوب کرنے سے کیسے طلاق واقع ہوگی؟اس کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔کہ سبب ملک [یعنی اگر میں تم سے نکاح کروں تو طلاق] کی طرف منسوب کرنا ایسا ہے جیسے ملک کی طرف منسوب کرنا،کیونکہ طلاق جو واقع ہوگی وہ نکاح سے پہلے نہیں ہوگی،بلکہ نکاح کے بعد واقع ہوگی۔اس لئے عورت نکاح میں ہو تب طلاق کی شرط لگائے یا نکاح کرنے پر طلاق کی شرط لگائے،دونوں ایک ہی درجے میں ہے۔

لغت: ملک:ابھی نکاح موجود ہو اس کو ملک کہتے ہیں۔سبب ملک:ابھی تو نکاح نہ ہو لیکن یوں کہے کہ اگر میں نکاح کروں تو طلاق ہے،تو یہاں ابھی ملک نہیں ہے،لیکن نکاح کرنا ملک کا سبب ہے اس کی طرف طلاق کو منسوب کیا،اس کو سبب ملک کی طرف طلاق کو منسوب کرنا،کہتے ہیں۔ **لانه ظاهر عند سببه** :اس عبارت کی ضمیر اس طرح لوٹے گی،**لان المک ظاهر عند سبب المک** ۔اس لئے کہ طلاق ظاہر ہوگی یعنی واقع ہوگی،طلاق کے سبب پائے جاتے وقت،یعنی نکاح کے پائے جاتے وقت۔اور چونکہ طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی اس لئے ملک اور سبب ملک ایک ہی درجے میں ہوئے۔

ترجمه: (۱۸۷۲) پس اگر اجنبیہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔پھر اس سے شادی کی پھر گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہیں ہوگی۔

ترجمه: لے اس لئے کہ قسم کھانے والا نہ عورت کا مالک ہے اور نہ ملک کی طرف نسبت کی ہے،اور نہ ملک کے سبب کی طرف نسبت کی ہے،حالانکہ دونوں میں سے ایک ضروری ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ اوپر کے قاعدے پر متفرع ہے،کہ اگر بیوی بھی نہ ہو اور نہ شادی کی طرف منسوب کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔چنانچہ اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے۔اس کے بعد اس سے شادی کی۔اور شادی کے بعد وہ اس گھر میں داخل ہوئی پھر بھی پچھلے قول کی وجہ سے اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجه: (۱) کیونکہ شرط پر معلق کرتے وقت نہ بیوی تھی اور نہ بیوی ہونے پر معلق کیا تھا(۲) حدیث گزر گئی۔**عن علی ابن ابی طالب عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح** ۔(ابن ماجہ شریف،باب لا طلاق قبل النکاح،ص۲۹۳،نمبر۲۰۴۹)اس حدیث میں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے،اور یہاں نہ نکاح ہے اور نہ سبب نکاح کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۱۸۷۳) والفاظ الشرط اِن و اذا و اذا ما و کل و کلما و متی و متی ما ﴾ ۱؎ لان الشرط مشتق من العلامة وھذہ مما یلیھا افعال فتکون علاماتٍ علی الحنث ۲؎ ثم کلمة ان صرف للشرط لانه فیھا معنی الوقت وماوراء ملحق بھا

ترجمہ : (۱۸۷۳) عربی میں یہ الفاظ شرط کے ہیں۔ان اور اذا اور اذاما اور کل اور کلما اورمتی اور متی ما.

تشریح : عربی میں یہ الفاظ شرط کے ہیں۔ان سے شرط کا انعقاد ہوتا ہے۔ان میں سے اذا،اوراذا ما،متی،اورمتی ما،وقت کے لئے بھی آتے ہیں،جس کا تذکرہ پہلے گزر گیا۔

وجہ (۱) آیت میں ہے۔وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا (آیت ۳۴،سورۃ ابراہیم ۱۴)اس آیت میں ان شرط کے معنی میں ہے۔(۲)اذا کے بارے میں یہ آیت ہے۔اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن(آیت ۱،سورۃ الطلاق ۶۵)۔(۳) کلما نضجت جلودھم بدلنا ھم جلودا غیرھا (آیت ۵۶ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں کلما شرط کے معنی میں ہے اور تکرار کے لئے آیا ہے۔اسی پر باقی حروف کو قیاس کرلیں۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ شرط علامت سے مشتق ہے،اور یہ الفاظ ان میں سے ہیں جنکے ساتھ افعال متصل ہوتے ہیں اس لئے وہ حانث ہونے پر علامت ہیں۔

تشریح : صاحب ہدایہ لفظی تحقیق فرمارہے ہیں۔کہ شرط علامت سے مشتق ہے اور یہ حروف جس فعل سے پہلے آتے ہیں،یا جس فعل سے متصل ہوتے ہیں اس فعل کے لئے علامت ہوتی ہے کہ شرط لگنے کے بعد ہوسکتا ہو کہ حانث ہو جائے،تو شرط چونکہ کبھی حانث ہونے کی علامت ہے اس لئے ان حروف کا نام حروف شرط رکھ دیا۔

لغت :شرط علامت سے مشتق نہیں ہے بلکہ شرط کے دو معانی ہیں[۱] ایک ہے شرط لگانا[۲] دوسرا معنی ہے علامت،چنانچہ قرآن میں اشراط علامت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔فھل ینظرون الا الساعة أن تأتیھم بغتة فقد جآء اشراطھا ۔(آیت ۱۸،سورۃ محمد ۴۷)اس آیت میں اشراط علامات قیامت کے معنی میں ہے۔

ترجمہ : ۲؎ کلمہ ان صرف شرط کے لئے ہے اس لئے کہ اس میں وقت کا معنی نہیں ہے اور حروف ان کے علاوہ ہیں وہ ان کے ساتھ ملحق ہیں۔

تشریح : ان حروف شرط میں سے ان،صرف شرط کے لئے آتا ہے،اورشرط کے لئے اصل ہے،باقی جتنے حروف شرط ہیں وہ شرط کے لئے بھی آتے ہیں اور وقت کے لئے بھی آتے ہیں۔لیکن چونکہ شرط کے لئے بھی آتے ہیں اس لئے ان کو ان،کے ساتھ ملا لیا گیا۔

۳؎ وكلمة كلّ ليس شرطا حقيقة لان ما يليها اسم والشرط ما يتعلق به الجزاء والاجزية تتعلق بالافعال الا انه الحقت بالشرط لتعلق الفعل بالاسم الذى يليها مثل قولك كل عبد اشتريته فهو حر (۱۸۷۴) قال ففى هذه الالفاظ اذا وجد الشرط انحلّت وانتهت اليمين ﴾ ۱؎ لانها غير مقتضية للعموم والتكرار لغةً فبوجود الفعل مرة يتم الشرط ولابقاء اليمين بدونه (۱۸۷۵) الا فى كلما﴾

ترجمه: ۳؎ اور کلمہ کل، حقیقت میں شرط کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ جو اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے وہ اسم ہے، اور شرط کے ساتھ جزا متعلق ہوتی ہے اور جزا کا تعلق فعل سے ہے، لیکن پھر بھی شرط کے ساتھ لاحق کر دیا گیا اس لئے کہ فعل متعلق ہوتا ہے اس اسم کے ساتھ جس کے ساتھ کل متصل ہوتا ہے، [اس لئے کل کو شرط کے معنی میں رکھ لیا گیا] مثلا آپ کا قول: كل عبد اشتريته فهو حر [جتنے غلام کو آپ خریدیں گے وہ آزاد ہیں۔

تشریح: کلمہ کل، حقیقت میں شرط کے لئے نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرط کے لئے جزا ہونا ضروری ہے، اور جزا فعل ہوتا ہے اسم نہیں ہوسکتا، اور کل، اسم پر داخل ہوتا ہے، فعل پر داخل نہیں ہوتا اس لئے کل، شرط کے لئے نہیں ہونا چاہئے، لیکن پھر بھی اس کو شرط میں اس لئے داخل کر لیا گیا کہ کل، جس اسم پر داخل ہوتا ہے وہ اسم فعل پر داخل ہوتا ہے، تو گویا کہ کل، بھی بالواسطہ فعل پر داخل ہوا اس لئے جہاں شرط کا قرینہ پایا گیا وہاں اس کو شرط کے معنی میں داخل کر لیا گیا۔ اسکی مثال ہے۔ كل عبد اشتريته فهو حر، [ہر وہ غلام جس کو آپ خریدیں گے وہ آزاد ہے] یہاں کل، عبد اسم پر داخل ہے، اور عبد اسم اشتریت، فعل پر داخل ہے۔ تو چونکہ کل عبد کے واسطے سے اشتریتُ فعل پر داخل ہوا اس لئے کل شرط کے معنی میں ہوگیا۔

ترجمه: (۱۸۷۴) پس ان الفاظ میں اگر شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی قسم ختم ہو جائے گی۔ [اور طلاق واقع ہو جائے گی]۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ یہ الفاظ لغت کے اعتبار سے عموم کا اور تکرار کا تقاضا نہیں کرتے، اس لئے ایک مرتبہ فعل پائے جانے کی وجہ سے شرط پوری ہوگئی اور شرط کے بغیر قسم باقی نہیں رہتی۔

تشریح: کلما کے علاوہ شرط کے ان الفاظ میں ایک مرتبہ شرط پائی گئی تو ایک مرتبہ طلاق واقع ہو جائے گی اور بس، اور قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کے بعد دوبارہ شرط پائی گئی تو دوبارہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجه: اس لئے کہ لغت کے اعتبار سے ان الفاظ میں عموم کا تقاضا نہیں ہے اور نہ تکرار کا تقاضا ہے اس لئے ایک مرتبہ کام ہوگیا تو شرط پوری ہوگئی، اور قسم بھی ختم ہوگئی، کیونکہ شرط ہی باقی نہیں رہی تو قسم بھی باقی نہیں رہے گی۔

ترجمه: (۱۸۷۵) مگر لفظ کلما کہ اس میں طلاق مکرر ہوگی۔

لِ فانها کل تقتضی تعمیم الافعال قال الله تعالیٰ کلما نضجت جلودهم الآیة ومن ضرورة التعمیم التکرار (۱۸۷۶) قال فان تزوجها بعد ذالک ای بعدزوج آخر وتکرر الشرط لم یقع شئ ﴾ لِ لان باستیفاء الطلقات الثلث و المملوکات فی هذا النکاح لم یبق الجزاء وقاء الیمین به وبالشرط

ترجمہ : لِ اس لئے کہ وہ افعال کے عموم کا تقاضا کرتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا، کلما نضجت جلودهم بدلنا هم جلودا غیرها (آیت ۵۶ سورۃ النساء۴) اور تعمیم کی ضرورت میں سے تکرار ہے [اس لئے بار بار جزا واقع ہوگی]۔

تشریح : کلما میں تکرار کے معنی ہیں اس لئے ایک مرتبہ شرط پائی جائے اور ایک طلاق واقع ہو جائے اس پر بس نہیں ہوگا بلکہ تین مرتبہ شرط پائی جائے اور تین طلاق واقع ہو تب اس کا تقاضہ ختم ہوگا۔

وجہ : (۱) کلما میں تکرار کے معنی ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ کلما نضجت جلودهم بدلنا هم جلودا غیرها (آیت ۵۶ سورۃ النساء۴) اس آیت میں کلما بار بار کے لئے آیا ہے کہ جب جب جہنمیوں کی کھال پکے گی اللہ ہر بار اس کی کھال کو بدل دیں گے۔ (۲) اثر میں ہے۔ سألت الحکم وحمادا عن رجل قال لامرأته انت طالق کلما شئت قال الحکم کلما شائت فهی طالق ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۱۶ فی رجل قال لامرأته انت طالق کلما شئت، ج رابع، ص ۱۸۳، نمبر ۱۹۰۸۴) اس اثر میں ہے کہ تین طلاق تک جب چاہے گی عورت طلاق دے سکتی ہے۔ کیونکہ کلما تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

ترجمہ: (۱۸۷۶) پس اگر دوسرے شوہر کے بعد نکاح کیا اور شرط مکرر ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ : لِ اس لئے کہ اس نکاح میں تینوں مملوکہ طلاق کے وصول کرنے کے بعد جزا باقی نہیں رہی اور قسم کا باقی رہنا جزا اور شرط کے ساتھ ہے۔

تشریح: شوہر نے کلما استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد تین مرتبہ شرط پائی گئی اور تین مرتبہ عورت پر طلاق واقع ہوئی۔ اس کے بعد عورت نے دوسرے شوہر سے شادی کی پھر اس نے طلاق دی اور حلالہ کے بعد اس عورت نے پہلے شوہر سے شادی کی اور چوتھی مرتبہ شرط پائی گئی تو اب چوتھی مرتبہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ عورت کو اس نکاح میں تین طلاقوں کا مالک بنایا تھا، اور وہ اس نے وصول کرلیا اس لئے اب شرط اور جزا باقی نہیں رہی اس لئے اب قسم بھی باقی نہیں رہی، اس لئے اب چوتھی مرتبہ شرط پانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ ,کلما ، کا تقاضا ملک اول تک ہے۔ اور تین طلاق کے بعد ملک اول بالکل ختم ہوگئی اس لئے زوج ثانی کے بعد جب پہلے شوہر کے پاس آئی تو کلما کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے اب گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ملک اول تک کلما کا تقاضہ رہتا ہے اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

٢ وفیه خلاف زفرؒ وسنقرره من بعد انشاء الله تعالیٰ (۱۸۷۷) ولو دخلت علی نفس التزوج بان قال کلما تزوجت امرأة فهی طالق یحنث بکل مرة وان کان بعد زوج آخر ﴾ ١ لان انعقدها باعتبار ما یملک علیها من الطلاقٍ بالتزوج وذالک غیر محصور

لغت: وبقاء الیمین بہ، وبالشرط: اس میں ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں، کہ شرط باقی رہے اور ملک ہونے کی وجہ سے، یا اور کسی وجہ سے جزا واقع ہونے کی امید ہو تو قسم باقی رہے گی، اور اگر شرط ختم ہوگئی، یا شرط تو واقع ہوگی لیکن جزا واقع ہونا ناممکن ہو تو قسم ختم ہو جائے گی اس لئے کہ قسم باقی رہنے کا مدار شرط اور جزا پر ہے۔ مثلا کلما کے ذریعہ اس ملک میں تین طلاقیں ہوئیں، اب ملک ختم ہو جانے کے بعد طلاق واقع نہیں ہو سکتی اور جزا واقع نہیں ہو سکتی تو قسم بھی ختم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٢ اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے جسکو ان شاء اللہ بعد میں ثابت کریں گے۔

تشریح: امام زفرؒ کی رائے ہے کہ کلما کا تقاضا تکرار کا ہے اس لئے حلالہ کے بعد بھی شرط پائی جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۱۸۷۷) اگر کلما، خود تزوج، پر داخل ہو، اس طرح کہے، کلما تزوجت امرأة فھی طالق، تو ہر مرتبہ میں حانث ہو جائے گا چاہے دوسرے کے بعد ہو۔

تشریح: کلما کو نکاح پر داخل کر دیا اور یوں کہا کلما تزوجت امراة فھی طالق، [میں جب جب بھی کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے] تو جتنی مرتبہ نکاح کرے گا ہر بار طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب کسی عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور تین مرتبہ طلاق ہوئی، اس کے بعد یہ عورت حلالہ کر کے دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کیا تو اس نکاح کے بعد بھی طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نکاح پر ہی کلما داخل کیا ہے اس لئے نکاح کرتے ہی شرط پائی جائے گی، اس لئے جتنی مرتبہ نکاح کرے گا شرط کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے اسی عورت سے ہو یا دوسری عورت سے ہو۔

نوٹ: کوئی آدمی کلما کی قسم کھالے، کہ میں جب جب نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو نکاح کر کے بیوی رکھنے کا حیلہ یہ ہے کہ خود نکاح کرے اور نہ کسی کو نکاح کا وکیل بنائے، بلکہ کوئی مخلص دوست بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرا دے اور قسم کھانے والا اس کو زبان سے قبول نہ کرے، بلکہ عورت کو ہدیہ وغیرہ بھیج کر دلالت کے طور پر اس نکاح سے راضی ہو جائے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ نکاح ہو جائے گا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے خود نکاح نہیں کیا ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ قسم کا منعقد ہونا اس وجہ سے ہے کہ نکاح کرنے کی وجہ سے اس پر طلاق دینے کا مالک بن جاتا ہے، اور نکاح غیر محصور ہے [تو طلاق بھی غیر محصور ہوگی]

(۱۸۷۸) قال وزوال الملک بعد الیمین لا یبطلها ﴾ لے لانہ لم یوجد الشرط فبقی والجزاء باق لبقاء محله فبقی الیمین

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، نکاح کی شرط پر طلاق ہے، اس لئے نکاح کرنے سے قسم منعقد ہو جائے گی اور اس سے طلاق کا مالک ہو جائے گا، اور نکاح انگنت ہے اس لئے شرط پر طلاق بھی انگنت ہوگی، وہ اس ملک کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

ترجمہ:(۱۸۷۸) قسم کے بعد ملک کا زائل ہونا قسم کو باطل نہیں کرتا۔

تشریح: قسم کھانے کے بعد شرط پائے جانے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں، اور اس کے چار احکام ہیں، جسکو مصنف بیان فرما رہے ہیں۔[۱] شوہر نے کہا ان دخلت الدار فانت طالق [اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تمکو طلاق] اب بیوی رہتے ہی عورت گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ شرط پائے جاتے وقت شوہر کی ملکیت موجود تھی، یعنی وہ بیوی تھی۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر نے اس کے بعد طلاق بائنہ دیکر عورت کو الگ کر دیا، اس بائنہ کی حالت میں گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس وقت عورت نکاح میں نہیں ہے۔ البتہ قسم ختم ہو جائے گی، اب دوبارہ نکاح کرے اور عورت گھر میں داخل ہو تو اب طلاق نہیں ہو گی، کیونکہ شرط ایک مرتبہ وجود میں آکر پوری ہو چکی ہے اب شرط نہیں ہے اس لئے اب قسم بھی باقی نہیں رہے گی۔[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ جس زمانے میں عورت بائنہ تھی اس زمانے میں عورت گھر میں داخل نہیں ہوئی، دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کیا، اور بیوی ہونے کی حالت میں گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حلالہ نہیں کیا تھا نہ اس کی ضرورت پڑی تھی اس لئے ملکیت بدلی نہیں ہے، اور شرط بھی نہیں پائی گئی تھی اس لئے شرط باقی تھی، اور یہ شرط بیوی ہونے کی حالت میں وجود میں آئی ہے اس لئے طلاق واقع ہوگی۔ باقی رہا کہ درمیان میں شوہر کی بیوی نہیں رہی ہے تو اس سے قسم ختم نہیں ہو جائے گی۔

وجہ :(۱) چونکہ حلالہ نہیں ہوا ہے اس لئے کسی نہ کسی درجے میں پہلی ملکیت کا تسلسل جاری ہے (۲) شرط نہیں پائی گئی تھی یعنی گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی اس لئے شرط باقی رہی اور بیوی کی حالت میں جزا بھی واقع ہو سکتی ہے، چونکہ شرط اور جزا دونوں واقع ہو سکتی ہے اس لئے یمین بھی باقی رہے گی۔

[۴] چوتھی صورت یہ ہے کہ قسم کھانے کے بعد شوہر نے طلاق دی، عورت اس درمیان گھر میں داخل نہیں ہوئی۔ عورت نے دوسری شادی کی پھر اس سے طلاق لیکر حلالہ کرا کر پہلے شوہر سے نکاح کیا، اور اس نکاح میں گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ حلالہ کی وجہ سے پہلی ملکیت بالکل صاف ہوگئی، یہ نئی ملکیت ہے جس میں قسم نہیں کھائی ہے اس لئے اس میں گھر میں داخل ہو نے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ان چاروں صورتوں کو ذہن میں رکھیں، مصنف نے ان میں سے پہلی تین صورتوں کو بیان کیا ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ شرط نہیں پائی گئی اس لئے وہ باقی ہے اور محل کے باقی ہونے کی وجہ سے جزا بھی باقی ہے اس لئے یمین بھی

(۱۸۷۹) ان وجد الشرط فی ملکه انحلت ووقع الطلاق ﴾ ۱؎ لانه وجدالشرط فبقی والجزاء باق لبقاء محله قابل للجزاء فینزل الجزاء ولا یبقی الیمین لما قلنا (۱۸۸۰) وان وجد فی غیر الملک انحلت الیمین لوجود الشرط ولم یقع شی ﴾ ۱؎ لانعدام المحلیة (۱۸۸۱) وان اختلفا فی الشرط فالقول قول الزوج الا ان تقیم المرأة البینة﴾

باقی رہے گی۔

تشریح : قسم کھانے کے بعد شرط نہیں پائی گئی، یعنی گھر میں داخل ہونا نہیں پایا گیا، اس لئے شرط باقی ہے، اور عورت طلاق کا محل ہے اس لئے جزا بھی باقی ہے، اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ شرط اور جزا باقی ہو تو یمین بھی باقی رہتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ملکیت میں شرط پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی اور ملکیت میں شرط نہ پائی جائے، مثلا بائنہ ہونے کے بعد گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۸۷۹) پھر اگر ملک میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہوگی اور طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ شرط پائی گئی اور محل جزا کے قابل ہے اس لئے جزا اترے گی، اور اس کے بعد قسم باقی نہیں رہے گی، اس وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح : یہ پہلی شکل، یا تیسری شکل کا بیان ہے، کہ عورت بیوی رہتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ شوہر کا نکاح رہتے ہوئے گھر میں داخل ہونا پایا گیا، اور قسم بھی پوری ہو جائے گی، کیونکہ یہاں ,ان، استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ شرط پائی جائے تو قسم پوری ہو جائے۔

ترجمہ : (۱۸۸۰) اور اگر ملک کے علاوہ میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی [شرط پائے جانے کی وجہ سے] اور کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ محل نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : یہ دوسری شکل کا بیان ہے۔ شوہر نے طلاق بائنہ دے کر الگ کر دیا، اس زمانے میں عورت گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ بائنہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہونے کا محل نہیں ہے، اور قسم پوری ہو جائے گی اس لئے کہ ایک مرتبہ شرط پائی گئی، چنانچہ شادی ہونے کے بعد دوبارہ گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ ایک مرتبہ شرط پوری ہو کر قسم ختم ہو چکی ہے۔ اسی کو ,انحلت الیمین، کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۸۸۱) اگر شرط کے پانے میں دونوں اختلاف کر دے تو شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا مگر یہ کہ عورت بینہ قائم کر دے۔

ل لانہ متمسک بالاصل وھو عدم الشرط ولانہ منکر وقوع الطلاق وزوال الملک والمرأۃ تدعیہ (۱۸۸۲) فان کان الشرط لا یعلم الامن جھتھا فالقول قولھا فی حق نفسھا مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانۃ فقالت قد حضت طلقت ھی ولم تطلق فلانۃ﴾

تشریح : شرط کے پانے میں اختلاف ہو گیا۔عورت کہتی ہے کہ شرط پائی گئی اس لئے مجھے طلاق واقع ہو گئی۔اور مرد کہتا ہے کہ شرط نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں اگر کوئی بینہ نہ ہو تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ہاں اگر عورت نے بینہ اور گواہی پیش کر دی تو عورت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

وجہ: (۱)اس صورت میں عورت شرط پائے جانے اور طلاق واقع ہونے کی مدعیہ ہے۔اس لئے اس پر بینہ لازم ہے۔اور شوہر مدعی علیہ ہے اور منکر ہے۔اس لئے اگر بینہ نہ ہو تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی (۲) البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر کئی مرتبہ گزر چکا ہے (دار قطنی ،نمبر ۳۱۶۶)

ترجمہ : ل اس لئے کہ شوہر اصل کے ساتھ دلیل پکڑ رہا ہے اور وہ شرط کا نہ پایا جانا ہے،اور اس لئے کہ شوہر طلاق واقع ہونے کا،اور ملک کے زائل ہونے کا منکر ہے،اور عورت اس کا مدعیہ ہے۔[اس لئے شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

تشریح : شرط کے وجود ثابت کرنے کے لئے عورت پر گواہ کیوں ہے،اور اس کے پاس گواہ نہ ہو تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ کیوں مانی جائے گی؟اس کی دو وجہ بتا رہے ہیں[۱] شرط کا نہ پایا جانا اصل ہے، کیونکہ ابھی تک شرط نہیں پائی گئی ہے،اور شوہر یہی کہہ رہا ہے اور جو اصل کے مطابق کہتا ہے قسم کے ساتھ اس کی بات مانی جاتی ہے اس لئے عورت کے پاس گواہ نہ ہو تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔[۲] شوہر طلاق واقع ہونے کا اور ملک زائل ہونے کا منکر ہے،اور گواہ نہ ہو تو قسم کے ساتھ منکر کی بات مانی جاتی ہے اس لئے بھی شوہر کی بات مانی جائے گی۔اور عورت طلاق واقع ہونے کی مدعیہ ہے،اور اس بات کا بھی مدعیہ ہے کہ شوہر کی ملک مجھ سے زائل ہو چکی ہے،اور مدعی پر گواہ لازم ہوتا ہے اس لئے عورت پر گواہ لازم ہے۔

ترجمہ: (۱۸۸۲) اگر شرط کا علم نہیں ہو سکتا ہو مگر عورت کی جانب سے تو عورت کے قول کا اعتبار ہے اس کی ذات کے حق میں۔ مثلا یہ کہے کہ اگر تجھکو حیض آئے تو تمکو بھی طلاق اور فلاں کو بھی طلاق ،پس عورت نے کہا میں حائضہ ہوئی تو عورت کو طلاق ہوگی ، فلانہ کو طلاق نہیں ہوگی۔

تشریح : شوہر نے ایسی شرط پر طلاق معلق کی جو عورت ہی کو معلوم ہو سکتی ہو مثلا حیض آنے پر طلاق معلق کی ہو تو خود عورت کے حق میں اس کی بات مان لی جائے گی دوسرے کے حق میں نہیں۔مثلا شوہر نے کہا کہ اگر تمکو حیض آئے تو تمکو طلاق اور فلانہ کو طلاق ، اب عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی ،تو اس کہنے پر عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی ، کیونکہ اس کی ذات کے حق میں اس کی بات

ل ووقوع الطلاق استحسان والقياس ان لايقع لانه شرط فلا تصدق كما فى الدخول وجه الاستحسان انها امينة فى حق نفسها اذ لا يعلم ذالك الا من جهتها فيقبل قولها كما قيل فى حق

مانی جائز ہے کیونکہ ذات کے حق میں اس کو امین سمجھا گیا ہے، لیکن فلانہ کو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ غیر کے حق میں یہ گواہ ہے، اور متہم ہے اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

وجه: (۱) اثر میں ہے۔ عن الشعبی قالوا تجوز شهادة امرأة واحدة فيما لا يطلع عليه الرجال. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۲، ما تجوز فیہ الشہادۃ النساء، ج رابع، ص ۳۳۵، نمبر ۲۰۷۰۵ رمصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ المرأۃ فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۳۳۳، نمبر ۱۵۴۲۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہاں مرد مطلع نہیں ہو سکتے ہوں وہاں ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ (۲) آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ ولا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله فى ارحامهن. (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت کے اشارے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے بارے میں اس کی بات مانی جائے گی۔ کیونکہ قرآن نے یوں کہا کہ عورتوں کو ان کے رحموں کے بارے میں چھپانا نہیں چاہئے۔ (۳) عن حذيفة ان رسول الله ﷺ اجاز شهادة القابلة۔ (دار قطنی، کتاب الاقضیۃ والاحکام، ج رابع، ص ۱۴۹، نمبر ۴۵۱۱ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی عددھن (ای عدد النساء)، ج عاشر، ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائی کی گواہی مقبول ہے (۴) حدیث میں ہے کہ باندی نے دودھ پلانے کی گواہی دی تو اس کی وجہ سے نکاح توڑ دیا۔ حدثنى عقبة بن الحارث او سمعته منه انه تزوج ام يحيى بنت ابى اهاب قال فجاءت امة سوداء فقالت قد ارضعتكما فذكرت ذلك للنبى ﷺ فاعرض عنى قال فتنحيت فذكرت ذلك له قال وكيف وقد زعمت انها قد ارضعتكما؟ فنهاه عنها. (بخاری شریف، باب شہادۃ الاماء والعبید، ص ۳۶۳، نمبر ۲۶۵۹ رابوداؤد شریف، باب الشہادۃ علی الرضاع، ج ۲، ص ۱۵۱، نمبر ۳۶۰۳) اس حدیث میں صرف ایک باندی کی گواہی سے نکاح توڑنے کا حکم دیا کیونکہ دودھ پلانے پر جہاں مرد مطلع نہیں ہو سکتا ہو ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے (۵) گواہ متہم ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اسکے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عمر ابن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ رد شهادة الخائن و الخائنة و ذى الغمر على اخيه و رد شهادة القانع لاهل البيت و اجازها لغيرهم۔ (ابوداود شریف، باب من ترد شہادتہ، ص ۵۱۷، نمبر ۳۶۰۰) اس حدیث میں ہے کہ جسکو فطری دشمنی ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسروں پر طلاق واقع کرنے کے لئے مکمل رکن شہادت چاہئے۔

ترجمہ: ل طلاق کا واقع ہونا استحسان کا تقاضا ہے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو اس لئے کہ شرط ہے اس لئے تصدیق نہیں کی جائے گی، جیسے گھر میں داخل ہونے میں تصدیق نہیں کی جاتی ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے حق میں امینہ ہے، اس لئے کہ یہ بات اسی کی جانب سے معلوم ہو سکتی ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی، جیسے کہ عدت کے حق میں اور جماع

العدة والغشیان ۲؎ ولکنها شاهدة فی حق ضرتها بل هی متهمة فلا یقبل قولها فی حقها

(۱۸۸۳) وکذلک لو قال ان کنت تحبین ان یعذبک الله فی نار جهنم فانت طالق وعبدی حر فقالت احبه او قال ان کنت تحبینی فانت طالق وهذه معک فقالت احبک طلقت هی ولم یعتق العبد ولا تطلق صاحبتها۱؎

کے حق میں، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

تشریح: حیض کے بارے میں عورت کی بات مانی گئی اوراس پر طلاق واقع ہوئی یہ استحسان کے طور پر ہے، ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کی بات اس کی ذات کے بارے میں بھی نہ مانی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضت فانت طالق، میں حیض شرط ہے اور عورت اس کی مدعیہ ہے اور شوہر منکر ہے، اور بینہ نہ ہونے کی صورت میں منکر کے قول کا اعتبار ہے اس لئے قیاس کا تقاضا ہے کہ حیض کے بارے میں عورت کا اقرار نہ مانا جائے، جیسے وہ کہے کہ میں گھر میں داخل ہوئی تو بغیر بینہ کے اس کا اقرار نہیں مانا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی نہیں ماننا چاہئے۔ لیکن استحسان کے طور پر اس لئے مانتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے حق میں امین ہے، اور حیض آیا یا نہیں عورت ہی کی جانب سے معلوم ہوسکتا ہے اس لئے اس کی ذات کے حق میں اس کی بات مان لی جاتی ہے، جیسے عدت کے بارے میں کہے کہ میری عدت گزر گئی ہے اور گزرنے کا قرینہ بھی ہو تو اس کی بات مان لی جاتی ہے، یا شوہر کہے کہ مجھے وطی کرنا ہے اس لئے ابھی پاک ہو یا نہیں ہو تو اس بارے میں عورت کی بات مان لی جاتی ہے اسی طرح حیض کے بارے میں بھی عورت کی بات مان لی جائے گی۔ غشیان: غشی سے مشتق ہے، چھاجانا، یہاں جماع کرنا مراد ہے۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن سوکن کے حق میں گواہی ہے بلکہ متہمہ ہے اسلئے اس کا قول سوکن کے حق میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: عورت اپنے حق میں امینہ ہے لیکن دوسرے کے حق میں خاص طور پر سوتن کے حق میں وہ متہمہ ہے کہ وہ اپنے حیض کا اقرار کرکے طلاق دینا چاہتی ہے اس لئے حیض پر گواہ کے بغیر اس کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

وجہ: عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ رد شهادة الخائن و الخائنة و ذی الغمر علی اخیه و رد شهادة القانع لاهل البیت و اجازها لغیرهم ۔(ابوداود شریف، باب من ترد شهادته، ص ۵۱۷، نمبر ۳۶۰۰) اس حدیث میں ہے کہ جسکو فطری دشمنی ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۸۸۳) ایسے ہی اگر کہا ان کنت تحبین ان یعذبک اللہ فی نار جہنم فانت طالق وعبدی حر، [اگر تم کو محبت ہے کہ اللہ تمکو جہنم کی آگ میں عذاب دے تو تم کو طلاق اور میرا غلام آزاد، پس عورت نے کہا کہ میں محبت کرتی ہوں۔ یا شوہر نے کہا کہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو تمکو طلاق اور اس کو بھی [سوتن] کو بھی تمہارے ساتھ، پس عورت نے کہا میں آپ سے محبت کرتی ہوں، تو عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی، اور غلام آزاد نہیں ہوگا اور نہ اس کی سوتن کو طلاق ہوگی۔

۱ لما بينا **۲** ولا يتيقن بكذبها لانها لشدة بغضها اياه قد تحب التخليص منه بالعذاب **۳** وفي حقها ان تعلق الحكم باخبارها وان كانت كاذبة ففي حق غيرها بقي الحكم على الاصل وهي المحبة

ترجمہ: ۱ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: یہاں دو مثالیں ہیں [۱] ایک مثال ہے کہ غالب گمان ہے کہ عورت جھوٹ بول رہی ہے [۲] اور دوسری مثال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہو۔ پہلی مثال ہے کہ شوہر نے کہا کہ اگر تم اللہ تعالی کے عذاب جہنم کو پسند کرتی ہو تو تم کو طلاق اور میرا غلام آزاد، اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں اللہ کے عذاب کو پسند کرتی ہوں، تو عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اللہ کے عذاب کو پسند کرنا اگر چہ ایک مومن کی شان نہیں ہے، لیکن اپنے حق میں اس کو امینہ سمجھی گئی ہے اس لئے اس قاعدے کی وجہ سے اس کو سچ مان کر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور غلام کے حق میں یہ شاہدہ ہے اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ دوسری مثال میں ہے، کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو تم کو طلاق اور تمہاری اس سوتن کو طلاق، اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں [جو زیادہ حد تک سچ بھی ہے] اس پر عورت کو طلاق ہو جائے گی، لیکن سوتن کو طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اپنے حق میں امینہ ہے اس لئے اس کی بات مان لی گئی، اور سوتن کے حق میں شادہ ہے، بلکہ متہمہ ہے اس لئے اس کے حق اس کی بات نہیں مانی گئی۔

اصول: جواب چاہے ایک ہو لیکن اصول الگ الگ ہونے کی وجہ سے احکام الگ الگ ہو جائیں گے۔

ترجمہ: ۲ اور عورت کے جھوٹ ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ شوہر سے شدت بغض کی وجہ سے کبھی عذاب کے بدلے بھی شوہر سے چھٹکارا ہونا چاہتی ہے۔

تشریح: یہاں اشکال یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت اللہ کے عذاب کو کیسے پسند کر لے گی، اس لئے ہو سکتا ہو کہ یہ جھوٹ بول رہی ہو، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کبھی شوہر کے ظلم سے اتنا تنگ آ چکی ہوتی ہے کہ اللہ کے عذاب کے باوجود شوہر سے چھٹکارا کارا حاصل کرنا چاہتی ہے، اس لئے عورت کا جھوٹا ہونا یقینی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ حکم اس کے خبر پر تعلق رکھتا ہے چاہے وہ جھوٹی ہو، اور اس کے علاوہ کے حق میں حکم اصل پر باقی رہے گا، اور وہ ہے حقیقت میں محبت۔

تشریح: خود عورت کے حق میں یہ ہے کہ اس نے جو خبر دی اسی پر حکم کا دار مدار ہوگا، چاہے وہ جھوٹی خبر دے پھر بھی اس پر حکم لگ جائے گا، لیکن دوسرے کے حق میں اصل پر حکم باقی رہے گا، یعنی گواہی کے ذریعہ ثابت ہو کہ وہ صحیح معنی میں محبت کرتی ہے تب طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

(۱۸۸۴) **واذا قال لها اذا حضت فانت طالق فرأت الدم لم يقع الطلاق حتى يستمر ثلثة ايام** [لان ما ينقطع دونه لايكون حيضاً] **فاذا تمت ثلثة ايام حكمنا بالطلاق من حين حاضت** ﴾ ل لانه بالامتداد عرف انه من الرحم فكان حيضا من الابتداء (۱۸۸۵) **ولوقال لها اذا حضت حيضة فانت طالق لم تطلق حتى تطهر من حيضها** ﴾ ل لان الحيضة بالها ء هى الكاملة منها ولهذا حمل عليه فى حديث الاستبراء وكمالها بانتهائها وذلک بالطهر

ترجمه : (۱۸۸۴) اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق۔ پس خون دیکھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ خون تین دن تک جاری رہے [اس لئے کہ اس سے پہلے خون منقطع ہو جائے تو یہ حیض نہیں ہے]۔ پس جب تین دن پورے ہو جائیں تو ہم حکم لگائیں گے وقوع طلاق کا جس وقت سے حائضہ ہوئی ہے۔

ترجمه: ل اس لئے تین دن لمبا ہونے سے معلوم ہوا کہ خون رحم سے ہے، اس لئے حیض کا شمار ابتداء سے ہوگا۔

تشریح: شوہر نے حیض آنے پر طلاق معلق کیا۔ پس تھوڑا سا خون آیا تو معلوم نہیں ہوگا کہ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کا اس لئے تین دن تک انتظار کیا جائے گا۔ جب تین دن تک آیا تو پتہ چلا کہ یہ حیض کا خون ہے۔ اب طلاق کا حکم لگائیں گے۔ لیکن چونکہ حیض کے پہلے ہی خون پر طلاق کا مدار تھا اس لئے پہلے خون کے وقت ہی سے مطلقہ شمار ہوگی۔

وجه: (۱) طلاق حیض پر معلق کیا ہے اور حیض کا پتہ تین دن کے بعد چلے گا اس لئے تین دن تک انتظار کیا جائے گا (۲) اثر میں ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے۔ سمعت خالد بن سعدان قال اقل ما تكون حيضة المرأة ثلاثة ايام و آخرها عشرة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۸۱ ما قالوا فی الحیض ج رابع، ص ۲۰۶، نمبر ۱۹۲۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کم سے کم حیض کی مدت تین دن ہے۔

ترجمه: (۱۸۸۵) اگر عورت سے کہا اذا حضت حیضۃ فانت طالق، کہ اگر تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھے طلاق تو نہیں طلاق ہوگی یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ ,ۃ، کے ساتھ حیض وہ کامل حیض ہے، اسی لئے استبراء کی حدیث میں ایک حیض پر حمل کیا گیا ہے اور حیض کا کمال حیض کے پورے ہونے پر ہے اور پورا ہونا پاک ہونے سے ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں شوہر نے صرف حضت نہیں کہا ہے، بلکہ اذا حضتِ حیضۃ ، ,ۃ، کے ساتھ کہا ہے، جس کا مطلب ہے کہ پورا ایک حیض آ جائے تب طلاق ہے اور پورا ایک حیض اس وقت ہوگا جبکہ طہر ہو جائے اس لئے جب حیض سے پاک ہو جائے گی اس وقت طلاق واقع ہوگی۔

(۱۸۸۶) واذا قال انت طالق اذا صمت یوما طلقت حین تغیب الشمس فی الیوم الذی تصوم ﴾ ۱ لان الیوم اذا قرن بفعل ممتد یراد به بیاض النهار ۲ بخلاف ما اذا قال لها اذا صمت لانه لم یقدره بمعیار وقد وجد الصوم برکنه وشرطه

وجه : (۱) اثر میں ہے۔ عن الثوری قال فی رجل قال لامرأته اذا حضت حیضة فانت طالق او قال متی حضت فانت طالق قال اما التی قال اذا حضت فانت طالق فاذا دخلت فی الدم طلقت،واما التی قال متی حضت حیضه فحتی تغتسل من آخر حیضتها لانه لایراجعها حتی تغتسل . (مصنف عبدالرزاق، باب الطلاق الی اجل،ص۳۰۲ نمبر ۱۱۳۶۵)اس اثر میں ہے کہ ایک حیض پر طلاق معلق کیا ہو تو حیض سے پاک ہونے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔ (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی سعید الخدری و رفعه انه قال فی سبایا أوطاس لا توطأ حامل حتی تضع و لا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة (ابوداود شریف، باب فی وطء السبایا،ص۳۱۱،نمبر ۲۱۵۷)اس حدیث میں بحیضة سے ایک مکمل حیض مراد ہے۔

ترجمہ : (۱۸۸۶) اگر شوہر نے کہا انت طالق اذا صمت یوما[تم کو طلاق ہے جب ایک دن روزہ رکھا تو جس دن روزہ رکھا اس دن سورج غروب ہوتے وقت طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ یوم کو جب فعل ممتد کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے دن کی سفیدی مراد ہوتی ہے۔

تشریح : شوہر نے کہا کہ جب ایک دن روزہ رکھو تو تم کو طلاق،تو روزہ رکھنے کے دن سورج غروب ہوتے وقت طلاق واقع ہو گی۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم کے ساتھ فعل ممتد یعنی روزے کو ملایا جائے تو اس سے دن کی سفیدی مراد ہوتی ہے،یعنی پورا دن مراد لیا جاتا ہے اس لئے سورج کے غروب ہوتے وقت ایک دن پورا ہوا اس لئے غروب ہوتے وقت طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۲ بخلاف جبکہ عورت سے کہا اذا صمتِ ،اسلئے کہ کوئی معیار متعین نہیں کیا اور روزہ رکن اور شرط کے ساتھ پایا گیا۔

تشریح : اگر اذا صمت یوما نہیں کہا، بلکہ صرف اذا صمت، کہا تو اس صورت میں ایک دن روزہ رکھے تب طلاق ہو ایسا نہیں ہے بلکہ چند منٹ کے لئے روزے کی نیت سے کھانا پینا چھوڑ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اس میں یوما نہیں ہے اس لئے ایک دن پورا ہونا ضروری نہیں ہے، چند منٹ روزہ ہوا تو فرائض اور شرط کے ساتھ روزہ پایا گیا اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی۔

لغت : لم یقدرہ بمعیار: معیار یعنی ایک دن کے ساتھ مقدر نہیں کیا۔رکن: فرائض۔

(۱۸۸۷) ومن قال لامرأته اذا ولدت غلاماً فانت طالق واحدة واذا ولدت جارية فانت طالق ثنتين فولدت غلاماً وجارية ولا يدرى ايهما اول لزمه فى القضاء تطليقة وفى التنزه تطليقتان وانقضت العده ﴾ لے لانه لو ولدت الغلام اولا وقعت واحدة وتنقضى عدتها بوضع الجارية ثم لا تقع اخرىٰ به لانه حال انقضاء العدة ولو ولدت الجارية اولا وقعت تطليقتان وانقضت عدتها بوضع الغلام ثم لا يقع شئ آخر به لما ذكرنا انه حال الانقضاء فاذاً فى حالٍ يقع واحدة وفى حال يقع ثنتان فلا يقع الثانية بالشک والاحتمال والاولىٰ ان ناخذ بالثنتين تنزها واحتياطاً والعدة منقضية بيقين لما بينا

ترجمہ: (۱۸۸۷) کسی نے بیوی سے کہا اگر تم کولڑکا پیدا ہوتو ایک طلاق، اور اگر لڑکی پیدا ہوتو دو طلاق، پس لڑکا اورلڑکی دونوں پیدا ہوئے اور معلوم نہیں کہ پہلے کون پیدا ہوا تو اس کو قضا کے طور پر ایک طلاق واقع ہوگی، اور احتیاطا دو طلاق، اور عدت ختم ہو جائے گی۔

تشریح: شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تمکولڑکا پیدا ہوا تو ایک طلاق اورلڑکی پیدا ہوا تو دو طلاق، پس لڑکا اورلڑکی دونوں پیدا ہو گئے، پس اگر معلوم ہو کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے تو یقینی طور پر ایک طلاق واقع ہوگی، اور چونکہ اس وقت عورت کے پیٹ میں لڑکی کا حمل ہے اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے اس لئے جب لڑکی پیدا ہوئی تو اس کی عدت بھی گزر گئی، اس لئے مزید کوئی طلاق واقع ہو نے کی گنجائش نہیں رہی۔۔اور اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ لڑکی پہلے پیدا ہوئی ہے تو دو طلاق واقع ہوگی، اورلڑکا پیدا ہونے سے عدت بھی گزر جائے گی۔۔اور اگر معلوم نہیں ہے کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے یا لڑکی تو ایک طلاق یقینی طور پر واقع ہوگی، کیونکہ لڑکا پہلے ہوتا تو ایک طلاق اورلڑکی پہلے ہوتی تو دو طلاق واقع ہوتی اس لئے لڑکا پہلے مان کر ایک طلاق تو یقینی ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ لڑکی پہلے پیدا ہوا س لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دو طلاق واقع کرا دیا جائے۔عبارت میں اسی کو، فی التنزہ تطلیقتان، کہا ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اگر پہلےلڑکا پیدا ہوا تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اس کے بعدلڑکی کے پیدا ہونے سے عدت گزر گئی پھر اور طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ عدت گزر جانے کا وقت ہے۔اور اگر پہلےلڑکی پیدا ہوئی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی، اورلڑکا جننے سے اس کی عدت گزر جائے گی، پھر اور طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ عدت کے گزرنے کا وقت ہے۔پس اس وقت ایک حالت میں [لڑکا پیدا ہونے کی حالت میں] ایک طلاق واقع ہوتی ہے، اور ایک حالت میں [لڑکی پیدا ہونے کی حالت میں] دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں، اس لئے دوسری طلاق شک اور احتمال کی وجہ سے واقع نہیں ہوگی، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ احتیاطا دو طلاق واقع کروائیں، اور عدت بالیقین ختم ہوچکی ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

(۱۸۸۸) وان قال لها ان كلمت ابا عمر وابا يوسف فانت طالق ثلاثا ثم طلقها واحدة فبانت وانقضت عدتها فكلمت ابا عمرو ثم تزوجها ابا يوسف فهي طالق ثلثا مع الواحدة الاولیٰ وقال زفرؒ لا يقع﴾

تشریح : [ا] اگر پہلے لڑکا پیدا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور لڑکی کے پیدا ہونے سے عدت گزر جائے گی، کیونکہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد عورت حاملہ ہے اور حاملہ عورت کی عدت بچہ جننا ہے اس لئے لڑکی پیدا ہوتے ہی عدت گزر گئی، اور اب چونکہ وہ بیوی نہیں رہی اس لئے مزید کوئی اور طلاق واقع نہیں ہو سکتی ہے۔ [۲] اور اگر لڑکی پہلے پیدا ہو تو دو طلاق واقع ہوگی، اور اس کے بعد لڑکا پیدا ہونے سے اس کی عدت بھی گزر جائے گی، اور مزید کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اس میں ہر حال میں ایک طلاق کا واقع ہونا یقینی ہے اس لئے قضا کے طور پر ایک طلاق واقع ہوگی، اور دو طلاق واقع ہونے میں شک ہے اس لئے احتیاط کے طور پر دو طلاق واقع کی جائے گی۔

اصول : یقینی بات پر قضاء فیصلہ کیا جائے گا شک پر نہیں، اور شک ہے کہ طلاق واقع ہو چکی ہوگی تو احتیاط کے طور پر اس پر عمل کیا جائے۔

ترجمہ : (۱۸۸۸) شوہر نے بیوی سے کہا ان کلمتِ ابا عمر، وابا یوسف فانت طالق ثلاثا، [اگر تم نے ابو عمر، اور ابو یوسف سے بات کی تو تم کو تین طلاقیں ہیں] پھر ایک طلاق دیکر عورت کو بائنہ کر دیا اور اس کی عدت بھی ختم ہوگئی، اس کے بعد ابو عمر سے بات کی، پھر عورت سے نکاح کیا اور عورت نے ابو یوسف سے بات کی تو اس کو پہلی طلاق کے ساتھ تین طلاقیں ہوں گی، اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔

تشریح : یہاں قسم کھاتے وقت شوہر بیوی کا مالک ہے اس لئے قسم کھانا اور طلاق کو معلق کرنا صحیح ہے۔ اس کے بعد دو شرطوں پر طلاق کو معلق کیا ہے [ا] ابو عمر سے بات کرنا [۲] اور ابو یوسف سے بات کرنے پر تین طلاقوں کو معلق کیا ہے۔ اب یہاں چار صورتیں ہیں [ا] پس اگر دونوں سے بات کرتے وقت نکاح موجود ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ [۲] اور اگر دونوں سے باتیں کرتے وقت نکاح موجود نہ ہو تو کسی کے یہاں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [۳] اور اگر پہلے سے بات کرتے وقت نکاح موجود ہو اور دوسرے سے بات کرتے وقت نکاح موجود نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ جزا اخیر میں اترتی ہے اور اخیر میں بات کرتے وقت نکاح نہیں ہے اس لئے طلاق بھی نہیں ہوگی [۴] پہلے سے بات کرتے وقت نکاح نہ ہو، اور دوسرے سے بات کرتے وقت نکاح ہو تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہوگی، کیونکہ جزا اخیر میں اترتی ہے اور اخیر میں نکاح ہے اس لئے پہلی ایک طلاق اور باقی یہ دو طلاق مل کر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور امام زفرؒ کے یہاں طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں دونوں شرطیں ایک ہی ہیں

ا وهـذه عـلـى وجـوه امـا ان وجـد الشـرطـان فی المک فیقع الطلاق وهذا ظاهر ووجدا فی غیر الـملک فلا یقع او وجد وجد الاول فی الملک والثانی فی غیر الملک فلا یقع ایضا لان الجزاء لا یـنـزل فـی غیـر الملک فلا یقع اووجد الاول غیر الملک والثانی فی الملک وهی مسئلة الکتاب الخلافیة له ۲ اعتبـار الاول بالثانی اذهما فی حکم الطلاق کشئ واحد ۳ ولنا ان صحة الکلام بـاهلیة المتکلم الا ان المک یشترط حالة التعلیق لیصیر الجزاء غالب الوجود لا ستصحاب الحال فیـصـح الیـمیـن وعـنـد تمام الشرط لینزل الجزاء لانه لا ینزل الا فی الملک فیما بین ذلک الحال

اس لئے جس طرح دوسرے سے بات کرتے وقت نکاح ہونا ضروری ہے اسی طرح پہلے سے بات کرے وقت بھی نکاح ہونا ضروری ہے، اور یہاں پہلے سے بات کرتے وقت نکاح نہیں ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دوشرطوں پر معلق کیا ہوتو دوسری شرط پائے جاتے وقت ملک ہونا ضروری ہے، پہلی کے وقت نہیں۔ امام زفرؒ کے یہاں دونوں شرطوں کے پائے جاتے وقت ملک ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: ا یہ مسئلہ کئی طریقوں پر ہے [۱] یا یہ کہ دونوں شرطیں ملک میں ہوں تو طلاق واقع ہوگی، اور یہ ظاہر ہے۔ [۲] یا دونوں شرطیں غیر ملک میں پائی جائیں، تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [۳] یا پہلی ملک میں پائی جائے اور دوسری غیر ملک میں تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ جزا غیر ملک میں نہیں اترتی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [۴] یا پہلی شرط غیر ملک میں پائی جائے اور دوسری ملک میں، یہ متن کا مسئلہ ہے جس میں اختلاف ہے ۔

تشریح: یہاں مسئلے کی چار صورتیں ہیں جسکی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ۲ امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ پہلی شرط کو دوسرے پر قیاس کرتے ہیں اس لئے کہ دونوں طلاق کے حکم میں ایک ہی چیز کی طرح ہے۔

تشریح: امام زفرؒ پہلی شرط کو دوسری شرط پر قیاس کرتے ہیں، یعنی دوسری شرط کے پائے جاتے وقت نکاح نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح پہلی شرط کے پائے جاتے وقت نکاح نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ دونوں شرطیں مل کر گویا کہ ایک ہی شرط بن گئی ہے۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ کلام کا صحیح ہونا متکلم کی اہلیت کی وجہ سے ہے، لیکن تعلیق کی حالت میں ملک شرط ہے تا کہ جزا غالب الوجود ہو جائے استصحاب حال کی وجہ سے، تو قسم صحیح ہو جائے گی اور شرط کے پورے ہوتے وقت جزا اترے گی، اس لئے کہ جزا ملک ہی میں اترتی ہے، اور اس درمیان جو حالت ہے وہ یمین کے بقا کی حالت ہے اس لئے اس درمیان ملک کے قیام سے بے

حال بقاء الیمین فیستغنی عن قیام الملک اذ بقاء ہ بمحلہ وھو الذمۃ

(۱۸۸۹) ان قال لھا ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا فطلقھا ثنتین وتزوجت زوجاً آخر ودخل بھا ثم عادت الی الاول فدخلت الدار طلقت ثلثا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد ھی طالق ما

نیاز ہے،اس لئے کہ ملک کی بقااس کے محل سے ہے اور وہ قسم کھانے والے کا ذمہ ہے۔

تشریح : یہاں چار باتیں بیان کررہے ہیں[۱] شرط لگاتے وقت متکلم عاقل بالغ آدمی ہے اس لئے شرط لگا سکتا ہے اور اس کی شرط لگانا صحیح ہے[۲] شرط لگاتے وقت مالک ہونا[نکاح] ہونا اس لئے ضروری ہے کہ یہی حال رہے گا تو غالب گمان یہی ہے کہ جزا اتر سکے گی اور یمین صحیح ہوگی[اسی کو استصحاب حال کہتے ہیں][۳] شرط جس وقت وجود میں آرہی ہو اور شرط پوری ہو رہی ہو اس وقت ملکیت[نکاح] رہنا اس لئے ضروری ہے تا کہ جزا اتر سکے، کیونکہ غیر کی ملک میں جزا نہیں اترتی۔[۴] شرط لگانے کے بعد سے جزا اترنے تک درمیان کا جو وقت ہے وہ یمین کے بقا کا وقت ہے، اور یہ قسم کھانے والے کے ذمے میں باقی رہتی ہے اس لئے اس درمیان ملک برقرار رہنا ضروری نہیں ہے۔اس لئے اس درمیان عورت بائنہ ہو کر ابو عمر سے بات کی اور پہلی شرط پائی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دوسری شرط[ابو یوسف سے بات کرتے وقت] کے وقت نکاح موجود ہے اس لئے طلاق ہونے کے لئے اتنا ہی ملک کافی ہے۔

لغت : حالۃ التعلیق: جس وقت قسم کھا رہا ہے اور شرط کو معلق کر رہا ہے اس وقت نکاح موجود رہے تب معلق کرنا درست ہوگا۔ کیونکہ ابھی نکاح ہے تو امید کی جا سکتی ہے کہ شرط کے پائے جاتے وقت بھی نکاح برقرار رہے گا اور طلاق واقع ہو سکے گی۔ استصحاب الحال: جو حال پہلے ہو کوئی اور وجہ پیش نہ آنے کی وجہ سے وہی حال بحال رہے اس کو استصحاب حال، کہتے ہیں، مثلا ابھی نکاح ہے تو امید ہے کہ شرط پائے جاتے وقت بھی نکاح رہے گا اور طلاق واقع ہو سکے گی اسی کو استصحاب حال کہتے ہیں۔ الذمۃ: قسم کھانے والا جب قسم کھا چکا ہوتا ہے، یا شرط لگانے والا جب شرط لگا چکا ہوتا ہے تو اس کے بعد سے لیکر جزا اترنے تک قسم کھانے والے کے ذمے میں قسم رہتی ہے، یہی قسم کا محل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اس وقت نکاح موجود رہنا ضروری نہیں ہے، صرف شرط لگانے کے وقت نکاح موجود ہو اور جس وقت جزا اتر رہی ہو اس وقت نکاح موجود رہنا ضروری ہے، اتنا ہی کافی ہے۔ یستغنی: بے نیاز ہے، ضرورت نہیں ہے۔

اصول : شرط لگاتے وقت، اور آخری شرط کے وجود میں آتے وقت ملک رہنا ضروری ہے، درمیان میں نہ بھی رہے تو چل جائے گا۔

ترجمہ : (۱۸۸۹) اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تم کو تین طلاق، پھر اس کو دو طلاقیں دے دی، اس عورت نے دوسرے شوہر سے شادی کی، اس سے دخول بھی کیا، پھر وہ پہلے شوہر کی طرف واپس آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو امام ابو

بقی من الطلقات﴾ ۱ وھو قول زفرؒ

حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگی، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مابقی واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔

تشریح: شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تمکو تین طلاق ہے، اس کے بعد شوہر نے دو طلاقیں دے دیں، عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے دخول بھی کیا، اب اس نے طلاق دی، اب عورت نے عدت گزار کر پہلے شوہر سے شادی کی اور گھر میں داخل ہوئی، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگی، کیونکہ زوج ثانی کی وجہ سے پہلا شوہر تین طلاق کا مالک بن چکا تھا، اس لئے گھر میں داخل ہونے کی وجہ سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور چونکہ پہلے دو ہی طلاقیں دیا ہے اس لئے پہلی ملک مکمل ختم نہیں ہوئی اس لئے درمیان میں بیوی نہ رہنے کے باوجود بھی یمین باقی ہے ختم نہیں ہوئی ہے اس لئے اب گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس وقت اس کی بیوی ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے چونکہ شوہر دو طلاقیں دے چکا تھا اس لئے اب صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اور پہلے نکاح کی دو طلاقیں اور اس نکاح کی ایک طلاق مل کر مغلظہ ہو گی۔

یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرنے سے پہلی ساری طلاقیں صاف ہو جاتیں ہیں یا نہیں، چاہے پہلے تین طلاق دی ہو، یا دو دی ہو، یا ایک دی ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں دوسرے شوہر سے نکاح کرنا پہلے تمام طلاقوں کو صاف کر دیتا ہے، چاہے ایک دی ہو، یا دو، یا تین، اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک پہلے تین طلاق ہوئی ہو تو صاف کرتا ہے اور ایک یا دو ہوئی ہو تو صاف نہیں کرتا۔ یہاں تین صورتیں ہیں [۱] شوہر نے ایک طلاق دی، اور عورت نے عدت گزار کر دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دخول بھی کروالیا، اب دوسرے شوہر نے طلاق دی، اور عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح کیا، تو شیخین کے نزدیک پہلا شوہر پھر سے تین طلاقیں دینے کا مالک بنے گا یعنی عورت اب تین طلاق سے مغلظہ ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلا شوہر ابھی دو طلاقوں کا مالک بنے گا۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر نے دو طلاقیں دیں، عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر اس سے طلاق لیکر پہلے شوہر سے نکاح کیا تو شیخین کے نزدیک پہلا شوہر پھر سے تین طلاقوں کا مالک بنے گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلا شوہر ابھی ایک طلاق کا بنے گا یعنی عورت ایک ہی طلاق سے مغلظہ ہو جائے گی، کیونکہ پہلے کی دو طلاقیں بھی شمار کی جائیں گی۔

[۳] پہلے شوہر نے تین طلاقیں دی، عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور دخول کیا، پھر اس سے طلاق لیکر پہلے شوہر سے نکاح کیا تو سب کے نزدیک پہلا شوہر تین طلاقوں کا مالک ہوگا، اس لئے کہ پہلے شوہر نے تین طلاق دی تو دوسرے شوہر سے نکاح نے پہلی تمام طلاقوں کو صاف کر دیا۔

۲ واصله ان الزوج الثانی یهدم دون الثلث عندهما فتعود الیه بالثلث وعند محمدؒ وزفرؒ لایهدم ما دون الثلث فتعود الیه بما بقی وسنبین من بعد ان شاء الله تعالیٰ

وجه : (۱)شیخین کی دلیل یہ اثر ہے۔عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ابن عمر قالا : ھی عندہ علی طلاق جدید ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید ج رابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۸۳۸۰رسنن بیہقی ، باب مایھدم الزوج من الطلاق و مایھدم ، ج سابع ،ص ۵۹۸ ،نمبر ۱۵۱۴۱)اس اثر میں ہے کہ پہلے ایک دیا ہو یا دو یا تین ہر حال میں شوہر شروع سے تین طلاقوں کا مالک بنے گا۔(۲)عن ابراھیم ان اصحاب عبد الله کانوایقولون : یھدم الواحدۃ و الثنتین کما یھدم الثلاثۃ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید ج رابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۸۳۸۴)اس اثر میں ہے کہ زوج ثانی جس طرح تین طلاقوں کو منہدم کرتا ہے اسی طرح ایک طلاق اور دو طلاقوں کو بھی منہدم کرتا ہے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ اثر ہے کہ ماباقی طلاق کا مالک بنے گا۔ سمعنا ابا ھریرۃ یقول سألت عمر عن رجل من اھل البحرین طلق امراتہ تطلیقۃ او تطلیقتین فتزوجت ثم ان زوجھا طلقھا ثم ان الاول تزوجھا علی کم ھی عندہ ؟ قال علی ما بقی من الطلاق ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ تطلیقتین اوتطلیقۃ فتزوج ثم ترجع الیہ علی کم تکون عندہ؟ ، ج رابع ،ص ۱۱۶،نمبر ۱۸۳۷۱رسنن بیہقی ، باب مایھدم الزوج من الطلاق و مایھدم ، ج سابع ،ص ۵۹۷ ،نمبر ۱۵۱۳۵) اس اثر میں ہے کہ جتنی طلاق باقی ہے عورت اس کی مالک ہوگی۔(۲) عن ابراھیم قال کان اصحاب عبد الله یقولون : یھدم الثلاث و لا یھدم الواحدۃ و الثنتین یعنی طلاقا واحد ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید، ج رابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۸۳۸۲)اس اثر میں ہے کہ زوج ثانی تین کو منہدم کرتا ہے، لیکن دو اور ایک طلاق کو منہدم نہیں کرتا۔

ترجمہ : ۲ اس مسئلے کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ دوسرا شوہر تین سے کم کو شیخینؒ کے نزدیک منہدم کر دیتا ہے اس لئے پہلے شوہر کی طرف تین طلاق کے ساتھ لوٹے گی ، اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سے کم کو منہدم نہیں کرتا اس لئے عورت شوہر کی طرف ما بقی کے ساتھ لوٹے گی۔اور اس بات کو ہم بعد میں بیان کریں گے

تشریح: اوپر کے مسئلے کا اصول بتا رہے ہیں کہ تین طلاق ہو یا اس سے کم ہو زوج ثانی ان تمام کو منہدم کر دیتا ہے اور عورت پہلے شوہر کے پاس تین طلاق لے کر آتی ہے۔اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک تین طلاق دی گئی ہو تو اس کو زوج ثانی منہدم کرتا ہے، اور عورت دوبارہ تین طلاق لے کر آتی ہے، لیکن اگر تین طلاق سے کم دی ہو تو اس کو منہدم نہیں کرتا ، بلکہ پہلی طلاقوں کا اثر موجود رہتا ہے اور اس کے بعد جو باقی رہ گئی ہے زوج اول اتنی طلاق دینے کا مالک ہوگا۔

لغت: یھدم :ختم کرنا،منہدم کرنا۔یعود: واپس لوٹے گا۔ما دون: اس سے کم۔

(۱۸۹۰) وان قال لها ان دخلتِ الدار فانتِ طالق ثلثا ثم قال انتِ طالق ثلاثا فتزوجت غيره ودخل بها ثم رجعت الى الاول فدخلتِ الدار لم يقع شئ﴾ ۱؎ وقال زفرؒ يقع الثلث لان الجزاء ثلث مطلق لا طلاق اللفظ وقد بقى احتمال وقوعها فيبقى اليمين

ترجمه : (۱۸۹۰) اگر عورت سے کہا، اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو تین طلاق ہیں، پھر کہا تم کو تین طلاق، پس عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے دخول کیا، پھر پہلے شوہر کے پاس واپس آئی پھر گھر میں داخل ہوئی تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، تین طلاقیں دے دی جائیں تو پہلی ملک بالکل ختم ہو جاتی ہے اب زوج ثانی کے بعد پہلا شوہر نکاح کرے تو یہ ملک الگ سے ہے اس لئے پہلی قسم سے اس میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔۔شوہر نے عورت سے کہا اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تمکو تین طلاق ہے، اس کے بعد تین طلاق دے کر علیحدہ کر دیا، عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، اس سے دخول کیا، پھر اس نے طلاق دی اور عدت گزار کر زوج اول سے نکاح کیا اور اب اس نکاح میں عورت گھر میں داخل ہوئی تو عورت پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) ایک یا دو طلاق دیتا تو زوج ثانی کے بعد بھی پہلی ملکیت باقی رہتی اور اس نکاح میں گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع ہوتی، لیکن یہاں تین طلاق دے چکا ہے اس لئے یہ ملک مکمل ختم ہوگئی ہے اس لئے دوسری مرتبہ نکاح میں پہلی قسم کا اثر باقی نہیں رہا اس لئے اب گھر میں داخل ہوگی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۲) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ عن الشعبی ان زیادا سأل عمران ابن حصین و شریحا ...و قال شریح : نکاح جدید و طلاق جدید (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ تطلیقتین او تطلیقۃ فتزوج ثم ترجع الیہ علی کم تکون عندہ؟، ج رابع، ص ۱۱۶، نمبر ۱۸۳۷۳) اس اثر میں ہے کہ نکاح جدید و طلاق جدید ہے، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ پہلی ملکیت کا اثر باقی نہیں رہا۔

اصول : تین طلاقوں کے بعد پہلی ملکیت بالکل ختم ہو جاتی ہے، ایک یا دو طلاق کے بعد کچھ نہ کچھ باقی رہتی ہے۔

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ تین واقع ہوگی اس لئے کہ ثلاث جزا مطلق ہے لفظ کے مطلق ہونے کی وجہ سے اور واقع ہونے کا احتمال باقی ہے اس لئے قسم بھی باقی رہے گی۔

تشریح: امام زفرؒ کی رائے ہے کہ بیوی دوسری مرتبہ پہلے شوہر کے نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو تین طلاق واقع ہوگی۔

وجه : اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ لفظ کے مطلق ہونے کی وجہ سے قسم مطلق ہے اور جزا بھی مطلق ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ جس ملک میں قسم کھائی اس میں بھی جزا اترے، اور دوسری ملک ہو یعنی نیا نکاح ہو تو اس میں بھی گھر میں داخل ہونے سے طلاق ہو جائے، اور یہ ممکن ہے کہ حلالہ کروا کر عورت نکاح میں آئے اس لئے قسم بھی باقی رہے گی۔

۲ ولنا ان الجزاء طلقات ھٰذا الملک لانھا ھی المانعة لان الظاھر عدمُ ما یحدث ۳ والیمین تعقد للمنع والحمل واذا کان الجزاء ما ذکرناہ وقد فات بتنجیز الثلٰث المبطل للمحلیة وفلا تبقی الیمین ۴ بخلاف ما اذا ابانھا لان الجزاء باق لبقاء محله

ترجمه : ۲ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جزا اس ملک کی تین طلاقیں ہیں، اس لئے کہ یہی دخول دار سے روکنے والی ہے، اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ دوسرا نکاح نہیں ہوگا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کے دو مقاصد ہیں [۱] کسی کام سے روکنا، [۲] یا کوئی کام کرنے کے لئے ابھارنا، اور یہ اسی ملک میں ہوسکتا ہے، کیونکہ اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ حلالہ کر کے دوبارہ نکاح ہو اور عورت گھر میں داخل ہو اور طلاق ہو، اس لئے قسم کی جزا اسی ملک کے ساتھ خاص ہے، اور شوہر نے جزا سے پہلے تین طلاقیں دیکر ملک کو بھی ختم کر دیا اور ڈر کا بھی دروازہ بند کر دیا، اس لئے جب جزا کا محل ہی باقی نہیں رہا تو قسم بھی باقی نہیں رہے گی، اس لئے دوبارہ ملک میں آئے گی تو گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہیں ہوگی

لغت : لان الظاہر عدم ما یحدث : ظاہر یہ ہے کہ حلالہ کر کے دوبارہ نکاح نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۳ یمین روکنے کے لئے یا ابھارنے کے لئے منعقد ہوتی ہے جبکہ بدلہ وہ ہو جو ہم نے ذکر کیا اور فوری تین طلاق دینے کی وجہ سے جو محل کو باطل کرنے والی ہے وہ فوت ہوگئی، اس لئے یمین باقی نہیں رہے گی۔

تشریح : یمین کا مقصد ابھارنا یا کام سے روکنا ہے اور تین فوری طلاق دینے کی وجہ سے ملکیت ختم ہوگئی اس لئے ابھارنا یا روکنا بھی نہیں ہوگا، اس لئے یمین باقی نہیں رہے گی، اس لئے اس ملک میں طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

لغت : الیمین تعقد للمنع او الحمل : حمل کا معنی ہے ابھارنا، کسی کام سے روکنے کے لئے، یا کسی کام کے لئے ابھارنے کے لئے قسم منعقد کی جاتی ہے۔ اذا کان الجزاء ما ذکرناہ : جزا اس لئے ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کیا، یعنی کسی کام سے روکنے کے لئے یا کسی کام کے لئے ابھارنے کے لئے۔ المحلیۃ : سے مراد ہے ملک، تنجیز : یعنی فوری تین طلاق دیکر محل ختم کر دیا یعنی ملک ختم کر دی۔

ترجمه : ۴ بخلاف جبکہ عورت کو بائنہ کر دیا ہو اس لئے کہ محل کے باقی رہنے کی وجہ سے جزا باقی ہے۔

تشریح : بائنہ سے مراد ہے تین طلاق نہ دیا ہو ایک طلاق یا دو طلاق بائنہ دیا ہو تو اس سے ابھی طلاق کا محل باقی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ ملک باقی ہے، اس لئے ایک طلاق کے بعد یا دو طلاق کے بعد دوسرے شوہر کے پاس گئی اور وہاں سے طلاق لیکر دوبارہ نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو تین طلاق واقع ہوں گی، کیونکہ پہلی ملک کا اثر باقی ہے، اسی وجہ سے پہلی قسم باقی ہے اور اس کی وجہ سے یمین باقی ہے اس لئے طلاق واقع ہوگی۔

(۱۸۹۱) ولو قال لامرأته اذا جامعتک فانت طالق ثلٰثا فجامعها فلما التقی الختانان طلقت ثلثا وان لبث ساعة یجب علیه المهر وان اخرجه ثم ادخله وجب علیه المهر وکذا اذا قال لامته اذا جامعتک فانتِ حرة ﴾ ۱ے وعن ابی یوسفؒ انه اوجب المهر فی الفصل الاول ایضاً لوجود الجماع بالدوام علیه الا انه لا یجب علیه الحد للاتحاد

ترجمه : (۱۸۹۱) اگر اپنی بیوی سے کہا، اگر میں تم سے جماع کروں تو تم کو تین طلاق، پس اس سے جماع کیا، پس جیسے ہی ختنہ کی جگہ ختنے کی جگہ سے ملی تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہرا رہا تو اس پر مہر لازم نہیں ہوگا، اور اگر عضو کو نکالا پھر داخل کیا تو اس پر مہر لازم ہوگا، اور ایسے ہی اگر اپنی باندی سے کہا، اگر میں تم سے جماع کروں تو تم آزاد ہو۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مجبوری کے درجے میں کچھ دیر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔ شوہر نے کہا کہ اگر میں تم سے جماع کروں تو تم کو تین طلاق ہے، اس کے بعد اس نے جماع کیا تو جیسے ہی مرد کا عضو تناسل عورت کے عضو تناسل میں داخل ہوا اور ختنے کی جگہ سے مل گیا تو جماع کا معنی پایا گیا اس لئے فورا تین طلاق واقع ہو گئی، اس لئے اب مزید اندر رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن لذت جماع کی وجہ سے آدمی کچھ دیر اندر رکھ ہی لیگا اس لئے اس کو معاف قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ اگر تھوڑی دیر رکھ لیا تو اس پر الگ سے مہر لازم نہیں ہوگا، اور نہ اس پر حد لازم ہوگی، ہاں اگر عضو کو باہر نکالا اور دوبارہ داخل کیا تو اب اس کا مہر لازم ہوگا، کیونکہ الگ سے جماع پایا گیا، تاہم مجلس ایک ہونے کی وجہ سے پہلے ہی جماع کا شبہ ہے اس لئے حد لازم نہیں ہوگی۔ اس میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی باندی سے کہا، اگر میں تم سے جماع کروں تو تم آزاد ہو، اب جیسے ہی ختنے سے ختنہ ملا تو جماع پایا گیا اس لئے باندی آزاد ہو گئی، اب مزید اندر رکھنا اجنبیہ عورت کے اندر رکھنا ہے، لیکن پھر بھی اس پر مہر لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اتنی دیر اندر رکھنے میں آدمی مجبور ہے جو معاف ہے، اور حد بھی لازم نہیں ہوگی۔

وجه : عضو تناسل کو باہر سے اندر داخل کرنے کا نام جماع ہے، اور اس کے بعد ٹھہرا رہنا یہ جماع کا تسلسل ہے، چونکہ تین طلاق واقع ہونے کے بعد باہر سے داخل کرنا نہیں پایا گیا اس لئے جماع نہیں پایا گیا اس لئے اس پر عقر لازم نہیں ہوگا، ہاں باہر سے دوبارہ داخل کیا تو جماع پایا گیا اس لئے اب عقر [مہر] لازم ہوگا۔

لغت : ختانان: ختنہ کرنے کی جو جگہ ہوتی ہے، جسکو حشفہ کہتے ہیں، وہ داخل ہو گیا تو التقاء ختانان [دونوں کے ختنے کا ملنا ہو گیا]۔ لبث: ٹھہر گیا۔ ساعة: ایک گھنٹہ، ایک گھڑی، یہاں ایک گھڑی مراد ہے۔ المہر: جہاں وطی جائز نہ ہو پھر بھی شبہ کی وجہ سے کر لی گئی تو اس پر جو مہر مثل لازم ہوتا ہے اس کو عقر کہتے ہیں، مہر سے یہاں یہی مراد ہے۔

ترجمه : ۱ے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ پہلی صورت میں بھی مہر واجب ہوگا عورت پر دیر تک رہنے سے جماع پائے جانے کی وجہ سے، لیکن اتحاد مجلس کی وجہ سے اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔

۲ وجه الظاهر ان الجماع ادخال الفرج فی الفرج ولادوام للادخال ۳ بخلاف ما اذا اخرج ثم اولج لانه وجد الادخال بعد الطلاق الا ان الحد لا یجب لشبهة الاتحاد بالنظر الی المجلس والمقصود واذا لم یجب الحدّ وجب العقر اذا الوطی لا یخلو عن احدهما ۴ ولو کان الطلاق رجعیاً یصیر مراجعاً باللباث عند ابی یوسف خلافا لمحمد لوجود المساس ولو نزع ثم اولج صار مراجعا بالاجماع لوجود الجماع

تشریح: امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ التقاء ختانین کر کے ٹھہرا رہا تب بھی مہر لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں ٹھہرے رہنے سے بھی جماع کا صدور ہوتا ہے، اور جب تین طلاق ہونے کے بعد عورت اجنبیہ ہوگئی اور اس سے وطی کی تو اس کا عقر واجب ہوگا۔ البتہ چونکہ مجلس ایک ہے اور باضابطہ جماع ہونے میں شک بھی ہے اس لئے حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ فرج کو فرج میں داخل کرنے کا نام جماع ہے، اور داخل کرنے کے لئے دوام نہیں ہے [اس لئے مہر لازم نہیں ہوگا]

تشریح: متن میں ظاہر روایت یہی ہے کہ مہر لازم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ باہر سے عضو تناسل کو عورت کے عضو تناسل میں داخل کرنے کا نام جماع ہے، اور وہ ایک سکنڈ میں ہو جاتا ہے اس داخل کرنے میں کوئی دوام اور دیری نہیں ہوتی، اور یہ جو دیر تک ٹھہرا رہا یہ جماع نہیں ہے جماع کا تسلسل ہے، چونکہ جماع نہیں پایا گیا اس لئے مہر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف جبکہ نکالا پھر عضو کو داخل کیا [تو مہر لازم ہوگا] اس لئے کہ طلاق کے بعد داخل کرنا پایا گیا، مگر یہ کہ حد لازم نہیں ہوگی مجلس پر نظر کرتے ہوئے اتحاد کے شبہ کی وجہ سے، اس لئے کہ جب حد واجب نہیں ہوئی تو عقر واجب ہوگا، اس لئے کہ وطی دو میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتی۔

تشریح: عضو کو باہر نکالنے کے بعد اندر داخل کیا تو اب جماع پایا گیا اس لئے عقر واجب ہوگا، اور حد اس لئے واجب نہیں ہوگی کہ شروع میں جب جماع کر رہا تھا تو اس وقت عورت حلال تھی اور اسی مجلس میں حرمت واقع ہوگئی اس لئے حلت اور حرمت میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حد واجب نہیں ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلی حلال والی خواہش ابھی پوری نہیں ہوئی ہے اس لئے دوبارہ داخل کرنا پہلی خواہش کا تتمہ ہے اس لئے اس میں بھی شبہ پیدا ہو گیا اس لئے بھی حد واجب نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۴ اور اگر طلاق رجعی ہو تو ٹھہرنے کی وجہ سے رجعت کرنے والا ہوگا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، خلاف امام محمدؒ کے چھونے کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح: شوہر نے کہا کہ اگر تم سے جماع کروں تو تم کو طلاق رجعی ہے، اب جماع کیا تو طلاق رجعی واقع ہوگئی، اور اس کے

بعد تھوڑی دیر ٹھہرا رہا تو اس سے ٹھہرنے سے رجعت ہو جائے گی، امام ابو یوسفؒ کے یہاں تو اسلئے کہ ٹھہرنا دوبارہ جماع ہوا، اور جماع سے رجعت ہو جاتی ہے اس لئے رجعت ہو جائے گی، اور امام محمدؒ کے یہاں ٹھہرنے سے دوبارہ جماع تو نہیں ہوا، لیکن عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا پایا گیا اس لئے اس چھونے کی وجہ سے رجعت ہو جائے گی۔ خلافاً لمحمدؒ کا یہی مطلب ہے۔

ترجمہ: ۵ اگر عضو باہر نکالا پھر داخل کیا تو بالا جماع رجعت کرنے والا ہوا جماع کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح: اگر عضو تناسل کو باہر نکالا، اور اس کے بعد پھر داخل کیا تو سب کے نزدیک جماع پایا گیا اسلئے سب کے نزدیک رجعت ہو جائے گی۔

﴿طلاق میں استثناء کا بیان﴾

ضروری نوٹ: ایک بات کہی ہو پھر اس کو اللہ کے چاہنے پر موقوف کر دے، یا کچھ عدد بیان کیا ہو اس میں سے الا کے ذریعہ کچھ کم کر دے اس کو استثناء کہتے ہیں، استثناء کے بعد جو باقی رہتا ہے حکم اسی پر لگتا ہے، (۱) اشارے کے لئے یہ آیت ہے و لا تقولن لشأی انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ (آیت ۲۳،۲۴، سورۃ الکھف ۱۸) اس آیت میں ہے کہ اپنی بات کو اللہ کے چاہنے پر معلق کر دیا جائے۔ (۲) اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ قال ان للہ تسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحدا من احصاھا دخل الجنۃ۔ (بخاری شریف، باب ان للہ مائۃ اسم الا واحدۃ، ص ۱۰۹۹، نمبر ۷۳۹۲، کتاب التوحید/مسلم شریف، باب فی اسماء اللہ تعالی وفضل من احصاھا، ص ۳۴۲، نمبر ۲۶۷۷/۶۸۰۹) اس حدیث میں سو میں سے ایک کو استثناء کیا جس کی بنا پر ننانوے نام باقی رہے۔

﴿فصل فی الاستثناء﴾

(۱۸۹۲) وذاقال لامرأتہ انتِ طالق ان شاء اللہ تعالیٰ متصلاً لم یقع الطلاق﴾

ترجمہ: (۱۸۹۲) اگر اپنی عورت سے کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ متصلا تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۱؎ لقوله عليه السلام من حلف بطلاق اوعتاق وقال ان شاء الله تعالیٰ متصلا به لا حنث عليه

۲؎ ولانه اتی بصورة الشرط فيكون تعليقا من هٰذا الوجه وانه اعدام قبل الشرط والشرط لا يعلم هٰهنا فيكون اعداما من الاصل ولهذا يشترط ان يكون متصلاً به بمنزلة سائر الشروط (۱۸۹۳) ولو سكت يثبت حكم الكلام الاول ﴾۱؎ فيكون الاستثناء اوذكر الشرط بعده رجوعاً عن الاول

ترجمه: ۱؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کسی نے طلاق یا آزادگی کی قسم کھائی اور متصلا انشاءاللہ کہا تو اس پر حانث ہونا نہیں ہے۔

تشریح :کسی نے طلاق دینے کے ساتھ ہی متصلا ان شاءاللہ کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ (۱)ان شاءاللہ کے معنی ہیں اگر اللہ چاہے۔اور اللہ کے چاہنے کا پتہ نہیں اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے ۔عن ابن عمر يبلغ به النبی قال من حلف علی يمين فقال ان شاء الله فقد استثنی ۔(ابوداؤد شریف، باب الاستثناء فی الیمین ،ص ۱۰۸،نمبر ۳۲۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاستثناء فی الیمین ،ص ۲۷۹ ،نمبر ۱۵۳۱ رابن ماجہ شریف،نمبر ۲۱۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان شاءاللہ متصلا کہے تو اس کام سے حانث نہیں ہوگا۔(۳) اور یہی حال طلاق کا ہے۔عن ابن عباس ان رسول الله قال من قال لامرأته انت طالق ان شاء الله او غلامه انت حر ان شاء الله او عليه المشی الی بيت الله ان شاء الله فلا شیء عليه. (سنن للبیہقی ،باب الاستثناء فی الطلاق والعتق والنذر کھوفی الایمان لا یخالفھا، ج سابع ،ص ۵۹۳ ،نمبر ۱۵۱۲۳)اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان شاءاللہ کہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ شرط کی شکل میں لایا اس لئے طریقے کی تعلیق ہوگی ،اور شرط سے پہلے تعلیق کو منعدم کرنا ہے اور شرط یہاں نہیں جانی جاسکتی اس لئے اصل ہی سے معدوم ہوجائے گی اور اسی لئے شرط لگائی جاتی ہے کہ کلام کے ساتھ متصل ہو تمام شرطوں کی طرح۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ اس عبارت میں ان شاءاللہ کے ذریعہ تعلیق کی صورت میں کلام لایا ہے،اور تعلیق کا قاعدہ یہ ہے کہ شرط پائے جانے سے پہلے گویا کہ کلام ہی نہیں ہے،اور یہاں اللہ کی مرضی کا پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے اس لئے اصل ہی سے کلام معدوم ہوجائے گا، یہی وجہ ہے کہ اور کلام شرطیہ کی طرح ان شاءاللہ کو کلام کے ساتھ متصل کرکے بولنا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۱۸۹۳) اور اگر انت طالق کے بعد چپ رہا تو پہلے کلام کا حکم ثابت ہوجائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ اس کے بعد استثناء اور شرط کا ذکر کرنا پہلے کلام سے رجوع کرنا ہوگا۔

تشریح: انت طالق کہا اس کے بعد تھوڑی دیر چپ رہا اور اس کے بعد ان شاءاللہ کہا،تو ان شاءاللہ بیکار جائے گا اور پہلے جو کلام

(۱۸۹۴) قال وكذا اذا ماتت قبل قوله ان شاء الله تعالىٰ ﴿۱﴾ لان بالاستثناء خرج الكلام من ان يكون ايجاباً والموت ينافي الموجبَ دون المبطل ﴿۲﴾ بخلاف ما اذا مات الزوج لانه لم يتصل به الاستثناء

کیا ہے وہ واقع ہو جائے گا یعنی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجه: (۱) چپ رہنے کے بعد ان شاء اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ کہہ کر اپنے پہلے کلام سے رجوع کرنا چاہتا ہے اس لئے اسکی بات نہیں مانی جائے گی اور پہلا کلام واقع ہو جائے گا۔ (۲) اثر میں ہے۔ عن الثوری فی رجل حلف بطلاق امرأته ان لا يكلم فلانا شهرا ثم قال بعد ذلک الا ان يبدو لی قال ان اتصل الكلام فله الاستثناء وان قطعه وسكت ثم استثنى بعد ذلک فلا استثناء له. (مصنف عبدالرزاق، باب الاستثناء فی الطلاق، ج سادس ص ۳۰۰، نمبر ۱۱۳۴۹) (۳) عن ابن عمر قال كل استثناء غير موصول فصاحبه حانث (دار قطنی، کتاب الوکالۃ، ج رابع ص ۹۴، نمبر ۴۲۸۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ منفصلا کہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ تو بعد میں بات کو پھیرنا ہے۔

ترجمه: (۱۸۹۴) ایسے ہی اگر عورت ان شاء اللہ کہنے سے پہلے مرگئی [تو طلاق واقع نہیں ہوگی]

تشریح: شوہر نے انت طالق کہا، اور ان شاء اللہ، کہنے سے پہلے عورت مرگئی، تو عورت کو متصلا ان شاء اللہ، کہنے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجه: انت طالق ان شاء الله، پورا کلام ایک ہے، اس لئے چاہے عورت کی زندگی میں ان شاء اللہ نہیں بولا گیا پھر بھی انت طالق کے ساتھ مل کر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ انت طالق کے ساتھ ان شاء اللہ کہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

ترجمه: ﴿۱﴾ اس لئے کہ استثناء سے کلام موجب ہونے سے نکل گیا، اور موت موجب کے منافی ہے مبطل کے منافی نہیں ہے۔

تشریح: انت طالق کے ساتھ استثناء کیا [یعنی ان شاء اللہ لگا دیا] تو کلام حکم کو واجب کرنے والا نہیں رہا بلکہ اس کو باطل کرنے والا ہو گیا، اور قاعدہ یہ ہے کہ کوئی حکم واجب کرنا ہو تب تو عورت کی زندگی میں ہونا چاہئے، اور کوئی چیز باطل کرنا ہو تو اس کی موت کے بعد بھی ہو سکتا ہے، یہاں طلاق کو ان شاء اللہ کے ذریعہ باطل کرنا ہے اس لئے ان شاء اللہ موت کے بعد بھی کہا تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمه: ﴿۲﴾ بخلاف اگر ان شاء اللہ کہنے سے پہلے شوہر مرگیا [تو طلاق واقع ہوگی] اس لئے استثناء اس کے ساتھ متصل نہیں ہوا۔

تشریح: شوہر نے انت طالق، کہا اور ان شاء اللہ، کہنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ

(۱۸۹۵) وان قال انت طالق ثلثا الاواحدة طلقت ثنتين وان قال انتِ طالق ثلثاً الاثنتين طلقت واحدة﴾ ل والاصل ان الاستثناء تكلم بالحاصل بعد الثنيا هو الصحيح و معناه انه تكلم بالمستثنیٰ منه اذ لا فرق بين قول القائل لفلانٍ عليَّ درهم وبين قوله عشرة الاتسعة

۲ فيصح استثناء البعض من الجملة لانه يبقى التكلم بالبعض بعده ولا يصح استثناء الكل من

ہے کہ ان شاء اللہ کہنے سے پہلے انتقال ہوگیا تو ان شاء اللہ نہیں کہہ پایا، اس لئے صرف انت طالق رہا اس لئے اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۱۸۹۵) اگر بیوی سے کہا تم کو طلاق ہے تین مگر ایک تو طلاق واقع ہوگی دو۔ اور اگر کہا تم کو طلاق ہے تین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: جب بیوی سے کہا کہ تم کو تین طلاقیں ہیں مگر ایک، تو اب دو طلاقیں باقی رہیں اس لئے اب دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور اگر کہا، تم کو تین طلاقیں ہیں مگر دو، تو اب ایک ہی باقی رہ گئی اس لئے اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: (۱) تین طلاق میں سے ایک کو استثناء کر کے ساقط کر دیا تو دو طلاقیں رہیں اس لئے دو طلاقیں ہی واقع ہوں گی، اسی طرح تین میں سے دو کی نفی کر دی تو ایک باقی رہی اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی (۲) حدیث میں ایسا استثناء ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله قال ان لله تسعة وتسعين اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة۔ (بخاری شریف، باب ان للہ مائۃ اسم الا واحدۃ، ص ۱۰۹۹، نمبر ۷۳۹۲، کتاب التوحید/ مسلم شریف، باب فی اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاها، ص ۳۴۲، نمبر ۲۶۷۷/۶۸۰۹) اس حدیث میں سو میں سے ایک کو استثناء کیا جس کی بنا پر ننانوے نام باقی رہے۔

اصول: استثناء کرنے کے بعد جو باقی رہتا ہے اعتبار اس کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: ل ضابطہ یہ ہے کہ استثناء اس مقدار کا تکلم کرنا ہے جو استثناء کے بعد حاصل ہوئی ہو، یہی صحیح ہے اس کے معنی یہ ہے کہ باقی مستثنیٰ منہ کے ساتھ کلام کیا، اس لئے کہ کوئی فرق نہیں ہے ان دونوں قولوں کے درمیان کہ فلاں کے لئے مجھ پر ایک درہم ہے، اور دس درہم ہیں سوائے نو کے۔

تشریح: استثناء کا ضابطہ یہ ہے کہ استثناء کرنے کے بعد جو باقی رہا وہ اصل ہے۔ مثلا کہا تمہارا مجھ پر دس درہم ہے مگر نو درہم، تو اب ایک درہم باقی رہا تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس پر ایک درہم ہے، چنانچہ یوں کہے کہ تمہارا مجھ پر ایک درہم ہے، یا یوں کہے کہ تمہارا مجھ پر دس ہے مگر نو درہم، تو دونوں کا حکم برابر ہے۔

ترجمہ: ۲ تو کل سے بعض کا استثناء کرنا صحیح ہے، اس لئے کہ اس کے بعد بعض کا تکلم باقی رہتا ہے، اور کل کا استثناء کل سے صحیح

الكل لانه لا يبقى بعده شئ ليصير متكلماً به وصارفاً للفظ اليه ۳؎ وانما يصح الاستثناء اذا كان موصولاً به كما ذكرنا من قبل ۴؎ واذاثبت هذا ففى الفصل الاول المستثنىٰ منه ثنتان فيقعان وفى الثانى واحدة فيقع واحدة ۵؎ ولو قال الا ثلثا يقع الثلث لانه استثناء الكل فلم يصح الاستثناء الكل من الكل فلم يصح الاستثناء والله اعلم۔

نہیں ہے اس لئے کہ اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا ہے تا کہ اس کے ساتھ تکلم کرنے والا باقی رہے، اور لفظ کو اس کی طرف پھیرنے والا ہو جائے۔

تشریح: استثناء کا یہ دوسرا حکم ہے، کہ کل میں سے بعض کا استثناء صحیح ہے، اس لئے کہ استثناء کے بعد کچھ باقی رہ جاتا ہے تا کہ بولنے والا باقی کی طرف اپنی بات کو پھیرے، لیکن کل سے کل کا استثناء صحیح نہیں ہے کیونکہ مثلا یوں کہے کہ مجھ پر دس درہم ہے مگر دس درہم تو اب کچھ باقی نہیں رہا اس لئے کلام جھوٹ ہو جائے گا، اس لئے کل سے کل کا استثناء صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ صرف استثناء درست ہے جبکہ متصل ہو، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح: استثناء کا یہ تیسرا حکم ہے۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ استثناء متصل ہو تب اس کا اعتبار ہوگا، اور اگر انت طالق کہنے کے بعد تھوڑی دیر تک چپ رہا اس کے بعد ان شاء اللہ کہا تو استثناء صحیح نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ جب یہ ثابت ہو گیا تو مسئلے میں مستثنی منہ دو ہیں اس لئے دو طلاق واقع ہوگی، اور دوسرے مسئلے میں ایک ہے اس لئے ایک واقع ہوگی۔

تشریح: متن میں دو مسئلے ذکر کئے گئے ہیں [۱] پہلا مسئلہ, انت طالق ثلاثا الا واحدۃ، میں تین سے ایک کو استثنا کیا گیا ہے اس لئے مستثنی منہ دو باقی رہ گیا ہے اس لئے دو طلاقیں واقع ہوں گی، [۲] اور دوسرا مسئلہ انت طالق ثلاثا الا اثنین، میں تین میں سے دو مستثنی کیا گیا ہے اس لئے ایک باقی رہ گیا ہے اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۵؎ اور اگر کہا, انت طالق ثلاثا الا ثلاثا، تو تین طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ کل کا استثناء کل سے ہے، اس لئے استثناء صحیح نہیں ہے [اس لئے تین واقع ہوگی]

تشریح: انت طالق ثلاثا الا ثلاثا، کہا اور تین سے تین کا استثناء کیا تو کل کا استثناء کل سے ہو گیا اور کچھ باقی نہیں رہا اس لئے استثناء بیکار ہو جائے گا، اور پہلا کلام تین طلاق واقع ہو جائے گی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

﴿باب طلاق المريض﴾

(۱۸۹۶) اذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا وهی فی العدة ورثته وان مات بعد انقضاء العدة فلا میراث لها﴾

﴿باب طلاق المریض﴾

ترجمہ :(۱۸۹۶) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو اپنے مرض الموت میں طلاق بائن دی پھر مرگیا اس حال میں کہ وہ عدت میں تھی تو شوہر کا وارث بنیگی ۔اور اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر مرا تو عورت کے لئے میراث نہیں ہے۔

تشریح : شوہر مرض الموت میں مبتلا تھا اس حال میں بیوی کو طلاق بائنہ دی۔ابھی وہ عدت ہی میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو عورت شوہر کے مال کی وارث ہوگی۔طلاق کی وجہ سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ اور اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو اب عورت شوہر کی میراث کا حقدار نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱)عدت گزرنے تک عورت کسی نہ کسی طرح شوہر کی بیوی ہے اور اسی حال میں شوہر مرا ہے اس لئے بیوی کو اس کی میراث ملے گی ،اور اگر عدت ختم ہوگئی تو یہ عورت اجنبیہ ہوگئی اس لئے اب شوہر مرا تو اس کو میراث نہیں ملے گی ، کیونکہ اجنبیہ کو وراثت نہیں ملتی ۔(۲) یہ وجہ بھی ہے کہ شوہر مرض الموت میں ہے اس لئے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ طلاق بائنہ دیکر عورت کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے اور ظلم کرنا چاہتا ہے اس لئے شریعت نے اس کے خلاف اس کو وراثت دلوائی تاکہ عورت پر ظلم نہ ہو۔(۳)اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔فقال عبد الله بن زبیر طلق عبد الرحمن بن عوف تماضر بنت الاصبغ الکلبیة فبتها ثم مات وهی فی عدتها فورثها عثمان قال ابن الزبیر واما انا فلا اری ان ترث مبتوتة. (سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی توریث المبتوتة فی مرض الموت، ج سابع ص ۵۹۳ ،نمبر ۱۵۱۲۴ ر مصنف ابن ابی شیبة ،۲۰۱ ما قالوا فی الرجل یطلق امرأته ثلاثا وهو مریض هل ترثه؟ ج رابع ،ص ۱۷۶ ،نمبر ۱۹۰۲۸ ر مصنف عبد الرزاق ، باب المطلقة یموت عنها زوجها وهی فی عدتها او تموت فی العدة، ج سادس ،ص ۳۵۹ نمبر ۱۱۷۵۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت عدت میں ہو تو وارث بنے گی (۴)اور عدت گزرنے کے بعد عورت وارث نہیں ہوگی اس کے لئے یہ اثر ہے۔اتانی عروة البارقی من عند عمر فی الرجل یطلق امرأته ثلاثا فی مرضه،انها ترثه مادامت فی العدة ولا یرثها . (مصنف ابن ابی شیبہ ،۲۰۲ من قال ترثه مادامت فی العدة منه اذا طلق وهو مریض، ج رابع، ص ۱۷۷ ،نمبر ۱۹۰۳۱ ر سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی توریث المبتوتة فی مرض الموت ج سابع ،ص ۵۹۵ ،نمبر ۱۵۱۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عدت کے بعد شوہر مرا تو عورت وارث نہیں ہوگی۔

نوٹ : یہ پانچ شرطیں پائی جائیں تو مریض کی مطلقہ وارث ہوگی [۱] طلاق بائنہ ہو، کیونکہ طلاق رجعی دی ہو تو عدت کے اندر

ل وقال الشافعی لا ترث فی الوجهین لان الزوجیة قد بطلت بهٰذا العارض وهی السبب ولهذا لا یرثها اذا ماتت

عورت مکمل بیوی رہتی ہے اس لئے بہرحال وارث ہوگی۔[۲] جس مرض میں طلاق دی ہو اسی میں مرا ہو، کیونکہ اگر اس سے صحتمند ہو گیا اور پھر مرا تو وارث نہیں ہوگی [۳] عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق دی ہو، کیونکہ طلاق عورت کی رضامندی سے دی ہو تو وارث نہیں ہوگی، کیونکہ خود اس سے اپنا حق ساقط کیا ہے [۴] عورت وراثت کی مستحق ہو تب وارث ہوگی، کیونکہ بیوی کسی کی عورت باندی ہو، یا بیوی کتابیہ ہو تو وارث نہیں ہوگی۔[۵] عدت کے اندر موت ہوئی ہو، کیونکہ عدت گزرنے کے بعد شوہر کی موت ہوئی ہو تو وارث نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں [عدت سے پہلے اور عدت کے بعد] وارث نہیں ہوگی اس لئے اس طلاق کی عارض کی وجہ سے زوجیت ختم ہو چکی ہے، اور یہی میراث کا سبب تھا، یہی وجہ ہے کہ عورت مر جائے تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوتا۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب عورت کو طلاق بائنہ واقع ہوگئی تو وہ اب بیوی نہیں رہی اس لئے چاہے وہ عدت میں ہو یا عدت ختم ہونے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا ہو دونوں صورتوں میں وہ وارث نہیں ہوگی، کیونکہ بیوی رہنا ہی وراثت کا سبب ہے، اور جب بیوی نہیں رہی تو وارث بھی نہیں بنے گی، یہی وجہ ہے کہ عدت گزارتے ہوئے عورت مر جائے تو شوہر اس کا وارث نہیں بنتا ہے۔ موسوعہ میں ہے کہ بعض شوافع وارث مانتے ہیں اور بعض حضرات وارث نہیں مانتے ہیں، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ فان لم یصح الزوج حتی مات فقد اختلف فی ذالک اصحابنا ، فمنهم من قال لا ترثه و ذهب الی ان حکم الطلاق اذا کان فی الصحة و المرض سواء (موسوعہ نمبر ۱۹۸۹۴).... قال الشافعیؒ فذهب بعض اصحابنا الی ان یورث المرأة و ان لم یکن للزوج علیها رجعة اذا طلقها الزوج و هو مریض و اذا انقضت عدتها قبل موته۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب طلاق المریض، ج احدی عشر، ص ۳۸۴/۳۸۶، نمبر ۱۹۹۰۱) اس عبارت میں ہے کہ بعض اصحاب شافعیؒ نے فرمایا کہ نہیں وارث ہوگی، اور بعض نے فرمایا کہ وارث ہوگی۔

وجه : (۱) ان کی دلیل یہ اثر ہے۔ سألت عبد الله ابن الزبیر عن رجل طلق امراته فی مرضه فبتها ، قال اما عثمانؓ فورثها و اما انا فلا اری ان اورثها ببینونته ایاها ۔(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی توریث المبتوتۃ فی مرض الموت، ج سابع، ص ۵۹۳، نمبر ۱۵۱۲۵ مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰۱، ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا وھو مریض ھل ترثہ؟ ج رابع، ص ۱۷۶، نمبر ۱۹۰۲۸) اس اثر میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ مبتوتہ کو وراثت نہیں دیتے تھے۔(۲) شوہر عورت کا وارث نہیں اس کی

۲ ولنا ان الـزوجية سبب ارثهـا فـى مرض موته و الزوج قصد ابطاله فيرد عليه قصده بتاخير عمله الـىٰ زمـان انـقضاء العدة دفعاً للضرر عنها ۳ وقد امـكـن لان الـنكاح فى العدة يبقى فى حق بعض الاٰثـار فـجـاز ان يـبـقـى فى حق ارثها عنه بخلاف ما بعد الانقضاء لانه لا امكان ۴ والزوجية فى هذا الحالة ليست بسبب لارثه عنها فيبطل فى حقه خصوصاً اذا رضى به

دلیل یہ اثر ہے۔اتانی عروۃ البـارقـی من عند عمر فی الرجل یطلق امرأته ثلاثا فی مرضه،انها ترثه مادامت فی الـعـدة ولا یـرثهـا . (مصنف ابن ابی شیبہ،۲۰۲من قال ترثہ مادامت فی العدۃ منہ اذا طلق وھو مریض، ج رابع ،ص ۱۷۷،نمبر ۱۹۰۳۱رسنن للبیہقی ، باب ماجاء فی توریث المبتوتۃ فی مرض الموت ج سابع ،ص ۵۹۵،نمبر ۱۵۱۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوہر عورت کا وارث نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ بیوی ہونا مرض الموت میں وراثت کا سبب ہے،اورشوہر نے اس کو باطل کرنے کا ارادہ کیا اس لئے اس کے ارادے کواس پر رد کر دیا جائے گا اس کے عمل کو عدت کے ختم ہونے تک مؤخر کر کے عورت سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ شوہر جب مرض الموت میں ہے تو یہ بیوی رہتی تو اس کی واراثت ملنے کی امید ہو چلی تھی،لیکن شوہر نے پہلے ہی طلاق بائنہ دیکر اس کے حق کو باطل کرنا چاہا تو شریعت نے اس کے ارادے کو رد کر دیا،لیکن عدت کے اندر اندر حق دیا گیا ہے، کیونکہ عدت کے اندر اندر کسی نہ کسی درجے میں وہ بیوی ہے،اور عدت گزر جانے کے بعد چونکہ مکمل طور پر وہ بیوی نہیں رہی اس لئے اب وراثت نہیں ملے گی۔

ترجمہ : ۳ اور وراثت دینا ممکن ہے اس لئے کہ نکاح عدت کے اندر بعض آثار کے حق میں باقی رہتا ہے تو جائز ہے کہ شوہر کی وراثت کے حق میں بھی باقی رہے، بخلاف عدت گزر جانے کے بعد اس لئے کہ اب وراثت کا امکان نہیں ہے۔

تشریح : [۱]عدت شوہر کے لئے گزارتی ہے۔[۲]شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی، یہ بھی بیوی ہونے کی دلیل ہے۔ [۳]اس درمیان بچہ پیدا ہو تو شوہر کا شمار کیا جائے گا۔[۴]عدت کا نان نفقہ سکنہ شوہر کے ذمہ ہیں، یہ سب بیوی ہونے کی دلیل ہے اس لئے یہاں تک وراثت مل سکتی ہے،اور عدت ختم ہو جانے کے بعد کسی طرح بھی بیوی نہیں رہی اس لئے اب وراثت دینے کا امکان نہیں ہے۔

ترجمہ : ۴ مرض الموت کی حالت میں شوہر بیوی کا وارث بنے زوجیت اس کا سبب نہیں ہے۔اس لئے شوہر کا حق باطل ہو جائے گا خصوصا جبکہ اپنے حق باطل کرنے پر راضی ہو۔

(۱۸۹۷) وان طلقها ثلثاً بامرها او قال لها اختاری فاختارت نفسها او اختلعت منه ثم مات وهی فی العدة لم ترثه ﴾ ۱ لانها رضیت بابطال حقها والتاخیر لحقها ۲ وان قالت طلقنی للرجعة فطلقها ثلثا ورثته لان الطلاق الرجعی لا یزیل النکاح فلم تکن بسوالها راضیةً ببطلان حقها (۱۸۹۸) وان قال لها فی مرض موته کنت طلقتک ثلثا فی صحتی و انقضت عدتک فصدقته ثم اقرلها بدین

تشریح : یہ امام شافعی کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ بینونت کے بعد شوہر عورت کا وارث نہیں ہوتا تو عورت بھی وارث نہیں ہوگی۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ۔ عورت پر تو عدت ہے لیکن شوہر پر تو عدت ہی نہیں ہے اس لئے طلاق دیتے ہی اس کی جانب سے انقطاع ہو گیا اس لئے وہ عورت کا وارث نہیں ہوگا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شوہر نے طلاق دیکر خود اپنی وراثت کو ساقط کیا ہے تو اس کو وراثت کیسے ملے گی!۔

ترجمه : (۱۸۹۷) اگر عورت کو اس کے حکم سے تین طلاقیں دیں، تو عورت سے کہا اختاری [تم اپنے آپ کو اختیار کرلو] اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کرلیا، یا خلع کرایا پھر شوہر کا انتقال ہوا اس حال میں کہ عورت عدت میں تھی تو وہ وارث نہیں ہوگی۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ وہ اپنے حق کے ساقط کرنے پر راضی ہے اور عدت تک تاخیر اس کے حق کی وجہ سے تھی۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عورت طلاق لینے پر راضی ہو تو اس کو وراثت نہیں ملے گی، کیونکہ وہ خود اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہے۔ یہاں اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں [۱] بیوی کے حکم سے اس کو تین طلاقیں دیں۔ [۲] عورت سے کہا کہ تم اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہو اور اس نے طلاق دے دیا [۳] یا عورت نے خلع کرایا تو ان صورتوں میں عورت طلاق بائنہ پر راضی ہے اس لئے اس کو شوہر کی وراثت نہیں ملے گی، اور جو عدت تک وراثت دلواتے تھے وہ عورت کے حق کی وجہ سے تھا، اور یہاں اس نے اپنا حق خود ساقط کر دیا۔

ترجمه : ۲ اور اگر عورت نے کہا، مجھے طلاق رجعی دو، اور شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دیں تو شوہر کا وارث ہوگی، اس لئے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی اس لئے طلاق رجعی کے سوال کرنے سے اپنے حق کے باطل کرنے پر باطل نہیں ہوگی۔

تشریح : عورت نے کہا کہ طلاق رجعی دیں اور شوہر نے طلاق مغلظہ دے دیا تو وارث ہوگی، کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح باقی رہتا ہے اور وراثت ملتی ہے، اس لئے رجعی کے مطالبے سے طلاق ثلاثہ کا مطالبہ نہیں ہوا اس لئے وارث ہوگی۔

اصول: عورت طلاق پر راضی ہو، یا شوہر طلاق دیکر بیوی کو زیادہ دینا چاہتا ہو تو وارث نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۱۸۹۸) اگر بیوی سے اپنے مرض الموت میں کہا، میں نے تم کو اپنی صحت میں تین طلاقیں دی تھیں اس لئے تمہاری عدت گزر چکی اور عورت نے اس کی تصدیق کی، پھر شوہر نے عورت کے لئے قرض کا اقرار کیا، یا اس کے لئے کوئی وصیت کی تو

اواوصی لھا بوصیةٍ فلھا الاقلّ من ذٰلک ومن المیراث عند ابی حنیفةؒ وقال ابو یوسف ومحمدؒ یجوز اقرارہ ووصیته﴾

(۱۸۹۹) وان طلقھا ثلثا فی مرضه بامرھا ثم اقرّ لھا بدین او اوصیٰ لھا بوصیة فلھا الاقل من ذٰلک ومن المیراث فی قولھم جمیعاً﴾

میراث اور وصیت میں سے جوکم ہے وہ ملے گا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا اقرار اور وصیت کرنا درست ہے۔

تشریح : شوہر مرض الموت میں تھا اور عورت سے کہا کہ میں تم کو صحت کے زمانے میں طلاق دی تھی اور اب تک اس کی عدت بھی گزر چکی ہے، عورت نے اس کی تصدیق کی بعد میں شوہر نے عورت کے لئے وصیت کی، یا قرض کا اقرار کیا تو دیکھا جائے گا کہ وصیت کی رقم کم ہے یا وراثت جو ملے گی وہ کم ہے، ان دونوں میں سے جوکم ہو وہ ملے گا، مثلا وصیت کی رقم پانچ ہزار درہم ہے اور میراث کی رقم چھ ہزار ہے تو وصیت کی رقم ملے گی۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت نے بھی تصدیق کی تو یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں نے مشورہ کر کے یہ طلاق کا اور عدت گزرنے کا ڈھونگ رچایا ہو تاکہ میراث سے زیادہ وصیت کر سکے یا دین کا اقرار کر سکے، اور دوسرے وارثین کا نقصان ہو جائے، اس لئے میاں بیوی دونوں متہم ہیں اس لئے میراث اور وصیت میں سے، یا میراث اور دین میں سے جوکم ہو وہ دلوایا جائے تاکہ ان کا مقصد پورا نہ ہو اور وارثین کو نقصان نہ ہو۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب طلاق واقع ہونے اور عدت گزرنے کی تصدیق ہوگئی تو عورت بالکل اجنبیہ ہوگئی، یہی وجہ ہے کہ [۱] اب اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، [۲] شوہر اس عورت کے حق میں گواہی دینا چاہے تو قبول کی جائے گی، [۳] اس عورت کو زکوۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، کیونکہ یہ اب اجنبیہ ہوگئی، اور جب اجنبیہ ہوگئی تو اس کے لئے میراث سے بھی زیادہ وصیت کا اقرار کر سکتا ہے، یا دین کا اقرار کر سکتا ہے اس لئے شوہر نے جو اقرار کیا وہی دلوایا جائے گا۔

ترجمه : (۱۸۹۹) اور اگر عورت کے حکم سے مرض الموت تین طلاقیں دیں [اور عدت باقی تھی] کہ عورت کے لئے دین کا اقرار کیا یا اس کے لئے وصیت کی تو میراث اور وصیت میں سے جوکم ہو وہ اس کے لئے ہوگا سب کے قول میں۔

تشریح : جب عورت کے حکم سے تین طلاقیں دیں اور ابھی وہ عدت میں ہے کہ اس کے لئے وصیت کی یا اس کے لئے قرض کا اقرار کیا تو غالب گمان ہے کہ وصیت یا قرض زیادہ دلوانے کے لئے اس کے حکم سے طلاق دی گئی ہے اس لئے سب کے نزدیک یہ ہے کہ دونوں میں سے جوکم رقم ہو وہ عورت کو دلوائی جائے گی اور ان کے ارادے کو رد کر دیا جائے گا، تاکہ باقی ورثہ کا نقصان نہ ہو۔

ل الاعلىٰ قول زفرؒ فان لها جميع ما اوصى وما اقرّبه لان الميراث لما بطل بسوالها زال المانع من صحة الاقرار والوصية ٢ وجه قولهما فى المسألة الاولىٰ انهما لما تصادقا على الطلاق وانقضاءِ العدة صارت اجنبيةً عنه حتى جازله ان يتزوج اختَها فانعدمت التهمة الا ترىٰ انه تقبل شهادتُه لما ويجوز وضع الزكوٰة فيها ٣ بخلاف المسألة الثانية لان العدة باقية وهى سبب التهمة والحكم يدار على دليل التهمة ولهذا ايدار على النكاح والقرابةِ ولا عدةَ فى المسألة الاولىٰ

ترجمه : ل مگرامام زفرؒ کے قول پراس لئے کہ عورت کے لئے وہ تمام ہے جو وصیت کی گئی، یا جس کا اقرار کیا، اس لئے کہ میراث جب اس کے سوال سے باطل ہوگئی تو اقرار اور وصیت کے صحیح ہونے سے جو مانع تھا وہ زائل ہوگیا۔

تشریح : امام زفرؒ کی رائے ہے کہ چاہے عورت کے کہنے سے تین طلاقیں دی ہوں پھر بھی اس کو پوری وصیت، یا پورا اقرار ملے گا ، کیونکہ بیوی کے لئے اقرار یا وصیت نہیں کر سکتے ، لیکن جب یہ اجنبیہ ہوگئی تو اقرار اور وصیت کا مانع ختم ہوگیا ، اس لئے جتنی وصیت کی ہے یا اقرار کیا ہے سب ملے گا چاہے وہ میراث سے کم ہو یا زیادہ ہو۔

ترجمه : ٢ پہلے مسئلے میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں نے طلاق ہونے پر اور عدت گزرنے پر تصدیق کر لی تو اب شوہر سے اجنبیہ ہوگئی ، یہی وجہ ہے کہ شوہر کے لئے عورت کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لئے تہمت ختم ہوگئی ، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ مرد کی شہادت اس عورت کے لئے قبول کی جائے گی ، اور زکوۃ کو اس عورت کو دینا جائز ہوگا۔

تشریح : پہلے مسئلے یعنی دونوں نے عدت گزرنے پر تصدیق کی ہو تو صاحبینؒ کی رائے تھی کی شوہر کا قرار اور اسکی وصیت جائز ہے ، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت نے تصدیق کی کہ عدت گزر گئی تو وہ اجنبیہ بن گئی اس لئے اس کے لئے اقرار کرنا یا وصیت کرنا جائز ہے ، آگے اجنبیہ بننے کی تین دلیل پیش کر رہے ہیں۔ [ا] عورت اجنبیہ بن گئی ہے اسی لئے اب اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگیا ہے۔ [۲] بیوی رہتی تو شوہر اس کے لئے گواہی نہیں دے سکتا تھا ، لیکن اب گواہی دے سکتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ اجنبیہ بن چکی ہے۔ [۳] بیوی ہوتی تو اس کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا تھا ، لیکن اب زکوۃ دے سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اجنبیہ بن چکی ہے ، اور جب اجنبیہ بن چکی تو اب اس کے لئے دین کا اقرار کرنا بھی جائز ہے ، اور وصیت کرنا بھی جائز ہے۔

ترجمه : ٣ بخلاف دوسرے مسئلے کے اس لئے کہ عدت باقی ہے اور یہ تہمت کا سبب ہے اور حکم کا مدار تہمت کی دلیل پر ہے ، اسی وجہ سے نکاح اور قرابت پر حکم کا مدار ہے ، اور پہلے مسئلے میں عدت نہیں ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل۔ دوسرے مسئلے میں عورت کے حکم سے طلاق ہوئی ہے اور ابھی عدت بھی باقی ہے اس لئے کسی نہ کسی درجے میں بیوی موجود ہے اس لئے یہ تہمت کی دلیل ہے کہ بیوی کو طلاق دیکر زیادہ وصیت کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کے لئے

۴ ولابی حنیفةؒ فی المسألتین ان التهمة قائمة لان المرأة قد تختار الطلاق لینفتح بابُ الاقرار والوصیة علیها فیزید حقّها والزوجان قد یتواضعان علی الاقرار بالفرقةِ وانقضاء العدة لیبرّها الزوجُ بمالِه زیادةً علیٰ میراثها وهٰذه التهمةُ فی الزیادة فرددناها ولا تهمة فی قدر المیراث فصححناه

۵ ولا مواضعة عادةً فی حق الزکوٰة والتزوُّجِ والشهادةِ فلا تهمة فی حق هذه الاحکام

وصیت کرنا اور اقرار کرنا جائز نہیں ہے۔

لغت : لهذا یدار علی النکاح و القرابة : اگر نکاح موجود ہو تو بیوی شوہر کے لئے اور شوہر بیوی کے لئے گواہی نہیں دے سکتے، کیونکہ نکاح ہونا دلیل ہے کہ بیوی شوہر کے لئے اور شوہر بیوی کے لئے فائدے کی گواہی دیں گے، اس کے نقصان کی گواہی نہیں دیں گے، اس لئے نکاح تہمت کی دلیل ہے اور حکم کا مدار ظاہری دلیل پر ہوتا ہے۔ اسی طرح دو بھائیوں کے درمیان اخوت کی قرابت ہے تو ایک دوسرے کے لئے گواہی نہیں دے سکتے، کیونکہ قرابت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے فائدے ہی کی گواہی دیں گے، اسی طرح عدت ہونا دلیل ہے کہ وہ دوسرے وارثین کا نقصان کر کے اس کو زیادہ وصیت کریں گے۔

ترجمہ: ۴ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل دونوں مسئلوں میں یہ ہے۔ تہمت قائم ہے اس لئے کہ عورت کبھی طلاق پسند کرتی ہے تاکہ اس کے لئے اقرار اور وصیت کا دروازہ کھل جائے اور اس کا حق زیادہ کرے، اور کبھی میاں بیوی فرقت کے اقرار پر اور عدت کے گزر جانے پر اتفاق کر لیتے ہیں تاکہ شوہر میراث سے بھی زیادہ احسان کر سکے، اور یہ تہمت میراث سے زیادتی میں ہے اس لئے ہم نے اس کو رد کر دیا، اور میراث کی مقدار میں تہمت نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو صحیح قرار دیا۔

تشریح : امام ابوحنیفہ کی دونوں مسئلوں میں دلیل یہ ہے کہ عورت نے عدت گزرنے کی تصدیق کی ہو تب بھی تہمت یہ ہے کہ دونوں نے مل کر یہ ڈھونگ رچایا ہو تاکہ بیوی کو میراث سے زیادہ وصیت کر سکے اور دین کا اقرار کر سکے، اور یہ تہمت میراث سے زیادہ میں ہے اس لئے اس کو رد کر دیا گیا، اور میراث سے کم میں نہیں ہے اس لئے اس کو جائز قرار دیا۔

ترجمہ : ۵ عادةً زکوۃ دینے میں، نکاح کرنے میں اور گواہی دینے میں یہ موافقت نہیں ہوتی اس لئے ان احکام میں تہمت نہیں ہے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے کہ زیادہ وصیت کرنے کے میاں بیوی دونوں عدت گزرنے پر اتفاق کر لیں یہ بہت ممکن ہے، لیکن عورت کو زکوۃ دینے کیلئے یا اسکی بہن سے نکاح کرنے کے لئے، یا اس کے حق میں گواہی دینے کے لئے طلاق لے اور عدت گزرنے کا اتفاق کر لے عادةً ایسا نہیں کرتے اس لئے یہاں تہمت نہیں ہے اس لئے اس بارے میں اس کی بات مان لی جائے گی۔

لغت: یتواضعان: وضع سے مشتق ہے، اتفاق کرنا، اسی سے ہے مواضعۃ: اتفاق کرنا۔ یبرها: عورت پر احسان کرے۔

(۱۹۰۰) قال ومن کان محصوراً او فی صفّ القتال فطلق امرأته ثلثا لم ترثه وان کان قد بارز رجلاً او قدّم لیقتل فی قصاص او رجم و رثت ان مات فی ذلک الوجه او قتل ﴿ ۱ واصله ما بیناانّ امرأة الفارِّ ترث استحسانا وانما یثبت حکم الفرار بتعلق حقّھا بماله وانما یتعلق بمرض یخاف منه الھلاک غالباً کما اذا کان صاحب الفراش وھو ان یکون بحالٍ لا یقوم بحوائجه کما یعتاده

ترجمہ: (۱۹۰۰) جو قلعہ میں محصور ہو، یا قتال کی صف میں ہو اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو وارث نہیں ہوگی، اور اگر وہ کسی مرد سے مقابلہ کے لئے نکلا، یا قصاص، یا رجم کے لئے پیش کیا گیا تا کہ قتل کیا جائے تو وارث ہوگی اگر اس بارے میں قتل کیا گیا۔

لغت: فار: بھاگنے والا، آدمی کو مرض کی وجہ سے یا رجم اور قصاص کی وجہ سے موت کا یقین ہو ایسے موقع پر بیوی کو طلاق دیکر وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہو تو اس کو فار کہتے ہیں، اور اس کی طلاق کو طلاق الفار کہتے ہیں۔ شریعت اس کے باوجود عدت کے اندر وراثت دلواتی ہے۔

تشریح: اصول: جن طریقوں میں ہلاکت غالب ہو اگر اس وقت طلاق دیا تو فار سمجھا جائے گا اور اس میں عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو عورت وارث ہوگی۔ اور جن طریقوں میں ہلاکت غالب نہیں ہے اور طلاق دے دی تو وارث نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ فار نہیں ہے۔ متن میں اس کے لئے دو دو مثالیں دی ہیں [۱] آدمی قلعہ میں محصور ہو تو یقینی نہیں ہے کہ وہ مر ہی جائے کیونکہ قلعہ تو حفاظت کے لئے ہوتا ہے اس لئے ایسے موقع پر طلاق دینا فار نہیں ہے۔ [۲] قتال کی صف میں ہو تو مرنا یقینی نہیں ہے کیونکہ لوگ عموما بچ جاتے ہیں اس لئے اس وقت طلاق دینا فار نہیں ہے۔ [۳] مقابلے کے لئے نکلا ہو تو دو آدمیوں میں سے ایک کی موت تقریبا یقینی ہے اس لئے اس وقت طلاق دینا طلاق فار ہے اس لئے وارث ہوگی۔ بارز: مقابلے کے لئے دعوت دینا۔ [۴] قصاص یا رجم کے لئے لیجایا جا رہا ہو تو موت یقینی ہے اس لئے اس وقت طلاق دینا فار ہے اس لئے وارث ہوگی۔

وجہ: عن ابن سیرین قال کانوا یقولون : لا تختلفون ، من فر من کتاب اللہ رد الیه ، یعنی فی الرجل یطلق امراته و ھو مریض۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۰۲ من قال ترثہ مادامت فی العدۃ منہ اذا طلق وھو مریض، ج رابع، ص ۱۷۷، نمبر ۱۹۰۴۰) اس اثر میں ہے کہ فار کی بیوی وارث ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس کی اصل وہ ہے جسکو ہم نے اول باب میں بیان کیا فار کی عورت استحسانا وارث ہوگی۔ اور فرار کا حکم ثابت کیا جائے گا جبکہ عورت کا حق شوہر کے مال کے ساتھ متعلق ہو چکا ہو ایسے مرض سے جس میں ہلاکت کا خوف غالب ہو جیسا کہ صاحب فراش ہو وہ یہ کہ آدمی ایسی حالت میں ہو کہ اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا ہو جیسا کہ تندرست آدمی عادۃً کرتے ہیں، اور کبھی فرار کا حکم ثابت کرتے ہیں اس چیز سے غالب ہلاکت میں مرض الموت کے معنی میں ہو۔ اور جس سے غالب سلامت ہے اس سے فرار کا حکم

الاصحاء وقد يثبت حكم الفرار بما هو في معنى المرض في توجه الهلاک الغالب وما يكون الغالب منه السّلامة لا يثبت به حكم الفرار

۲ فالمحصور والذى فى صفّ القتال الغالب منه السلامة لان الحصن لدفع بأس العدوّ وكذا المنعةُ فلا يثبت به حكم الفرار ۳ والذى بارزاوقدم ليقتل الغالب منه الهلاک فتحقق به الفرار ۴ ولهذا اخوات تخرج علىٰ هذاالحرف

ثابت نہیں ہوگا۔

تشریح : اصل قاعدہ یہ ہے کہ فار کی بیوی استحسانا وارث ہوگی۔فرار اس وقت ثابت ہوگا جبکہ ایسے مرض میں مبتلا ہو چکا ہو جس سے تندرست ہونا مشکل نظر آتا ہو مثلا آدمی بستر پکڑ چکا ہو اور تندرستوں کی طرح اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا ہو۔ایسے موقع پر طلاق سے سمجھا جائے گا کہ یہ عورت کو اپنی وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے اور طلاق دیکر بھاگنا چاہتا ہے۔یا جس چیز میں غالب ہلاکت ہے وہ بھی مرض الموت کے معنی میں ہے۔مثلا رجم کے لئے لیجانا،قصاص کے لئے لیجانا مرض الموت کے معنی میں ہے۔اور جن چیزوں میں غالب سلامت ہے اس وقت طلاق دینے سے فار نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۲ پس قلعے میں محصور،اور جو قتال کی صف میں ہے غالب اس سے سلامت ہے اس لئے کہ قلعہ دشمن کی طاقت کو دفع کرنے کے لئے ہے اور ایسے ہی لشکر اس لئے اس سے فرار کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔

تشریح : [۱] جو قلعہ میں محصور ہے اس کی موت یقینی نہیں ہے کیونکہ قلعہ حفاظت کے لئے ہے۔[۲] جو قتال کی صف میں ہے اس کی موت یقینی نہیں، کیونکہ باقی لشکر دشمن کو دفع کرنے کے لئے ہے،اس لئے ایسے موقع پر طلاق دینا فرار نہیں ہے۔۔حصن: قلعہ۔ المنعۃ: روکنے کی چیز،مراد ہے لشکر۔

ترجمہ: ۳ اور جو مقابلے کے لئے نکلا،یا قتل کرنے کے لئے آگے بڑھایا تو غالب اس سے ہلاکت ہے اس لئے اس سے فرار متحقق ہوگا۔

تشریح : جس نے مقابلے کے لئے دشمن کو دعوت دی تو غالب یہ ہے وہ مرے گا،اسی طرح جس کو قصاص میں یا رجم میں قتل کے لئے آگے لے جایا جا رہا ہو تو غالب یہ ہے کہ وہ مرے گا اس لئے اس وقت طلاق دینا فرار ہے اس لئے وارث بنے گی۔

ترجمہ: ۴ اس کے لئے بہت سارے نظائر ہیں جو اسی اصول پر نکالے جا سکتے ہیں۔

تشریح : کہاں موت غالب ہے اور کہاں غالب نہیں ہے اس کے لئے بہت سی مثالیں ہیں جو اسی قاعدے پر نکالی جا سکتیں ہیں۔

۵ وقوله اذا مات فی ذلک الوجہ او قتل دلیل علی انہ لا فرق بین ما اذا مات بذٰلک السبب و بسبب اٰخر کصاحب الفراش بسبب المرضِ اذا قتل (۱۹۰۱) واذاقال الرجل لامرأته وھو صحیح اذا جاء رأس الشھر او اذا دخلت الدار او اذا صلی فلان الظھر او اذا دخل فلان الدار فانتِ طالق فکانت ھذہ الاشیاء والزوج مریض لم ترث و ان کان القول فی المرض ورثت الا فی قوله اذا دخلت الدار﴾

ترجمه : ۵ ماتن کا قول ,ان مات فی ذالک الوجہ,اوقتل ,اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اسی سبب سے مرا یا دوسرے اسباب سے مرا ,جیسے مرض کی وجہ سے صاحب فراش قتل کر دیا جائے [تب بھی وارث ہوگی]

تشریح : متن میں ہے کہ اس طریقے میں مرجائے یا قتل کیا جائے ,یا قتل کیا جائے اس بات کی دلیل ہے کہ جو فار بن چکا ہے وہ اسی مرض کے سبب سے مرے تب بھی فار ہے اور دوسرے سبب سے مرجائے تب بھی فار ہی شمار کیا جائے گا ,مثلا ایک آدمی بیماری کی وجہ سے فار بنا لیکن وہ قتل کر دیا گیا جسکی وجہ سے موت ہوئی تب بھی فار ہوگا اور اس کی بیوی کو وراثت ملے گی۔

ترجمه : (۱۹۰۱) شوہر نے بیوی سے کہا اس حال میں کہ وہ تندرست تھا کہ جب مہینے کا پہلا دن آئے۔ یا جب تم گھر میں داخل ہو۔ یا جب فلاں ظہر کی نماز پڑھے۔ یا جب فلاں گھر میں داخل ہو۔ تو تم کو طلاق ,پس یہ چیزیں وجود میں آئیں اس حال میں کہ شوہر مریض تھا تو وارث نہیں ہوگی۔ اور اگر شرط بھی مرض میں لگایا تو وارث ہوگی ,سوائے شوہر کا قول کہ ,جب تم گھر میں داخل ہوگی تو تم کو طلاق۔ [تو اس صورت میں وارث نہیں ہوگی]

تشریح : اس عبارت میں دس قسم کے مسئلے بیان کئے ہیں ,جسکی تشریح خود شرح میں آرہی ہے۔ اصول یہ ہے کہ جن صورتوں میں شوہر فار بن رہا ہے ان صورتوں میں بیوی وارث ہوگی ,اور جن صورتوں میں فار نہیں ہے ,یا عورت اپنی مرضی سے طلاق لی ہے ان میں وارث نہیں بنے گی۔ [۱] اذا جاء راس الشہر : [جب مہینے کا پہلا دن آئے تو تم کو طلاق] اس میں وقت پر طلاق کو معلق کیا اگر معلق کرنا تندرستی میں ہوا اس کے بعد شوہر بیمار پڑا اور مہینے کا شروع اس کی بیماری میں ہوا تو وارث نہیں ہوگی ,کیونکہ شوہر کو کیا معلوم کہ میں مہینے کے شروع میں بیمار ہو جاؤں گا۔ اور اگر معلق بھی بیماری میں کیا اور مہینے کا شروع بھی بیماری میں آیا ہو تو وارث ہوگی ,کیونکہ جان کر طلاق دیا ہے۔ [۲] اذا دخلت الدار : [جب تم گھر میں داخل ہو تو تم کو طلاق] اس میں بیوی کے فعل پر معلق کیا ہے۔ پس اگر معلق کرنا اور شرط کا پایا جانا دونوں بیماری کی حالت میں ہے ,اور عورت کو وہ کام کئے بغیر چارہ نہیں ہے تو کام کرنے سے بھی وارث ہوگی ,کیونکہ عورت وہ کام کرنے پر اور طلاق لینے پر مجبور تھی اس لئے شوہر فار ثابت ہوا۔ اور اگر وہ کام کرنے پر مجبور نہیں تھی تو عورت نے راضی سے طلاق لی ہے اس لئے وارث نہیں بنے گی۔ اور اگر شوہر نے شرط تندرستی میں لگائی ,اور عورت نے کام مرض کی حالت میں کیا

،پس اگراس کام کے کرنے پر مجبور تھی تو وارث ہوگی ،اور مجبور نہیں تھی تو وارث نہیں ہوگی ۔[۳] اذا صلی فلان الظھر :[جب فلاں نے ظہر پڑھی تو تم کو طلاق] فلاں سے اجنبی بھی ہوسکتا ہے،اور خود شوہر بھی ہوسکتا ہے،البتہ یہ کام ایسا ہے جس کے کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اس لئے کہ ظہر کی نماز فرض ہے۔اس میں معلق کرنا اور شرط پایا جانا دونوں مرض میں ہوں تو وارث ہوگی ، کیونکہ مرض میں طلاق دیکر وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔اور اگر معلق کرنا صحت میں ہےاور شرط مرض میں پائی گئی تو وارث نہیں ہوگی ، کیونکہ شوہر کو کیا معلوم کہ میں بیمار ہوں گا ، اس لئے وہ فار نہیں ہے ۔[۴] واذا دخل فلان الدار فانت طالق :[جب فلاں گھر میں داخل ہوتو تم کو طلاق] اس فلاں سے بھی اجنبی ہوسکتا ہے اور خود شوہر بھی ہوسکتا ہے،البتہ یہ کام ایسا ہے کہ اس کا کرنا ضروری نہیں ہے۔اس میں معلق کرنا اور شرط پایا جانا دونوں مرض میں ہوں تو وارث ہوگی ، کیونکہ مرض میں طلاق دیکر وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔اور اگر معلق کرنا صحت میں ہےاور شرط مرض میں پائی گئی تو وارث نہیں ہوگی ، کیونکہ شوہر کو کیا معلوم کہ میں بیمار ہوں گا !،اس لئے وہ فار نہیں ہے۔[۵] الا فی قولہ ,اذا دخلت الدار، فانت طالق ،[اگر میں تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو طلاق ہے]اس میں بتانا چاہتے ہیں کہ عورت کے فعل پر طلاق معلق کیا ہے،اور گھر میں داخل ہونا ضروری نہیں ہے،اس لئے گھر میں داخل ہوئی تو جان کر طلاق لی اس لئے وارث نہیں ہوگی ۔

﴿ بیوی کو وراثت ملنے کی صورتیں ایک نظر میں ﴾

نمبر	صورت	حالت	حکم
۱	وقت کے آنے پر معلق کیا	معلق کرنا اور شرط کا پایا جانا مرض میں تھا	ملے گی
۲		معلق کرنا صحت میں شرط پایا جانا مرض میں تھا	نہیں ملے گی
۳	اجنبی کے فعل پر معلق کیا	معلق کرنا اور شرط کا پا یا جانا مرض میں تھا	ملے گی
۴		معلق کرنا صحت میں شرط کا پایا جانا مرض میں تھا	نہیں ملے گی
۵	اپنے فعل پر معلق کیا	معلق کرنا اور شرط کا پایا جانا مرض میں تھا	ملے گی
۶		معلق کرنا صحت میں شرط کا پایا جانا مرض میں تھا	ملے گی
	بیوی کے فعل پر معلق کیا	معلق کرنا اور شرط کا پاجانا مرض میں تھا	
۷		کام کرنا ضروری تھا	ملے گی
۸		کام کرنا ضروری نہیں تھا	نہیں ملے گی
		معلق کرنا صحت میں شرط پایا جانا مرض میں تھا	
۹		کام کرنا ضروری تھا	ملے گی
۱۰		کام کرنا ضروری نہیں تھا	نہیں ملے گی

۱؎ وهـذا على وجوه اما ان يعلق الطلاق بمجئ الوقت او بفعل الاجنبى او بفعل نفسه او بعدل المرأة وكلّ وجه على وجهين اما ان كان التعليق فى الصحة الشرط فى المرض او كلاهما فى المرض

۲؎ اماالوجهان الاولان وهو ما ان كان التعليق بمجئ الوقت بان قال اذا جاء رأس الشهر فانتِ طالق او بـفعل الاجنبى بان قال اذا دخل فلان الدار اوصلى فلان الظهر وكان التعليق والشرط فى المرض فلها الميراث لان القصد الى الفرار قد تحقق منه بمباشرة التعليق فى حالٍ تعلّق حقّها بماله

۳؎ وان كان التعليق فى الصحة والشرط فى المرض لم ترث

ترجمہ : ۱؎ یہ مسئلہ چند طریقوں پر ہے۔[۱] یا یہ کہ طلاق کو وقت آنے پر معلق کرے،[۲] یا اجنبی کے فعل پر معلق کرے،[۳] یا اپنے فعل پر معلق کرے،[۴] یا عورت کے فعل پر معلق کرے۔اور ہر ایک کے دو دو طریقے ہیں (۱) یا معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط کا پایا جانا بیماری میں ہو، (۲) یا دونوں بیماری میں ہوں۔

تشریح : یہاں معلق کرنے کی چار صورتیں ہیں، اور چاروں کی دو دو صورتیں ہیں اس لئے کل آٹھ صورتیں ہو گئیں، اور دو صورتیں اور ہیں کہ وہ کام کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے، اس طرح دس صورتیں ہو جاتی ہیں، اس سب کی تفصیل دیکھیں۔

ترجمہ: ۲؎ بہر حال پہلی دو وجہ [۱] وہ یہ ہے کہ اگر معلق کیا ہو وقت کے آنے پر، اس طرح کہے کہ اگر مہینے کا شروع آیا تو تم کو طلاق ہے [۲] یا اجنبی کے فعل پر اس طرح کہا۔فلاں گھر میں داخل ہو تو تم کو طلاق ہے، یا فلاں نے ظہر کی نماز پڑھی تو تم کو طلاق ہے۔اور معلق کرنا اور شرط لگانا دونوں مرض میں ہو تو عورت کو میراث ملے گی، اس لئے کہ شوہر کی جانب سے بھاگنے کا ارادہ ثابت ہو چکا ہے ایسے حال میں معلق کرنے کی وجہ سے جبکہ عورت کا حق شوہر کے مال سے متعلق ہو چکا ہے۔

تشریح : دس صورتوں میں سے دو صورتیں یہاں بیان کر رہے ہیں کہ۔[۱] وقت کے آنے پر طلاق معلق کی ہو [۲] یا اجنبی کے فعل پر طلاق معلق کیا، اور معلق کرنا اور شرط کا پایا جا دونوں مرض کی حالت میں ہو تو عورت وارث ہوگی، کیوں کہ مرض کی وجہ سے عورت کا حق شوہر کے مال کے ساتھ معلق ہو چکا تھا کہ شوہر نے طلاق دیکر فرار کا ارادہ کیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط مرض میں پائی جائے تو وارث نہیں ہوگی۔

تشریح: یہاں بھی دو صورتیں ہیں [۳] معلق کرنا وقت آنے پر ہو [۴] یا معلق کرنا اجنبی کے فعل پر ہو، اور معلق کرنا صحت میں تھا اور شرط مرض کی حالت میں پائی گئی تو وارث نہیں ہوگی، کیونکہ معلق کرتے وقت شوہر کو کیا معلوم تھا کہ وہ بیمار ہو جائے گا، اس لئے فار ثابت نہیں ہوا۔

۴ وقال زفرؒ ترث لان المعلّق بالشرط ینزل عند وجود الشرط کالمنجزِ فکان ایقاعاً فی المرض ۵ ولنا ان التعلیق السابق یصیر تطلیقاً عند الشرط حکماً لا قصداو لا ظلم الا عن قصدٍ فلا یرد تصرفه ۶ فاما الوجه الثالث وهو ما اذا علقه بفعل نفسه فسواء کان التعلیق فی الصحة والشرط فی المرض او کانا فی المرض والفعل مماله منه بُدّ او لا بُدّله منه فیصیر فارّالوجود قصد الابطال اما بالتعلیق او بمباشرة الشرط فی المرض

ترجمہ : ۴ امام زفرؒ نے فرمایا کہ وارث ہوگی اس لئے کہ شرط پر معلق کرنا شرط پائے جاتے وقت ایسی اترتی ہے جیسے منجز طلاق اترتی ہے،اس لئے مرض میں طلاق واقع کرنا ہوا۔

لغت : منجز : نجز سے مشتق ہے،نقد ہونا،جو طلاق بغیر شرط کے دی جائے اور فوراواقع کی جائے اس کو طلاق منجز کہتے ہیں۔اور جس طلاق کو شرط پر معلق کی جائے اس کو طلاق معلق کہتے ہیں۔ لابد: جو کام کئے بغیر چارہ نہ ہو،بد: جس کام کا کرنا ضروری نہ ہو۔

تشریح : امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ صحت میں معلق کیا ہو اور مرض میں شرط واقع ہوئی ہو تب بھی عورت وارث ہوگی۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت شرط پائی جاتی ہے،گویا کہ اسی وقت شرط اتری،اور اسی وقت معلق کیا،اور شرط اتری ہے مرض کی حالت میں تو گویا کہ معلق بھی مرض کی حالت میں کی اور گویا کہ طلاق بھی مرض کی حالت میں دی اس لئے وہ وارث ہوگی۔جیسے کہ منجز طلاق مرض میں دے تو عورت وارث ہوتی ہے۔

ترجمہ : ۵ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پچھلی تعلیق شرط کے وقت طلاق دینا حکما ہوتا ہے نہ کہ قصدا،اور ظلم کا ثبوت ارادے سے ہوتا ہے اس لئے شوہر کا تصرف رد نہیں کیا جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ جس وقت طلاق کو معلق کیا ہے وہ طلاق شرط پائے جاتے وقت حکما اترتی ہے قصدا نہیں اترتی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر نے قصد اور ارادے سے مرض میں طلاق نہیں دی،قصدا تو صحت میں معلق کی ہے،اور حکما مرض میں وہ طلاق واقع ہوگئی،اور قصدا مرض میں طلاق دے تب ظلم ہوگا،اس لئے یہ ظلم نہیں ہوا اس لئے وارث نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۶ بہر حال تیسری صورت یہ ہے کہ اپنی ذات کے فعل پر معلق کیا ہو،چاہے معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط پایا جانا مرض میں ہو،یا دونوں مرض میں ہو اور فعل ضروری نہ ہو،یا ضروری ہو اس لئے حق باطل کرنے کے ارادے سے فار ہو جائے گا۔

تشریح : تیسری صورت یہ ہے کہ اپنی ذات کے فعل پر معلق کیا ہو،اس کی بھی دو صورتیں ہیں جو دس صورتوں میں سے چھٹی اور ساتویں صورت بنتی ہے [۵] معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط پایا جانا مرض میں ہو،[۶] یا معلق کرنا اور شرط کا پایا جانا دونوں مرض میں

ے وان لم يكن له من فعل الشرط بد فله من التعليق الف بد فيرد تصرفه دفعاً للضرر عنها ٨ واما الوجه الرابع وهو ما اذا علقه بفعلها فان كان التعليق والشرط فى المرض والفعل مما لها منه بد ككلام زيد ونحوه لم ترث لانها راضية بذلک ۹ وان كان الفعل لا بدّ لها منه كاكل الطعام وصلٰوة الظهر وكلام الابوين ترث لانها مضطرة فى المباشرة لما لها فى الامتناع من خوف الهلاک فى الدنيا او فى العقبى ولا رضاء مَع الاضطرار

ہوں، اب کام کرنا ضروری ہو یا ضروری نہ ہو ہر حال میں عورت وارث بنے گی، اس لئے کہ اپنے فعل پر معلق کر کے یا مرض کی حالت میں کام کر کے فار بن گیا، اس لئے کہ مرض کی حالت میں کام کیا تو پتہ چلا کہ وہ عورت کو حق سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

ترجمہ: ے اور اگر شرط کا کرنا اسکے لئے ضروری ہی تھا تو معلق کرنے کے لئے اس کے لئے ہزار راستے تھے، اس لئے عورت سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے شوہر کے تصرف کو رد کر دیا جائے گا۔

تشریح: معلق صحت میں کی ہو اور شرط مرض میں پائی جائے، یا دونوں ہی مرض میں کیا ہو، اور ایسے کام پر معلق کیا ہے جو ضروری ہے مثلا کھانا کھانے پر طلاق معلق کی ہے تو ٹھیک ہے کہ کام ضروری ہے، لیکن معلق کرنے کے لئے کس نے کہا، معلق نہ کرنے کے تو کئی راستے تھے، اس کے باوجود معلق کیا تو وہ فار ہو گیا اس لئے اس کے تصرف کو رد کر دیا جائے گا، اور عورت کو وراثت ملے گی۔ ۔الف بد: ہزار راستے۔

ترجمہ : ٨ بہر حال چوتھی صورت یہ ہے کہ بیوی کے فعل پر معلق کرے، پس اگر معلق کرنا اور شرط مرض میں ہے اور کام ایسا ہے جسکی ضرورت نہیں، جیسے زید سے بات کرنا، یا اس کے مانند، تو وارث نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ اس طلاق سے راضی ہے۔

تشریح: چوتھی صورت یہ ہے کہ خود عورت کے فعل پر طلاق معلق کر دے۔ اب دس صورتوں میں سے یہاں چار صورتیں ہیں [۷] معلق کرنا اور شرط پایا جانا دونوں مرض کی حالت میں ہو اور کام ضروری والا نہ ہو، مثلا زید سے بات کرنے پر طلاق معلق کی ہے، اور زید سے بات کرنا ضروری نہیں ہے پھر بھی عورت نے بات کر لی اور مرض میں طلاق واقع ہو گئی، تو وراثت نہیں ملے گی، کیونکہ جب بات کرنا ضروری نہیں تھا پھر بھی بات کر ہی لی تو عورت اس طلاق سے راضی ہے اس لئے اس کو وراثت نہیں ملے گی۔

ترجمہ : ۹ اور اگر فعل ضروری ہو جیسے کھانا کھانا، اور ظہر کی نماز پڑھنا، اور والدین سے بات کرنا تو عورت وارث ہوگی، اس لئے کہ اس کام کے کرنے میں مجبور ہے، اس لئے کہ اس سے رکنے میں دنیا میں ہلاکت کا خوف ہے یا آخرت میں، اور اضطرار کے ساتھ رضامندی نہیں ہوتی۔

تشریح : دس صورتوں میں سے یہ [٨] آٹھویں صورت ہے کہ معلق اور شرط مرض میں ہے، لیکن کام کرنا ضروری ہے، اس کی تین

۱۰؎ واماّ اذا کان التعلیق فی الصحة والشرط فی المرض ان کان الفعل مما لها منه بد فلا اشکال انه لا میراث لها ۱۱؎ وان کان مما لا بد لها منه فکذلک الجواب عند محمدؒ وهو قول زفر لانه لم یوجد من الزوج صنع بعد ما تعلق حقّها بماله ۱۲؎ و عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ترث لان الزوج الجأ ها الی المباشرة فینتقل الفعل الیه کانها آلة له کما فی الاکراه

مثالیں دی ہیں، کھانا کھانا، اس کے بغیر آدمی دنیا میں ہلاک ہو جائے، دوسری، ظہر کی نماز پڑھنا، اس کے بغیر آدمی آخرت میں ہلاک ہوگا، اور تیسری، والدین سے بات کرنا، اس کے بغیر آدمی معاشرے میں ہلاک ہو جائے گا اس لئے یہ تینوں کام ضروری ہیں اور عورت اس کے کرنے پر مجبور ہے، اس لئے اس کے کرنے پر طلاق سے رضامندی شمار نہیں کی جائے گی اس لئے عورت وارث ہو گی۔

لغت: مضطرة: مجبور، اسی سے اضطرار ہے۔ عقبی: آخرت۔ مباشرة: کسی کام کو کرنا۔

ترجمه : ۱۰؎ بہر حال اگر معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط مرض میں پائی جائے، اور کام ضروری والا نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اس کے لئے میراث نہیں ہے۔

تشریح : یہ دس میں سے [۹] نویں صورت ہے۔ معلق کیا تھا صحت میں اور عورت نے وہ کام شوہر کے مرض میں کیا اور کام ایسا ہے کہ ضروری نہیں تو عورت کو میراث نہیں ملے گی۔ کیونکہ جب کام ضروری نہیں ہے تو اس کے کرنے سے عورت طلاق سے راضی ہے۔

ترجمه: ۱۱؎ اور اگر کام ضروری والا ہو تو امام محمدؒ کا جواب ایسے ہی ہے [کہ میراث نہیں ملے گی] اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔ اس لئے کہ شوہر کے مال کے ساتھ عورت کا حق متعلق ہونے کے بعد شوہر کی جانب سے کوئی عمل نہیں پایا گیا۔

تشریح: یہ دسویں صورت ہے [۱۰] معلق صحت میں کیا تھا اور عورت اس کام کو مرض میں کیا، اور کام ضروری تھا تو امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک وراثت نہیں لے گی، انکی دلیل یہ ہے کہ عورت کا حق مرض میں متعلق ہوا، اور شوہر نے مرض میں کچھ نہیں کیا اس لئے وارث نہیں ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کے پاس صحت میں کام کرنے کا موقع تھا اس کے باوجود صحت میں کیوں نہیں کیا، مرض میں کیوں کیا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورت اس طلاق سے راضی ہے۔۔ صنع: عمل، کاریگری۔

ترجمه : ۱۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ وارث ہوگی، اس لئے کہ شوہر نے اس کو کام کرنے پر مجبور کر دیا اس لئے عورت کا فعل شوہر کی طرف منتقل ہو جائے گا، گویا کہ عورت شوہر کے لئے آلہ ہے، جیسا کہ اکراہ میں ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے عورت کو کام کرنے پر مجبور کیا ہے اس لئے عورت کا فعل شوہر کی طرف منتقل ہو

(۱۹۰۲) قال واذا طلّقها ثلثا وهو مريض ثم صح ثم مات لم ترث ﴾ ۱ و قال زفرؒ ترث لانه قصد الفرار حين اوقع فى المرض وقد مات وهى فى العدّة ۲ ولكنا نقول المرض اذا تعقّبه برءٌ فهو بمنزلة الصحة لانه ينعدم به مرض الموت فتبين انه لا حقّ لها يتعلق بماله فلا يصير الزوج فارّا

(۱۹۰۳) ولو طلقها فارتدت والعياذ بالله ثم اسلمت ثم مات من مرض موته وهى فى العده لم ترث وان لم ترتد بل طاوعت ابن زوجها فى الجماع ورثت﴾

جائے گا تو گویا کہ شوہر نے مرض کی حالت میں طلاق کا کام کیا اس لئے وہ وارث ہوگی۔ جیسے اکراہ میں عورت کو کام کرنے پر مجبور کرے تو عورت وارث ہوگی۔۔الجأ: مجبور کرنا۔

ترجمہ: (۱۹۰۲) اگر عورت کو تین طلاق دی اس حال میں کہ وہ مریض تھا، پھر تندرست ہوا، پھر مر گیا تو وارث نہیں ہوگی۔

تشریح: مرض کی حالت میں تین طلاقیں دیں، پھر صحتمند ہو گیا، پھر عدت ہی میں تھی کہ شوہر مر گیا تو وہ وارث نہیں ہوگی۔

وجہ: بیماری کے بعد جب صحتمند ہو گیا تو یہ بیماری مرض الموت نہیں رہی اس لئے اس میں طلاق دینے سے عورت وارث نہیں ہو گی۔

ترجمہ: ۱ امام زفرؒ نے فرمایا کہ وارث ہوگی کیونکہ مرض میں طلاق دیکر بھاگنے کا ارادہ کیا اور عدت ہی میں شوہر مرا ہے اس لئے وارث ہوگی۔۔تشریح آسان ہے۔

ترجمہ: ۲ لیکن ہم کہتے ہیں کہ مرض کے بعد تندرستی آجائے تو وہ صحت کے درجے میں ہے، اس لئے کہ اب مرض الموت ختم ہو گیا اور ظاہر ہو گیا کہ عورت کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق نہیں ہے اس لئے شوہر فار نہیں ہوا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ مرض الموت میں عورت کا حق شوہر کے مال سے متعلق ہوتا ہے، اور اس وقت طلاق دے تو فار شمار ہوتا ہے، اور جب اس مرض میں نہیں مرا تو وہ مرض الموت نہیں ہوا، اور عورت کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق نہیں ہوا اس لئے طلاق دیکر فار بھی نہیں ہوا اس لئے عورت وارث بھی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۰۳) اگر بیوی کو طلاق دیا اور عیاذ باللہ وہ مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر شوہر اپنی مرض الموت میں مرا اور حال یہ ہے کہ عورت عدت میں تھی تو وارث نہیں ہوگی، اور اگر مرتد نہیں ہوئی بلکہ اپنے بیٹے کی جماع کے سلسلے میں مطاوعت کی تو وارث ہو گی۔

تشریح: شوہر نے بیوی کو اپنی میں طلاق دی، عورت اس کے بعد مرتد ہوگئی، اس کے بعد مسلمان ہوئی اور ابھی عدت ہی میں تھی کہ شوہر کا اسی مرض الموت میں انتقال ہوا تو عورت وارث نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے وارث ہونے کی

ل وجه الفرق انها بالردة ابطلت اهلية الارث اذا لمرتد لا يرث احداً ولا بقاء له بدون الاهلية وبالمطاوعة ۲ ما ابطلت اهلية لان المحرمية لا ينافى الارث وهوا لباقى ۳ بخلاف ما اذا طاوعت فى حال قيام النكاح لانها تثبت الفرقة فتكون راضيةً ببطلان السبب و بعد الطلقات الثلٰث لا تثبت الحرمة بالمطاوعة لتقدمها عليها فافترقا

اہلیت ختم ہوگئی اس لئے بعد میں مسلمان ہونے کی وجہ سے بھی وارث نہیں ہوگی۔اور اگر تین طلاق کے بعد شوہر کے بیٹے سے جماع کرالیا تو وارث ہوگی،اس کی وجہ یہ ہے کہ جماع کرانے سے وراثت کی اہلیت ختم نہیں ہوئی،زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ حرمت مصاہرت ثابت ہوئی،جس سے شوہر کا نکاح ٹوٹتا،لیکن یہاں تو طلاق کی وجہ سے پہلے ہی سے نکاح ٹوٹا ہوا ہے اور عورت وراثت کا حقدار بنی ہوئی ہے اس لئے یہ حق برقرار رہے گا۔

ترجمه : ل مرتد ہونے اور جماع میں شوہر کے بیٹے کی مطاوعت کرنے میں فرق یہ ہے کہ مرتد ہونے سے وراثت کی اہلیت باطل ہوگئی،اس لئے کہ مرتد کسی کا وارث نہیں ہوتا اور بغیر اہلیت کے وراثت باقی نہیں رہے گی۔

تشریح : عورت مرتد ہوجائے تو اس کو وراثت نہیں ملتی،اور شوہر کے بیٹے سے جماع کرالے تو وراثت پھر بھی ملتی ہے۔دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتد ہونے سے وراثت کی اہلیت ہی ختم ہوجاتی ہے کیونکہ مرتد کو کسی کی وراثت نہیں ملتی اس لئے مرتدہ عورت کو وراثت نہیں ملے گی چاہے بعد میں مسلمان ہوجائے۔

ترجمه : ۲ اور شوہر کے بیٹے کی اطاعت کرنے سے وراثت کی اہلیت باطل نہیں ہوئی،کیونکہ دائمی حرمت ہونا وراثت کے منافی نہیں ہے اس لئے ارث باقی ہے۔

تشریح : شوہر کے بیٹے کی اطاعت کرنے سے وارث بننے کی اہلیت باقی ہے،کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ یہ بیٹے کی بیوی بن گئی اس لئے اس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہوگیا،لیکن حرمت دائمی وراثت کے منافی نہیں ہے،کیونکہ ماں اور بہن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہے پھر بھی وہ وارث بنتی ہے،اور یہ پہلے سے وراثت کا حقدار ہے اس لئے یہ حق برقرار رہے گا۔

لغت : طاوعت : یہاں اطاعت کا معنی ہے شوہر کی دوسری بیوی کے بیٹے سے جماع کرالے،جسکی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس سے نکاح کرنا حرام ہوجائے،کیونکہ یہ بہو بن گئی۔

ترجمه : ۳ بخلاف جبکہ نکاح کے قائم ہونے کی حالت میں اطاعت کرلیا اس لئے کہ یہ فرقت ثابت کردے گی تو عورت وراثت کے سبب کو باطل کرنے پر راضی ہوئی،اور تین طلاقوں کے بعد اطاعت کی وجہ سے حرمت ثابت نہیں ہوگی،کیونکہ حرمت تو پہلے ہی ہے،اس لئے دونوں میں فرق ہوگیا۔

(۱۹۰۴) ومن قذف امرائة وهو صحيح ولا عن في المرض ورثت وقال محمدٌ لا ترث وان كان القذف في المرض ورثته في قولهم جميعا ﴾ ۱؎ وهذا ملحق بالتعليق بفعل لا بد لها منه اذ هي ملجأة الى الخصومة لدفع عار الزناء عن نفسها وقد بينا الوجه فيه

تشریح : مریض شوہر نے طلاق نہیں دی، اور عورت نے اس کے بیٹے سے جماع کرا لیا تو وہ شوہر کی بہو بن گئی جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا، اب عورت کو وراثت نہیں ملے گی، کیونکہ عورت طلاق واقع ہونے پر اور نکاح ٹوٹنے پر خود راضی ہوئی اس لئے وراثت نہیں ملے گی، اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ شوہر نے تین طلاقیں دے کر پہلے سے ہی نکاح توڑ رکھا ہے، اور عورت اس کے مال کا وارث بن چکی ہے، عورت کی اطاعت سے نکاح نہیں ٹوٹا اس لئے اس کی وراثت بحال رہے گی۔

ترجمہ : (۱۹۰۴) کسی نے اپنی بیوی کو تندرستی کی حالت میں زنا کی تہمت لگائی، اور مرض میں لعان کیا تو وارث ہوگی، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وارث نہیں ہوگی۔ اور اگر تہمت بھی مرض میں لگائی تو سب کے قول میں وارث ہوگی۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں۔ عورت کو صحت کی حالت میں تہمت لگائی اس لئے اپنی عزت کی حفاظت کے لئے قاضی کے پاس جانے کے لئے مجبور تھی پس وہ شوہر کی مرض الموت میں لعان کے لئے پہنچی اور لعان ہوا اور تفریق ہوئی، ابھی عدت چل ہی رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوا تو عورت وارث ہوگی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنی عزت کی حفاظت کے لئے قاضی کے پاس جانے کے لئے مجبور ہے، چاہے صحت میں ہو یا مرض میں ہو، اس لئے وہ طلاق سے راضی نہیں ہے اس لئے وارث ہوگی۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وارث نہیں ہوگی، انکی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے صحت میں تہمت لگائی تو عورت کو صحت میں ہی لعان کا مطالبہ کرنا چاہئے، مرض میں مطالبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ طلاق سے راضی ہے اس لئے وراثت نہیں ملے گی، دوسری دلیل یہ ہے کہ شوہر مرض میں تہمت لگاتا تو فار سمجھا جاتا، اس نے تو صحت میں تہمت لگائی ہے اس لئے وہ فار نہیں ہے اس لئے وارث نہیں ہوگی۔

اور اگر شوہر مرض میں تہمت لگاتا اور مرض ہی میں لعان کرتی تو سب کے نزدیک وارث ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرض میں تہمت ڈال کر عورت کو لعان پر اور تفریق پر مجبور کیا، اور وراثت سے محروم کرنے کا ارادہ کیا اس لئے وہ وارث ہوگی۔

ترجمہ : ۱؎ یہ مسئلہ ملحق ہے ایسے فعل کے ساتھ جس کا کرنا ضروری ہو اس لئے کہ عورت اپنے سے زنا کی عار کو دفع کرنے کے لئے مجبور ہے، اور میں نے اس میں وجہ بیان کر دی ہے۔

تشریح :صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے کا شمار اس قاعدے کے ساتھ متعلق ہے کہ شوہر نے خود تو طلاق نہ دی ہو، لیکن عورت کے ایسے فعل پر طلاق معلق کیا ہو جس کے کرنے پر عورت مجبور ہو، کیونکہ زنا کی عار کو دور کرنے کے لئے قاضی کے پاس جانے

(۱۹۰۵) وان الیٰ امرأته وهو صحیح ثم بانت بالایلاء وهو مریض لم ترث وان کان الایلاء ایضاً فی المرض ورثت ﴾ ۱؎ لان الایلاء فی معنی تعلیق الطلاق بمضی اربعة اشهر خالٍ عن الوقاع فیکون ملحقاً بالتعلیق بمجیٔ الوقت وقد ذکرنا وجهه قال رضی الله تعالیٰ عنه

(۱۹۰۶) و الطلاق الذی یملک فیه الرجعة ترث به فی جمیع الوجوه﴾

پر مجبور ہے اس لئے وراثت کا مستحق ہوگی۔۔ ملجأ ۃ: مجبور ہے، لاچار ہے۔

ترجمہ: (۱۹۰۵) اگر بیوی سے صحت کی حالت میں ایلاء کیا پھر مرض کی حالت میں ایلاء سے بائنہ ہوئی تو وارث نہیں ہوگی، اور اگر ایلاء بھی مرض میں ہے تو وارث ہوگی۔

لغت : ایلاء: شوہر قسم کھائے کہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا، تو اس کو ایلاء کہتے ہیں، پس اگر چار ماہ کے بعد نہیں گیا تو چار ماہ کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی۔

تشریح : ایلاء صحت کی حالت میں کی تو شوہر کو کیا معلوم کہ میں بیمار ہو جاؤں گا اس لئے ایلاء مرض کی حالت میں واقع ہوا تو شوہر فار نہیں ہوا، اس لئے عورت وارث نہیں ہوگی، اور اگر ایلاء مرض کی حالت میں کیا تو اب شوہر جان کر مرض میں طلاق دینے کا اسباب پیدا کر رہا ہے اس لئے وہ فار ہوا اس لئے وارث ہوگی۔ وقت کے آنے پر طلاق معلق کرے ایلاء کا مسئلہ بھی ایسے ہی ہے، اور وقت کے بارے میں گزرا کہ معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط پایا جانا مرض میں ہو تو وارث نہیں ہوگی، اور اگر دونوں مرض میں ہو تو وارث ہوگی، ویسے ہی یہاں ہے کہ دونوں مرض میں ہو تو وارث ہوگی، اور تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں ہو تو وارث نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ ایلاء چار مہینے گزرنے پر طلاق کو معلق کرنے کے معنی میں ہے جو جماع سے خالی ہو تو یہ وقت کے گزرنے پر معلق کرنے کے ساتھ ملحق ہو گیا، اور ہم نے اس کی وجہ ذکر کی۔

تشریح : ایلاء کا معنی ہے کہ چار مہینے گزر جائے جو جماع سے خالی ہو اس پر طلاق کو معلق کرنا ہے، اس لئے یہ وقت کے آنے پر طلاق کو معلق کرے اس کے ساتھ ملحق ہو گیا، اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ شوہر نے مہینہ کے شروع پر طلاق معلق کرے، اور معلق کرنا صحت میں ہو اور شرط پایا جانا مرض میں ہو تو عورت وارث نہیں ہوتی ایسے ہی یہاں وارث نہیں ہوگی، اور معلق کرنا اور شرط پایا جانا دونوں مرض میں ہو تو وارث ہوتی ہے، ایسے ہی یہاں وارث ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۰۶) مصنفؒ نے فرمایا کہ ایسی طلاق جس میں رجعت ہو ان تمام صورتوں میں وارث ہوگی۔

۱ لما بينا انّـه لا يزيل النكاح حتى يحل الوطى فكان السبب قائماً ۲ وكلماذكرنا انها ترث انما اذا مات وهي في العدة وقد بيناه

ترجمه : ۱ اس دلیل سے جو ہم نے بیان کیا اس سے نکاح زائل نہیں ہوتا یہاں تک کہ وطی کرنا حلال ہے تو وراثت کا سبب قائم ہے۔

تشریح : جہاں جہاں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، عورت کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت وارث ہوگی، کیونکہ وہ ابھی بھی بیوی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے وطی کرنا حلال ہے اس لئے وارث ہوگی، وراثت تو طلاق بائنہ میں نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں کافی اجنبیہ ہو جاتی ہے۔

ترجمه : ۲ اور جہاں جہاں بھی ذکر کیا کہ وارث ہوگی، تو عدت میں شوہر مر جائے تب وارث ہوگی، اور ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔

وجه : کیونکہ عدت گزرنے کے بعد عورت اجنبیہ ہوگئی اب شوہر مرا تو وارث نہیں ہوگی۔

﴿باب الرَّجعة﴾

(۱۹۰۷) واذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت بذلک او لم ترض ﴾ ل لقوله تعالیٰ فامسکوهن بمعروف من غير فصل

﴿ باب الرجعة ﴾

ضروری نوٹ : رجعت کا ترجمہ ہے واپس لینا۔ بیوی کو ایک طلاق یا دو طلاق رجعی دے اور عدت کے اندر شوہر اس کو واپس کرے اس کو رجعت کرنا کہتے ہیں۔ طلاق بائنہ میں رجعت نہیں کر سکتا۔ (۱) اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وبعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) دوسری آیت میں ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسريح باحسان. (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں فامساک بمعروف یعنی معروف کے ساتھ روک لو کا مطلب ہے کہ رجعت کر لو (۳) حدیث میں ہے۔ سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امرأته وهی حائض فذكر عمر للنبی ﷺ فقال ليراجعها۔ (بخاری شریف، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق، ص ۹۰۷، نمبر ۵۲۵۲) اس حدیث میں رجعت کا حکم دیا۔ جس سے رجعت کا ثبوت ہوا۔

ترجمہ : (۱۹۰۷) اگر شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی دی یا دو طلاقیں رجعی دی تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے رجعت کر لے عدت میں، عورت راضی ہو اس سے یا راضی نہ ہو۔

ترجمہ : ل اللہ تعالیٰ کا قول۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسريح باحسان. (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) کی وجہ سے بغیر تفصیل کے۔

تشریح : شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دی۔ اب وہ عدت کے اندر اندر عورت سے رجعت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس رجعت پر عورت راضی ہو یا نہ ہو۔

وجہ : (۱) ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہو تو اس پر رجعت کر سکتا ہے اس کی دلیل اوپر کی آیت الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسريح باحسان، ہے۔ جس میں ہے کہ دو طلاقیں دی ہو تو معروف کے ساتھ روک سکتا ہے۔ اور عدت کے اندر اندر رجعت کر سکتا ہے (۲) اس آیت میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ وبعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) کہ شوہر کو رجعت کا زیادہ حق ہے۔ (۳) اس کی دلیل یہ آیت ہے جس کو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم. (آیت ۲، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ اجل پر یعنی مدت پر پہنچ جائے یعنی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو دو اختیار ہیں۔ ایک

۲ ولا بد من قيام العدة لان الرجعة الملك الا ترى انه سمى امساكا وهو الابقاء و انما يتحقق الاستدامة فى العدة لانه لا ملك بعد انقضائها

روک لینااوردوسرا چھوڑ دینا۔اس لئے عدت ختم ہوجائے تو اب رجعت نہیں کرسکتا (۴) اثر میں ہے۔عن ابن عباس وعن مرة عن عبد الله وعن اناس من اصحاب رسول الله ﷺ فذكر التفسير الى قوله الطلاق مرتان قال هو الميقات الذى يكون عليها فيه الرجعة فاذا طلق واحدة او ثنتين فاما ان يمسك ويراجع بمعروف واما يسكت عنها حتى تنقضى عدتها فتكون احق بنفسها . (سنن للبیہقی ، کتاب الرجعة ، ج سابع ص۶۰۱ ،نمبر ۱۵۱۵۰ رمصنف ابن ابی شیبة ، ۱۵۱ ما قالوا فی قولہ الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ، ج رابع ،ص ۱۹۶، نمبر۱۹۲۱۱)اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر اندر رجعت کرسکتا ہے اس کے بعد نہیں۔

اورعورت راضی نہ ہوتب بھی رجعت کرسکتا ہے اس کی دلیل۔

وجہ (۱)وبعولتهن احق بردهن فى ذلك ان ارادوا اصلاحا ۔(آیت ۲۲۸،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ شوہر کو رجعت کا زیادہ حق ہے، جس سے اشارہ نکلتا ہے کہ عورت کی رضامندی کی ضرورت نہیں (۲)اوپر کی آیت میں ہے۔فامسكوهن بمعروف، جس میں مردکو کہا گیا ہے کہ تم بیوی کوروک سکتے ہو۔جس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی روکنے میں اس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے (۳)اثر میں ہے۔عن ابراهيم قال اذا ادعى الرجعة قبل انقضاء العدة فعليه البينة۔ (مصنف ابن ابی شیبة ، ۲۴۹ ما قالوا فی الرجل یدعی الرجعة قبل انقضاء العدة ، ج رابع ،ص ۱۹۵، نمبر ۱۹۲۰۵)اس اثر میں ہے کہ مرد عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنے کا دعوی کرے تو اس پر بینہ لازم ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ رجعت کرنے کے لئے عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

﴿رجت کرنے کے لئے یہ شرطیں ہیں﴾

[۱] طلاق رجعی واقع ہوئی، بائنہ یا غلظہ واقع نہ ہوئی ہو۔

[۲] عدت باقی ہو،ختم نہ ہوئی ہو،عورت مدخول بھا۔

[۳] طلاق کے عوض میں مال نہ لیا ہو۔

ترجمہ: ۲ اورعدت کا قائم رہنا ضروری ہے،اس لئے کہ رجعت کا ترجمہ ہے ملک کو برقرار رکھنا، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ قرآن نے امساک نام رکھا ہے اور وہ باقی رکھنا ہے اور برابر باقی رکھنا عدت ہی میں ہوسکتا ہے، کیونکہ عدت ختم ہوجانے کے بعد ملک نکاح نہیں رہتی۔

تشریح: رجعت کرنے کے لئے عدت کا قائم رہنا ضروری ہے، ورنہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت نہیں ہوسکے گی، اس کی دو

(۱۹۰۸) والرجعة ان يقول راجعتک امرأتی ﴾ ۱ وهذا صريح فی الرجعة لا خلاف بين الأيمة

(۱۹۰۹) قال او يطأها او يقبّلها او يلمسها بشهوة او ينظر الی فرجها بشهوة ﴾ ۱ وهذا عندنا

دلیلیں دے رہے ہیں،[۱] کہ رجعت ترجمہ ہے ملک کو برقرار رکھنا، اور ملک برقرار رہتی ہے عدت تک اس لئے عدت کا برقرار رہنا ضروری ہے [۲] آیت میں فامسکوھن، کہا اور امساک کا معنی ہے، اور ملک نکاح کو برابر باقی رکھنا عدت میں ہوسکتا ہے اس لئے رجعت کے لئے عدت ضروری ہے۔

وجه :(۱)اثر میں ہے۔عن ابن عباس وعن مرة عن عبد الله وعن اناس من اصحاب رسول الله ﷺ فذکر التفسير الی قوله ﴿الطلاق مرتان﴾ قال هو الميقات الذی يکون عليها فيه الرجعة فاذا طلق واحدة او ثنتين فاما ان يمسک ويراجع بمعروف واما يسکت عنها حتی تنقضی عدتها فتکون احق بنفسها. (سنن للبیہقی ،کتاب الرجعۃ، ج سابع ،ص ۶۰۱ ،نمبر ۱۵۱۵۰ رمصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۵۱ ما قالوا فی قولہ الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان، ج رابع ،ص ۱۹۶،نمبر ۱۹۲۱۱)اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر اندر رجعت کرسکتا ہے اس کے بعد نہیں۔(۲)عن مجاهد فی قوله تعالی ﴿ و بعولتهن احق بردهن﴾ فی ذالک يعنی فی العدة. (سنن للبیہقی ،کتاب الرجعۃ ،ج سابع ،ص ۶۰۱ ،نمبر ۱۵۱۵۰) اس اثر میں ہے کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے،اس کے بعد نہیں۔

ترجمه : (۱۹۰۸) اور رجعت یہ ہے کہ عورت سے کہے ,راجعتک ،راجعت امرأتی ،[میں نے تجھ سے رجعت کرلی، میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی]۔

ترجمه: ۱ یہ دو الفاظ رجعت کرنے کے لئے صریح ہیں،اس میں ائمہ کا اختلاف نہیں ہے۔

تشریح :کس طرح رجعت ہوگی اس کی یہاں چھ صورتیں بیان کررہے ہیں،ان میں سے یہ دو الفاظ ہیں جن کے کہنے سے رجعت ہوجاتی ہے،اور یہ الفاظ چونکہ صریح ہیں اس لئے ان سے رجعت ہوجانے میں کسی امام کا اختلاف نہیں ہے۔

وجه : اس حدیث میں یراجعھا کا لفظ رجعت کے لئے صریح ہے۔سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امرأته وهی حائض فذکر عمر للنبی ﷺ فقال ليراجعها ۔(بخاری شریف، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق ،ص ۹۰۷، نمبر ۵۲۵۲)اس حدیث میں رجعت کا لفظ صریح ہے۔

ترجمه : (۱۹۰۹) یا عورت سے وطی کرلے، یا اس کو بوسہ دے دے، یا اس کو شہوت سے چھولے، یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھ لے۔

ترجمه: ۱ یہ حکم ہمارے نزدیک ہے۔

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں جو فعلی رجعت ہے۔[۳] بیوی سے وطی کرلے تو اس سے رجعت ہوجاتی ہے [۴] عورت کو

۲؎ وقال الشافعیؒ لا یصح الرجعة الا بالقول مع القدرة علیه لان الرجعة بمنزلة ابتداء النکاح حتی یحرم وطیها ۳؎ وعندنا هو استدامة النکاح علیٰ ما بیناه وسنقرره ان شاء الله تعالیٰ والفعل قد یقع دلالة علی الاستدامة کما فی اسقاط الخیار

بوسہ دے دے [۵] عورت کوشہوت سے چھو لے [۶] عورت کی شرمگاہ کوشہوت سے دیکھ لے تو ان سے بھی رجعت ہو جائے گی، یہ ہمارا مذہب ہے۔

وجه: ہمارے یہاں رجعت کا معنی شروع سے نکاح کرنا نہیں بلکہ پہلے نکاح کو برقرار رکھنا ہے، اس لئے ہر وہ فعل جو نکاح کے ساتھ مخصوص ہو وہ دلالت کرے گا کہ نکاح برقرار رکھنا چاہتا ہے اس لئے اس سے رجعت ہو جائے گی، اور وطی کرنا، بوسہ لینا، شہوت سے چھونا، شہوت سے شرمگاہ دیکھنا یہ سب کام نکاح کے ساتھ خاص ہیں اس لئے ان سے بھی رجعت ہو جائے گی۔

ترجمه: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رجعت قول سے ہی ہوگی اس کی قدرت ہو تو، اس لئے کہ رجعت ابتداء نکاح کے درجے میں ہے یہاں تک کہ اس سے وطی کرنا حرام ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر بولنے کی قدرت ہو تو قول ہی سے رجعت ہوگی، فعل سے رجعت نہیں ہوگی۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ **فلا تثبت رجعة لرجل علی امراته حتی یتکلم بالرجعة ، کما لا یکون نکاح و لا طلاق حتی یتکلم بهما فاذا تکلم بها فی العدة ثبتت له الرجعة** ۔ (موسوعة امام شافعی، باب کیف تثبت الرجعة، ج احدی عشرة، ص ۳۴۶، نمبر ۱۹۷۱۵) اس عبارت میں ہے کہ رجعت کلام سے ہوگا۔

وجه: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ رجعت کا ترجمہ ہے شروع سے نکاح کرنا، یہی وجہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ سے جب تک رجعت نہ کرے اس سے وطی کرنا حرام ہے، اور شروع سے نکاح قول کے ذریعہ ہوتا ہے اس لئے قول سے ہی رجعت ہوگی۔ ہاں بات کرنے پر قدرت نہ ہو مثلا وہ گونگا ہو تو فعل سے رجعت ہوگی۔

ترجمه: ۳؎ ہمارے نزدیک وہ نکاح کا ہمیشہ رہنا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اور ان شاء اللہ ہم ثابت کریں گے، اور فعل کبھی برابر باقی رہنے پر دلیل واقع ہوتا ہے، جیسا کہ خیار شرط ساقط کرنے میں۔

تشریح: ہمارے نزدیک رجعت کا معنی ہے پہلے نکاح کو برقرار رکھنا، جیسے کہ پہلے بیان کیا ہے کہ رجعت کو قرآن نے امساک کہا جس کا معنی ہے نکاح کا باقی رکھنا، اور جب رجعت کا ترجمہ نکاح باقی رکھنا ہے تو کوئی ایسا فعل جو باقی رکھنے پر دلالت کرے وہ بھی رجعت کے لئے کافی ہوگا، کیونکہ فعل کی دلالت نکاح کے باقی رکھنے پر ہو تو اس سے بھی نکاح باقی رہ جائے گا، جیسے کہ خیار شرط کے ساقط کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

۴ والدلالة فعل يخص بالنكاح وهذه الافاعيل تخص به خصوصاً فى احق الحرة ۵ بخلاف المس والنظر بغير شهوة لانه قد يحل بدون النكاح كما فى القابلة والطبيب وغيرهما ٦ والنظر الىٰ غير الفرج قد يقع بين المساكنين والزوج يساكنها فى العدة فلو كان رجعة لطلّقها فيطول العدة عليها

لغت : کمافی اسقاط الخیار: مثلا زید نے گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ مجھے تین دن تک لینے کا اختیار رہے گا، اس کے بعد اس گھوڑے پر سوار ہو کے اپنے کام کے لئے چلا گیا تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا اور گھوڑا زید کا ہو جائے گا، یہاں زید کا گھوڑے پر سوار ہونا دلیل ہے اپنے اختیار کے ختم کرنے کا اگر چہ زبان سے خیار ساقط نہیں کیا، ایسے ہی عورت کو شہوت سے چھو لینا رجعت کرنے کی دلیل ہے اگر چہ زبان سے نہ کہا ہو۔

ترجمہ: ۴ اور دلیل وہ فعل بنے گا جو نکاح کے ساتھ خاص ہو اور یہ افعال نکاح کے ساتھ خاص ہیں، خاص طور پر آزاد کے حق میں۔

تشریح : وہ کام رجعت کی دلیل بنے گا جو میاں بیوی کے ساتھ خاص ہیں اور نکاح کے بغیر نہیں ہو سکتا ہو، خاص طور پر آزاد کے حق میں کہ وہ کام نکاح کے بغیر جائز ہی نہ ہو، کیونکہ باندی سے ہو سکتا ہو کہ مالک ہونے کی وجہ سے وہ کام کر لیا ہو

ترجمہ: ۵ بخلاف بغیر شہوت کے چھونا اور دیکھنا تو اس لئے کہ بغیر نکاح کے بھی یہ حلال ہیں جیسے دایہ اور حکیم اور اس کے علاوہ کے حق میں ہے۔

تشریح : بغیر شہوت کے چھونا، یا بغیر شہوت کے شرمگاہ کو دیکھنا تو بغیر نکاح کے بھی جائز ہے، کیونکہ ضرورت پڑنے پر دایہ اور حکیم بغیر شہوت کے شرمگاہ دیکھ سکتا ہے، اس لئے بغیر شہوت کے چھونا یا شرمگاہ دیکھنا رجعت کی دلیل نہیں ہے۔

ترجمہ: ٦ اور شرمگاہ کے علاوہ کی طرف دیکھنا کبھی دو بیٹھنے والوں کے درمیان واقع ہو جاتا ہے، اور شوہر عورت کے ساتھ عدت میں رہتا ہے اس لئے اگر اسی سے رجعت ہو جایا کرے تو تو پھر شوہر طلاق دے گا اور عورت کی عدت لمبی ہو جائے گی۔

تشریح : شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھنا نکاح سے ہوتا ہے، باقی دوسرے اعضاء کی طرف دیکھنا تو دو بیٹھنے والوں کے درمیان اتفاقی طور پر بھی ہو جاتا ہے اس لئے اگر اس سے رجعت ہو جائے گی تو شوہر دوبارہ اس عورت کو طلاق دے گا کیونکہ وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر چکا ہے اور اس سے عورت کی عدت بلا وجہ لمبی ہو جائے گی اس لئے اس سے رجعت نہیں ہونی چاہئے۔

لغت : القابلۃ: دایہ، جو عورت بچہ پیدا ہوتے وقت عورت کی مدد کرتی ہے، طبیب: حکیم، معالج۔ مسکنین: سکن سے مشتق ہے، دو بیٹھنے والے۔

(١٩١٠) قال ویستحب ان یشهد علی الرجعة شاهدین فان لم یشهد صحت الرجعة﴾ ١ وقال الشافعیؒ فی احد قولیه لا یصح وهو قول مالکؒ لقوله تعالیٰ واشهدُوا ذوی عدم منکم والامر للایجاب ٢ ولنا اطلاق النصوص عن قید الاشهاد

ترجمہ: (١٩١٠) اور مستحب ہے کہ رجعت پر دو گواہ بنالے۔ اور اگر گواہ نہ بنایا پھر بھی رجعت صحیح ہے۔

وجہ: (١) اوپر آیت میں ہے۔ فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم. (آیت ٢، سورۃ الطلاق ٦٥) اس آیت میں ہے کہ رجعت کرنے پر یا چھوڑنے پر گواہ بنالے، جس سے گواہ بنانا مستحب ہوا۔ (٢) اور اگر گواہ نہیں بنایا پھر بھی رجعت صحیح ہے، اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عبد الله قال اذا طلق سرا راجع سرا ذلک رجعة فان واقع فلا بأس وان طلق علی نیته وراجع فلیشهد علی رجعته. (مصنف ابن ابی شیبة، ٢٥٢ ما قالوا اذا طلق سرا وراجع سرا، ج رابع، ص ١٩٧، نمبر ١٩٢١٨) اس اثر میں ہے کہ چپکے سے رجعت کر لی اور گواہ نہ بنایا پھر بھی رجعت ہو گئی اور گواہ بنانا بہتر ہے۔ (٣) اثر میں ہے۔ ان عمران بن الحصین سئل عن الرجل یطلق امرأته ثم یقع بها ولم یشهد علی طلاقها ولا علی رجعتها فقال طلقت لغیر سنة وراجعت لغیر سنة اشهد علی طلاقها وعلی رجعتها و لا تعد. (ابو داؤد شریف، باب الرجل یراجع ولا یشهد، ص ٣١٦، نمبر ٢١٨٦ / ابن ماجہ شریف، باب الرجعة، ص ٢٩٠، نمبر ٢٠٢٥) اس حدیث میں ہے کہ بغیر گواہ کے رجعت کی تو بغیر سنت کے رجعت کی اس لئے گواہ بنانا سنت ہے، لیکن بغیر گواہ کے بھی رجعت ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے دو قول میں سے ایک میں فرمایا کہ بغیر گواہ کے رجعت صحیح نہیں ہے، اور یہی قول امام مالکؒ کا ہے اللہ تعالیٰ کے قول۔ فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم. (آیت ٢، سورۃ الطلاق ٦٥) کی وجہ سے، اور امر وجوب کے لئے آتا ہے [اس لئے گواہ بنانا واجب ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رجعت پر گواہ بنانا واجب ہے، کیونکہ اوپر کی آیت میں واشهدوا ذوی عدل منکم، فرمایا اور امر وجوب کے لئے ہے اس لئے گواہ بنانا ضروری ہے۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ گواہ بنانا انکے یہاں بھی مستحب ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ ینبغی لمن راجع ان یشهد شاهدین عدلین علی الرجعة لما امر الله تعالی به من الشهادة .... و لو تصادقا انه راجعها و لم یشهد فالرجعة ثابتة علیها لان الرجعة الیه دونها ۔ (موسوعۃ امام شافعی، باب وجہ الرجعۃ، ج احدی عشرۃ، ص ٣٥٠، نمبر ١٩٧٢٩ / ١٩٧٣٠) اس عبارت میں ہے کہ رجعت پر گواہ بنانا مستحب ہے۔

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل گواہ بنانے کی قید سے آیتوں کا مطلق ہونا ہے۔

۳ ولانه استدامة للنكاح والشهادة ليست شرطا فيه فی حالة البقاء كما فی الفئ فی الايلاء الا انها تستحب لزيادة الاحتياط كيلايجری الناكر فيها ۴ وما تلاه محمول عليه الا تری انه قرنها بالمفارقة وهو فيها مستحب ۵ ويستحب ان يعلمها كيلا تقع فی المعصية

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ رجعت کی اور آیتوں میں گواہ بنانے کا حکم نہیں ہے وہ گواہ بنانے کی قید سے مطلق ہے، اگر گواہ بنانا ضروری ہوتا تو اور آیتوں میں بھی اس کا تذکرہ ہوتا، اس لئے جس آیت میں گواہ بنانے کا حکم ہے اس کو ہم مستحب پر محمول کریں گے۔ رجعت کی اور آیتیں یہ ہیں (۱) وبعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) دوسری آیت میں ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان. (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) ان آیتوں میں گواہ بنانے کا ذکر نہیں ہے، اس لئے گواہ بنانا مستحب ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ رجعت نکاح کو ہمیشہ رکھنا ہے اور حالت بقاء میں گواہ شرط نہیں ہے، جیسا کہ ایلاء کے فیء میں گواہ ضروری نہیں ہے مگر یہ کہ زیادت احتیاط کے لئے مستحب ہے تاکہ اس میں انکار جاری نہ ہو۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ رجعت کا معنی شروع سے نکاح کرنا نہیں ہے بلکہ پہلے نکاح کو برقرار رکھنا ہے اور برقرار رکھنے کے لئے گواہ کی ضرورت نہیں ہے، جیسے ایلاء کے فیٔ میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں بھی نکاح کو بحال رکھنا چاہتا ہے، اسی طرح رجعت میں بھی نکاح برقرار رہتا ہے تو اس میں بھی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، ہاں گواہ بنا لے تو اچھا ہے تاکہ شوہر اس کا انکار کرنا چاہے تو گواہ کے سامنے انکار نہ کر سکے۔

لغت :فیٔ : بیوی کے پاس چار مہینے تک نہ جانے کی قسم کھائی تو اس کو ایلاء کہتے ہیں اور ایلاء ختم کر کے چار مہینے سے پہلے وطی کر لے تو اس کو ایلاء سے فیٔ کرنا کہتے ہیں۔

ترجمہ : ۴ اور جو آیت تلاوت کی ہے وہ استحباب پر محمول ہے، آپ نہیں دیکھتے کہ رجعت کو مفارقت کے ساتھ ملایا ہے اور مفارقت میں گواہ بنانا مستحب ہے [تو رجعت میں بھی مستحب ہوگا]

تشریح :امام شافعیؒ نے جو آیت پیش کی ہے وہ مستحب پر محمول ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آیت میں رجعت کو تفریق کے ساتھ بیان کیا ہے اور تفریق میں گواہ بنانا مستحب ہے تو رجعت میں بھی مستحب ہوگا، اس آیت میں دیکھیں۔ فاذا بلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منکم. (آیت ۲، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں رجعت کو تفریق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ترجمہ: ۵ اور مستحب ہے کہ عورت کو رجعت کے بارے میں بتا دے تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑ جائے۔

(۱۹۱۱) واذاانقضت العدة فقال كنت راجعتها فی العدة فصدقته فهی رجعته وان كذبته فالقول قولها ۱ لانه اخبر عما لا يملک ان شاء ہ فی الحال فكان متهما الا ان بالتصديق ترتفع التهمة ۲ ولايمين عليها عند ابی حنيفة وهی مسألة الاستحلاف فی الاشياء الستة وقد مرفی كتاب النكاح

تشریح: عورت کوشوہر نے یہ نہیں بتایا کہ وہ رجعت کر چکا ہے تو ہوسکتا ہے کہ عدت گزرنے کے بعد وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور وطی بھی کرالے اور گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لئے مستحب ہے کہ عورت کو رجعت کی خبر کر دے۔

ترجمہ: (۱۹۱۱) اگر عدت ختم ہوگئی پھر شوہر نے کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کی تھی اور عورت نے اس کی تصدیق کر لی تو وہ رجعت ہے۔اور اگر عورت نے جھٹلا دیا تو عورت کی بات مانی جائے گی۔

تشریح: عورت کی عدت ختم ہوگئی اس کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کر لی تھی، اور عورت نے اس کی تصدیق کر دی کہ ہاں! آپ نے عدت میں رجعت کر لی تھی تو رجعت ہو جائے گی۔اور اگر عورت نے اس کو جھٹلا دیا۔اور شوہر کے پاس بینہ نہیں ہے تو عورت کی بات مانی جائے گی۔

وجہ: (۱) بیوی کی تصدیق کے بعد بات پکی ہوگئی کہ اس نے رجعت کی ہے اس لئے رجعت مان لی جائے گی۔اور اگر عورت نے جھٹلا دیا تو عورت کی بات اس لئے مانی جائے گی کہ شوہر مدعی ہے اور عورت منکر ہے اور مدعی پر بینہ لازم ہے، اور اس کے پاس بینہ نہ ہو تو عورت کی بات مانی جائے گی۔لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک قسم اس لئے لازم نہیں ہوگی کہ پانچ مسئلوں میں منکر پر قسم لازم نہیں ہے اس میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے (۲) اثر میں ہے۔عن ابراهيم قال اذا ادعى الرجعة قبل انقضاء العدة فعليه البينة (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۴۹ ما قالوا فی الرجل یدعی الرجعۃ قبل انقضاء العدۃ، ج رابع، ص ۱۹۵، نمبر ۱۹۲۰۵) اس اثر میں ہے کہ شوہر پر بینہ چاہئے، اور اگر بینہ نہیں ہے تو عورت کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ایسی چیز کی خبر دی جسکو ابھی کرنے کا مالک نہیں ہے اس لئے وہ متہم ہو گیا، مگر تصدیق کی وجہ سے تہمت اٹھ ہوگئی۔

تشریح: زمانہ ماضی میں رجعت کے ہو جانے کی خبر دی ہے جسکو ابھی نہیں کر سکتا اس لئے اس بارے میں شوہر متہم ہو گیا کہ شاید شوہر نے رجعت نہ کی ہو اور جھوٹ بول رہا ہو، لیکن عورت نے تصدیق کر لی تو تہمت مرتفع ہوگئی اور رجعت ہوگئی۔

ترجمہ: ۲ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت پر قسم نہیں ہے اور یہ چھ باتوں میں قسم کھلانے کا مسئلہ ہے، اور یہ بات کتاب النکاح میں گزر گیا ہے۔تشریح گزر گئی ہے۔

(۱۹۱۲) واذا قال الزوج قد راجعتک مجیبةً له قد انقضت عدتی لم یصح الرجعة عند ابی حنیفةؒ

۱؎ وقالا تصح لا نها صادفت العدة اذ ھی باقیة ظاھراً الیٰ ان تخبر وقد سبقته الرجعة ولھذا لو قال لھا طلقتک فقالت مجیبة له قد انقضت عدتی یقع الطلاق

۲؎ ولابی حنیفةؒ انھا صادفت حالة الانقضاء لانھا امینة فی الاخبار عن الانقضاء فاذا اخبرت دل

ترجمہ: (۱۹۱۲) جب شوہر نے کہا میں نے تجھ سے رجعت کر لی، عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا میری عدت گزر چکی ہے تو رجعت صحیح نہیں ہوگی امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔

تشریح: شوہر نے کہا میں نے رجعت کر لی، اسی وقت عورت نے جواب دیا کہ میری عدت گزر چکی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجعت صحیح نہیں ہوگی۔

وجہ: جب عورت نے کہا کہ میری عدت گزر چکی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کے رَجَعتُ کہنے سے پہلے عدت گزر چکی ہے۔ اس لئے رجعت بعد میں ہوئی اور عدت پہلے ختم ہوگئی اس لئے رجعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ۱؎ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ رجعت صحیح ہے، اس لئے کہ رجعت عدت کے ساتھ ہوئی، اس لئے کہ خبر دیتے وقت تک ظاہر یہ ہے کہ عدت باقی ہے اس لئے رجعت خبر دینے سے پہلے ہوئی، یہی وجہ ہے کہ شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی اور عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری عدت گزر گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

تشریح: صاحبینؒ کی رائے ہے کہ رجعت ہو جائے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شوہر نے رجعتُ پہلے کہا ہے اور عورت نے بعد میں انقضت عدتی، کہا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ، انقضت عدتی، کہتے وقت اس کی عدت ہے اس لئے، رجعتُ، عدت کے اندر واقع ہوئی اس لئے رجعت ہو جائے گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ شوہر نے طلقتک، کہا اور عورت نے فورا جواب میں انقضت عدتی، کہا تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے طلقتک، کہا، اسی طرح یہاں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے رجعتُک، کہا اس لئے رجعت ہو جائے گی۔

اصول: یہ دونوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنے سے رجعت ہوگی اور ختم ہونے کے بعد رجعت نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ، رجعتک، نے عدت کے گزرنے کی حالت کو پالیا، اس لئے کہ عورت عدت گزرنے

ذلک علی سبق الانقضاء واقرب احواله حال قول الزوج

۳؎ ومسألة الطلاق علی الخلاف ولو کانت علی الاتفاق فالطلاق یقع باقراره بعد الانقضاء والمراجعة لا یثبت به

کے خبر دینے میں امین ہے، پس جب خبر دی تو دلالت کی کہ گزر جانا پہلے ہو چکا ہے، اور گزرنے کی سب سے قریب حالت شوہر کے قول کا حال ہے [اس لئے شوہر کے کہنے کے تھوڑی دیر پہلے گزری ہوگی]۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے جب ,انقضت عدتی، کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قول سے تھوڑی دیر پہلے عدت گزری ہے، جسکی خبر عورت دے رہی ہے، اس لئے راجعتک بعد میں ہوا اور عدت پہلے گزر چکی ہے۔ اور انقضت عدتی سے قریب ترین جملہ شوہر کا جملہ راجعت ہے اس لئے شوہر کے راجعتک کہنے سے پہلے عدت گزر گئی اس لئے رجعت نہیں ہوگی، اور عورت چونکہ اپنے بارے میں خبر دینے میں امین تسلیم کی گئی ہے اس لئے اس کی بات ماننی ضروری ہے۔

﴿ترتیب اس طرح ہوگی﴾

صاحبین کے نزدیک	راجعتک	انقضت عدتی
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک	انقضت عدتی	راجعتک

ترجمہ: ۳؎ اور طلاق کا مسئلہ اختلاف پر ہے، اور اگر اتفاق پر ہو تو طلاق عدت کے ختم ہونے کے بعد اس کے اقرار سے واقع ہو جائے گی، اور رجعت ثابت نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ عورت نے ,انقضت عدتی ، کہے پھر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، تو اس کا جواب دیتے ہیں ہمارے یہاں طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے، جیسے رجعت نہیں ہوتی، اور اگر مان لیا جائے کہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، تو رجعت اور طلاق کے درمیان فرق یہ ہے۔ عورت کی عدت گزرنے کے بعد شوہر اقرار کرے کہ میں نے عدت ہی میں طلاق دے دی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور عدت گزرنے کے بعد شوہر کہے کہ میں نے عدت میں رجعت کر لی تھی اور عورت انکار کرے تو رجعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ طلاق دینے میں اپنا حق ساقط کرنا ہے اس لئے بات مان لی جائے گی، اور رجعت کرنے میں دوسرے کے گئے ہوئے جسم کو اپنے قبضے میں لینا ہے اس لئے عورت کی تصدیق کے بغیر بات نہیں مانی جائے گی۔ طلاق اور رجعت میں یہ واضح فرق ہے، اس لئے عورت کہے کہ میری عدت گزر گئی تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی، اور رجعت نہیں ہوگی۔

(۱۹۱۳) واذا قال زوج الامة بعد انقضاء عدتها قد كنت راجعتها وصدقه المولى وكذبته الامة فالقول قولها عند ابى حنيفةؒ ل وقالا القول قول المولىٰ لان بضعها مملوک له فقد اقرّبما هو خالص حقه للزوج فشابه الاقرار عليها بالنكاح ۲ وهويقول حكم الرجعة يبتنى على العدة والقول فى العدة قولها فكذا فيما يبتنى عليها ۳ ولوكان على القلب فعندهما القول قول المولىٰ وكذا عنده فى الصحيح لانها منقضية العدة فى الحال وقد ظهر ملک المتعة للمولىٰ ولا تقبل قولها فى ابطاله

ترجمه : (۱۹۱۳) اگر باندی کے شوہر نے عدت ختم ہونے کے بعد کہا کہ میں نے تم سے عدت میں رجعت کی تھی۔ پس مولی نے اس کی تصدیق کی اور باندی نے اس کی تکذیب کی تو باندی کے قول کا اعتبار ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

وجه :امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ رجعت صحیح ہونے کا مدار عدت پر ہے۔ اور عدت ختم ہوئی یا نہیں ہوئی اس میں باندی کے قول کا اعتبار ہے، اس لئے کہ اس بارے میں شریعت نے اس کو امین تسلیم کیا ہے۔ اس لئے رجعت میں تصدیق اور تکذیب کا اعتبار باندی کا ہوگا۔ یعنی وہ کہتی ہے کہ عدت میں رجعت نہیں کی بلکہ عدت کے بعد رجعت کی ہے تو اسی کی بات کا اعتبار ہوگا اور رجعت صحیح نہیں ہوگی۔ چاہے آقا کہتا ہو کہ عدت ہی میں رجعت ہوئی تھی کیونکہ اس کو عدت ختم ہونے اور نہ ہونے کا کیا پتہ ہے۔

ترجمه : ل اور صاحبین نے فرمایا آقا کے قول کا اعتبار ہے، اس لئے کہ باندی کا بضع آقا کا مملوک ہے، اس لئے جو خالص آقا کا حق اس کو شوہر کے لئے اقرار کیا، تو ایسا ہوا کہ باندی پر نکاح کا اقرار کرے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہاں رجعت کے بارے میں آقا کے قول کا اعتبار ہوگا، انکی دلیل یہ ہے کہ عدت گزر جانے کے بعد باندی کا بضع خالص آقا کا مملوک ہے، اس لئے اپنے حق کو شوہر کے لئے اقرار کرے تو جائز ہے، جیسے آقا اقرار کرے کہ میں نے باندی کا نکاح فلاں سے کرایا ہے، اور باندی اس کا انکار کرے تو آقا کی بات مانی جاتی ہے، اور نکاح ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں آقا کی بات مانی جائے گی، باندی کی بات نہیں مانی جائے گی، اور رجعت ہو جائے گی۔

ترجمه : ۲ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں رجعت کے حکم کا دارومدار عدت پر ہے، اور عدت میں عورت کے قول کا اعتبار ہے پس ایسے ہی جس کا اس پر دارومدار ہو۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں رجعت کا معاملہ بضع کی ملکیت پر نہیں ہے بلکہ عدت کے گزرنے اور نہ گزرنے پر ہے، اور اس بارے میں عورت کے قول کا اعتبار ہے، اس لئے رجعت کے بارے میں بھی باندی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

ترجمه : ۳ اور اگر معاملہ اس کے الٹے پر ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک آقا کے قول کا اعتبار ہوگا، اور ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح روایت میں، اس لئے کہ فی الحال اس کی عدت ختم ہے اور آقا کے لئے ملک متعہ ظاہر ہو چکی ہے، اور باندی کا قول آقا کے حق کے باطل کرنے میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

ﷺ بخلاف الوجه الاول لان المولیٰ بالتصديق فی الرجعة مقر بقيام العدة عندها ولا يظهر ملكه مع العدة (۱۹۱۴) وان قالت قد انقضت عدتی وقال الزوج والمولیٰ لم تنقض عدتک فالقول قولها ﴾ لـ لانها امينة فی ذلک اذ هی العالمة به

تشریح : الٹا معاملہ اس طرح ہے۔ باندی کے شوہر نے عدت ختم ہونیکے بعد کہا کہ میں عدت میں رجعت کی تھی، آقا نے اس کی تکذیب کی اور باندی نے اس کی تصدیق کی، تو صاحبینؒ کے نزدیک آقا کی بات کا اعتبار ہوگا، صحیح روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی آقا کی بات کا اعتبار ہوگا، یعنی رجعت نہیں ہوگی۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی عدت ختم ہو چکی ہے اور باندی کے بضع پر آقا کی ملکیت ہو چکی ہے، اب باندی شوہر کی تصدیق کر کے آقا کی ملکیت کو باطل کرنا چاہتی ہے، اس لئے بغیر بینہ کے اس کی بات نہیں مانی جائے گی، اس لئے آقا کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ: ﷺ بخلاف پہلی صورت کے اس لئے کہ آقا رجعت میں تصدیق کر کے رجعت کے وقت عدت کے قائم رہنے کا اقرار کر رہا ہے، اور عدت کے اندر آقا کی ملکیت ظاہر نہیں ہوئی تھی [اس لئے باندی کی بات مانی جائے گی]

تشریح : پہلی صورت یہ تھی کہ باندی نے تکذیب کی اور آقا نے تصدیق کی، جب آقا کہہ رہا ہے کہ عدت میں شوہر نے رجعت کی ہے تو اس کا بھی اقرار کر رہا ہے کہ رجعت کے وقت عدت موجود ہے، اور میری ملکیت ابھی نہیں ہوئی ہے، اس لئے باندی رجعت کی تکذیب کر کے آقا کا کوئی نقصان نہیں کیا ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی، اور رجعت نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۱۹۱۴) اگر باندی نے کہا کہ میری عدت ختم ہوگئی اور شوہر اور آقا نے کہا کہ تیری عدت ختم نہیں ہوئی، تو عورت کی بات کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ وہ اس بارے میں امین ہے، اس لئے کہ عدت کے ختم ہونے اور نہ ہونے کو وہی جانتی ہے۔

تشریح : شوہر نے کہا کہ میں رجعت کرتا ہوں، اس پر باندی نے کہا کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے، اور شوہر اور آقا دونوں کہتے ہیں کہ تمہاری عدت ختم نہیں ہوئی ہے، اور اس پر کوئی گواہ، یا علامت نہیں ہے تو عورت کی بات مان لی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں وہ امین ہے، اور عورت ہی اپنے بارے میں جانتی ہے کہ اس کی عدت ختم ہوئی یا نہیں ہوئی اس لئے اس کی بات مانی جائے گی۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن الشعبی قالوا تجوز شهادة امرأة واحدة فيما لا يطلع عليه الرجال. (مصنف ابن ابی شیبة ۸۲، ما تجوز فیہ الشھادۃ النساء، ج رابع، ص ۳۳۵، نمبر ۲۰۷۰۵ ر مصنف عبد الرزاق، باب شھادۃ المرأۃ فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۳۳۳، نمبر ۱۵۴۲۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہاں مرد مطلع نہیں ہو سکتے ہوں وہاں ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ (۲) آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ ولا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله فی ارحامهن. (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت کے اشارے سے بھی

(۱۹۱۵) واذا انقطع الدم من الحيضة الثالثة لعشرة ايام انقطعت الرجعة وان لم تغتسل وان انقطع لاقل من عشرة ايام لم ينقطع الرجعة حتى تغتسل او يمضى عليها وقت صلوٰة كامل ﴾ ۱ لان الحيض لامزيدله على العشرة فبمجرد الانقطاع خرجت من الحيض فانقضت العدة وانقطعت الرجعة

معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے بارے میں اس کی بات مانی جائے گی۔ کیونکہ قرآن نے یوں کہا کہ عورتوں کو ان کے رحموں کے بارے میں چھپانا نہیں چاہئے۔(۳) عن حذیفة ان رسول اللہ ﷺ اجاز شهادة القابلة۔(درقطنی، کتاب الاقضیۃ والاحکام، ج رابع، ص ۱۴۹، نمبر ۴۵۱۱ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی عددھن (ای عدد النساء)، ج عاشر، ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) اس حدیث میں ہے کہ دایہ کی بات مانی جائے گی تو عدت کے بارے میں عورت کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۹۱۵) اور جب خون منقطع ہو جائے تیسرے حیض سے دس دن میں تو رجعت ختم ہو جائے گی اور پوری ہو جائے گی اس کی عدت اگرچہ غسل نہ کیا ہو۔اور اگر خون منقطع ہو جائے دس دن سے کم میں تو رجعت ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے یا اس پر نماز کا وقت گزر جائے۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ تیسرے حیض کی مدت ختم ہو جائے تو عدت گزر گئی اب رجعت کرنا چاہے تو رجعت نہیں کر سکتا، اور یہ مدت تیسرے حیض کا دس دن گزر جائے تو عدت کا وقت مکمل گزر جائے گا، اس لئے اب رجعت نہیں ہو سکے گی۔اور دس دن سے کم ہو تو ہو سکتا ہے کہ حیض کا خون دوبارہ شروع ہو جائے اس لئے خون منقطع ہونے کے بعد غسل کر لے تو سمجھا جائے گا کہ عدت مکمل ختم ہو گئی ہے، اور تیسری صورت یہ ہے کہ غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت عورت پر گزر جائے تو اللہ کا فرض گزر گیا اس لئے سمجھا جائے گا کہ عدت ختم ہو گئی اس لئے اب رجعت نہیں ہو سکے گی۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ہے۔عن عمر وعبد الله قالا هو احق بها حتى تغتسل من الحيضة الثالثة.(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۸۰ من قال ھو احق برجعتھا مالم تغتسل من الحیضۃ الثالثۃ، ج رابع، ص ۱۶۴، نمبر ۱۸۸۹۱) دوسری صورت یہ ہے کہ اس عورت پر نماز کا ایک وقت گزر جائے۔ چونکہ نماز کا وقت گزرنے سے اللہ کا حکم لازم ہو گیا اس لئے بندے کا حق بھی اس کے ساتھ متعلق ہو جائے گا۔(۲) اور دس دن گزرنے سے عدت ختم ہو جائے گی اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن ابی امامة قال قال رسول الله اقل ما يكون من الحيض للجارية والبكر الثيب ثلاث واكثر ما يكون من المحيض عشرة ايام فاذا رأت الدم اكثر من عشرة ايام فهي مستحاضة .(دارقطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۲۵، نمبر ۸۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔اس لئے اس پر خون ختم ہوا تو ختم ہوتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ حیض کا خون دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے محض منقطع ہونے سے حیض سے نکل جائے گی اس لئے عدت ختم ہو جائے گی اور رجعت بھی منقطع ہو جائے گی۔

۲ وفیمادون العشرة یحتمل عود الدم فلا بد ان یعتضدالانقطاع بحقیقة الاغتسال او بلزوم حکم من احکام الطاهرات بمضی وقت الصلوٰة **۳** بخلاف ما اذا کانت کتابیةً لانه لایتوقع فی حقّها امارة زائدة فاکتفی بالانقطاع **۴** وتنقطع اذا تیممت وصلّت عند ابی حنیفة وابی یوسفؒ وھذا استحسان

تشریح: حیض کا خود دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے دس دن پر خون منقطع ہونے سے عدت ختم ہو جائے گی، اس لئے عدت کا وقت ختم ہو گیا۔

ترجمہ: **۲** اور جس صورت میں دس دن سے کم ہو تو احتمال رکھتا ہے خون کے لوٹنے کا اس لئے ضروری ہے انقطاع کو قوت دینا حقیقت غسل سے، یا پاکی کے احکام میں سے کوئی حکم لازم ہونے سے نماز کے وقت کے گزرنے سے۔

تشریح: دس دن سے کم میں خون بند ہوا ہو تو خطرہ ہے کہ دوبارہ حیض کا خون آجائے اس لئے یا تو عورت غسل کرے یا نماز کا ایک وقت عورت پر گزر جائے جس سے تائید ہو جائے کہ واقعی عدت ختم ہو چکی ہے، کیونکہ نماز کا وقت گزرنے سے وہ نماز اس پر فرض ہو جائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ واقعی یہ عورت پاک ہو گئی ہے اور اس کی عدت گزر چکی ہے ۔۔یعتضد: قوت دے دے، تائید کر دے۔

ترجمہ: **۳** بخلاف جبکہ عورت کتابیہ ہو اس لئے کہ اس کے حق میں زیادہ علامت متوقع نہیں ہے اس لئے خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا گیا۔

تشریح: بیوی نصرانیہ یا یہودیہ ہو تو اس پر نہ نماز واجب ہے اور نہ غسل واجب ہے اس لئے حیض کے خون منقطع ہونے کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں صرف خون کے منقطع ہونے سے عدت گزر جائے گی۔

ترجمہ: **۴** اور منقطع ہو جائے گی جبکہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور یہ استحسان کا تقاضا ہے۔

تشریح: دس دن سے کم خون آیا ہو عدت ختم ہونے کی یہ تیسری صورت ہے کہ نماز کے لئے تیمّم کر لے تب بھی عدت ختم ہو جائے گی، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ صرف غسل کا تیمّم کرنے سے عدت ختم ہو جائے گی، یا اس کے بعد نماز پڑھنے سے عدت ختم ہوگی، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ تیمّم کرنے کے بعد نماز پڑھے گی تب عدت ختم ہوگی، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف تیمّم کر لیا تو عدت ختم ہو جائے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مٹی سے تیمّم کرنے میں چہرہ اور خراب ہوتا ہے، لیکن تیمّم کر کے نماز ادا نہیں کرے گا تو نمازیں بہت زیادہ

۵ وقال محمدؒ اذا تیممت انقطعت وھذا قیاس لان التیمم حال عدم الماء طھارۃ مطلقۃ حتی یثبت بہ من الاحکام ما یثبت بالاغتسال فکان بمنزلتہ ۶ ولھما انہ ملوّث غیرمطھّر وانما اعتبر طھارۃ ضرورۃ ان لا تتضاعف الواجبات وھذہ الضرورۃ تتحقق حال اداء الصلوۃ لا فیما قبلھا من الاوقات ۷ و الاحکام الثابتۃ ایضاًضروریۃ اقتضائیۃ

جمع ہو جائیں گی اس لئے نماز کی ادائیگی کی ضرورت کی وجہ سے تیمّم کو پاک کرنے والاقرار دیا، اس لئے نماز ادا کرے گا تب عدت ختم ہوگی۔

ترجمہ : ۵ اور امام محمدؒ نے فرمایا جب عورت نے تیمّم کیا تو عدت ختم ہوگئی، اور قیاس بھی یہی ہے، اس لئے کہ تیمّم پانی نہ ہونے کی حالت میں طہارت مطلقہ ہے، یہاں تک کہ تیمّم سے وہ تمام احکام ادا ہونگے جو غسل سے ادا ہوتے ہیں، اس لئے تیمّم غسل کے درجے میں ہوا [اور غسل کرنے سے عدت ختم ہو جاتی ہے تو تیمّم کرنے سے بھی عدت ختم ہو جائے گی]

تشریح : امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف تیمّم کیا تو عدت ختم ہو جائے گی، چاہے ابھی نماز نہ پڑھی ہو، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ پانی نہ ہونے کی حالت میں تیمّم طہارت مطلقہ ہے، چنانچہ جو جو عبادتیں غسل کرنے سے ادا ہوتیں ہیں پانی نہ ہونے کی حالت میں وہ عبادتیں تیمّم سے ادا کر سکتے ہیں، اس لئے تیمّم غسل کے درجے میں ہے، اور غسل کرتے ہیں عدت ختم ہو جاتی ہے تو تیمّم کرتے ہیں عدت ختم ہو جانی چاہئے، چاہے ابھی نماز نہ پڑھی ہو۔

ترجمہ : ۶ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ تیمّم تلویث کرنے والا ہے پاک کرنے والا نہیں ہے، اور طہارت کا اعتبار اس ضرورت پر کیا گیا ہے کہ واجبات کئی گنا نہ ہو جاویں، اور یہ ضرورت نماز ادا کرنے کی حالت میں متحقق ہوگی نہ کہ اس سے پہلے اوقات میں۔

تشریح : شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تیمّم چہرے کو اور ملوث کرتا ہے اس لئے وہ پاک کرنے والا نہیں ہے، اس کو تو صرف اس صورت میں پاک مانا ہے کہ کئی واجب جمع نہ ہو جائے، اس لئے نماز کی ادا کی صورت میں وہ طہارت ہے اور ادا سے پہلے اوقات میں وہ طہارت نہیں ہے، اس لئے نماز پڑھے گی تو طہارت شمار کر کے عدت ختم ہو جائے گی اور نماز نہیں پڑھے گی تو عدت ختم نہیں ہوگی۔

لغت : ملوث: تلویث سے مشتق ہے، ملوث کرنا، گندہ کرنا۔ تتضاعف: ضعف سے مشتق ہے، کئی گنا ہونا۔

ترجمہ: ۷ اور جو احکام بھی ثابت ہیں وہ اقتضائی ضرورت ہے۔

تشریح : یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، پانی نہ ہونے کی حالت میں جو عبادتیں تیمّم سے ادا ہو جاتیں ہیں وہ بھی نماز کی وجہ سے بطور اقتضاء کے ادا ہوتی ہیں۔ یہ عبادتیں تیمّم سے ادا ہوتی ہیں [۱] جنبی ہو تو مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، لیکن پانی نہ ہونے کی حالت میں

۸؎ ثم قيل تنقطع بنفس الشروع عندهما وقيل بعد الفراغ ليتقرر حكم جواز الصلوٰة

(۱۹۱۶) واذا اغتسلت ونسيت شيئاً من بدنها لم يصبه الماء فان كان عضواً فما فوقه لم تنقطع الرجعة وان كان اقل من عضو انقطعت ﴾ ۱؎ قال وهذا استحسان والقياس

غسل کا تیمّم کر کے مسجد میں داخل ہوسکتا ہے [۲] تیمّم کر کے قرآن پڑھ سکتا ہے [۳] تیمّم کر کے قرآن چھوسکتا ہے [۴] تیمّم کر کے نماز ادا کرسکتا ہے [۵] تیمّم کر کے سجدہ تلاوت کرسکتا ہے۔ لیکن یہ ساری چیزیں نماز کے اندر ہیں، اس لئے یہ کہتے ہیں کہ نماز کی وجہ سے یہ ساری چیزیں تیمّم سے جائز ہوئیں اس لئے ان چیزوں کا ثبوت نماز کی ضرورت کی وجہ سے ہے اور بطور اقتضا کے یہ احکام نماز کے تحت میں تیمّم سے جائز ہوئیں، اس لئے اصل تو نماز ادا کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تیمّم طہارت بنا اس لئے نماز پڑھے گا تو عدت ختم ہو گی ورنہ نہیں۔

ترجمہ : ۸؎ پھر کہا گیا کہ شیخین کے نزدیک صرف نماز شروع کرنے سے رجعت منقطع ہو جائے گی، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ فارغ ہونے کے بعد تا کہ نماز کے جائز ہونے کا حکم ثابت ہو جائے۔

تشریح : شیخینؒ نے فرمایا تھا کہ نماز پڑھے گی تب عدت کا وقت ختم ہوگا، تو نماز کے بارے میں ہے کہ نماز شروع کی تو عدت ختم ہو گئی، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز سے فارغ ہوگی تب عدت کا وقت ختم ہوگا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھ لینے کے بعد تیمّم سے نماز جائز ہونے کا حکم مقرر اور ثابت ہو گیا اس لئے اب عدت ختم ہوگی۔

ترجمہ : (۱۹۱۶) اور اگر غسل کیا اور بدن میں سے کچھ حصہ بھول گئی جس پر پانی نہیں بہا، پس اگر پورا عضو ہو یا اس سے زیادہ ہو تو رجعت ختم نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک عضو سے کم ہو تو رجعت ختم ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۱؎ مصنفؒ نے فرمایا کہ یہ استحسان کا تقاضا ہے۔

تشریح : دس دن سے کم میں حیض کا خون ختم ہوا اس لئے مکمل غسل کرنے پر عدت ختم ہوگی۔ اس نے غسل تو کیا لیکن مکمل ایک عضو پر پانی بہانا بھول گئی تو گویا کہ غسل کیا ہی نہیں۔ اس لئے شوہر کو ابھی رجعت کرنے کا حق ہوگا۔ اور ایک عضو سے کم خشک رہا تو چونکہ بہت کم خشک رہا اور اتنے عضو پر جلدی خشکی آسکتی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ غسل مکمل کر لیا اس لئے اب رجعت کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غسل مکمل کر لیا ہو تو رجعت کرنے کا وقت ختم ہو گیا۔ اور غسل مکمل نہیں کیا ہو تو ابھی رجعت کرنے کا وقت ہے۔

۲؂ فی العضو الکامل ان لا یبقی الرجعة لانها غسلت الاکثر ۳؂ والقیاس فیما دون العضو ان تبقی لان حکم الجنابةِ والحیض لا یتجزی ۴؂ ووجه الاستحسان و هو الفرق انّ ما دون العضو یتسارع الیه الجفاف لقلته فلا یتیقن بعدم وصول الماء الیه فقلنا انه تنقطع الرجعة ولا تحل لها التزوّج اخذابالاحتیاط فیهما بخلاف العضو الکامل لانه لا یتسارع الیه الجفوف ولا یغفل عنه عادةً فافترقا

ترجمه: ۲؂ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عضو کامل میں بھی رجعت باقی نہ رہے اس لئے کہ اس نے اکثر عضو غسل کر لیا۔

تشریح: اوپر کا حکم استحسان پر ہے، ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک پورا عضو دھونے میں چھوٹ جائے تب بھی عدت پوری ہو جائے اور رجعت کا وقت ختم ہو جائے،

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اعضاء غسل کر چکا ہے اس لئے للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے غسل ہو گیا اس لئے رجعت کا وقت ختم ہو گیا۔

ترجمه: ۳؂ اور قیاس ایک عضو سے کم میں یہ ہے کہ، رجعت کا وقت باقی رہے گا، اس لئے کہ جنابت اور حیض کے حکم میں تجزی نہیں ہوتا۔

تشریح: یہ دوسری جانب کا قیاس ہے۔ قیاس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ایک عضو سے کم خشک رہ جائے تو عدت کا وقت ختم نہیں ہوا اور رجعت کا وقت باقی ہے، کیونکہ جس عضو پر پانی نہیں پہنچا وہ عضو پاک نہیں ہوا، اور پاکی اور ناپاکی میں تجزی اور ٹکڑا نہیں ہے اس لئے تمام ہی عضو ناپاک رہے اس لئے عدت کا وقت ختم نہیں ہوا اس لئے رجعت کر سکتا ہے۔

ترجمه: ۴؂ استحسان کی وجہ یہ ہے، اور یہی قیاس اور استحسان میں فرق ہے، ایک عضو سے کم میں کم ہونے کی وجہ سے خشکی جلدی پہنچتی ہے، اس لئے وہاں تک پانی نہ پہونچنے کا یقین نہیں ہے اس لئے ہم نے کہا کہ رجعت کا وقت ختم ہو گیا، لیکن عورت کے لئے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا ابھی حلال نہیں ہے دونوں میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے، بخلاف پورے عضو کے اس لئے کہ اس میں خشکی جلدی نہیں جاتی، اور عادۃً اس میں آدمی غافل نہیں ہوتا، اس لئے عضو کامل اور عضو ناقص میں فرق ہو گیا۔

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ایک عضو سے کم ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس پر پانی بہا ہو لیکن عضو کم ہونے کی وجہ سے جلدی خشک ہو گیا ہو اور پتہ نہ چلا ہو، پس چونکہ عضو بھیگ گیا ہے اس لئے عدت ختم ہو گی اور رجعت نہیں کر سکے گا۔ اور پورا عضو خشک رہا ہو تو یہ گمان کم ہے کہ اتنے بڑے عضو پر پانی بہا اور اتنی جلدی خشک ہو گیا ہو، اور پورے عضو میں غفلت بھی کم ہوتی ہے، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ وہ شروع سے خشک ہی رہا ہے اس لئے عدت کا وقت ختم نہیں ہوا اس لئے رجعت کا وقت باقی ہے، یہ استحسان کا تقاضا ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں یہ بھی خطرہ ہے کہ رجعت کا وقت ختم نہ ہوا اس لئے اس حال میں عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے

۵ و عن ابی یوسفؒ ان ترک المضمضه والاستنشاق کترک عضو کامل ۶ وعنه وهو قول محمدؒ بمنزلة ما دون العضو لان فی فرضیتة اختلافاً بخلاف غیره من الاعضاء (۱۹۱۷) ومن طلق امرائة وهی حامل او ولدت منه وقال لم اجامعها فله الرجعة ﴾ ا لان الحبل متی ظهر فی مدةٍ یتصور ان یکون منه جعل منه لقوله علیه السلام الولد للفراش وذٰلک دلیل الوطی منه وکذااذا ثبت نسب الولد منه جعل واطیا واذا ثبت الوطی تاکد الملک والطلاق فی ملک متأکد یعقب الرجعة

دونوں صورتوں میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔

لغت : یتسارع: سرع سے مشتق ہے، جلدی پہنچ جانا۔ جفاف: خشک ہونا۔

ترجمہ: ۵ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مضمضۃ اور استنشاق کا چھوڑنا ایک پورے عضو کے چھوڑنے کی طرح ہے۔

تشریح : ہمارے یہاں غسل میں ناک میں پانی ڈالنا اور منہ میں پانی ڈالنا فرض ہے اس لئے اس کو چھوڑنے سے غسل مکمل نہیں ہوا اس لئے پورے عضو کے خشک رہنے کی طرح ہے اس لئے عدت ختم نہیں ہوئی اور رجعت کا وقت باقی ہے۔ یہ روایت حضرت ہشام نے ذکر کیا ہے۔ مضمضۃ: کلی کرنا۔ استنشاق: ناک میں پانی ڈالنا۔

ترجمہ: ۶ امام ابو یوسفؒ سے دوسری روایت ہے اور یہی روایت امام محمدؒ کی ہے کہ مضمضۃ اور استنشاق ایک عضو سے کم ہے اس لئے کہ اس کی فرضیت میں اختلاف ہے، بخلاف دوسرے اعضاء کے۔

تشریح : امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے یہاں غسل میں مضمضۃ اور استنشاق سنت ہے اس لئے اس اختلاف کی وجہ سے یہ ایک عضو سے کم ہے اس لئے مضمضۃ اور استنشاق نہ کرنے سے بھی غسل مکمل ہو گیا اور رجعت کا وقت ختم ہو گیا۔

ترجمہ : (۱۹۱۷) کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس حال میں کہ وہ حاملہ ہے، یا اس سے بچہ پیدا کر چکی ہے اور شوہر کہتا ہے کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا تو شوہر کے لئے رجعت کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ حمل جب ایسی مدت میں ظاہر ہوا جس میں شوہر سے حمل متصور ہے تو حمل شوہر ہی کا قرار دیا جائے گا، حضور علیہ السلام کے قول: الولد للفراش و للعاهر الحجر ، کی وجہ سے اور یہ شوہر سے وطی کی دلیل ہے۔ اور ایسے ہی جب بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوا تو شوہر کو وطی کرنے والا کر دیا گیا، اور جب وطی ثابت ہوگئی تو ملک مؤکد ہوگئی اور ملک مؤکد میں طلاق کے بعد رجعت آتی ہے۔

تشریح : عورت حاملہ تھی اس حال میں شوہر نے طلاق دی، یا عورت کو بچہ پیدا ہوا اس حال میں شوہر نے طلاق دی، اور کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا ہے، یعنی یہ غیر مدخول بھا اس لئے طلاق دیتے ہی بائنہ ہوگئی اور عدت کی ضرورت ہی نہیں ہے

۲ ويبطل زعمه بتكذيب الشرع الا يرى انه يثبت بهذا الوطى الاحصان تثبت به الرجعة اولىٰ

۳ وتاويل مسألة الولادة ان تلد قبل الطلاق لانها لو ولدت بعده تنقضى العدة بالولادة فلا تتصور الرجعة (۱۹۱۸) فان خلابها واغلق بابا او ارخى سترا وقال لم اجامعها ثم طلقها لم يملک

اس لئے اب اس سے رجعت نہیں ہوسکتی، لیکن اس کی بات نہیں مانی جائے گی کیونکہ یہ حمل اسی کا شمار کیا جائے گا، اور یہ بچہ بھی اسی کا شمار کیا جائے گا، کیونکہ یہ عورت اس کی بیوی ہے، اس لئے عورت مدخول بھا ہوئی اور ملک مؤکد ہوگئی اس لئے عورت سے رجعت کرنا جائز ہوگا۔

وجه : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن عائشةؓ قالت كان عتبة بن ابى وقاص عهد الى اخيه سعد بن ابى وقاص....ثم قال النبى ﷺ الولد للفراش و للعاهر الحجر ۔(بخاری شریف، باب تفسیر المشبھات، کتاب البیوع ص ۳۳۰، نمبر ۲۰۵۳ رمسلم شریف، باب الولد للفراش، وتوقی الشبھات، ص ۶۲۰، نمبر ۱۴۵۷/۳۶۱۳) اس حدیث میں ہے کہ جسکی بیوی ہے بچہ اسی کا شمار کیا جائے گا۔

ترجمه : ۲ اور شریعت کی تکذیب کی وجہ سے شوہر کا گمان باطل ہو جائے گا، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ اس وطی سے احصان ثابت ہو گا، تو اس سے بدرجہ اولی رجعت ثابت ہوگی۔

تشریح: شوہر نے یہ گمان کیا کہ وہ مدخول بھا نہیں ہے اور رجعت نہیں ہوسکتی یہ گمان باطل ہے اس لئے کہ شریعت نے اس کی تکذیب کر دی ہے، یہی وجہ ہے کہ چاہے شوہر جماع کا انکار کرے پھر اس حمل سے اور اس بچہ پیدا ہونے سے احصان ثابت ہو جائے گا، اس لئے بدرجہ اولی اس سے رجعت ثابت ہوگی۔

ترجمه : ۳ اور متن کے مسئلۂ ولادت کی تاویل یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونا طلاق سے پہلے ہو اس لئے کہ اگر طلاق کے بعد بچہ پیدا ہو تو ولادت سے عدت ختم ہو جائے گی اس لئے اب رجعت متصور نہیں ہے۔

تشریح : متن میں کہا، او ولدت منہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق سے پہلے ولادت ہوئی ہو، اور بعد میں طلاق دی ہو، کیونکہ طلاق کے وقت عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، پس وضع حمل ہو گیا اور بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی عدت بھی گزر گئی اس لئے اب رجعت کرنا متصور نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۹۱۸) اگر عورت سے خلوت کی اور دروازہ بند کیا یا پردہ لٹکایا اور کہا کہ اس سے جماع نہیں کیا ہے پھر اس کو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہیں ہوگا۔

الرجعة۔

۱؎ لان تاکید الملک بالوطی وقد اقر بعدمه فیصدق فی حق نفسه والرجعة حقه ۲؎ ولم یصر مکذبا شرعا ۳؎ بخلاف المهر لان تاکد المهر المسمیٰ یبتنی علی تسلیم المبدل لا علی القبض بخلاف الفصل الاول (۱۹۱۹) فان راجعها [معناه بعد ماخلابها وقال لم اجامعها] ثم جائت بولد لاقل من

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ ملک وطی سے مؤکد ہوتی ہےاور حالانکہ اقرار کیا وطی نہ ہونے کا اس لئے اس کی ذات کے حق میں تصدیق کی جائے گی، اور رجعت اس کا حق ہے، اور شرعا مکذب بھی نہیں ہوا۔

تشریح: بیوی سے خلوت کی اور دروازہ بند کیا، یا پردہ لٹکایا اور کہتا ہے کہ میں نے جماع نہیں کیا ہے اس کے بعد طلاق دے دی تو رجعت کا حقدار نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلوت صحیحہ کو وطی کے درجے میں عورت کے لئے مہر کے حق میں مانا گیا، کیونکہ عورت نے اپنے بضع کو پیش کر دیا اب شوہر وطی نہ کرے تو اس کی غلطی ہے، اس لئے عورت کو بضع کا مہر لینے کا حق ہو گیا، اور رجعت کر کے عورت پر ملکیت برقرار رکھنا شوہر کا حق ہے اس لئے جب وہ اقرار کر رہا ہے کہ جماع نہیں کیا تو عورت مدخول بھا نہیں بنے گی اس لئے اس کو طلاق دی تو رجعت نہیں ہوگی۔

ترجمه: ۲؎ شوہر شرعا مکذب بھی نہیں ہوا۔

تشریح: بیوی کو حمل ہوتا یا اس سے بچہ ہوتا تو شریعت یہ کہتی کہ یہ جھوٹ بولتا ہے، لیکن ان میں سے کچھ نہیں ہے اس لئے شوہر کہتا ہے کہ میں نے جماع نہیں کیا تو شریعت اس کی تکذیب نہیں کرتی ہے اس لئے وہ غیر مدخول بھا ہوئی اور طلاق واقع ہوتے ہی رجعت کا وقت ختم ہو گیا۔

ترجمه: ۳؎ بخلاف مہر کے اس لئے کہ متعین مہر کا مؤکد ہونا بدل کے سونپ دینے پر دارومدار ہے قبضے پر نہیں، برخلاف پہلے فصل کے [یعنی عورت کو حمل ہو یا بچہ پیدا ہو]۔

تشریح: پورا مہر دینے کا مدار وطی حقیقی پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ عورت بضع سونپ دے تو مہر لازم ہو جائے گا چاہے شوہر اس کو استعمال کرے یا نہ کرے، اس لئے مہر لازم ہو جائے گا، اور فصل اول کا مسئلہ نمبر ۱۹۱۷ میں تو حمل اور ولادت موجود ہے اس لئے لازمی طور پر شوہر کو وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

ترجمه: (۱۹۱۹) اگر عورت سے رجعت کی [اس کا معنی یہ ہے کہ خلوت کرنے کے بعد اور کہا کہ میں نے جماع نہیں کیا ہے] پھر دو سال سے ایک دن کم میں بچہ پیدا ہوا تو رجعت صحیح ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ بھی اس قاعدے پر ہے کہ دو سال کے اندر بھی شوہر کی تکذیب ثابت ہوئی تو رجعت صحیح ہو جائے گی۔ شوہر نے

سنتين بيوم صحت تلک الرجعة ﴾

لـ لانـه ثبـت الـنسب منه اذ هی لم تقرّبا نقضاء العدة والولد يبقى فی البطن هذه المدة فانزل واطيا قبـل الطلاق دون ما بعده لان علی اعتبار الثانی يزول الملک بنفس الطلاق لعدم الوطی قبله فيحرم الوطی والمسلم لا يفعل الحرام

(۱۹۲۰) فان قال لها اذا ولدت فانت طالق فولدت ثم اتت بولد آخر فهی رجعة ﴾

خلوت کی اور کہا کہ جماع نہیں کیا ہے، اس کے بعد طلاق دی، اور پھر رجعت بھی کر لی، اس کے بعد دو سال کے اندر اندر بچہ دیا تو رجعت صحیح ہے، کیونکہ دو سال کے اندر اندر بچہ دیا تو یہ بچہ شوہر کا شمار کیا جائے گا اس لئے یہ دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق سے پہلے وطی کی ہے اس لئے عورت مدخول بہا اس لئے رجعت درست ہے۔

وجه: بچہ دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن عائشة قالت ما تزيد المرأة فی الحمل علی سنتين و لا قدر ما يتحول ظل عود المغزل (سنن بیہقی، باب ما جاء فی اکثر الحمل، ص ۷۲۸، ج سابع، نمبر ۱۵۵۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ دو سال تک ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ نسب شوہر سے ثابت ہوا اس لئے کہ عورت عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہیں کرتی ہے، اور بچہ پیٹ میں اس مدت تک باقی رہتا ہے اس لئے طلاق سے پہلے وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا نہ کہ اس کے بعد، اس لئے کہ دوسرے کے اعتبار کرنے پر نفس طلاق سے ملک زائل ہو جائے گی اس لئے کہ اس سے پہلے وطی نہیں ہے تو وطی حرام ہو جائے گی، اور مسلمان حرام فعل نہیں کرتا۔

تشریح: عورت نے دو سال تک عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا ہے اس لئے بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، کیونکہ بچہ دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے، اس لئے یوں کہا جائے گا کہ طلاق سے پہلے ہی وطی کیا ہے، اور طلاق سے پہلے وطی کیا تو عورت مدخول بہا ہوئی اس لئے عدت گزرنے سے پہلے رجعت کرنا صحیح ہوگا۔ اور اگر یوں کہیں کہ طلاق کے بعد وطی کی تو طلاق سے پہلے عورت غیر مدخول بہا ہوگی اور طلاق دیتے ہی بائنہ ہو جائے گی اور شوہر کی ملک بالکلیہ زائل ہو جائے گی اور اس سے وطی کرنا حرام ہوگا اور ایک مسلمان آدمی سے طلاق کے بعد حرام وطی کرنا متصور نہیں ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ طلاق سے پہلے ہی وطی کی ہے اس لئے رجعت کرنا صحیح ہوگا۔

ترجمه: (۱۹۲۰) اگر عورت سے کہا کہ اگر تم کو بچہ پیدا ہوا تو تم کو طلاق، پھر دوسرا بچہ ہوا تو یہ رجعت ہوگی۔

ل معناه من بطنٍ اٰخر وهوان يكون بعد سته اشهر وان كان اكثر من سنتين اذا لم تقربانقضاء االعدة لانـه وقع الطلاق عليها بالولد الاول ووجبت العدة فيكون الولد الثانی من علوق حادث منه فی العدة لانهـا لـم تقربا نقضاء العدة فيصير مراجعاً (۱۹۲۱) وان قـال كـلماولدت ولداً فانت طالق فولدت ثـلثة او لاد فـی بطون مختلفة فالولد الاول طلاق والولد الثانی رجعة وكذا الثالث ﴾ ل لانها اذا جاء ت بـالـولـد الاول وقـع الـطلاق وصارت معتدة وبالثانی صار مراجعاً لما بينا انه يجعل العلوق بوطيٍ حـادثٍ فـی الـعـدة ويـقـع الطلاق الثانی بولادة ولد الثانی لان اليمين معقوده بكلمة كلما ووجبت العدة وبالولد الثالث صار مراجعاً لما ذكرنا وتقع الطلقه الثالثة بولادة الثالث

ترجمه: ل اس کا معنی یہ ہے کہ دوسرے پیٹ سے ہواور وہ یہ کہ چھ مہینے کے بعد ہو چاہے دو سال سے زیادہ ہو جبکہ عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو، اس لئے کہ عورت پر پہلے بچے کی پیدائش سے طلاق واقع ہوئی اور عدت واجب ہوئی اور دوسرا بچہ عدت میں شوہر کے نئے علوق سے پیدا ہوا، اس لئے کہ عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا اس لئے شوہر رجعت کرنے والا ہو گیا۔

تشریح: شوہر نے کہا جب تم کو بچہ پیدا ہو تو تم کو طلاق ہے، اس کے بعد عورت کو بچہ پیدا ہوا تو اس سے طلاق واقع ہو گئی، پھر اسی حمل سے دوسرا بچہ نہیں ہوا بلکہ اس بچے کے چھ مہینے کے بعد اگلے حمل سے دوسرا بچہ پیدا ہوا چاہے دو سال کے بعد ہو اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو اس دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ پہلے بچے کے بعد عورت سے وطی کی جس سے یہ دوسرا بچہ پیدا ہوا اور یہ وطی کرنا عورت سے رجعت ہے، اس لئے دوسرا بچہ پیدا ہونا رجعت کرنے کی قوی علامت ہے۔ چاہے زبان سے رجعت کا اقرار نہ کیا ہو۔ علوق: وطی کر کے حمل ٹھہرانا۔

اصول: وطی کی قوی علامت بھی رجعت ہے۔ رجعت کا لفظ نہ بولے اور وطی کر لے تب بھی رجعت ہو جائے گی۔

لغت: بطن آخر: بطن آخر کا ترجمہ ہے دوسرا پیٹ یعنی دوسرے مرتبہ حمل سے بچہ پیدا ہوا۔

ترجمه: (۱۹۲۱) اگر شوہر نے کہا کہ جب جب تم کو بچہ پیدا ہو تو تم کو طلاق، پس مختلف پیٹ سے تین بچہ پیدا ہوا، تو پہلے بچے سے طلاق واقع ہو گی، اور دوسرے بچے سے رجعت ہو گی، اور ایسے ہی تیسرے بچے سے رجعت ہو گی [اور تیسری طلاق سے مغلظہ بھی ہو جائے گی]۔

ترجمه: ل اس لئے کہ جب پہلا بچہ لائی تو طلاق واقع ہو گئی اور عدت گزارنے والی ہو گئی، اور دوسرے بچے سے رجعت کرنے والا ہو گیا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اس کا حمل عدت میں نئی وطی سے ٹھہرا ہے اور دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے دوسری طلاق واقع ہو گی، اس لئے کہ قسم کلمہ کلما سے منعقد کی گئی ہے اور عدت واجب ہو گی، اور تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے رجعت کرنے والا ہو گیا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے تیسری طلاق واقع ہو گی۔

۲؎ ووجبت العدة بالاقراء لانها حامل من ذوات الحيض حين وقع الطلاق (۱۹۲۲) والمطلقة الرجعية تتشوف وتتزين﴾

۱؎ لانها حلال للزوج اذا النكاح قائم بينهما ثم الرجعة مستحبة والتزين حامل عليها فيكون مشروعاً

تشریح: متن اور شرح کی تشریح یہ ہے۔شوہر نے کہا کہ جب جب تمکو بچہ پیدا ہو تو تم کو طلاق ہے۔اب پہلا بچہ پیدا ہوا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ، اور عدت گزارنے لگی ، اس درمیان شوہر نے رجعت نہیں کی ، اب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو پتہ چلا کہ شوہر نے عدت کے درمیان وطی کی ہے تب ہی تو دوسرا بچہ پیدا ہوا اس لئے دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے رجعت ہو جائے گی ،لیکن شوہر کی قسم کے مطابق دوسری طلاق رجعی بھی واقع ہو جائے گی ، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ جب جب بچہ پیدا ہو تو تم کو طلاق ہے۔اور عورت دوسری طلاق کی عدت گزارے گی ، اب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو پتہ چلا کہ دوسری طلاق کے بعد یا دوسرے بچے کے بعد جب عدت گزار رہی تھی تو شوہر نے وطی کی جس سے رجعت ہوگی ،لیکن تیسرے بچے کی ولادت کے وقت تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی ، کیونکہ شوہر نے قسم کھائی ہے کہ جب جب بچہ ہو تو تم کو طلاق ہے، اور یہ طلاق مغلظہ ہوگی۔

اصول: وطی کی قوی علامت بھی رجعت ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور عدت واجب ہوگی حیض سے اس لئے کہ جس وقت طلاق واقع ہوئی تو حیض والی حاملہ ہے۔

تشریح : اس میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ طلاق حمل کے وقت واقع نہیں ہوگی بلکہ وضع حمل کے بعد واقع ہوگی اور اس وقت عورت حیض والی ہے اس لئے حیض سے عدت گزارے گی۔

ترجمہ: (۱۹۲۲) مطلقہ رجعی بناؤ سنگھار کرے گی اور زینت اختیار کرے گی۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ وہ شوہر کے لئے حلال ہے اس لئے کہ نکاح دونوں کے درمیان قائم ہے، پھر رجعت مستحب ہے اور زینت رجعت پر ابھارنے والی ہے اس لئے وہ بھی مشروع ہوگی۔

وجہ : (۱) مطلقہ رجعیہ کا نکاح قائم ہے اس لئے بہتر ہے کہ بناؤ سنگھار کرے تو شوہر رجعت کر لے اور ازدواجی زندگی بحال ہو جائے (۲) اثر میں ہے۔عن ابراهيم فى الرجل يطلق امرأته طلاقا يملك الرجعة قال تكتحل وتلبس المعصفر وتشوف له ولا تضع ثيابها. (مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۱۸۸ ما قالوا فيه اذا طلقها طلاقا يملك الرجعة تشوف وتزين له، ج رابع ، ص ۱۶۹، نمبر ۱۸۹۴۸) اس اثر میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ بناؤ سنگھار کرے گی۔

لغت : تتشوف : بناؤ سنگھار کرنا ، اوپر سے جھانکنا۔

(۱۹۲۳) ويستحب لزوجها ان لا يدخل عليها حتى يوذنها او يسمعها خفق نعليه ﴾ ۱؎ معناه اذا لم تكن من قصده المراجعة لانها ربما تكون مجردة فتقع بصره على موضع يصير به مراجعاً ثم يطلقها فتطول عليهاالعدة (۱۹۲۴)وليس له ان يسافر بها حتى يشهد على رجعتها﴾

ترجمہ : (۱۹۲۳) اور مستحب ہے اس کے شوہر کے لئے کہ نہ داخل ہو اس پر یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لے یا اس کو جوتے کی آواز سنا دے۔

تشریح : مطلقہ رجعیہ شوہر کے گھر میں عدت گزار رہی ہو تو جب تک اس سے اجازت نہ لے لے، یا اس کو جوتے کی آواز سنا کر اپنے آنے کی اطلاع نہ دے، گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔

وجہ : (۱) تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ ستر کھولی ہوئی ہو اور اس پر اچانک شہوت کی نظر پڑ جائے جس سے رجعت ہو جائے گی اور بعد میں پھر طلاق دے گا تو عدت لمبی ہو گی۔ اس لئے اطلاع دے کر گھر میں داخل ہو تا کہ خواہ مخواہ رجعت نہ ہو جائے (۲) اثر میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال طلق ابن عمر امرأته تطليقة فكان يستأذن عليها اذا اراد ان يمر. (مصنف عبد الرزاق، باب استأذن عليها ولم يبيتها، ج سادس، ص ۲۵۵، نمبر ۱۱۰۶۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۶، ما قالوا فی المطلقۃ یتأذن علیھا زوجھا ام لا؟، ج رابع، ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۹۳۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مطلقہ رجعیہ پر اطلاع کے بغیر داخل ہونا نہیں چاہئے۔

(۳) اور کھنکھارے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن ابراهيم قال يشعرهابالتنحنح و يسلم و لا يستأذن۔ (مصنف عبد الرزاق، باب استأذن علیھا ولم یبیتھا، ج سادس، ص ۲۵۵، نمبر ۱۱۰۷۱ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۶، ما قالوا فی المطلقۃ یتأذن علیھا زوجھا ام لا؟، ج رابع، ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۹۴۴) اس اثر میں ہے کہ کھنکھار کر گھر میں داخل ہو۔

لغت : خفق نعلیہ : جوتے کی آواز۔

ترجمہ : ۱؎ اس کا معنی ہے کہ رجعت کرنے کا ارادہ نہ ہو اس لئے کہ کبھی ننگی ہو گی تو شوہر کی نگاہ ایسی جگہ پڑ جائے گی جس سے رجعت ہو سکتی ہو پھر اس کو طلاق دے تو عورت پر عدت لمبی ہو جائے گی۔

تشریح: گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینا یا جوتے کی آواز سنانا اس صورت میں ہے جبکہ رجعت کرنے کا ارادہ نہ ہو، [اور اگر رجعت کرنے کا ارادہ ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے] کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عورت ننگی ہو اور اس پر نظر پڑنے سے بلا ارادہ رجعت ہو جائے اس کے بعد پھر سے طلاق دے اور عدت گزارے تو عدت لمبی ہو جائے گی اس لئے جوتے کی آواز دے کر گھر میں داخل ہو۔

ترجمہ: (۱۹۲۴) شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ مطلقہ کے ساتھ سفر کرے یہاں تک کہ اس کی رجعت پر گواہ بنا لے۔

۱؎ وقال زفرؒ له ذلک لقیام النکاح ولهذا له کان یغشاها ۲؎ عندنا قوله تعالیٰ ولا تخرجوهن من بیوتهن الأیة ۳؎ ولان تراخی عمل المبطل لحاجته الی المراجعة فاذا لم یراجعها حتی انقضت المدة ظهر انه لا حاجة فتبین ان المبطل لحاجته الی المراجعة فاذا لم یراجعها حتی انقضت المدة

تشریح : جس عورت کوطلاق رجعی دی اس کے ساتھ سفر نہ کرے، جب تک کہ رجعت نہ کرلے اوراس پر گواہ نہ بنالے، کیونکہ آیت میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ جوعدت گزار رہی ہے اس کوگھر سے نہ نکالو، اور مدت سفر کا سفر کرے گا تو گھر سے نکالنا ہوگا اس لئے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے، ہاں رجعت کرلے گا تو اب عدت گزارنے والی نہیں رہے گی اس لئے اب سفر کرنا جائز ہوگا۔

وجه:(۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ لا تخرجوهن من بیوتهن و لا یخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبینه ....و اشهدوا ذوی عدل منکم و اقیموا الشهادة لله ۔(آیت ۱،۲،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ کوگھر سے باہر نہ نکالو، اور یہ بھی ہے کہ رجعت کرنا ہوتو اس پر گواہ بنانا چاہئے ۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سفر میں جانے سے ہوسکتا ہے کہ ان جانے میں رجعت ہوجائے اور پھر طلاق دے جس کی وجہ سے عدت لمبی ہوجائے اس لئے بھی سفر کرنا ٹھیک نہیں ہے اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ ۔قلت لعطاء ما یحل للرجل من امرأته یطلقها فلا یبیتها ؟ قال لا یحل له منها شیء مالم یراجعها و عمرو. (مصنف عبدالرزاق، باب ما تحل لہ منہا قبل ان یراجعہا، ج سادس، ص ۲۵۶ نمبر ۱۱۰۷۳ ؍سنن للبیہقی، باب الرجعیۃ لحرمۃ علیہ تحریم المبتوتۃ حتی یراجعہا ج سابع، ص ۶۱۰، نمبر ۱۵۱۸۶) اس اثر میں ہے کہ رجعت کرنے سے پہلے شوہر کے لئے بیوی کے ساتھ کچھ کرنا حلال نہیں ہے۔

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ شوہر کے لئے سفر کرنا جائز ہے نکاح قائم ہونے کی وجہ سے، یہی وجہ ہے کہ شوہر کے لئے عورت سے وطی کرنا جائز ہے ہمارے نزدیک۔

تشریح : ہمارے نزدیک مطلقہ سے بغیر رجعت کئے ہوئے بھی وطی کرنا جائز ہے، کیونکہ ابھی بھی وہ اس کی بیوی ہے، یہ اور بات ہے کہ اس وطی سے رجعت بھی ہوجائے گی، اور جب وطی کرنا جائز ہے تو اس کے ساتھ سفر بھی جائز ہوگا، یہ امام زفرؒ کی رائے ہے۔

ترجمه : ۲؎ اور ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول۔لا تخرجوهن من بیوتهن و لا یخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبینه ....و اشهدوا ذوی عدل منکم و اقیموا الشهادة لله ۔(آیت ۱،۲،سورۃ الطلاق ۶۵) ہے۔۔ یہ آیت اوراس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمه : ۳؎ اوراس لئے کہ مبطل [طلاق] کے عمل کو مؤخر کرنا رجعت کی ضرورت کی وجہ سے تھا، پس جب رجعت نہیں کی یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو ظاہر ہوگیا کہ شوہر کوضرورت نہیں ہے تو ظاہر ہوگیا کہ طلاق کے وقت ہی سے طلاق نے عمل کیا ہے یہی

ظهر انه لا حاجة فتبين ان المبطل عمل عمله من وقت وجوده ولهذا تحتسب الاقراء من العدة فلم يملك الزوج الاخراج الا ان يشهد على رجعتها فتبطل العدة ويتقرر ملك الزوج ﴿ وقوله حتى يشهد على رجعتها معناه الاستحباب علیٰ ما قدمناه (۱۹۲۵)والطلاق الرجعى لا يحرّم الوطى ﴾

وجہ ہے کہ عدت کا حیض طلاق کے وقت سے گنا جاتا ہے۔

لغت : عمل المبطل: مبطل سے مراد طلاق ہے، کیونکہ وہی نکاح کے عمل کو باطل کرتا ہے۔اقراء: حیض۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کا جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ نکاح موجود ہے،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ شاید شوہر رجعت کر لے اس لئے طلاق کے عمل کو موخر کیا گیا ہے، ورنہ جس وقت سے طلاق واقع ہوئی ہے اسی وقت سے عورت کا بائنہ ہونا شروع ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ عدت طلاق کے وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے،اور عدت گزرنے تک شوہر نے رجعت نہیں کی تو معلوم ہوا کہ اس کو رجعت کی ضرورت نہیں ہے اس لئے طلاق کے وقت سے ہی گویا کہ بینونت ہوگئی،اور جب بیوی نہیں رہی تو اس کے ساتھ سفر کیسے کرے گا!، ہاں رجعت کر لے تو عدت ختم ہو جائے گی،اور بیوی بحال ہو جائے گی تو اب اس کے ساتھ سفر کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ﴿ ماتن کا قول: حتی یشھد علی رجعتھا [یہاں تک کہ اس کی رجعت پر گواہ بنائے]

اس کا معنی یہ ہے کہ مستحب ہے، جیسا کہ پہلے بیان کر دیا۔

تشریح : ماتن نے جو فرمایا کہ رجعت پر گواہ بنائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گواہ بنانا مستحب ہے تا کہ وقت ضرورت کام آئے، ورنہ بغیر گواہ بنائے بھی رجعت کرے گا تو رجعت ہو جائے گی۔اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

وجه: ان عمران بن حصینؓ سئل عن رجل طلق امراته و لم يشهد و راجع و لم يشهد ، قال عمر : ان طلق فى غير عدة و راجع فى غير سنة فليشهد الآن ۔(سنن بیہقی، باب ماجاء فی الاشھاد علی الرجعۃ، ج سابع، ص ٦١١، نمبر ١٥١٨٩)اس اثر میں ہے کہ بغیر گواہ کے رجعت کی تو یہ سنت کے خلاف ہے،اس لئے گواہ بنانا سنت ہے۔

ترجمہ: (۱۹۲۵) طلاق رجعی صحبت حرام نہیں کرتی۔

تشریح: طلاق رجعی دے تو اس میں بیوی سے وطی کرسکتا ہے۔لیکن جیسے ہی وطی کرے گا تو رجعت بھی ہو جائے گی۔

وجه : اثر میں اس کا اشارہ ہے۔عن الزهرى وقتادة قالا :لتشوف الى زوجها ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ما تحل له منها قبل ان یراجعھا، ج سادس، ص ٢٥٦، نمبر ١١٠٧٦) اس اثر میں ہے کہ عورت شوہر کے لئے زینت کرے،اور زینت اسی لئے کرے کہ شوہر بیوی سے صحبت کرے۔اس لئے رجعت کرنے سے پہلے بھی صحبت کرسکتا ہے۔اور یہی صحبت رجعت ہو جائے گی۔(۲) رجعتُ کہے تو یہ قولی رجعت ہے اور وطی کر لینا یہ فعلی رجعت ہے اس لئے اس سے بھی رجعت ہو جائے گی اور وطی حلال ہو

ل وقال الشافعیؒ یحرمه لان الزوجية زائلة لوجود القاطع وهو الطلاق ۲ ولنا انها قائمة حتى يملك مراجعتها من غير رضاها لان حق الرجعة ثبت نظراً للزوج ليمكنه التدارک عند اعتراض الندم وهذا المعنى يوجب استبداده به وذلک يؤذن بكونه استدامة لا انشاء اذا الدليل ينافيه

گی۔

ترجمه : ل امام شافعیؒ نے فرمایا وطی کرنا حرام ہے اس لئے کہ زوجیت قاطع کے پائے جانے کی وجہ سے زائل ہو چکی ہے اور وہ طلاق ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رجعت سے پہلے عورت سے وطی حرام ہے، کیونکہ طلاق کی وجہ سے وہ بیوی نہیں رہی اس لئے اس سے وطی بھی نہیں کر سکتا۔ موسوعہ میں ہے۔ قال و اذا جامعها بعد الطلاق ينوى الرجعة او لا ينويها فالجماع جماع شبهة لا حد عليها فيه و يعزر الزوج و المرأة ان كانت عالمة و لها عليه صداق مثلها و الولد لاحق ، و عليها العدة ۔ (موسوعة امام شافعیؒ، باب کیف تثبت الرجعة، ج احدی عشرة، ص ۳۴۶، نمبر ۱۹۷۱۹) اس عبارت میں ہے کہ رجعت سے پہلے جماع شبہ کا جماع ہے۔

وجه : (۱) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ قلت لعطاء ما يحل للرجل من امرأته يطلقها فلا يبيتها ؟ قال لا يحل له منها شيء مالم يراجعها و عمرو . (مصنف عبد الرزاق، باب ما یحل لہ منھا قبل ان یراجعھا، ج سادس، ص ۲۵۶، نمبر ۱۱۰۷۳ ر سنن للبیہقی، باب الرجعیۃ لحرمۃ علیہ تحریم المبتوتۃ حتی یراجعھا، ج سابع، ص ۶۱۰، نمبر ۱۵۱۸۶) اس اثر میں ہے کہ رجعت کرنے سے پہلے شوہر کے لئے بیوی کے ساتھ کچھ کرنا حلال نہیں ہے (۲) عن عطاء بن ابی رباح و عمرو بن دينار انهما قالا لا يحل له منها شيء مالم يراجعها ۔ (سنن للبیہقی، باب الرجعیۃ لحرمۃ علیہ تحریم المبتوتۃ حتی یراجعھا، ج سابع، ص ۶۱۰، نمبر ۱۵۱۸۶ ر مصنف عبد الرزاق، باب ما یحل لہ منھا قبل ان یراجعھا، ج سادس، ص ۲۵۶، نمبر ۱۱۰۷۸) اس اثر میں ہے کہ رجعت سے پہلے کوئی چیز حلال نہیں ہے۔

ترجمه : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ زوجیت قائم ہے اسی لئے بغیر عورت کی رضامندی کے شوہر رجعت کا مالک ہے، اس لئے کہ رجعت کا حق شوہر کے شفقت کے لئے ثابت ہے تا کہ شرمندگی پیش آتے وقت اس کا تدارک کر سکے اس کا مطلب یہ ہوا کہ رجعت کے ذریعہ نکاح کو ہمیشہ برقرار رکھنا ہے، اور شوہر کا رجعت میں مستقل ہونا خبر دیتا ہے نکاح کے برقرار رکھنے کا نہ کہ اس کو از سر نو کرنے کا، کیونکہ دلیل اس کے منافی ہے۔

تشریح : اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نکاح پہلے سے قائم ہے، اس کی تین دلیلیں دے رہے ہیں [۱] ایک دلیل یہ ہے کہ یہی

۳؎ والقاطع اخّرعمله الی مدةٍ اجماعاً او نظراً له علی ما تقدم

وجہ ہے کہ شوہر بغیر عورت کی رضامندی کے رجعت کرسکتا ہے۔[۲] اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شوہر پر شفقت کے لئے رجعت رکھی گئی ہے تا کہ کبھی ندامت ہوجائے تو رجعت کرلے،[۳] اور تیسری دلیل یہ ہے کہ نکاح برقرار رکھنے کا نام رجعت ہے شروع سے نکاح کرنے کا نام رجعت نہیں ہے۔ان تین دلیلوں کے بعد یہ ہے کہ جب نکاح باقی ہے تو وطی بھی کرسکتا۔

لغت: نظرا:مصلحت کے لئے ،شوہر پر شفقت کے لئے۔التدارک: پالے، پچھلی غلطیوں کی تلافی کرلے۔الندم: شرمندگی۔استبداد: بغیر کسی کو پوچھے خود بخود کسی کام کو کرلے اس کو استبداد، کہتے ہیں۔استدامۃ : دام سے مشتق ہے، ہمیشہ رکھنا، انشاء: شروع سے کسی کام کو کرنا. اذا الدليل ينافيه :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، شروع سے نکاح مرد خود نہیں کرسکتا، بلکہ عورت کی رضامندی ضروری ہے، اور دو گواہ بھی ضروری ہے، اور رجعت خود مرد کرسکتا ہے چاہے عورت راضی نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ رجعت نکاح کو بحال رکھنا ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو وطی بھی کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور طلاق جو ملک نکاح کو قطع کرنے والی ہے اس کے عمل کو بالاجماع ایک مدت مؤخر کردیا گیا، یا شوہر پر شفقت کے لئے مؤخر کردیا گیا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ طلاق سے نکاح زائل ہوگیا، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ ابھی نکاح زائل نہیں ہوا ہے بلکہ شوہر پر شفقت کے لئے عدت گزرنے تک اس کے عمل کو مؤخر کردیا گیا، اب عدت گزرے گی تب نکاح زائل ہوگا، اور جب نکاح باقی ہے تو وطی کرسکتا ہے۔

﴿فصل فیما تحل به المطلقة﴾

(۱۹۲۶) واذا کان الطلاق بائنا دون الثلث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها﴾ ۱ ولنا حلّ المحلّیة باق لان زواله معلق بالطلقة الثالثة فینعدم قبله ۲ ومنع الغیر فی العدة لاشتباه النسب ولا اشتباه فی اطلاقه

﴿فصل فیما تحل به المطلقة﴾

ضروری نوٹ : طلاق شدہ عورت کوکس طرح حلال کیا جاسکتا ہےاس کا بیان ہے [۱] ایک طلاق رجعی ہو یا دوطلاق رجعی ہوتو اس سے رجعت کر کے حلال کی جاسکتی ہے [۲]ایک طلاق بائن ہو یا دوطلاق بائن ہوتو اس سے رجعت نہیں کرسکتا، البتہ اس کی رضامندی سے عدت کے اندر یا عدت کے بعد نکاح کرسکتا ہے اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔[۳] آزادعورت کوتین طلاق واقع ہوئی ہو، یا باندی کو دوطلاق واقع ہوئی ہوتو اس کوطلاق مغلظہ کہتے ہیں، اس میں حلالہ کے بغیر نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۹۲۶) اور اگر طلاق بائن ہوتین سے کم تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ بیوی سے شادی کرے عدت میں اور عدت ختم ہونے کے بعد۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ محل کا حلال ہونا باقی ہے اس لئے کہ حلت کا زوال تیسری طلاق پر معلق ہے، اس لئے اس سے پہلے زوال منعدم ہوگا۔

تشریح: شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی لیکن تین طلاقوں سے کم دی۔ایک طلاق بائنہ دی یا دوطلاق بائنہ دی تو جب عدت گزار رہی ہے اس وقت بھی شوہر اس سے شادی کرسکتا ہے اور عدت ختم ہو جائے تب بھی شادی کرسکتا ہے، چونکہ یہ طلاق مغلظہ نہیں ہے اس لئے اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (۱) تین طلاق یعنی طلاق مغلظہ دی ہوتو دوسرے شوہر سے شادی کئے بغیر حلال نہیں ہوگی۔لیکن اس سے کم دی ہوتو یہ شوہر کسی وقت بھی اس سے شادی کرسکتا ہے۔ چاہے عدت کے وقت ہو چاہے عدت کے بعد ہو۔ کیونکہ اگر عورت کے پیٹ میں بچہ ہوگا تو اسی شوہر کا بچہ ہے اس لئے نسل کے اشتباہ کا مسئلہ بھی نہیں رہے گا۔اس لئے عدت میں بھی شادی کرسکتا ہے (۲) آیت میں ہے۔الطلاق مرتان فامسان بمعروف او تسریح باحسان (آیت ۲۲۹ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو طلاق کے بعد معروف کے ساتھ روک سکتا ہے۔اس میں اشارہ ہے کہ دوطلاق بائنہ دی ہوتو عدت میں بیوی سے نئی شادی کر کے روک سکتا ہے۔

ترجمہ : ۲ اور عدت میں غیر کو نکاح سے روکنا نسب کے اشتباہ کی وجہ سے ہے، اور شوہر سے نکاح جائز قرار دینے میں کوئی اشتباہ

(۱۹۲۷) وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة او ثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها ﴾ ل والاصل فيه قوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره والمراد الطلقة الثالثة

نہیں ہے۔

تشریح : عدت کے اندر دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی ہے، لیکن خود شوہر سے نکاح کر سکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عدت کے اندر ہوسکتا ہو کہ شوہر کا حمل اندر موجود ہو پھر دوسرے سے شادی کرے گی تو اس کی منی بھی جمع ہو جائے گی اور پتہ نہیں چلے گا کہ کس کا بچہ پیٹ میں ہے اس لئے نسب ثابت کرنے میں اشتباہ ہو جائے گا، لیکن پہلے ہی شوہر شادی کرے تو دونوں مرتبہ میں ایک ہی آدمی کی منی ہے اس لئے ہر حال میں شوہر کا ہی بچہ ہے اس لئے اسی سے نسب ثابت ہوگا اس لئے کوئی اشتباہ نہیں ہے اس لئے عدت کے اندر شوہر سے نکاح کرنا جائز ہے۔

وجہ : و لا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله ۔(آیت ۲۳۵، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کرنا جائز نہیں، لیکن یہ غیر شوہر کے لئے پہلے شوہر کے لئے عدت میں بھی نکاح جائز ہے۔

ترجمہ : (۱۹۲۷) اور اگر تین طلاقیں دی ہو آزاد میں یا دو طلاقیں دی ہو باندی میں تو حلال نہیں ہوگی اس کے لئے یہاں تک کہ دوسرے سے شادی کرے نکاح صحیح، اور اس سے صحبت کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جائے۔

ترجمہ : ل اصل اس میں اللہ تعالیٰ کا قول ۔فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) اور اس سے مراد تین طلاق ہے۔

تشریح : آزاد عورت تین طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے اور باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے۔ اس لئے آزاد کو تین طلاقیں دے یا باندی کو دو طلاقیں دے تو عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی سے شادی کرے۔ پھر وہ صحبت کرے، پھر وہ طلاق دے یا مر جائے تب اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔ اور پہلے شوہر کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔ اسی کو حلالہ کہتے ہیں۔

وجہ : (۱) دوسرے شوہر سے شادی کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ فان طلاقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تیسری طلاق کے بعد جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (۲) اور دوسرے شوہر کی وطی کئے بغیر حلال نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة ان رجلا طلق امرأة ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبى ﷺ اتحل للاول؟ قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول.

(بخاری شریف، باب من جوز الطلاق الثلاث، ص ۹۱۷، نمبر ۵۲۶۱ / مسلم شریف، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتى تنكح زوجا غيره

۲ والثنتان فی حق الامة کالثلٰث فی حق الحرّة لان الرق منصّف لحل المحلية علیٰ ما عرف

۳ ثم الغاية نكاح الزوج مطلقاً والزوجية المطلقة انماتثبت بنكاح صحيح

ویطأ ھاثم یفارقھا وتنقضی عدتھا،ص ۷۷۴،نمبر ۱۴۳۳/۳۵۲۶/ابوداؤد شریف،باب المبتوتة لا یرجع الیھا زوجھا حتی تنکح زوجا غیرہ،ص ۳۳۶،نمبر ۲۳۰۹/ترمذی شریف،نمبر ۱۱۱۸)اس حدیث مشہور سے معلوم ہوا کہ صحبت کئے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۲ اور دو طلاق باندی کے حق میں ایسی ہے جیسے تین طلاق آزاد کے حق ہیں،اس لئے کہ باندیت ہونا محل کے حلال ہونے کو آدھا کرتا ہے جیسے کہ پہچانا گیا۔

تشریح : باندی کے حق میں دو طلاق ایسی ہے جیسے آزاد کے حق میں تین طلاق یعنی جس طرح تین طلاق سے مغلظہ ہوتی ہے اسی طرح باندی دو طلاق سے مغلظہ ہوتی ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام اور باندی پر رقیت کی وجہ سے سزا بھی آدھی ہے،اور نعمت بھی آدھی ہے،اور بضع کا حلال ہونا نعمت ہے اس لئے وہ آزاد کی آدھی طلاق سے ہی حرام ہو جائے گی،اور آزاد کی طلاق مغلظہ تین ہے اس لئے اس کی آدھی ڈیڑھ ہونی چاہئے،لیکن طلاق میں آدھا نہیں ہوتا تو اس لئے دو طلاق سے مغلظہ ہوگی۔الرق منصف لحل المحلیۃ،کا یہی مطلب ہے۔باندی پر آدھی سزا ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔**و من لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتياتكم المؤمنات .....فان أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب** ۔(آیت ۲۵،سورۃ النساء۴)اس آیت میں ہے کہ باندی پر آدھی سزا ہے تو نعمت بھی آدھی ہی ہوگی۔(۲) اور باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطليقتان وقرؤها حيضتان** ۔(ابوداؤد شریف،باب فی سنۃ طلاق العبد،ص ۳۰۴،نمبر ۲۱۸۹/ترمذی شریف،باب ماجاء ان طلاق الامۃ تطلیقتان،ص ۲۲۳،نمبر ۱۱۸۲/ابن ماجہ شریف،نمبر ۲۰۸۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۳ پھر حرمت کی غایت مطلق شوہر کا نکاح کرنا ہے اور مطلق زوجیت ثابت ہوتی ہے نکاح صحیح سے [اس لئے نکاح صحیح سے حلالہ ہوگا نکاح فاسد سے نہیں]

تشریح :آیت۔**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره** (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ۲) میں مطلق نکاح سے حلالہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے اس میں فاسد نکاح یا صحیح نکاح کی قید نہیں ہے اور مطلق نکاح جب کہا جائے گا تو اس سے نکاح صحیح ثابت ہوتا ہے اس لئے نکاح صحیح سے حلالہ ہوگا،نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہو سکے گا۔

۴ وشرط الدخول ثبت باشارة النصّ وهو ان یحمل النکاح علی الوطی حملاً للکلام علی الافادة دون الاعادة اذا العقد استفید باطلاق اسم الزوج ۵ او یزاد علی النص بالحدیث المشهور وهو قوله علیه السلام لا تحل للاول حتی تذوق عسیلة الاخر روی بروایات

ترجمہ : ۴ اور دخول کی شرط اشارۃ النص سے ثابت ہے، اور وہ یہ ہے کہ نکاح کو وطی پر حمل کیا جائے، حمل کرتے ہوئے کلام کو افادے پر نہ کہ اعادے پر، اس لئے کہ عقد نکاح کا فائدہ ہوا اسم زوج کے مطلق ہونے سے۔

تشریح : زوج ثانی سے نکاح کے بعد اس سے وطی بھی کرائے گی تب زوج اول کے لئے حلال ہوگی اس کی دلیل دے رہے ہیں۔آیت۔فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) کے اشارۃ النص سے وطی کی شرط کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اس طرح کہ آیت میں دو الفاظ ہیں, تنکح ،اور زوجا، اب لفظ زوج، سے نکاح کا پتہ چلا کیونکہ نکاح کے بغیر زوج نہیں ہوسکتا، اب آیت میں، تنکح ، سے بھی عقد نکاح مراد لیں تو زوجا اور تنکح دونوں کا ترجمہ ایک ہی ہو جائے گا، اور تاکید ہو جائے گی، اور تنکح کا ترجمہ وطی کے کرلیں تو ترجمہ الگ ہو جائے گا جسکو تاسیس ، اور افادہ، کہتے ہیں اور تاسیس اور افادہ کا ترجمہ لینا زیادہ بہتر ہے، اس لئے آیت میں تنکح کا ترجمہ ہوا کہ شوہر وطی کرے، اس طرح آیت کے اشارے سے ہی وطی کرنا شرط ہو گیا۔

لغت : افادہ: زوجا، کا ترجمہ نکاح کرنا کریں، اور تنکح کا ترجمہ وطی کرنا کریں تو دونوں کا ترجمہ الگ الگ ہوا، اور الگ الگ فائدہ ہوا اس کو افادہ کہتے ہیں، کلام میں افادہ کا معنی لینا زیادہ بہتر ہے اس لئے اس میں فائدہ زیادہ ہے۔ اعادہ: زوجا کا ترجمہ بھی نکاح کرنا لیں، اور تنکح کا ترجمہ بھی نکاح کرنا لیں تو اس کو تاکید کہتے ہیں کیونکہ دونوں کے ترجمے ایک ہی ہو گئے، یہ معنی لینا زیادہ بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں سامع کو زیادہ فائدہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۵ یا آیت پر حدیث مشہور کی وجہ سے زیادتی کی جائے گی، اور وہ حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ لا تحل للاول حتی تذوق عسیلة الآخر [عورت پہلے کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے کا مزہ نہ چکھ لے] یہ حدیث متعدد روایات سے مروی ہے۔

تشریح: دوسری صورت یہ ہے کہ آیت کے اشارے سے وطی کی شرط نہ نکالی جائے لیکن حدیث مشہور کے ذریعہ سے آیت پر اضافہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ بغیر وطی کے زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی، اور حدیث مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی کی جا سکتی ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت طلق رجل امراته ثلاثا فتزوجها رجل ثم طلقها قبل ان یدخل بها فأراد زوجها الاول ان یتزوجها فسئل رسول الله ﷺ عن ذالک فقال : لا ، حتی یذوق

۶ ولاخلاف لاحد فيه سوى سعيد بن المسيب رضى الله عنه وقوله غير معتبر حتى لوقضى به القاضى لاينفذ ۷ والشرط الايلاج دون الانزال لانه كمال ومبالغة فيه والكمال قيد زائدة

الآخر من عسيلتها ما ذاق الاول ۔(مسلم شریف، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأ ھا ثم یفارقھا وتنقضی عدتھا،ص ۶۰۷،نمبر ۱۴۳۳/۳۵۳۱/ بخاری شریف، باب من جوز الطلاق الثلاث،ص ۷۹۱،نمبر ۵۲۶۱/ ابوداؤد شریف، باب المبتوتۃ لا یرجع الیھا زوجھا حتی تنکح زوجا غیرہ،ص ۳۳۶،نمبر ۲۳۰۹/ ترمذی شریف،نمبر ۱۱۱۸)اس حدیث مشہور سے معلوم ہوا کہ صحبت کئے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔(۲)اثر میں یہ ہے۔عن نافع ان ابن عمر قال : لو ان رجلا طلق امراته ثلاثا ثم نكحها رجل بعده ثم طلقها قبل ان يجامعها ثم ينكحها زوجها الاول ، فيفعل ذالک و عمر حى اذن لرجمها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ما تحلھا لزوجھا الاول، ج سادس،ص ۲۷۳،نمبر ۱۱۱۸۲)اس اثر میں ہے کہ بغیر جماع کئے ہوئے زوج اول سے نکاح کرے تو حضرت عمرؓ انکو رجم کرتے۔

لغت : عسیلۃ:عسل سے مشتق ہے،شہد، مزہ۔ایلاج:داخل کرنا،ولج سے مشتق ہے۔

ترجمہ: ۶ حضرت سعید ابن مسیبؒ کے علاوہ کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے،اوران کا قول غیر معتبر ہے، یہاں تک کہ اگر کسی قاضی نے اس کا فیصلہ دیا تو نافذ نہیں ہوگا۔

تشریح: حلالہ کے لئے دخول کی شرط بہت سی احادیث میں ہے،صرف حضرت سعید ابن مسیّب کا اس بارے میں اختلاف ہے لیکن چونکہ مشہور حدیث کے خلاف یہ رائے ہے اس لئے انکا قول معتبر نہیں ہے، بلکہ کوئی قاضی اس کا فیصلہ بھی دے تو نافذ نہیں ہوگا ۔سعید بن مسیّب کا اثر یہ ہے۔عن سعيد بن المسيب قال اما الناس فيقولون حتى يجامعها ، و اما انا فانى اقول : اذا تزوجها تزويجا صحيحا لا يريد بذالک احلالا لها فلا بأس ان يتزوجها الاول ۔(سنن سعید بن منصور، باب المرأۃ تطلق ثلاثا فتزوجت غیرہ فیطلقھا قبل ان یمسھا ھل ترجع الی الاول، ج ثانی،ص ۴۹،نمبر ۱۹۸۹)اس اثر میں ہے کہ بغیر وطی کے بھی حلالہ جائز ہے۔

ترجمہ : ۷ اورعضو تناسل داخل کرنا شرط ہے انزال کرنا شرط نہیں ہے،اس لئے کہ انزال کرنا جماع میں کمال ہے اور مبالغہ ہے، اور کمال قید زائد ہے۔

تشریح : وطی کے لئے عورت کی شرم گاہ میں عضو تناسل کو داخل کر دینا کافی ہے،اس کے بعد انزال کرنا ضروری نہیں،انزال نہ ہو تب بھی حلالہ ہو جائے گا،

وجہ :(۱) عضو تناسل کو داخل کر دینا یہی وطی ہے اسی سے غسل لازم ہوتا ہے،اسی سے رجم کیا جاتا ہے اور اس سے جوزائد ہے یعنی

(۱۹۲۸) والصبى المراهق فى التحليل كالبالغ﴾ ۱؎ لوجود الدخول فى نكاح صحيح وهو شرط بالنص

۲؎ ومالک يخالفنا فيه والحجة عليه ما بيناه

انزال کرنا وہ جماع کا کمال ہے اور مبالغہ ہے اس لئے اس پر حلالہ کا مدار نہیں ہے اس لئے کہ یہ قید زائد ہے۔ (۲) اگے اثر آ رہا ہے کہ مراہق لڑکے نے وطی کی تو اس سے حلالہ ہو جائے گا، حالانکہ اس سے انزال نہیں ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ انزال کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۹۲۸) قریب البلوغ لڑکا حلال کرنے میں بالغ کی طرح ہے۔

ترجمہ: ۱؎ نکاح صحیح میں دخول کے پائے جانے کی وجہ سے اور آیت کی وجہ سے یہی شرط ہے۔

تشریح : جس طرح بالغ مرد سے نکاح کر کے وطی کرائے تو عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے اسی طرح وہ لڑکا جو ابھی بالغ تو نہیں ہوا ہے لیکن بالغ ہونے کے قریب ہے اس سے نکاح کر کے وطی کرائے تو پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) قریب البلوغ لڑکے کو صرف انزال نہیں ہوتا لیکن مرد عورت دونوں کو لذت اتنی ہی حاصل ہوتی ہے جتنی بالغ مرد سے۔ اور انزال ہونا حلالہ کے لئے شرط نہیں ہے صرف صحبت کرنا شرط ہے جو یہ لڑکا کرے گا اس لئے اس کی صحبت سے پہلے کے لئے حلال ہو جائے گی (۲) اثر میں ہے۔ **قلت لعطاء التى يبيتها زوجها ثم يتزوجها غلام لم يبلغ ان يهريق يحلها ذلک لزوجها الاول؟ قال نعم فيما نرى.** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحلہا لہ غلام لم یحتلم، ج سادس، ص ۲۷۵ نمبر ۱۱۱۸۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قریب البلوغ لڑکے کی صحبت سے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام مالکؒ اس بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور ان پر حجت وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مراہق بچہ وطی کرے تو اس سے حلالہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ انکے یہاں حلالے کے لئے انزال شرط ہے اور مراہق سے انزال نہیں ہوگا اس لئے اس کی وطی سے حلالہ بھی نہیں ہوگا، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اوپر بیان کیا کہ انزال شرط نہیں ہے کیونکہ وہ تو وطی کا کمال ہے نفس وطی تو دخول سے ہو جاتا ہے، اس لئے مراہق سے حلالہ ہو جائے گا۔

وجہ: امام مالکؒ کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن الحسن قال لا يحلها ليس بزوج.** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحلہا لہ غلام لم یحتلم ج سادس، ص ۲۷۵ نمبر ۱۱۱۹۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

لغت : المراھق : قریب البلوغ، اسی کو غلام لم یبلغ کہتے ہیں۔

۳؎ وفسره في الجامع الصغير وقال غلام لم يبلغ ومثله يجامع جامع امرأة وجب عليها الغسل واحلها على الزوج الاول ومعنى هذا الكلام ان يتحرّک الته ويشتهی ۴؎ وانما وجب الغسل عليها لالتقاء الختانين وهو سبب لنزول مائها والحاجة الى الايجاب في حقّها اما لا غسل على الصبی وان كان يومر به تخلّقاً (۱۹۲۹) قال ووطی المولى امته لا يحلّها ﴾ ا؎ لان الغاية نكاح الزوج

ترجمہ: ۳؎ جامع صغیر میں مراہق کی تفسیر کی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایسا لڑکا جو بالغ نہ ہوا ہو اور اس جیسا لڑکا جماع کر سکتا ہو، اگر اس نے عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل لازم ہوگا، اور اس کو زوج اول کے لئے حلال کرے گا، اور اس کلام کا معنی یہ ہے کہ لڑکے کا آلہ حرکت کرے اور جماع کی خواہش ہو۔

تشریح: جامع صغیر میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایسا لڑکا جو بالغ ہونے کے قریب ہو اس کا آلہ تناسل متحرک ہوتا ہو اور اس سے لذت جماع ہوتا ہو اگر وہ عورت سے جماع کرلے تو اس سے عورت پر غسل واجب ہوگا، اور اس سے عورت زوج اول کے لئے حلال ہوجائے گی۔

وجه: اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ و لكن الزهری يقول : لو زنت امراة لم يبلغ الغلام و قد قارب و اطاق ذالک ، رجمت ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ھل تحلها له غلام لم یحتلم ج سادس ص ۲۷۵ نمبر ۱۱۱۹۲) اس اثر میں ہے جو بچہ بالغ ہونے کے قریب ہو اور جماع کی طاقت رکھتا ہو اس کی جماع سے رجم ثابت ہوگا، اور غسل بھی لازم ہوگا، بہت بچہ ہو تو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ عورت پر غسل التقاء ختانین کی وجہ سے واجب ہے، اور وہ عورت کی منی اترنے کا سبب ہے۔ اور عورت کے حق میں غسل واجب کرنے کی ضرورت ہے، بہر حال بچے پر غسل نہیں ہے اس کو اخلاقا غسل کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

تشریح: عورت کے ختنے سے مرد کا ختنہ مل جائے تو اس سے عورت کی منی اترتی ہے اور اسی سے غسل واجب ہوتا ہے، لیکن چونکہ وہ اندر ہے اس لئے التقاء ختانین کو منی اترنے کے قائم مقام کر دیا گیا اور اسی سے غسل واجب کر دیا گیا، یہ غسل عورت پر واجب ہے کیونکہ وہ بالغ ہے اور اس سے منی خارج ہونے کا غالب گمان ہے، اور مراہق پر غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اس سے منی اترنے کا امکان نہیں ہے، البتہ اخلاقا اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

لغت: التقاء ختانین: مرد اور عورت کے ختنے کا ملنا۔ ماء: پانی، یہاں منی مراد ہے

ترجمہ: (۱۹۲۹) اور آقا کا باندی سے وطی کرنا اس کو شوہر کے لئے حلال نہیں کرتا۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ شوہر کا نکاح غایت ہے۔

(۱۹۳۰) واذا تزوجها بشرط التحلیل فالنکاح مکروہ [لقوله علیه السّلام لعن الله المحلل له وهذا هو محمله] فان طلقها بعدوطیها حلت للاول﴾ لـ لوجود الدخول فی نکاح صحیح اذا النکاح لا یبطل بالشرط

تشریح :باندی نے کسی سے شادی کی تھی اس کوشوہر نے دوطلاق دے کر مغلظہ کر دیا۔اب اس سے مولی نے وطی کی تو اس وطی کی وجہ سے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ کسی مرد سے شادی کر کے وطی نہ کرائے۔

وجہ :(۱) آقا جو وطی کرے گا وہ ملک یمین اور باندی ہونے کے اعتبار سے وطی کرے گا،نکاح کر کے وطی نہیں کرے گا، کیونکہ آقا سے نکاح ہی جائز نہیں ہے۔اور آیت میں ہے کہ نکاح کر کے وطی کرے تب حلال ہوگی اس لئے آقا کی وطی سے عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی (۲) آیت میں ہے۔فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره .(آیت ۲۳۰،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں تنکح کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کر کے وطی کرائے تو حلال ہوگی (۳)اثر میں ہے۔عن زید بن ثابت انه کان یقول فی الرجل یطلق الامة ثلاثا ثم یشتریها انها لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره وسمعت مالکا یقول قال ذلک غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ. (سنن للبیہقی ،باب الرجل تکون تحته امة فیطلقها ثلاثا ثم یشتریها،ج سابع،ص ۶۱۶،نمبر ۱۵۲۰۴)چونکہ پہلے شوہر تھا اب حلالہ کے بغیر آقا بن کر وطی کرنا چاہتا ہے تو حلال نہیں ہے۔

﴿حلالہ مکروہ ہے لیکن جائز ہے﴾

ترجمہ : (۱۹۳۰) اگر عورت سے شادی کی حلالہ کی شرط پر تو نکاح مکروہ ہے۔[حضور علیہ السلام کا قول۔لعن رسول الله المحل والمحلل له کی وجہ سے] پس اگر اس کو طلاق دی وطی کے بعد تو پہلے کے لئے حلال ہو جائیگی۔

ترجمہ: لـ نکاح صحیح میں دخول پائے جانے کی وجہ سے اس لئے کہ شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔

تشریح : اگر عورت نے حلالہ کی شرط پر دوسرے شوہر سے شادی کی تو ایسا کرنا مکروہ ہے،تاہم کر ہی لی اور دوسرے شوہر نے وطی کر لی اور طلاق دی تو پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

وجہ: (۱)مکروہ ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے۔عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله المحل والمحلل له.(ترمذی شریف،باب ماجاء فی المحل والمحلل له،ص ۲۱۳،نمبر ۱۱۲۰)(۲)ابن ماجہ شریف میں ہے۔قال عقبه بن عامر قال رسول الله الا اخبرکم بالتیس المستعار ؟ قالوا بلی یا رسول الله!قال المحلل .لعن الله المحلل والمحلل له۔ (ابن ماجہ شریف ، باب المحلل والمحلل له،ص ۲۷۷،نمبر ۱۹۳۶)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ کے لئے نکاح کرنا مکروہ ہے۔تاہم نکاح صحیح ہے اس لئے وطی کرنے سے پہلے شوہر سے حلال ہو جائے گی۔

۲؎ وعن ابی یوسفؒ انه يفسد النكاح لانه فی معنی الموقّت فيه ولا يحلّها على الاول لفساده ۳؎ وعن محمدؒ انه يصح النكاح لما بينا ولا يحلها على الاول لانه استعجل ما اخره الشرع فيجازى بمنع مقصوده كما فی قتل المورث

نوٹ : دونوں کے دل میں یہ ہو کہ نکاح کے بعد طلاق دے دیں گے تا کہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے لیکن اس کی شرط نہ لگائے۔ اور عورت کے حالات ایسے ہوں کہ پہلے شوہر کے پاس جانا ضروری ہو مثلا دو چار بچے ہوں اور طلاق کے بعد پورا گھر برباد ہو رہا ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے یہ زندگی کی مجبوری ہے جسکو برداشت کیا جا سکتا ہے۔

وجه :(۱) حلالہ حلال اور جائز ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره** (آیت ۲۳۰ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں حلالہ کے جائز ہونے کا ثبوت ہے۔ (۲) **عن عائشة قالت جائت امراة رفاعة الى النبى ﷺ فقالت كنت عند رفاعة فطلقنى فبت طلاقى فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير و انما معه مثل هدبة الثوب ، فيبسم رسول الله ﷺ فقال أتريدين ان ترجعى الى رفاعة ؟لا حتى تذوقى عسيلته و يذوق عسيلتك** ۔ (مسلم شریف، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأھا ثم یفارقھا وتنقضی عدتھا، ص ۴۷۷، نمبر ۱۴۳۳/۳۵۲۶/ بخاری شریف، باب من جوز الطلاق الثلاث، ص ۹۱۷، نمبر ۵۲۶۰/ ابوداؤد شریف، باب المبتوتة لا یرجع الیھا زوجھا حتی تنکح زوجا غیرہ، ص ۳۳۶، نمبر ۲۳۰۹/ ترمذی شریف، نمبر ۱۱۱۸) اس حدیث میں حضور نے بقدر ضرورت حلالہ کی ترغیب دی ہے اس لئے حلالہ مجبوری کے درجے میں حلال ہے، لیکن اس کو پیشہ نہ بنالے، گھر اجڑ تا ہو تو مجبوری کے درجے میں استعمال کرے۔

ترجمه : ۲؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دوسرے شوہر کا نکاح فاسد ہے اس لئے کہ یہ نکاح موقت کے معنی میں ہے اور یہ نکاح پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں کرے گا، نکاح کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔

لغت : چند دنوں کے لئے عورت سے نکاح کرے اس کو نکاح موقت کہتے ہیں، حدیث کی وجہ سے یہ نکاح فاسد ہے، اس لئے کہ نکاح تو ہمیشہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ عورت اس شرط پر نکاح کرتی ہو کہ زوج ثانی دخول کر کے طلاق دے دے تا کہ زوج اول کے لئے حلال ہو جاؤں تو یہ نکاح مؤقت کے درجے میں ہے اس لئے یہ نکاح فاسد ہے اس لئے یہ نکاح زوج اول کے لئے حلال نہیں کرے گا کیونکہ پہلے گزرا کہ نکاح صحیح زوج اول کے لئے حلال کرتا ہے۔

ترجمه : ۳؎ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ نکاح صحیح ہے اس دلیل جو بیان کیا لیکن یہ نکاح زوج اول کے لئے حلال نہیں کرے گا اس لئے کہ شریعت نے جس کو مؤخر کیا اس کو اس نے جلدی کر لیا اس لئے اس کے مقصد کو منع کر کے بدلا دیا جائے گا، جیسے کہ مورث کے قتل کرنے میں ہوتا ہے۔

(۱۹۳۱) واذا طلق الحرة تطليقة او تطليقتين وانقضت عدتها وتزوجت بزوج اٰخر ثم عادت الى الزوج الاول عادت بثلٰث تطليقات ويهدم الزوج الثانی ما دون الثلٰث كما يهدم الثلث وهذاعند ابی حنيفة و ابی يوسفؒ وقال محمدؒ لا يهدم مادون الثلث ﴾

تشریح : امام محمدؒ سے روایت یہ ہے کہ تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح تو صحیح ہو جائے گا، کیونکہ شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا، لیکن یہ نکاح عورت کو زوج اول کے لئے حلال نہیں کرے گا، کیونکہ نکاح کا مطلب یہ ہے کہ موت تک باقی رہے اور زوج ثانی کے مرنے کے بعد عورت زوج اول کے پاس آئے لیکن حلالہ کی شرط لگا کر اس نے جلدی کی تو شریعت اس کو روک کر عورت کے مقصد کے خلاف یہ بدلا دے گی کہ زوج اول کے لئے حلال ہی نہ ہونے دے۔ جیسے زید اپنے مورث کو قتل کر دے تا کہ جلدی اس کی وراثت مل جائے تو شریعت قاتل کو وارث ہی نہیں بننے دیتی ہے اور اس کے مقصد کے خلاف کرتی ہے، اسی طرح یہاں حلال ہونے کے لئے حلالہ کی شرط لگائی تو اس کو زوج اول کے لئے حلال ہی قرار نہ دیا جائے۔ ۔ مورث : جس کا آدمی وارث بنتا ہے اس کو مورث کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۹۳۱) اگر شوہر نے آزاد عورت کو طلاق دی ایک، یا دو طلاقیں اور اس کی عدت گزر گئی اور شادی کی دوسرے شوہر سے۔ [پس اس نے اس سے صحبت کی] پھر پہلے شوہر کی طرف لوٹ آئی تو تین طلاقوں کے ساتھ آئے گی۔ اس لئے کہ دوسرا شوہر تین سے کم کو کالعدم کرتا ہے جیسے تین کو کالعدم کرتا ہے یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ تین سے کم کو منہدم نہیں کرتا۔

تشریح : اگر شوہر نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دی۔ وہ عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کی۔ پھر اس سے صحبت بھی ہوئی پھر اس نے طلاق دی اور اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر سے دوبارہ شادی کی تو پہلا شوہر اس عورت کو اب کتنی طلاقیں دے تو یہ مغلظہ ہوگی؟ تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی یا پہلے کا مابقیہ؟ مثلا پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب صرف دو طلاقوں سے مغلظہ ہو جائے گی اور اس کو حلالہ کرانا ہوگا یا تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی اور حلالہ کرانا ہوگا۔ اور اگر پہلے دو طلاقیں دی تھی تو اب صرف ایک طلاق دینے سے مغلظہ ہوگی اور حلالہ کرانا ہوگا یا تین طلاقیں دینے سے مغلظہ ہوگی؟ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ زوج ثانی سے نکاح کرنے اور وطی کرنے کے بعد جب پہلے شوہر کے پاس آئے گی تو پوری تین طلاقیں لیکر آئے گی اور تین طلاقوں سے مغلظہ ہوگی۔ اور پہلے جو ایک طلاق یا دو طلاقیں دی تھی وہ کالعدم ہو جائے گی اس کا اعتبار نہیں۔ اس کو کہتے ہیں کہ حل جدید کے ساتھ آئے گی، اسی کو کہتے ہیں الزوج الثانی یهدم ما كان قبله [زوج ثانی نے ماقبل کے کی ایک طلاق، دو طلاق، یا تین طلاق کو منہدم کر دیا اور عورت نئے سرے سے مکمل تین طلاق لیکر زوج اول کے پاس آئی ہے۔

وجــــه : (۱) جس طرح تین طلاقیں ہوتی اور دوسرے شوہر سے شادی اور وطی کرا کے آتی تو حل جدید کے ساتھ آتی اسی طرح اس سے کم میں بھی حل جدید کے ساتھ آئے گی۔ اس لئے کہ زوج ثانی تین طلاقوں کی شدت کو دھوتا ہے تو اس سے کم کی شدت کو بدرجہ اولی دھوئے گا (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عبد اللہ بن مسعود قال لعن رسول الله المحل والمحلل له.** (ترمذی شریف، باب ما جاء فی المحل والمحلل لہ، ص۲۱۳ نمبر ۱۱۲۰) اس حدیث میں زوج ثانی کو محلل، کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حل جدید کرتا ہے یعنی عورت کو تین طلاق کا مالک بناتا ہے۔ (۳) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس قال نکاح جدید وطلاق جدید.** (مصنف عبد الرزاق، باب النکاح جدید والطلاق جدید، ج سادس، ص ۲۷۷، نمبر ۱۱۲۰۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۹۸ من قال ھی عندہ علی الطلاق جدید، ج رابع، ص ۱۱۷، نمبر ۱۸۳۸۰ / کتاب الآثار لامام محمد، باب من طلق ثم تزوجت امرأتہ ثم رجعت الیہ ص ۱۰۰، نمبر ۴۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور دو طلاقوں کی صورت میں بھی عورت حل جدید کے ساتھ اور نکاح جدید کے ساتھ زوج اول کے پاس آئے گی۔ (۴) **عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ابن عمر قالا : ھی عندہ علی طلاق جدید** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید ج رابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۸۳۸۰ / سنن بیہقی، باب مایھدم الزوج من الطلاق و مایھدم، ج سابع، ص ۵۹۸، نمبر ۱۵۱۴۱) اس اثر میں ہے کہ پہلے ایک دیا ہو یا دو یا تین ہر حال میں شوہر شروع سے تین طلاقوں کا مالک بنے گا۔ (۵) **عن ابراھیم ان اصحاب عبد الله کانوا یقولون : یھدم الواحدۃ و الثنتین کما یھدم الثلاثۃ** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید ج رابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۸۳۸۴) اس اثر میں ہے کہ زوج ثانی جس طرح تین طلاقوں کو منہدم کرتا ہے اسیطرح ایک طلاق اور دو طلاقوں کو بھی منہدم کرتا ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ پہلے شوہر نے تین طلاقوں سے کم دی تو زوج ثانی سے نکاح اور وطی کرنا اس کو کالعدم نہیں کرے گا بلکہ بحال رہے گی اور مابقیہ طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔

وجہ : (۱) اثر میں ہے۔ **قال عمر بن الخطاب ایما امرأۃ طلقھا زوجھا تطلیقۃ او تطلیقتین ثم ترکھا حتی تنکح زوجا غیرہ فیموت عنھا او یطلقھا ثم ینکحھا زوجھا الاول فانھا عندہ علی ما بقی من طلاقھا** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب النکاح جدید والطلاق جدید، ج سادس، ص ۲۷۵ نمبر ۱۱۱۹۳ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۹۸ ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ تطلیقتین او تطلیقۃ فتزوج ثم ترجع الیہ علی کم تکون عندہ؟ ج رابع، ص ۱۱۶، نمبر ۱۸۳۷۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زوج اول ما بقی طلاق کا مالک ہوگا۔ (۲) **عن ابراھیم قال کان اصحاب عبد الله یقولون : یھدم الثلاث و لا یھدم الواحدۃ و الثنتین یعنی طلاقا واحد** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال ھی عندہ علی طلاق جدید، ج رابع، ص ۱۱۷، نمبر ۱۸۳۸۲) اس اثر میں ہے کہ زوج ثانی تین کو منہدم کرتا ہے، لیکن دو اور ایک طلاق کو منہدم نہیں کرتا۔

اصـــول : شیخینؒ کے نزدیک زوج ثانی ایک اور دو طلاق کو بھی منہدم کر دیتا ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک تین کو منہدم کرتا ہے، ایک دو

۱ لانه غاية للحرمة بالنص فيكون منهيا و لا انهاء للحرمة قبل الثبوت ۲ ولهما قوله عليه السلام لعن الله المحلل و المحلل له سماه محللا وهو المثبت للحل(۱۹۳۲) واذ طلقها ثلثا فقالت قد انقضت عدتي وتزوجت ودخل بي الزوج و طلقني و انقضت عدتي و المدة تحتمل ذلک جاز للزوج ان يصدقها اذا كان في غالب ظنه انها صادقة﴾

طلاق کومنہدم نہیں کرتا۔

ترجمه : ۱ آیت کی وجہ سے زوج ثانی حرمت کی غایت ہے پس زوج ثانی حرمت غلیظہ کوختم کرنے والا ہے،اور حرمت کوختم کرنا[حرمت غلیظہ]ثبوت سے پہلےنہیں ہوسکتا۔

تشریح: امام محمدؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ زوج ثانی حرمت غلیظہ کوصاف کرتا ہے پس تین طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتب اس کو صاف کرے گا،ایک یا دوطلاق میں حرمت غلیظہ ہوئی ہی نہیں اس لئے اس کوصاف کیسے کرے گا،اس لئے عورت زوج ثانی سے واپس آئے گی تو جتنی طلاق باقی رہی تھی[ایک طلاق یا دوطلاق] شوہراسی کا مالک رہے گا اوراس ایک یا دوطلاق ہی سے عورت مغلظہ ہوگی۔

لغت : للحرمة:اس حرمت سے مرادحرمت غلیظہ ہے،کہ شوہرحرمت غلیظہ کی غایت ہے۔منھیا:انھی سے مشتق ہے،کسی چیزکوآخری حدتک پہونچا کرختم کرنا۔منہیا کا ترجمہ ہے کہ تین طلاق ہوتو زوج ثانی اس کوآخری حدتک پہونچائے گا۔

ترجمه : ۲ امام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کی دلیل حضورعلیہ السلام کا قول۔ **لعن الله المحلل و المحلل له**۔کہ زوج ثانی کومحلل قراردیا،اورمحلل کہتے ہیں جوحلال کوثابت کرتا ہو۔

تشریح : شیخین کی دلیل یہ ہےاوپر کی حدیث۔ **عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله المحل والمحل له**.(ترمذی شریف،باب ماجاء فی المحل والمحلل لہ،ص۲۱۳نمبر۱۱۲۰)میں زوج ثانی کومحلل کہا ہےاورمحلل کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے والا ہے،اس میں یہ قید نہیں ہے کہ ایک طلاق ہو،یا تین طلاق ہوتب حلال کرنے والا ہےاس لئے وہ ہرحال میں حلال کوثابت کرنے والا ہے۔اس لئے عورت ہرحال میں تین طلاق لیکرواپس آئے گی۔

ترجمه : (۱۹۳۲) اگرعورت کوطلاق دی تین،پس اس نے کہا میری عدت گزرگئی اور میں نے دوسرے شوہر سے شادی کی اور دوسرے شوہر نے مجھ سے صحبت کی اور مجھ کوطلاق دی اور میری عدت گزرگئی۔اور مدت میں اس کا احتمال بھی ہےتو پہلے شوہر کے لئے جائز ہے کہ اس کی تصدیق کرلے جبکہ غالب گمان ہوکہ وہ سچی ہے۔

تشریح: شوہر نے بیوی کوتین طلاقیں دیں۔بیوی ایک مدت کے بعدواپس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے آپ کی عدت گزارکر

دوسرے شوہر سے شادی کی۔اس نے مجھ سے صحبت بھی کی اوراس نے بھی جلدی میں طلاق دیدی۔اس کی عدت گزار کرآپ کے لئے حلال ہوکرآئی ہوں آپ مجھ سے شادی کرلیں۔پس اگر پہلے شوہر کی طلاق اور واپس آنے کے درمیان اتنی مدت ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔اورحالات سے اندازہ ہوتا ہو کہ اس نے ایسا کیا ہوگا تو پہلے شوہر کے لئے گنجائش ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور بیوی سے شادی کرے۔مثلا مدخول بہا عورت کو تین طلاقیں دی اور وہ ۹۳ تیرانوے دنوں کے بعد واپس آئی ،غیر مدخول بہا کو بیک وقت تین طلاقیں دی اور ۳۹،انچالیس دنوں کے بعد واپس آئی تو گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

وجہ: حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے تو تین حیض کے ۹ دن ہوئے۔اور دو حیض کے درمیان کم سے کم مدت پندرہ دن ہے تو تین حیض کے درمیان دو طہر آئیں گے تو دو طہر کے تیس دن ہوئے۔اب نو دن اور تیس دن انچالیس دن ہوئے پھر طہر آئے گا جس میں عورت دوسرے شوہر سے شادی کرے گی اس کے پندرہ دن ہوئے۔اس کے بعد دوسرے شوہر کی انچالیس دن تک عدت گزارے گی تو پندرہ اور انچالیس چون دن ہوئے۔پہلے شوہر کی عدت انچالیس دن اور دوسرے شوہر کی عدت میں چون دن ہوئے۔مجموعہ تیرانوے دن ہوئے۔ نقشہ اس طرح ہے۔

پہلے شوہر سے طلاق اورعدت	:	–	حیض	طہر	حیض	طہر	حیض	مجموعہ
		–	۳	۱۵	۳	۱۵	۳	۳۹
دوسرے شوہر سے شادی،طلاق اورعدت	:	طہر	حیض	طہر	حیض	طہر	حیض	مجموعہ
		۱۵	۳	۱۵	۳	۱۵	۳	۵۴
دونوں عدتوں کا مجموعہ :	۳۹ + ۵۴ = ۹۳ تیرانوے دن							

اس لئے ۹۳ دن کے بعد عورت واپس آئے تو اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

وجہ: (۱) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الشعبی قال جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال انی طلقت امرأتی فجائت بعد شهرين فقالت قد انقضت عدتی وعند علی شريح فقال قل فيها قال وانت شاهد يا امير المؤمنين قال نعم قال ان جائت ببطانة من اهلها من العدول يشهدون انها حاضت ثلاث حيض والا فهی كاذبة فقال علی قالون بالرومية ای أصبت. (سنن للبیہقی، باب تصدیق المرأۃ فیما یمکن فیہ انقضاء عدتھا ج سابع ص ۶۸۷،نمبر ۱۵۴۰۵ رمصنف ابن ابی شیبہ، ۲۸۰ من قال اؤتمنت المرأۃ علی فرجھا، ج رابع ،ص ۲۰۶،نمبر ۱۹۲۸۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مدت اس کا تحمل کرتی ہو اور غالب گمان ہو کہ وہ سچ بولتی ہے تو بات مان لی جائے گی۔

اور غیر مدخول بہا عورت کو بیک وقت تین طلاق دی ہو اور مغلظہ ہوئی ہو تو اس کو صرف دوسرے شوہر کی عدت گزارنی ہے جو کم سے کم

ا لانه معاملة او امر دينی لتعلق الحل به و قول الواحد فيهما مقبول ۲ وهو غير مستنكر اذا كانت المدة تحتمله ۳ واختلفوا فی ادنی هذه المدة و سنبينها فی باب العدة.

سے ۳۹ دن ہوں گے، پس اگر وہ ۳۹ دن کے بعد واپس آئی اور کہا کہ میں دوسرے شوہر کی عدت بھی گزار کر آئی ہوں اور حالات اور قرائن ایسے ہوں کہ وہ سچ بول رہی ہو تو اس کی بات مان لی جاسکتی ہے اور دوبارہ زوج اول نکاح کر سکتا ہے۔

ترجمہ ا : اس لئے کہ یہ معاملہ ہے یا دینی امر ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ حلت متعلق ہے اور دونوں صورتوں میں آدمی کا قول مقبول ہے۔

تشریح: ایک عورت کی گواہی قبول کرنے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ نکاح میں بضع پر قبضہ ہوتا ہے اس اعتبار سے یہ معاملہ ہے، اور معاملہ میں دوسرے پر الزام نہ ہو تو ایک آدمی کی گواہی قبول ہے جیسے وکیل بنانا ہو یا کسی کی وکالت ختم کرنی ہو تو ایک آدمی کی خبر کافی ہے اس لئے یہاں عدت ختم ہونے میں الزام نہیں ہے اس لئے ایک آدمی کی گواہی مان لی جائے گی۔ دوسرے اعتبار سے یہ امر دینی ہے کیونکہ عدت کے گزرنے سے بضع کے حلال اور حرام کا معاملہ درپیش ہوتا ہے، اور امر دینی میں بھی ایک آدمی کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے اس لئے ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: (ا) اس اثر میں ہے کہ ایسا معاملہ جو خود عورت ہی کو معلوم ہو سکتا ہو اس میں عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔ عن ابی ؓ قال ان من الامانة ان المرأة اوتمنت علی فرجها . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اوتمنت المرأۃ علی فرجھا، ج رابع، ص ۲۰۵، نمبر ۱۹۲۸۴ / سنن للبیہقی، باب تصدیق المرأۃ فیما یمکن فیہ انقضاء عدتھا، ج سابع، ص ۶۸۷، نمبر ۱۵۴۰۴) اس اثر میں ہے کہ عورت کی ذات کے بارے میں اس پر اعتماد کرنا چاہئے (۲) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ و لا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن ۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں اشارہ ہے کہ عورت کو اپنے رحم کے بارے میں چھپانا نہیں چاہئے، اور یہ بھی اشارہ ہے کہ عورت پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ۲ اور عورت کا یہ خبر قابل انکار بھی نہیں ہے جبکہ مدت اس کا احتمال رکھتی ہو۔

تشریح: اتنی مدت کے بعد آئی ہو جس میں عدت گزر سکتی ہو تو عورت کی بات کے انکار کرنے کا بھی کوئی علامت نہیں ہے اس لئے اس کی بات مانی جاسکتی ہے، اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عدت گزرنے کی مدت سے پہلے آجائے تو عورت کی بات نہیں مانی جائے گی، کیونکہ علامت بتا رہی ہے کہ یہ عورت جھوٹی ہے۔

ترجمہ : ۳ اس مدت کے ادنی مدت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، اس کو ہم عدت کے باب میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

﴿باب الایلاء﴾

(۱۹۳۳) واذا قال الرجل لامرأته والله لا اقربک او قال والله لا اقربک اربعة اشهر فهو مول ﴾

لے لقوله تعالى ﴿للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر﴾ الأية

﴿ کتاب الایلاء ﴾

ضروری نوٹ: ایلا کا معنی ہے قسم کھانا۔ شریعت میں چار ماہ تک بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ اگر چار ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور نہیں ملا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر مل گیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر چار ماہ سے کم نہ ملنے کی قسم کھائی تو محاورہ میں یہ بھی ایلاء ہے لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ البتہ اگر اس مدت سے پہلے مل گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اور اس وقت تک نہیں ملا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحيم ٥ وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم. (آیت ۲۲۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ چار مہینے ہوں تب ایلاء ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بیویوں سے ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا۔ سمع انس بن مالک يقول الى رسول الله من نسائه وكانت انفكت رجله فاقام فى مشربة له تسعا و عشرين ثم نزل فقالوا : يا رسول الله آليت شهرا فقال : الشهر تسع و عشرون (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشہر ص ۷۹۷، نمبر ۵۲۸۹) اس حدیث میں ایک ماہ کے ایلاء کا ذکر ہے

ترجمہ: (۱۹۳۳) جب آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا، یا بخدا میں چار ماہ تک تیرے قریب نہ آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہو گیا۔

ترجمہ: لے للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحيم ٥ وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم. (آیت ۲۲۷، سورۃ البقرۃ ۲) آیت کی وجہ سے۔

تشریح: کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا اور چار ماہ کی مدت متعین نہیں بلکہ مطلق رکھا تو اس میں دوام پیدا ہو گیا، اس لئے چار ماہ بھی اس میں شامل ہوں گے، یہ ایلاء ہو جائے گا۔ اور اوپر کی دوسری صورت میں واضح طور پر کہا کہ چار ماہ تک قریب نہیں آؤں گا۔ اس لئے آیت کے مطابق چار ماہ کی قید لگائی اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) قسم کھا کر کہے تب ایلاء ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابن عباس قال لا ايلاء الا بحلف (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۳۳ من قال لا ایلاء الا بحلف ج رابع، ص ۱۳۸، نمبر ۱۸۶۲۳) اور چار ماہ کی دلیل اوپر کی آیت ہے۔ (۲) عن ابن عباسؓ قال كل يمين منعت جماعا فهى ايلاء (سنن بیہقی، باب کل یمین منعت الجماع بکل حال اکثر الخ، ج سابع ص ۶۲۶، نمبر

(۱۹۳۴ (ا)) فان وطيها فی الاربعة الاشهر حنث فی يمينه ولزمته الكفارة [لان الكفارة موجب الحنث] وسقط الايلاء ﴾ لـ لان اليمين ترتفع بالحنث

۱۵۲۳۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۳۳ من قالا لا ایلاء الا بحلف ، ج رابع ،ص ۱۳۹، نمبر ۱۸۶۳۰) اس اثر میں ہے کہ جماع سے جو قسم روک دے وہ ایلاء ہے، اب چار ماہ سے زیادہ روکے تو اس سے طلاق واقع ہوگی ، اور چار ماہ سے کم روکے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی ۔ (۳) چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو ایلاء ہوگا لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ سمع انس بن مالک يقول الی رسول الله من نسائه وكانت انفكت رجله فاقام فی مشربة له تسعا و عشرين ثم نزل فقالوا : يا رسول الله آليت شهرا فقال : الشهر تسع و عشرون (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشہر،ص ۷۹۷، نمبر ۵۲۸۹)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک ماہ کا ایلاء فرمایا، لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لغت : مول : ایلاء سے اسم فاعل ہے، ایلاء کرنے والا۔

ترجمہ : (۱۹۳۴(ا)) پس اگر چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس کو کفارہ لازم ہوگا [اس لئے کہ کفارہ حانث کا موجب ہے] اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ حانث ہونے سے یمین ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح: چار مہینے تک عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی لیکن درمیان میں ہی وطی کر لی تو قسم میں حانث ہو گیا اس لئے قسم کا کفارہ دینا ہوگا، اور چونکہ چار مہینے تک نہیں رکا اس لئے ایلاء ختم ہو گیا اور اب طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) چونکہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور اس سے پہلے بیوی سے مل لیا تو قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہوگا (۲) قسم کے کفارہ کی دلیل اس آیت میں ہے ۔ ذلک کفارة ايمانكم اذا حلفتم واحفظوا ايمانكم. (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قسم ٹوٹ جائے تو کفارہ لازم ہوگا ۔ (۳) اور ایلاء اس لئے ساقط ہو جائے گا کہ چار ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی اور درمیان میں مل لیا تو ایلاء کی مدت ہی پوری نہیں ہوئی ۔ اس لئے ایلاء ساقط ہو جائے گا ۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے ۔ للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحيم ۔ (آیت ۲۲۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ,فان فاء وا، سے اشارہ ہے کہ چار مہینے سے پہلے بیوی سے مل لیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا (۴) اس اثر میں دونوں کا ثبوت ہے ۔ عن ابن عباس فی آية الايلاء قال الرجل يحلف لامرأته بالله لا ينكحها تتربص اربعة اشهر فان هو نكحها كفر عن يمينه باطعام عشرة مساكين او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام

(۱۹۳۴(ب)) وان لم يقربها حتى مضت اربعة اشهر بانت منه بتطليقة ﴾ ل و قال الشافعیؒ تبين بتفريق القاضی لانه مانع حقها فی الجماع فينوب القاضی منابه فی التسريح كما فی الجب و العنة

وان مضت اربعة اشهر قبل ان ينكحها خيره السلطان اما يفیء فيراجع و اما ان يعزم فيطلق كما قال الله سبحانه و تعالى . (سنن للبیہقی ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعۃ الاشہر ، ج سابع ، ص ۶۲۳ ، نمبر ۱۵۲۳۱) اس اثر میں ہے کہ چار ماہ سے پہلے نکاح یعنی وطی کر لی تو قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔

ترجمہ: (۱۹۳۴(ب)) اور اگر بیوی کے قریب نہیں گیا یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے تو ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

تشریح: ایلاء کے بعد چار ماہ تک بیوی سے نہیں ملا تو چار ماہ گزرتے ہی خود ایلاء سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ اب وہ مطلقہ کی عدت گزار کر جدا ہو جائے۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے چار ماہ گزرنا ہی طلاق ہے۔ قلت لسعيد بن جبير أكان ابن عباس يقول اذا مضت اربعة اشهر فهی واحدة بائنة ولا عدة عليها وتزوج ان شاء ت قال نعم. (دار قطنی ، کتاب الطلاق ، ج رابع ، ص ۳۴ ، نمبر ۴۰۰۳ / سنن للبیہقی ، ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعۃ الاشہر ، ج سابع ، ص ۶۲۱ ، نمبر ۱۵۲۲۳ / مصنف عبد الرزاق ، باب الایلاء ، ج سادس ، ص ۳۴۳ ، نمبر ۱۱۶۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار مہینے گزرنے سے ہی طلاق بائنہ ہو جائے گی (۲) عن عثمان و زيد بن ثابت كانا يقولان اذا مضت الاربعة اشهر فهی تطليقة بائنة ۔ (دار قطنی ، کتاب الطلاق ، ج رابع ، ص ۳۴ ، نمبر ۴۰۰۰ / سنن للبیہقی ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعۃ الاشہر ، ج سابع ، ص ۶۲۱ ، نمبر ۱۵۲۲۳ / مصنف عبد الرزاق ، باب انقضاء الاربعۃ ، ج سادس ، ص ۳۴۸ ، نمبر ۱۱۶۸۲) اس اثر میں ہے کہ چار مہینوں کا گزرنا ہی طلاق بائنہ ہے۔ (۳) شوہر نے چار ماہ جدا رکھ کر عورت پر ظلم کیا تو شریعت نے اس ظلم کو ہی طلاق قرار دے دی ، الگ سے طلاق لینے میں شوہر کا محتاج نہیں کیا۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قاضی کے تفریق سے بائنہ ہوگی اس لئے کہ شوہر نے جماع کرنے کے بارے میں عورت کے حق کو روکا تو چھوڑانے کے بارے میں قاضی اس کے قائم مقام ہوگا ، جیسا کہ ذکر کٹے ہوئے اور عنین کے بارے میں قاضی قائم مقام ہوتا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چار مہینے گزرنے سے خود بخود طلاق بائنہ واقع نہیں ہوگی بلکہ یا تو اب شوہر طلاق دے ، یا قاضی تفریق کرائے گا تب تفریق ہوگی ، کیونکہ چار مہینے تک جماع نہ کر کے عورت پر ظلم کیا ہے تو قاضی اس کی جان چھڑائے گا ، جیسے ذکر کٹا ہوا ہو ، یا عنین ہو تو قاضی کے تفریق کرانے سے تفریق ہوتی ہے خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ فان مضت اربعة اشهر قبل ان يكون شیء مما حلف عليه وقف فاما ان يفیء ، و اما ان

۲ ولنا انه ظلمها بمنع حقها فجازاه الشرع بزوال نعمة النكاح عند مضى هذه المدة

۳ و هو الماثور عن عثمان و على و العبادلة الثلاثة و زيد بن ثابت رضوان الله عليهم اجمعين و كفى بهم قدوةً

یطلق ۔(موسوعہ امام شافعیؒ، باب التوقیف فی الایلاء، ج احدی عشرہ ص ۴۴۶، نمبر ۲۰۲۲۸) اس عبارت میں ہے کہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو طلاق دے یا عورت کے پاس آجائے، جس سے معلوم ہوا کہ چار مہینے گزرنے سے خود بخود طلاق واقع نہیں ہو گی۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن ابن عمر اذا مضت اربعة اشهر يوقف حتى يطلق ولا يقع عليه الطلاق حتى يطلق ويذكر ذلك عن عثمان وعلى وابى الدرداء وعائشة واثنى عشر رجلا من اصحاب النبى ﷺ ۔ (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی للذین یؤلون من نسائھم ص ۹۷۷، نمبر ۵۲۹۱ر دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع ص ۳۳، نمبر ۳۹۹۵ر سنن للبیہقی، باب من قال یوقف المولی بعد تربص اربعۃ اشھر فان فاء والاطلق، ج رابع ص ۳۱۸، نمبر ۱۵۲۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزر جانے کے بعد توقف کیا جائے گا، یا تو واپس رکھ لے یا شوہر طلاق دے کر جدا کر دے۔

لغت: الجب: ذکر کٹا ہوا ہو۔ عنین: جس آدمی کا ذکر تو ہو لیکن وطی کرنے پر قادر نہ ہو۔ تسریح: عورت کو چھوڑ دینا۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ شوہر نے عورت پر اس کا حق روک کر ظلم کیا ہے اس لئے شریعت نے اس مدت کے گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت زائل کر کے اس کا بدلہ دیا۔

تشریح: ہماری دلیل عقلی یہ ہے کہ شوہر نے چار ماہ تک وطی نہ کر کے عورت پر ظلم کیا ہے اس لئے شریعت اس کا بدلہ یہ دے گی کہ چار ماہ گزرنے کے بعد نکاح جیسی نعمت خود بخود چلی جائے گی اور طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۳ یہی بات حضرت عثمان، حضرت علی، عبادلہ ثلاثہ، اور حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنھم سے ثابت ہے، اور ان حضرات کی اقتداء ہی ہمارے لئے کافی ہے۔

تشریح: عبد اللہ ابن عباس، سعید ابن جبیر، حضرت عثمان، حضرت زید ابن ثابت کا اثر پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا اثر یہ ہے۔ عبادلہ ثلاثہ سے مراد: عبد اللہ بن عباس، ابن مسعود اور عبد اللہ بن زبیر۔

وجہ: (۱) عن قتادة ان عليا و ابن مسعود قالا اذا مضت اربعة اشهر فهى واحدة و هى احق بنفسها و تعتد عدة المطلقة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب انقضاء الاربعۃ، ج سادس ص ۳۴۸، نمبر ۱۱۶۹۰) اس اثر میں ہے کہ چار ماہ گزر جائے تو خود طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔

ع ولانه كان طلاقا فى الجاهلية فحكم الشرع بتاجيله الى انقضاء المدة (١٩٣٥) فان كان حلف على اربعة اشهر فقد سقطت اليمين ﴾ ل لانها كانت موقتة به (١٩٣٦) وان كان حلف على الابد فاليمين باقية ﴾ ل لانها مطلقة و لم يوجد الحنث لترتفع به

ترجمه: ع اوراس لئے بھی کہ ایلاء جاہلیت میں طلاق تھا تو شریعت میں مدت گزرنے تک اس کے حکم کو مؤخر کر دیا۔

تشــــریح : یہ بھی دلیل عقلی ہے کہ، زمانہ جاہلیت میں ایلاء کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی تھی، اس لئے شریعت نے اس معنی کو برقرار رکھا البتہ اتنی تبدیلی کی کہ اب فوراً طلاق واقع نہیں ہوگی، بلکہ چار ماہ گزرنے پر طلاق واقع ہوگی۔

ترجمه: (۱۹۳۵) پس اگر چار مہینے کی قسم کھائی تو قسم ساقط ہو جائے گی۔

ترجمه: ل کیونکہ قسم اس وقت کے ساتھ متعین تھی۔

تشــــریح : چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی وہ پوری کر دی اور بیوی کو ایک طلاق واقع ہو کر بائنہ ہوگئی۔اس لئے اب قسم پوری ہوگئی۔اب اگر دوبارہ اس عورت سے شادی کر کے صحبت کرے گا تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ کفارہ لازم ہوگا۔

وجه: کیونکہ چار مہینے ہی کی قسم تھی جو پوری ہوگئی۔

ترجمه: (۱۹۳۶) اور اگر قسم کھائی ہمیشہ کے واسطے تو قسم باقی رہے گی۔

ترجمه: ل اس لئے کہ قسم کھانا مطلق ہے اور حانث ہونا پایا نہیں گیا کہ حانث ہونے سے قسم اٹھ جاتی۔

تشریح : یہ مسئلہ دو قاعدوں پر مشتمل ہے۔ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لئے قسم کھائی تو زندگی میں جب بھی اس بیوی سے صحبت کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا کیونکہ قسم باقی ہے۔اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اس ایلاء کا انعقاد زوج ثانی سے پہلے پہلے تک ہوگا، زوج ثانی کے بعد واپس آئے گی تو اس ایلاء کا انعقاد نہیں ہوگا۔اور اس کے بعد چار مہینے نہ ملنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ان قاعدوں کو سمجھنے کے بعد مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ شوہر نے ہمیشہ نہ ملنے کی قسم کھائی، پس اگر چار ماہ میں مل گیا تو ایلاء ختم ہو گیا البتہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔اور اگر نہیں ملا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ پھر دوبارہ اس عورت سے شادی کی تو پھر ایلاء بحال ہو جائے گا کیونکہ ہمیشہ کی قسم باقی ہے۔اگر اس مرتبہ چار ماہ کے اندر مل گیا تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا۔اور اگر نہیں ملا تو چار ماہ گزرنے پر دوسری طلاق واقع ہوگی۔ پھر اگر تیسری مرتبہ اس عورت سے شادی کی تو پھر ایلاء بحال ہو جائے گا۔اور چار ماہ کے اندر مل لیا تو کفارہ لازم ہوگا اور نہیں ملا تو تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔اور اب حلالہ کے بغیر اس عورت سے شادی کرنا حرام ہوگا۔پس اگر حلالہ کے بعد یہ عورت پہلے شوہر کے پاس آئی تو اب پچھلا ایلاء بحال نہیں ہوگا۔اور چار ماہ تک نہ ملے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ زوج ثانی کی وجہ سے حل جدید اور نکاح جدید کے ساتھ پہلے شوہر کے پاس آئی ہے۔البتہ جب بھی صحبت کرے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔کیونکہ ہمیشہ کی قسم کھانے کی

۲ الا انه لا یتکرر الطلاق قبل التزوج لانه لم یوجد منع الحق بعد البینونة

(۱۹۳۷) فان عاد فتزوجها عاد الایلاء فان وطیها والاوقعت بمضی اربعة اشهر تطلیقة اخری﴾

۱ لان الیمین باقیة لاطلاقها و بالتزوج ثبت حقها فیتحقق الظلم ۲ و یعتبر ابتداء هذا الایلاء من وقت التزوج

وجہ سے ابھی بھی قسم برقرار ہے۔

وجه: (۱) اثر میں ہے۔عن ابراهیم قال اذا مضت الا شهر فقد بانت منه فان تزوجها بعد ذلک فهو مول ایضا وان لم یمسها حتی تمضی الاشهر فقد بانت منه وان تزوجها بعد ذلک فهو مول ایضا وان لم یمسها حتی تمضی الاشهر بانت منه ایضا. (مصنف عبدالرزاق، باب الذی یحلف بالطلاق ثلاثا ان لایقر بھا ھل یکون ایلاء؟ ج سادس، ص۳۴۸ نمبر ۱۱۶۸۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ تک طلاق واقع ہوگی۔

ترجمه: ۲ مگر یہ کہ نکاح سے پہلے طلاق مکرر نہیں ہوگی، اس لئے کہ بائنہ ہونے کے بعد عورت کے حق کو روکنا نہیں پایا گیا۔

تشریح: چار مہینے گزرنے کے بعد عورت کو طلاق بائنہ واقع ہوئی اس کے بعد عورت علاحدگی کی زندگی گزار رہی ہے اس پر پھر چار مہینے گزر گئے تو عورت کو دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ابھی اس کی بیوی نہیں ہے، اس لئے حق روک کر شوہر اس پر ظلم بھی نہیں کر رہا ہے اس لئے ابھی دوبارہ طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک کہ نکاح نہ کرے اور دوبارہ چار ماہ نہ گزر جائے۔

ترجمه: (۱۹۳۷) پس اگر لوٹ کر اس سے شادی کرے تو ایلاء لوٹ آئے گا، پس اگر اس سے صحبت کی تو [شوہر کو کفارہ لازم ہوگا] ورنہ تو واقع ہوگی دوسری طلاق چار مہینے گزرنے پر۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ قسم باقی ہے مطلق ہونے کی وجہ سے، اور نکاح کرنے کی وجہ سے عورت کا حق ثابت ہو گیا پس ظلم متحقق ہوا۔

تشریح: عورت کو چار ماہ گزرنے پر طلاق واقع ہوئی، اس کی عدت گزار کر دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کیا تو چونکہ شوہر نے ہمیشہ کے لئے نہ جانے کی قسم کھائی تھی اس لئے دوبارہ ایلاء لوٹ آئے گا، اب اس نکاح میں چار مہینے کے اندر وطی کرے تو ایلاء ختم ہو جائے گا لیکن قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اور چار مہینے تک وطی نہیں کیا تو ایلاء کی وجہ سے دوسری طلاق واقع ہوگی، کیونکہ وطی نہ کرنے کی وجہ سے عورت پر ظلم ثابت ہوا اس لئے طلاق بائنہ ہوگی۔

ترجمه: ۲ اور اس ایلاء کی ابتداء کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا۔

تشریح: جس وقت سے دوبارہ نکاح کیا اسی وقت سے ایلاء شروع ہو جائے گا کیونکہ پہلے سے قسم کا اثر چل رہا ہے۔

(۱۹۳۸) فان تزوجها ثالثا عاد الايلاء ووقعت بمضى اربعة اشهر اخرى ان لم يقربها لما بيناه فان تزوجها بعد زوج اخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق ﴾ ل لتقيده بطلاق هذا الملك وهى فرع مسألة التنجيز الخلافية وقد مر من قبل

(۱۹۳۹) واليمين باقية [لاطلاقها وعدم الحنث] فان وطيها كفر عن يمينه﴾ ل لوجود الحنث

ترجمہ: (۱۹۳۸) پس اگراس سے شادی کی تیسری مرتبہ تو ایلاء لوٹ آئے گا اور واقع ہوگی اس پر چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق، پس اگر شادی کی اس عورت سے دوسرے شوہر کے بعد تو اس ایلاء سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تشریح: دوسری طلاق کے بعد تیسری مرتبہ اسی شوہر سے نکاح کیا تو تیسری مرتبہ ایلاء شروع ہو جائے گا، اس میں چار مہینے کے اندر وطی کی تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا، اور وطی نہیں کی چار مہینہ گزرنے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت مغلظہ ہو جائے گی، کیونکہ قسم باقی ہے۔ اب تین طلاق کے بعد عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور حلالہ کرانے کے بعد پھر پہلے شوہر سے نکاح کیا تو ابھی قسم باقی رہے گی اور وطی کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا، لیکن ایلاء باقی نہیں رہے گا، کیونکہ ایلاء کا تعلق پہلی ملکیت میں رہتی ہے، اور زوج ثانی سے نکاح کے بعد پہلی ملکیت بالکل ختم ہوگی اس لئے اب ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل اس ملک کی طلاق کے ساتھ مقید ہونے کی وجہ سے، اور یہ مسئلہ فرع ہے تنجیز کے مسئلے کے جس میں اختلاف تھا، جو پہلے گزر چکا ہے۔

تشریح: زوج ثانی سے پہلے کی ملک ہو تب ہی ایلاء ہوتا ہے زوج ثانی کے بعد ملک ہو تو ایلاء ختم ہو جائے گا۔ اس بارے میں اختلاف تھا کہ تین طلاق سے پہلے زوج ثانی سے نکاح کیا تو حل جدید کے ساتھ عورت پہلے شوہر کے پاس آئے گی یا ما بقیہ طلاق کے ساتھ آئے گی، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حل جدید کے ساتھ آئے گی، اور امام محمدؒ کے نزدیک ما بقیہ کے ساتھ آئے گی۔ مسئلہ نمبر ۱۹۳۱) میں اس مسئلے کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۱۹۳۹) اور قسم باقی رہے گی [قسم مطلق ہونے کی وجہ سے، اور حانث نہ ہونے کی وجہ سے]، پس اگر صحبت کی تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا۔

ترجمہ: ل حانث ہونا پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح: زوج ثانی سے واپس آنے کے بعد نکاح کیا تب بھی قسم باقی ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ کی قسم کھائی ہے، اور قسم کو توڑا بھی نہیں ہے اور اس نکاح میں بھی وطی کی تو قسم میں حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ لازم ہوگا۔

(۱۹۴۰) فان حلف علی اقل من اربعة اشهر لم یکن مولیا ﴾ ل لقول ابن عباسؓ لا ایلاء فیما دون اربعة اشهر ۲ ولان الامتناع عن قربانها فی اکثر المدة بلا مانع وبمثله لا یثبت حکم الطلاق فیه

ترجمہ:(۱۹۴۰) پس اگر چار مہینے سے کم کی قسم کھائی تو ایلا کرنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل حضرت عبد ابن عباسؓ کے قول کی وجہ سے کہ چار مہینے سے کم ایلاء نہیں ہے۔

تشریح: عورت کے پاس نہ جانے کی قسم چار مہینے سے کم کی کھائی ہو تو اس کو حدیث بخاری میں ایلاء کہا ہے، لیکن یہ وہ ایلاء نہیں ہے جس میں طلاق واقع ہوتی ہو، کیونکہ آیت میں چار ماہ ہے کہ چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائے تب طلاق والا ایلاء ہوگا۔ ایک ماہ کے ایلاء کی حدیث یہ ہے۔سمع انس بن مالک یقول الی رسول الله من نسائه وکانت انفکت رجله فاقام فی مشربة له تسعا و عشرین ثم نزل فقالوا : یا رسول الله آلیت شهرا فقال : الشهر تسع و عشرون (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشہر، ص ۹۷۰، نمبر ۵۲۸۹) اس حدیث میں ایک ماہ کے ایلاء کا ذکر ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں تصریح ہے کہ چار ماہ کی قسم ہو اس کو ایلاء کہتے ہیں۔اس لئے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو وہ ایلاء نہیں ہوگا جس سے طلاق بائنہ واقع ہو۔للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر (آیت ۲۲۶، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) صاحب ہدایہ کا اثر یہ ہے۔عن ابن عباس قال کان ایلاء اهل الجاهلیة السنة والسنتین و اکثر من ذلک فوقت الله عزوجل لهم اربعة اشهر فان کان ایلاءه اقل من اربعة اشهر فلیس بایلاء ۔(سنن للبیہقی، باب الرجل یحلف لا یطأ امرأتہ اقل من اربعۃ اشہر، ج سابع، ص ۶۲۵، نمبر ۱۵۲۳۷ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۲۵ ما قالوا فی الرجل یولی دون الاربعۃ اشہر من قال لیس بایلاء، ج رابع، ص ۱۳۵، نمبر ۱۸۵۸۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو طلاق والا ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ عورت سے قریب ہونے سے رکنا اکثر مدت میں بغیر مانع کے ہے اور اس طرح اس میں طلاق کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

تشریح: ہدایہ کی عبارت پیچیدہ ہے۔کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مثلا ایک ماہ تک عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی اور چار مہینے تک نہیں گیا تو باقی تین مہینے جو نہیں گیا وہ بغیر قسم کے ہے، اور بغیر قسم کے سالوں نہیں جائے تب بھی ایلاء نہیں ہوتا، اسی طرح چار مہینے سے کم نہ جانے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوگا۔

وجہ: عن ابن عباس قال اذا آلی من امراته شهرا او شهرین او ثلاثة ما یبلغ الحد فلیس بایلاء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یولی دون الاربعۃ اشہر من قال لیس بایلاء، ج رابع، ص ۱۳۵، نمبر ۱۸۵۸۱) اس اثر میں ہے کہ دو

(۱۹۴۱) ولو قال والله لا اقربک شهرین وشهرین بعد هذین الشهرین فهو مول ﴾ ۱؎ لانه جمع بینهما بحرف الجمع فصار کجمعه بلفظ الجمع (۱۹۴۲) و لو مکث یوماً ثم قال والله لا اقربک شهرین بعد الشهرین الاولین لم یکن مولیا ﴾ ۱؎ لان الثانی ایجاب مبتدء وقد صار ممنوعاً بعد الاولی شهرین ۲؎ وبعد الثانیة اربعة اشهر الا یوماً مکث فیه فلم تتکامل مدة المنع

مہینے کی یا تین مہینے کی قسم کھائی تو اس سے ایلاء نہیں ہوگا۔

لغت: لان الامتناع عن قربانها فی اکثر المدة بلا مانع :ایک مہینے سے جو مدت زیادہ ہے اس میں بغیر مانع کے یعنی بغیر قسم کے عورت کے پاس جانے سے رکا رہا، تو اس بغیر قسم کے رکنے سے ایلاء ثابت نہیں ہوگا۔ و بمثله لا یثبت حکم الطلاق فیه :اور اس قسم سے یعنی بغیر قسم کے رکنے سے اس میں طلاق کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۱۹۴۱) اگر کہا کہ خدا کی قسم تم سے قربت نہیں کروں گا دو مہینہ، اور دو مہینے اس دو مہینے کے بعد تو وہ ایلاء کرنے والا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دو مہینوں حرف جمع سے جمع کیا، تو ایسا ہوا کہ لفظ جمع سے جمع کیا [اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔

تشریح: شوہر نے کہا خدا کی قسم تم سے دو ماہ تک قربت نہیں کروں گا پھر حرف واو جو جمع کے لئے آتا ہے اس کے ذریعہ کہا کہ اس دو ماہ کے بعد اور دو ماہ تک تم سے قربت نہیں کروں گا، تو دونوں ملا کر چار ماہ ہو گئے اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔

اصول: کسی بھی طرح ایک ساتھ چار مہینے کی قسم ہو تو ایلاء ہوگا، اور اگر چار ماہ سے کم ہو تو ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۴۲) اور اگر ایک دن ٹھہر گیا پھر کہا، خدا کی قسم تم سے قربت نہیں کروں گا دو مہینے پہلے دو مہینے کے بعد تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: پہلے دو ماہ کی قسم کھائی پھر ایک دن درمیان میں ٹھہر گیا پھر پہلے دو مہینے کے بعد دو ماہ کی قسم کھائی تو مکمل چار ماہ نہیں ہوئے بلکہ اس میں سے ایک دن کم ہو گیا اس لئے ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دوسرا جملہ شروع سے ایجاب ہے، اور پہلے دو مہینے کے بعد شوہر بغیر قسم کے رکنے والا ہوا [اس لئے ایلاء نہیں ہوگا]۔

تشریح: اس سے پہلے متن میں کہا لا اقربک شہرین [میں تم سے دو ماہ تک قربت نہیں کروں گا] اس میں چار ماہ نہیں ہے اس لئے ایلاء نہیں ہوا۔ اور ایک دن ٹھہر کر دو ماہ کی قسم کھائی تو یہ الگ جملہ ہے، اس لئے اس سے بھی ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور دوسرے جملے میں چار ماہ ہے مگر ایک دن کم ہے جس میں وہ ٹھہرا ہے اس لئے رکنے کی مدت مکمل نہیں ہوئی

(۱۹۴۳) ولو قال و الله لا اقربک سنة الا یوما لم یکن مولیا ﴾ ۱؎ **خلافا لزفرؒ وهو یصرف الاستثناء الی اخرها اعتباراً بالاجارة فتمت مدة المنع** ۲؎ **ولنا ان المولیٰ من لا یمکنه القربان اربعة اشهر الا بشئ یلزمه و یمکنه ههنا لان المستثنی یوم منکر** ۳؎ **بخلاف الاجارة لان الصرف الی الأخر لتصحیحها فانها لا تصح مع التنکیر و لا کذلک الیمین**

[اس لئے ایلاء نہیں ہوگا]۔

تشریح : ایک دن ٹھہر جانے کے بعد دوسرا جملہ واللہ لا اقربک شہرین بعد الشہرین الاولین، اس جملے میں پہلے دو ماہ اور اس دو ماہ کے درمیان ایک دن ٹھہر گیا ہے اس لئے چار ماہ مکمل نہیں ہوئے اس لئے ایلاء نہیں ہوگا۔۔مکث: ٹھہر گیا۔

ترجمہ : (۱۹۴۳) اور اگر کہا: واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما [خدا کی قسم ایک سال تک قربت نہیں کروں گا مگر ایک دن] تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔

تشریح :ایک سال تک عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے لیکن ایک دن کا استثناء کیا ہے کہ اس دن جائے گا، اب اس بات کا امکان ہے کہ چار مہینے کے اندر چلا جائے تو ایلاء نہیں ہوگا کیونکہ چار مہینہ پورا نہیں ہوا اس لئے اس جملے سے ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۱؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ استثناء کو آخری دن کی طرف پھیرتے ہیں اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے اس لئے رکنے کی مدت پوری ہوگئی۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس جملے سے ایلاء ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک دن کو سال کے آخیر کی طرف پھیر دو تو نو مہینے انتیس دن رہ جاتے ہیں جو چار مہینے سے زیادہ ہے اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔ وہ اجارہ پر قیاس کرتے ہیں، اجارہ میں اگر یوں کہا جائے کہ ایک سال کے لئے یہ گھر اجرت پر دیا مگر ایک دن، تو یہ ایک دن آخیر کی طرف پھیرا جائے گا اور نو مہینے انتیس دنوں کا اجارہ درست ہو جائے گا ایسے ہی یہاں ایلاء درست ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ایلاء کرنے والا اس کو کہتے ہیں کہ چار مہینے کے اندر بغیر کفارے کے قربت نہ کر سکتا ہو، اور یہاں بغیر کفارے کے قربت کرنا ممکن ہے اسلئے کہ استثناء کیا ہوا دن نکرہ ہے [کسی دن بھی قربت کر سکتا ہے اس لئے ایلاء نہیں ہوگا]

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ ایلاء کرنے والا اس کو کہتے ہیں کہ چار مہینے کے اندر وطی کرلے تو اس کو کفارہ لازم ہو جائے، اور یہاں ایک دن کا استثناء کیا ہے جو نکرہ ہے اس لئے کسی دن بھی ہو سکتا ہے، اور چار مہینے کے اندر بھی بغیر کفارہ کے وطی کر سکتا ہے اس لئے وہ ایلاء کرنے والا نہیں ہوا۔

ترجمہ : ۳؎ بخلاف اجارہ کے اس لئے کہ آخیر کی طرف پھیرنا اس کو صحیح کرنے کے لئے ہے، اس لئے کہ نکرہ کے ساتھ اجارہ صحیح نہیں ہوتا، اور قسم کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۹۴۴) **ولو قربها فی یوم والباقی اربعة اشهر او اکثر صار مولیا** ﴿۱ لسقوط الاستثناء

(۱۹۴۵) **ولو قال وهو بالبصرة والله لا ادخل الکوفة و امرأته بها لم یکن مولیا** ﴿۱ لانه یمکنه القربان من غیر شئ یلزمه بالاخراج من الکوفة

تشریح: قسم کا معاملہ یہ ہے کہ نکرہ کے ساتھ یعنی دن کے متعین کئے بغیر بھی قسم منعقد ہو جائے گی اور اجارہ کا معاملہ یہ ہے کہ متعین کئے بغیر اجارہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے اجارہ صحیح ہونے کے لئے ایک دن کو سال کے آخیر کی طرف پھیرا جائے تا کہ باقی دن متعین ہو جائے اور اجارہ صحیح ہو جائے، اس لئے یمین کو اجارے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

لغت: منکر: نکرہ سے مشتق ہے، بغیر دن متعین کئے ہوئے، اسی سے التنکیر ہے۔

ترجمہ: (۱۹۴۴) اور اگر کسی دن عورت سے قربت کر لی، اور اب چار مہینے باقی رہے یا زیادہ باقی رہے تو ایلاء کرنے والا ہوگا۔

ترجمہ: ۱ کیونکہ استثناء ساقط ہو گیا۔

تشریح: ایک سال مگر ایک دن نہ جانے کی قسم کھائی، پھر کسی دن عورت سے قربت کر لی اور استثناء ختم کر دیا، اس کے بعد دیکھا تو چار ماہ، یا اس سے زیادہ ابھی باقی ہے تو اب ایلاء ہو جائے گا، کیونکہ استثناء ختم ہونے کے بعد اب چار ماہ باقی ہے اس لئے بغیر استثناء کے ایلاء کی مدت پوری ہے اس لئے اب ایلاء ہو جائے گا۔

وجہ: عن الثوری فی رجل حلف ان لا یقرب امراته فی هذه السنة الا مرة ، فجامعها بعد اشهر ، و قدر ما یلون بینه و بین وقوعه علیها و بین تمام السنة اکثر من أربعة اشهر ، وقع علیها الایلاء حین یجامعها ، فان کان لیس بینه و بین تمام السنة الا اقل من اربعة اشهر لم یقع علیه الایلاء ، الا ان الایلاء انما یقع حین یجامعها ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ماحال بینہ وبین امرأتہ فھو ایلاء ج سادس، ص ۳۴۴، نمبر ۱۱۶۵۶) اس اثر میں ہے کہ جماع کے بعد چار مہینہ باقی رہ جائے تو ایلاء ہوگا

ترجمہ: (۱۹۴۵) شوہر بصرہ میں مقیم ہے اور کہا کہ خدا کی قسم میں کوفہ میں داخل نہیں ہوں گا، اور اس کی بیوی کوفہ میں ہے تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ بغیر کفارہ لازم ہوئے عورت سے قربت ممکن ہے، کوفہ سے عورت کو نکال کر۔

تشریح: شوہر کوفہ سے باہر ہے اور بیوی کوفہ میں ہے، اور کہا کہ خدا کی قسم میں کوفہ میں چار ماہ تک داخل نہیں ہوں گا، تو اس جملہ سے ایلاء لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ چار ماہ کے اندر بیوی کو کسی آدمی کے ذریعہ کوفہ سے باہر نکال لے اور عورت سے وطی کر

(۱۹۴۶)قال ولو حلف بحج او بصوم او بصدقة او عتق اوطلاق فهو مول﴾ ۱ لتحقق المنع باليمين وهو ذكر الشرط والجزاء وهذه الاجزية مانعة لما فيها من المشقة ۲ وصورة الحلف بالعتق ان يعلق بقربانها عتق عبده وفيه خلاف ابى يوسفؒ فانه يقول يمكنه البيع ثم القربان فلا يلزمه شئ

لے،اور چونکہ وہ کوفہ میں داخل نہیں ہوااس لئے کفارہ بھی لازم نہ ہو،اس لئے اس سے ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۴۶) اگر قسم کھائی حج کی یا روزہ کی یا صدقہ کی یا آزاد کرنے کی یا طلاق کی تو وہ ایلاء کرنے والا ہے۔

تشریح: مثلا یوں کہے کہ اگر میں چار ماہ تک بیوی کے پاس جاؤں تو مجھ پر حج لازم یا مجھ پر روزہ لازم یا مجھ پر صدقہ لازم یا میرا غلام آزاد یا میری بیوی کو طلاق تو ایسی صورت میں ایلاء منعقد ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) قاعدہ یہ ہے کہ جس کام کی شرط پر بیوی شوہر کا ملنا دشوار ہو جائے اس سے ایلاء کا انعقاد ہوتا ہے۔صورت مذکورہ میں چار مہینے کے اندر اندر بیوی سے ملے گا تو حج وغیرہ لازم ہوگا یا بیوی کو طلاق واقع ہوگی جن کی وجہ سے بیوی سے ملنا دشوار ہو گیا اس لئے ایلاء ہو جائے گا (۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال كل يمين منعت جماعا فهي ايلاء وروينا ايضا عن الشعبي والنخعي ۔(سنن للبیہقی، باب کل یمین منعت الجمع بکل حال اکثر من اربعۃ اشھر بان یحنث الحالف فھی ایلاء، ج سابع ،ص ۶۲۶،نمبر ۱۵۲۳۹ رمصنف عبدالرزاق، باب ماحال بینہ وبین امرأتہ فھو ایلاء ج سادس ،ص ۳۴۴،نمبر ۱۱۶۵۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر وہ قسم جو صحبت روک دے اس سے ایلاء منعقد ہوگا۔

ترجمہ: ۱ قسم کے ذریعہ سے رکنے کے متحقق ہونے کی وجہ سے،اور وہ جزا اور شرط کا ذکر کرنا ہے،اور یہ جزا قربت سے روکنے والی ہے اس لئے کہ اس میں مشقت ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ اگر چار ماہ تک بیوی کے پاس جاؤں تو مجھ پر حج لازم ہو جائے،تو اس قسم میں قربت سے روکنا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ جزا جس میں قربت سے روکے،اور اس جزا کے ہونے میں مشقت بھی ہو تو اس سے یمین متحقق ہو جاتا ہے اور اس سے ایلاء ہو جاتا ہے،اس لئے اس سے ایلاء ہوگا۔

ترجمہ: ۲ آزادگی کے ساتھ قسم کھانے کی صورت یہ ہے کہ عورت کی قربت پر اپنے غلام کی آزادگی کو معلق کر دے،اور اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ غلام کو بیچ دے پھر قربت کرے تو شوہر کو کچھ لازم نہیں ہوگا [اس لئے ایلاء نہیں ہوگا۔

تشریح: حلف بالعتق [آزادگی پر قسم کھانے کی شکل یہ ہے] شوہر کہے،خدا کی قسم اگر میں نے چار ماہ تک بیوی سے قربت کی تو

۳ وهما يقولان البيع موهوم فلايمنع للمانعية فيه ۴ والحلف بالطلاق ان يعلق بقربانها طلاقها وطلاق صاحبتها وكل ذلك مانع (۱۹۴۷) وان الى من المطلقة الرجعية كان موليا وان الى من البائنة لم يكن موليا ۱ لان الزوجية قائمة فى الاولى دون الثانية و محل الايلاء من تكون من نسائنا بالنص

میرا غلام آزاد۔ تو اس صورت میں ایلاء ہو جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ایلاء نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ چار مہینے سے پہلے غلام بیچ دے اور وطی کر لے تو قسم کے مطابق غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے پاس اب غلام ہی نہیں ہے تو بغیر کفارہ، اور بغیر مشقت کے وطی کرنا پایا گیا اس لئے ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ غلام کا بیچنا موہوم ہے اس لئے قربت سے روکنا اس میں ممنوع نہیں ہوگا۔

تشریح: طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسم کھاتے وقت غلام موجود ہے اور ڈر رہے کہ وطی کیا تو غلام آزاد ہو جاءگا اس لئے ایلاء ہو جائے گا باقی رہا غلام کا بیچنا تو یہ موہوم ہے ہوسکتا ہے کہ نہ بیچے اس لئے ایلاء ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ اور حلف بالطلاق کی صورت یہ ہے کہ بیوی کی قربت پر اس کی طلاق کو معلق کر دے، یا اسکی سوتن کی طلاق کو معلق کرے، اور یہ سب مانع ہیں۔

تشریح: طلاق پر قسم کھا کر ایلاء کی شکل یہ ہے۔ شوہر نے کہا : خدا کی قسم اگر میں چار ماہ تک بیوی کے پاس گیا تو اس بیوی کو طلاق، یا اسکی سوتن کو طلاق، تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایلاء ہوگا، کیونکہ چار ماہ کے اندر بیوی کے پاس جانے سے بیوی کو طلاق واقع ہوگی، یا اسکی سوتن کو طلاق واقع ہوگی جس سے وہ رکنا چاہے گا اس لئے ایلاء کا وقوع ہوگا۔

وجہ :(۱) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن قتادة فی رجل حلف بطلاق امراته ثلاثا ان لا يقربها سنة قال فقال قتادة كان الحسن يقول اذا مضت الاشهر فقد بانت منه (مصنف عبد الرزاق، باب الذی یحلف بالطلاق ثلاثا ان لا یقربها هل یکون ایلاء؟، ج سادس، ص ۳۴۷، نمبر ۱۱۶۷۹) اس اثر میں ہے کہ طلاق کی قسم کھائے تو بھی ایلاء ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۴۷) اگر مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو ایلاء کرنے والا ہوگا۔ اور اگر بائنہ سے ایلاء کیا تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ پہلی میں زوجیت قائم ہے اور دوسری میں قائم نہیں ہے، اور ایلاء کا محل وہ ہے جو ہماری بیوی ہو آیت کی وجہ سے۔

تشریح: مطلقہ رجعیہ ابھی تک مکمل بیوی ہے اور اس سے وطی کر سکتا ہے، اس لئے اس سے ایلاء ہو سکے گا، کیونکہ چار ماہ تک وطی نہ کرنے کا نام ایلاء ہے، اور مطلقہ بائنہ سے طلاق کی وجہ سے وطی ہی نہیں کر سکے گا اس لئے اس سے ایلاء کیسے ہوگا، اس لئے مطلقہ

۲؎ فلو انقضت العدة قبل انقضاء مدة الايلاء سقط الايلاء لفوات المحلية (۱۹۴۸) ولو قال لاجنبية والله لا اقربک وانت علی كظهر امی ثم تزوجها لم يكن موليا و لامظاهرا ﷺ ۱؎ لان الكلام فی مخرجه وقع باطلا لانعدام المحلية فلاينقلب صحيحا بعد ذلک

بائنہ سے ایلاء نہیں ہوگا، پھر یہ کہ وہ اب بیوی نہیں رہی صرف عدت گزارنے کی وجہ سے من وجہ بیوی مان لی گئی ہے۔

وجه: (۱) و بعولتهن احق بردهن ان ارادوا اصلاحا (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں مطلقہ رجعیہ کو بیوی کہا ہے اور بیوی سے ایلاء ہوسکتا ہے اس لئے مطلقہ رجعیہ سے ایلاء ہوگا۔ (۲) اس آیت میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحيم ۔ (آیت ۲۲۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں نسائھم سے پتہ چلا کہ بیوی ہو تو ایلاء ہوگا ورنہ نہیں۔ اور مطلقہ بائنہ بیوی نہیں ہے اس لئے اس سے ایلاء بھی نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ پس اگر ایلاء کی مدت ختم ہونے سے پہلے مطلقہ رجعیہ کی عدت ختم ہوگئی تو ایلاء ساقط ہو جائے گا محل فوت ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: مثلا مطلقہ رجعیہ کی عدت تین ماہ تھی اور ایلاء کی مدت چار ماہ ہے، اور مطلقہ کی عدت گزر گئی اور ابھی تک ایلاء کی مدت نہیں گزری ہے تو چونکہ عدت گزرنے کے بعد یہ بائنہ ہوگئی اور یہ بیوی نہیں رہی اور ایلاء کا محل فوت ہوگیا اس لئے اب اس سے ایلاء نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۱۹۴۸) اگر اجنبیہ عورت سے کہا، خدا کی قسم میں تم سے قربت نہیں کروں گا، یا تم میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، پھر اس سے شادی کی تو ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا اور نہ ظہار کرنے والا ہوگا۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ کلام اپنے تکلم کے وقت باطل واقع ہوا ہے محل کے نہ ہونے کی وجہ سے، اس لئے اب اس کے بعد صحیح ہو کر نہیں لوٹے گا۔

تشریح: اجنبیہ عورت سے کہا کہ، خدا کی قسم تم سے چار ماہ تک قربت نہیں کروں گا، یا اس کو کہا تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو یعنی اس سے ایلاء کیا یا ظہار کیا اور بعد میں اس سے شادی کر لی تو تب بھی ایلاء یا ظہار نہیں ہوگا، کیونکہ جس وقت ایلاء، یا ظہار کیا اس وقت یہ عورت بیوی نہیں تھی اس لئے اس وقت کلام لغو ہوگیا، اس لئے شادی کرنے کے بعد یہ کلام پلٹ کر صحیح نہیں ہوگا۔

وجه: (۱) پہلے مسئلہ گزرا کہ بیوی سے ایلاء یا ظہار ہوتا ہے اور یہ عورت بیوی نہیں ہے کلام کے وقت اجنبیہ ہے اس لئے ایلاء نہیں ہوگا۔ (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الثوری فی رجل مرت به امراة فآلی ان لا يقربها ثم تزوجها بعد فتركها حتی مضت اربعة اشهر قال ليس بايلاء ولكن يكفر عن يمينه باطعام عشرة مساكين لان الايلاء وقع و

(۱۹۴۹) وان قربها﴾ لـ كفر لتحقق الحنث اذا اليمين منعقدة فى حقه (۱۹۵۰) ومدة ايلاء الامة شهران﴾ لـ لان هذه مدة ضربت اجلاً للبينونة فتتنصف بالرق كمدة العدة (۱۹۵۱) وان كان

ليست له بامراة ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یولی قبل ان ینکح او یدخل، ج سادس، ص ۳۵۸، نمبر ۱۱۷۴۵) (۳) اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔عن شبرمة قال قالت بنت طلحة احسبه قال فاطمة لمصعب بن الزبير ان نكحته فهو عليها كابيها ثم نكحته فسأل عن ذالك اصحاب ابن مسعود فقالوا تكفر. قال معمر و لم اسمع احدا ممن قبلنا يراه شيئا منهم الحسن و قتادة قالا ليس بظهار ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ظھار ھاقبل نکاحھا، ج سادس، ص ۳۴۲، نمبر ۱۱۶۴۳) اس اثر میں ہے کہ نکاح سے پہلے ظہار کیا تو ظہار نہیں ہوگا البتہ قسم کھانے کی وجہ سے بیوی سے ملا تو کفارہ دینا ہوگا۔

ترجمہ : (۱۹۴۹) اگر عورت سے قربت کی تو کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: لـ حنث کے متحقق ہونے کی وجہ سے، اس لئے کہ یمین اس کے حق میں متحقق ہے۔

تشریح : ایلاء یا ظہار تو نہیں ہوگا لیکن قسم کا انعقاد ہو گیا ہے اس لئے اس دوران وطی کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا۔ اوپر کے اثر میں گزرا کہ کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۹۵۰) باندی کی مدت ایلاء دو مہینے ہیں۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ یہ مدت [چار ماہ] بائنہ ہونے کے لئے متعین کی گئی ہے اس لئے باندی ہونے کی وجہ سے اس کی آدھی ہو جائے گی، جیسے عدت کی مدت آدھی ہو جاتی ہے۔

تشریح : باندی بیوی ہو تو اگر یوں کہے کہ دو ماہ تک تمہارے پاس نہیں جاؤں گا تو ایلاء ہو جائے گا۔ کیونکہ غلامیت کی وجہ سے اس کا عذاب بھی آدھا ہے اور اس کی عدت بھی آدھی ہے، اور مدت ایلاء بھی آدھی ہے۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے کہ باندی کی مدت ایلاء آزاد سے آدھی ہے۔عن الحسن انه كان يقول فى الايلاء من الامة اذا مضى شهران ولم يفىء زوجها فقد وقع الايلاء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۰، ما قالوا فی الرجل یولی من الامۃ کم ایلاؤھا، ج رابع، ص ۱۳۷، نمبر ۱۸۶۰۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی مدت ایلاء دو ماہ ہیں۔(۲) عن جويبر عن الضحاک فى الحر اذا آلى من الامة فقال قال ابراهيم عدتها شهران و سألت حمادا فقال مثل ذالک ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۰، ما قالوا فی الرجل یولی من الامۃ کم ایلاؤھا، ج رابع، ص ۱۳۷، نمبر ۱۸۶۰۵) اس اثر میں ہے کہ باندی کی عدت آدھی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے اس کے ایلاء کی مدت بھی آدھی ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۵۱) اگر ایلاء کرنے والا بیمار ہو جس کی وجہ سے جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ یا عورت بیمار ہو یا بند راستہ والی ہو یا اتنی

المولی مریضا لا یقدر علی الجماع او کانت مریضة او رتقاء او صغیرة لا تجامع او کانت بینهما مسافة لا یقدر ان یصل الیها فی مدة الایلاء ففیئه ان یقول بلسانه فئت الیها فی مدة الایلاء فان قال ذلک سقط الایلاء ﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ لافیئ الا بالجماع و الیه ذهب الطحاوی لانه لو کان فیئاً

چھوٹی ہو کہ اس سے وطی نہ ہو سکتی ہو یا دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ ایلاء کی مدت میں وہاں تک پہنچنے کی قدرت نہ ہو تو اس کا رجوع زبان سے یہ کہہ دینا ہے فئت الیھا [کہ میں اس کی طرف رجوع کر لیا] ایلاء کی مدت میں۔ جب یہ کہہ دے تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

تشریح : یہ مسئلے اس قاعدے پر ہیں کہ کسی مجبوری کی وجہ سے عورت سے جماع پر قدرت نہیں ہے تو پھر جماع کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ بلکہ چار مہینے کے اندر زبان سے کہہ دے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا تو اس کہہ دینے سے ایلاء ساقط ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ البتہ اگر جماع پر قادر ہو تو جماع کرنے سے ہی ایلاء ساقط ہوگا۔

وجه : (۱) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ وقال ابن مسعود فان کان به علة من کبر او مرض او حبس یحول بینه وبین الجماع فان فیئه ان یفیء بقلبه او لسانه (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۲۹ من قال لا فیء له الا الجماع، ج رابع، ص ۱۳۶، نمبر ۱۸۶۰۲ ر سنن للبیہقی، باب الفیئة الجماع الا من عذر، ج سابع، ص ۶۲۴، نمبر ۱۵۲۳۵ ر مصنف عبد الرزاق، باب الفیء الجماع، ج سادس، ص ۳۵۴، نمبر ۱۱۷۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عذر ہو تو زبان سے رجوع کر لینا بھی کافی ہو جائے گا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ (۲) عن ابراهیم قال اذا کان له عذر تعذر مرض او کبر او سجن اجزاه ان یفیء بلسانه ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الفیء الجماع، ج سادس، ص ۳۵۴، نمبر ۱۱۷۲۱) اس اثر میں بھی ہے کہ عذر ہو تو زبان سے فئت کہہ دینے سے ایلاء ختم ہو جائے گا۔ (۳) دلیل عقلی یہ ہے کہ زبان سے ایلاء کیا ہے اور عورت کو تکلیف دی ہے اس لئے مجبوری کے درجے میں زبان ہی سے رجوع کر کے آرام دے دے تو فیء ہو جائے گا۔

لغت : رتقاء : وہ عورت جس کا رحم ہڈی وغیرہ کی وجہ سے بند ہو، فیء : ایلاء سے رجوع کرنے کو فیء کہتے ہیں۔

ترجمه : ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جماع کے بغیر فیء نہیں ہے اور اسی کی طرف امام طحاویؒ گئے ہیں، اس لئے کہ اگر فیء ہو تو حانث ہونا ہوگا [اور حانث نہیں ہوتا تو فیء بھی نہیں ہوگا]۔

تشریح : امام شافعیؒ اور امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ صرف جماع سے فیء ہو سکتا ہے، زبان سے کہنے سے فیء نہیں ہو سکتا۔

وجه : (۱) انکی دلیل عقلی یہ ہے کہ فیء کا مطلب یہ ہے کہ ایلاء کے بارے میں جو قسم کھائی ہے اس قسم کو زبان کے ذریعہ ختم کرنا چاہتا ہے اور کفارہ لازم کرنا چاہتا ہے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جب تک عملی طور اس کام کو نہیں کرے گا تب تک کفارہ لازم نہیں ہوگا، اسی

لكان حنثا ۲؎ ولنا انه اٰذاها بذكر المنع فيكون ارضاؤها بالوعد باللسان واذا ارتفع الظلم لا يجازىٰ بالطلاق (۱۹۵۲) ولو قدر على الجماع فى المدة [بطل ذلك الفى] وصار فيئه بالجماع ؎۱ لانه قدر على الاصل قبل حصول المقصود بالخلف (۱۹۵۳) واذا قال لامرأته انت على حرام سئل عن

طرح عملی طور پر جماع نہیں کرے گا تو صرف زبان سے ایلاء ختم نہیں ہوگا۔(۲)عن ابن عباس قال الفیء الجماع۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الفی ءالجماع، ج سادس، ص۳۵۳ نمبر۱۱۷۱۸ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۲۹من قال لا فی ءلہ الا الجماع، ج رابع، ص۱۳۶، نمبر۱۸۵۹۵رسنن للبیہقی، باب الفیئۃ الجماع الامن عذر، ج سابع، ص۶۲۴، نمبر۱۵۲۳۵) اس اثر میں ہے کہ جماع ہی کے ذریعہ فی ءہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ جماع سے روک کر عورت کو تکلیف دی تو زبان سے وعدہ کر کے اس کو راضی کرنا ہوگا، اور جب ظلم ختم ہو گیا تو طلاق واقع کر کے اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل عقلی یہ ہے کہ ایلاء زبان سے ہی ہوتا ہے، تو اس نے زبان سے کہا کہ چار ماہ تک وطی نہیں کروں گا، اور یہ کہہ کر زبان سے تکلیف دی تو وطی کا وعدہ کر کے زبان ہی سے راضی کرے، اس طرح جب ظلم ختم ہو گیا تو اب طلاق بائنہ واقع نہیں ہو گی۔

ترجمہ : (۱۹۵۲) اور اگر تندرست ہو گیا مدت میں [تو باطل ہو جائے گا یہ رجوع] اور ہو جائے گا اس کا رجوع جماع کرنا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ خلیفے کے ساتھ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اصل پر قادر ہو گیا۔

تشریح: عذر کی بنا پر زبان سے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن ابھی چار مہینے گزرنے سے پہلے عذر ختم ہو گیا اور جماع پر قادر ہو گیا تو اب جماع کر کے ہی رجوع کرنا ہوگا۔

وجہ : (۱) ایلاء سے رجوع کرنے کے لئے جماع کرنا ضروری ہے اور وہی اصل ہے۔ اور زبان سے رجوع کرنا فرع ہے اور مجبوری کی بنیاد پر ہے۔ اس لئے جب اصل پر قادر ہو گیا تو اصل یعنی جماع ہی سے رجوع کرنا ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ عن ابن عباس قال الفیء الجماع۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الفی ءالجماع، ج سادس، ص۳۵۳ نمبر۱۱۷۱۸ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲۹من قال لا فی ءلہ الا الجماع، ج رابع ص۱۳۶، نمبر۱۸۵۹۵رسنن للبیہقی، باب الفیئۃ الجماع الامن عذر، ج سابع ص۶۲۴، نمبر ۱۵۲۳۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رجوع کا اصل طریقہ جماع ہی ہے۔ اس لئے مدت ایلاء میں جماع پر قدرت ہو جائے تو جماع کر کے رجوع کرنا ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۵۳) اگر اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی نیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس اگر کہا کہ میں نے

نیتـه فان قال اردت الكذب فهو كما قال ﴾ ۱؎ لانه نوى حقيقة كلامه ۲؎ وقيل لا يصدق فى القضاء لانـه يـمين ظاهرا (۱۹۵۴) وان قـال اردت الـطـلاق فهـى تـطليقة بائنة الا ان ينوى الثلث ﴾ ۱؎ وقد ذكرناه فى الكنايات

جھوٹ کا ارادہ کیا ہے تو ایسے ہی ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حقیقت کلام کی نیت کی۔

تشریح: لفظ حرام چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس سے [۱] طلاق بائنہ اور طلاق مغلظہ بھی ہوسکتی ہے۔[۲] اس سے ظہار بھی ہوتا ہے۔[۳] اس سے ایلاء بھی ہوتا ہے [۴] اور اس سے قسم بھی منعقد ہوتی ہے۔اور کہے کہ حرام بول کر جھوٹ بول رہا ہوں تو جھوٹ بھی ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔اس لئے یہ پوچھا جائے گا کہ حرام بول کر نیت کیا کی ہے؟ اس اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔اس لئے اگر اس نے جھوٹ بولنے کی نیت کی تو جھوٹ شمار کریں گے، اور عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) بیوی حقیقت میں حرام تو نہیں ہے وہ تو حلال ہے اس لئے واقعی وہ جھوٹ ہی بول رہا ہے۔اور چونکہ نیت بھی جھوٹ کی کی ہے اس لئے اسی پر محمول کر کے طلاق واقع نہیں کریں گے (۲) اثر میں ہے۔**عن الثورى قال يقول فى الحرام على ثلاثة وجوه ،ان نـوى طـلاقـا فهو على مانوى،وان نوى ثلاثا فثلاث،وان نوى واحدة فواحدة بائنة،وان نوى يمينا فهـى يـمـيـن،وان نوى لم ينو شيئا فهى كذبة فليس فيه كفارة .** (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۳ نمبر ۱۱۴۳۴ / مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۶۹ من قال الحرام یمین ولیست بطلاق ، ج رابع ، ص ۹۹ ، نمبر ۱۸۱۸۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرام بول کر جھوٹ کی نیت کرے تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۵۴) اور اگر کہا اس سے طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ ہوگی مگر یہ کہ نیت کرے تین کی۔

ترجمہ: ۱؎ اور ہم نے اس کو کنایات میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: **انـت عـلـى حرام**: کہہ کر طلاق کی نیت کی تو کم سے کم ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

وجہ: (۱) لفظ حرام کنایات میں سے ہے۔اور کنایہ میں کم سے کم ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔اور اگر تین کی نیت کرے تو تین بھی واقع ہوتی ہے (۲) اوپر حضرت ثوری کا اثر گزرا جس میں تھا کہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور تین کی نیت کی تو تین واقع ہوگی (۳) **عـن عـلـى وزيـد بن ثابت فى البرية والبتة والحرام انها ثلاث ثلاث** ۔(سنن للبیہقی، باب من قال لامرأته انت علی حرام ج سابع ،ص ۵۷۶ ،نمبر ۱۵۰۶۷) (۴) **وقـال الـحـسـن نيتـه وقـال اهل العلم اذا طلق ثلاثا فقد حرمت**

(۱۹۵۵) وان قال اردت الظهار فهو ظهار ﴾ ۱؎ وهذا عند ابی حنيفة وابی يوسفؒ ۲؎ وقال محمدؒ ليس بظهار لانعدام التشبيه بالمحرمة وهو الركن فيه ۳؎ ولهما انه اطلق الحرمة و فی الظهار نوع حرمة والمطلق يحتمل المقيد (۱۹۵۶) وان قال اردت التحريم او لم اردبه شيئا فهو يمين يصير به موليا ﴾ ۱؎ لان الاصل فی تحريم الحلال انما هو يمين عندنا وسنذكره فی الايمان ان شاء الله

عليه فسموه حراما بالطلاق والفراق ۔(بخاری شریف، باب من قال لامرأتہ انت علی حرام،ص ۹۴۰،نمبر ۵۲۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

ترجمہ: (۱۹۵۵) اور اگر کہے کہ میں نے اس سے ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں ہے۔

تشریح: انت علی حرام بول کر ظہار کرنے کی نیت کی تو بیوی سے ظہار واقع ہو جائے گا۔ یہ شیخین کی رائے ہے۔

وجہ: اثر میں ہے۔عن سماک بن الفضل عن وهب قالوا هو بمنزلة الظهار اذا قال هی علی حرام،عتق رقبة او صيام شهرين متتابعين او اطعام ستين مسكينا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۳، نمبر ۱۱۴۳۱) اس اثر میں ہے کہ حرام کے لفظ سے ظہار واقع ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ظہار نہیں ہوگا اس لئے کہ محرمات عورتوں کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے، حالانکہ ظہار میں یہ رکن ہے۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ظہار میں ضروری ہے کہ بیوی کو محرامات عورتوں میں سے کسی ایک کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دے اورانت علی کظہر امی [تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، کہے، اور ,انت علی حرام، میں محرمات عورتوں کے ساتھ تشبیہ موجود نہیں ہے اس لئے اس سے ظہار نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حرمت کو مطلق رکھا ہے، اور ظہار میں بھی ایک قسم کی حرمت ہے، اور مطلق مقید کا احتمال رکھتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ انت علی حرام میں مطلق حرمت ہے اور ظہار میں بھی ایک قسم کی حرمت ہے اس لئے مطلق کو مقید پر محمول کر کے ظہار واقع کیا جا سکتا ہے۔اس لئے حرام کے لفظ سے ظہار منعقد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۱۹۵۶) اور اگر کہا میں نے اس سے حرمت کا ارادہ کیا ہے، یا کچھ ارادہ نہیں کیا تو یہ قسم ہوگی اور اس سے ایلاء کرنے والا ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حلال کو حرام کرنے کی اصل یہ ہے کہ وہ قسم ہو، ہمارے نزدیک۔اور اس کو ہم کتاب الایمان میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

۲ ومن المشائخ من يصرف لفظة التحريم الى الطلاق من غير نية بحكم العرف والله اعلم بالصواب.

تشریح : اگر طلاق کی نیت نہیں کی، ظہار کی نیت بھی نہیں کی۔ اور جھوٹ بولنے کی بھی نیت نہیں کی بلکہ تحریم کی نیت کی یعنی حرام کرنے کی نیت کی۔ یا کسی چیز کی بھی نیت نہیں کی تو ان دونوں صورتوں میں لفظ حرام سے قسم ہوگی اور ایلاء بھی ہو جائے گا۔ ایلاء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر حرام سے طلاق مراد لیں تو طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور ابھی سے بیوی حرام ہو جائے گی، اور طلاق مغلظہ لیں تب بھی ابھی سے حرام ہو جائے گی، اور ظہار لیں تب بھی ابھی سے حرام ہو جائے گی، لیکن اگر ایلاء لیتے ہیں تو چار مہینے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہوگی اور چار ماہ کے بعد حرمت واقع ہوگی، اس لئے ایلاء لینا سب سے کم درجے کی قسم ہے اور یہ یقینی ہے اس لئے ایلاء ہی مراد لی جائے گی۔

وجه :(۱) حضورؐ نے کچھ بیویوں کو حرام کیا جس سے قسم واقع ہوئی اور کفارہ لازم ہوا، آیت یہ ہے۔ یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک تبتغی مرضات ازواجک والله غفور رحیم ٥ قل فرض الله لکم تحله ایمانکم. (آیت ۲، سورة التحریم ۶۶) اس آیت میں تحرم سے قسم ثابت ہوئی اور تحله ایمانکم سے قسم کا کفارہ دینے کی طرف اشارہ ہے (۲) ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر. (بخاری شریف، سورة التحریم، کتاب التفسیر، ص ۲۷۹، نمبر ۴۹۱۱، رمسلم شریف، وجوب الکفارة علی من حرم امرأته ولم ینوی الطلاق، ص ۴۷۸، نمبر ۳۶۷۶/۱۴۷۳، رسنن للبیہقی، باب من قال لامرأته انت علی حرام، ج سابع، ص ۵۷۴، نمبر ۱۵۰۵۶، رمصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین ولیس بطلاق ج رابع، ص ۹۹، نمبر ۱۸۱۸۳) (۳) عن ابن مسعود انه کان یقول نیته فی الحرام مانوی ان لم یکن نوی طلاق فهی یمین۔ (سنن للبیہقی، باب من قال لامرأته انت علی حرام ج سابع، ص ۵۷۵، نمبر ۱۵۰۶۲، رمصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۱۳۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرام میں کچھ نیت نہ کرے تو قسم واقع ہوگی۔ اور قسم ہوگی تو ایلاء بھی ہوگا۔ (۴) ان ابن مسعود قال هی یمین یکفرها (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۱ نمبر ۱۱۴۱۰) اس اثر میں ہے کہ لفظ حرام سے قسم واقع ہوتی ہے اور کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه: ۲ مشائخ میں سے وہ ہیں جو بغیر نیت کے بھی لفظ تحریم کو طلاق کی طرف پھیرتے ہیں عرف کے حکم سے۔

تشریح : حضرت ابو بکر اسکافؒ کی رائے یہ ہے کہ عام عرف میں حرام کو طلاق کے معنی میں لیتے ہیں اس لئے انت علی حرام سے بغیر نیت کے بھی طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

وجه : عن علیؓ قال اذا قال الرجل لامراته انت علی حرام فهی ثلاث ۔ (رمصنف ابن ابی شیبۃ، ما قالوا فی الحرام، من قال لها انت علی حرام من راه طلاقا۔ ج رابع، ص ۹۸، نمبر ۱۸۱۷۳، رمصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۲

نمبر۲۴۲۴۱۱)اس اثر میں ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاق واقع ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

﴿باب الخلع﴾

(۱۹۵۷) واذا تشاق الزوجان و خافا ان لایقیما حدود الله فلاباس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها [به لقوله تعالی فلاجناح علیها فیما افتدت به] فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة و لزمها المال﴾ ا لقوله علیه السلام الخلع تطلیقة بائنة

﴿ باب الخلع ﴾

ضروری نوٹ : خلع کے معنی نکالنا ہیں، زوجیت کو مال کے بدلے میں نکال دینے کو خلع کہتے ہیں۔ خلع میں بیوی کی جانب سے مال ہوتا ہے اور شوہر اس کے بدلے طلاق دیتا ہے اس کو خلع کہتے ہیں۔ (۱) اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ و لا یحل لکم ان تأخذوا مما ا تیتموهن شیئا الا أن یخافا الا یقیما حدود الله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) اور اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس انه قال جائت امرأة ثابت بن قیس الی رسول الله انی لا اعتب علی ثابت فی دین ولا خلق ولکنی لا اطیقه فقال رسول الله ا فترّ دین علیه حدیقته ؟ قالت نعم (بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، ص ۹۴۳، نمبر ۵۲۷۵/ ابو داؤد شریف، باب فی الخلع، ص ۳۰۹، نمبر ۲۲۲۸) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کے درمیان اختلاف ہو جائے تو خلع کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (۱۹۵۷) اگر میاں بیوی میں ناچاکی ہو جائے اور دونوں خوف کرے کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے بدلے کچھ مال دے کر خلع کرے، [اللہ تعالی کا قول: فلا جناح علیهما فیما افتدت به کی وجہ سے] پس جب انہوں نے یہ کر لیا تو خلع سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور عورت کو مال لازم ہوگا۔

ترجمہ : ا حضور علیہ السلام کے قول: الخلع تطلیقۃ بائنۃ، کی وجہ سے۔

تشریح : میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور اس بات کا خوف ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکے تو عورت کے لئے جائز ہے کہ شوہر کو کچھ مال دے کر طلاق لے لے اور اپنی جان چھڑا لے۔ خلع کر کے شوہر مال لے تو خلع کرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (۱) خلع جائز ہونے کی دلیل اوپر کی آیت اور حدیث ہے۔ اور خلع ہی سے طلاق واقع ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ جعل الخلع تطلیقة بائنة ۔ (سنن للبیہقی، باب الخلع ہل ہو فسخ او طلاق، ج سابع، ص ۵۱۸، ۱۴۸۶۵/ دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع، ص ۳۱، نمبر ۳۹۸۰/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۴، ما قالوا فی الرجل اذا خلع امرأتہ کم

۲ ولانہ یحتمل الطلاق حتی صار من الکنایات والواقع بالکنایات بائن الا ان ذکر المال اغنی عن النیة ھنا ۳ ولانھا لاتتسلم المال الا لتسلم لھا نفسھا و ذلک بالبینونة

یکون من الطلاق؟، ج رابع، ص ۱۲۱/۱۸۴۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلع خود ہی طلاق بائنہ ہے (۲) جب شوہر نے رقم لی تو اس کے بدلے عورت کی جان چھوٹنی چاہئے اور یہ اسی شکل میں ہوسکتا ہے جبکہ خلع طلاق بائنہ کے درجے میں ہو، ورنہ عورت کو رقم دینے سے فائدہ کیا ہوا؟

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ لفظ خلع طلاق کا احتمال رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کنایات میں سے ہے، اور کنایات سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، مگر مال کے ذکر سے یہاں نیت سے بے نیاز کر دیا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ لفظ خلع الفاظ کنایہ میں سے ہے، اور کنایہ کے الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، اس لئے لفظ خلع سے بھی طلاق بائنہ واقع ہوگی، البتہ کنایہ میں طلاق کی نیت کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن یہاں مال کا تذکرہ موجود ہے اس لئے مال کا تذکرہ ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہے اس لئے اس میں طلاق کی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ عورت مال اس لئے دیتی ہے کہ اس کی جان چھوٹ جائے اور یہ طلاق بائنہ سے چھوٹے گی [اس لئے خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی]۔

تشریح: یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ عورت اس لئے مال دے رہی ہے کہ شوہر سے اس کی جان چھوٹ جائے، پس اگر مال دینے کے باوجود اس کی جان نہ چھوٹے، اور طلاق بائنہ نہ ہو اور دوبارہ طلاق لینے کی ضرورت پڑے تو مال کیوں دے گی! اس لئے عقلی تقاضا ہے کہ خلع کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے۔

فائدہ: بعض ائمہ کی رائے ہے کہ خلع سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ مال لینے کے بعد باضابطہ شوہر طلاق دے تب طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: ان کی دلیل اوپر کی حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔ عن ابن عباس قال جائت امراة ثابت ابن قیس بن شماس الی النبی ﷺ فقالت یا رسول اللہ ما انقم علی ثابت فی دین و لا خلق الا انی اخاف الکفر ، فقال رسول اللہ ﷺ فتردین علیہ حدیقتہ ؟ قالت نعم فردت و أمرہ ففارقھا ۔(بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، ص ۹۴۷، نمبر ۵۲۷۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ بعد میں طلاق دینے کا حکم دیا ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے (۲) اثر میں ہے۔ عن ابن عباسؓ قال :سال ابراھیم بن سعد ابن عباس عن امرأة طلقھا زوجھا تطلیقتین ثم اختلعت منہ ایتزوجھا ؟ قال ابن عباس ذکر اللہ عزوجل الطلاق اول الآیة وآخرھا والخلع بین ذلک فلیس الخلع بطلاق ینکحھا. (سنن للبیھقی، باب الخلع ھل ھو فسخ او طلاق؟ ج سابع، ص ۵۱۷، نمبر ۱۴۸۶۳/مصنف ابن ابی شیبة، ۱۰۶ من کان

(۱۹۵۸) وان کان النشوز من قبله یکره له ان یاخذ منها عوضا ﴾ ۱؎ لقوله تعالی وان اردتم استبدال زوج مکان زوج الی ان قال فلاتاخذوا منه شیئا ۲؎ ولانه اوحشها بالاستبدال فلایزید فی وحشتها باخذ المال (۱۹۵۹) وان کان النشوز منها کرهنا له ان یاخذ منها اکثر مما اعطاها﴾

لا یری الخلع طلاقا، ج رابع، ص ۱۲۳، نمبر ۱۸۴۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۹۵۸) اگر نافرمانی مرد کی جانب سے ہوتو اس کے لئے مکروہ ہے کہ عورت سے عوض لے۔

ترجمہ: ۱؎ و ان أردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احداھن قنطارا فلا تأخذوا منه شیئا أتأخذونه بھتانا و اثما مبینا۔ (آیت ۲۰، سورۃ النساء ۴) اس آیت کی وجہ سے۔

تشریح: شرارت مرد کی ہے جس کی وجہ سے عورت خلع کرنے پر مجبور ہے تو مرد کو عوض لینا مکروہ ہے۔

وجہ: (۱) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے جس کو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ و ان أردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احداھن قنطارا فلا تأخذوا منه شیئا أتأخذونه بھتانا و اثما مبینا۔ (آیت ۲۰، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں اشارہ ہے کہ عورت سے خلع کے طور پر نہیں لینا چاہئے، اور مرد کی جانب سے ظلم ہوتو بدرجہ اولی نہیں لینا چاہئے۔ (۲) اس لئے کہ مرد کی شرارت بھی ہے اور مجبور کر کے عوض بھی لے رہا ہے تو یہ خوشی سے نہیں ہوا۔ اور بغیر خوشی کے مال لینا اچھا نہیں ہے۔ عن عمرو بن یثربی قال شھدت رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بمنی فسمعته یقول لا یحل لامرء من مال اخیه شیء الا ماطابت به نفسه. (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۲، نمبر ۲۸۶۰) (۳) اثر میں ہے۔ عن الزھری قال اذا افتدت امرأة من زوجھا واخرجت البینة ان النشوز کا ن من قبله وانه کان یضرھا ویضارھا رد الیھا مالھا. (مصنف عبد الرزاق، باب یضارھا حتی تختلع منه، ج سادس، ص ۳۸۲، نمبر ۱۱۸۷۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر کی شرارت ہوتو رقم بیوی کو واپس کی جائے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ دوسری بیوی بدلنے کے ساتھ اس کو متوحش کیا تو مال لیکر مزید متوحش نہ کرے۔

تشریح: اس بیوی کے بدلے میں دوسری بیوی لا رہا ہے اسی سے اس بیوی کو متنفر کر دیا، اور شرارت بھی مرد کی ہی ہے اس لئے اس سے مال لیکر مزید متوحش نہ کرے۔

ترجمہ: (۱۹۵۹) اگر نافرمانی عورت کی جانب سے ہوتو مکروہ ہے شوہر کے لئے کہ اس سے زیادہ لے جتنا عورت کو دیا ہے۔

تشریح: اگر عورت کی شرارت ہوتو شوہر نے جتنا دیا ہے اتنا تو لے سکتا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ تاہم اس سے زیادہ لے لیا تو قضاء کے طور پر جائز ہے۔

۱؎ وفی روایة الجامع الصغیر طاب الفضل ایضاً لا طلاق ماتلونا بداً ۲؎ ووجه الاخری قوله علیه السلام فی امرأة ثابت بن قیس بن شماس اما الزیادة فلاوقد کان النشور منها

وجه : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان جمیلة بنت سلول اتت النبی ﷺ فقالت ... لا اطیقه بغیضا فقال لها النبی ﷺ اتردین علیه حدیقته ؟ قالت نعم فامره رسول الله ان یأخذمنها حدیقته ولا یزداد. (ابن ماجہ شریف، باب المختلعۃ یأ خذ ما اعطاھا، ص ۲۹۴، نمبر ۲۰۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اگر زیادہ دے پھر بھی جائز ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابن عباس قال یختلع حتی بعقاصها (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۱۸ من رخص ان یأ خذ من المختلعۃ اکثر مما اعطاھا، ج رابع، ص ۱۲۹، نمبر ۱۸۵۲۲ / مصنف عبد الرزاق، باب المفتدیۃ بزیادۃ علی صداقھا ج سادس ص ۵۰۵ نمبر ۱۱۸۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مہر سے زیادہ دیکر خلع کرے تب بھی جائز ہے۔ (۳) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے کہ زیادہ لے لے تو جائز ہے، کیونکہ آیت میں مطلق ہے کہ عورت فدیہ دے تو جائز ہے۔ آیت یہ ہے۔ و لا یحل لکم ان تأخذوا مما ء ا تیتموهن شیئاالا أن یخافا الا یقیما حدود الله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں مطلق ہے کہ فدیہ دے تو جائز ہے۔

ترجمه : ۱؎ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ زاید لینا بھی جائز ہے، اس آیت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جس کو ہم نے پہلے تلاوت کی۔

تشریح : جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ جتنا مہر دیا ہے اس سے بھی زیادہ شوہر نے لے لیا تب بھی جائز ہے، کیونکہ آیت میں مطلق ہے کہ جو بھی عورت فدیہ دے سب جائز ہے۔ یہ آیت گزر چکی ہے۔ فلا جناح علیهما فیما افتدت به (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲)۔

ترجمه : ۲؎ دوسرے قول کی وجہ حضورؐ کا قول ہے ثابت بن قیس بن شماس کی عورت کے بارے میں، بہر حال زیادہ مال تو نہیں۔ اور اس میں نافرمانی عورت کی جانب سے تھی۔

تشریح : دوسرے قول میں ہے کہ شوہر نے جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے، کیونکہ حضور نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی عورت کے بارے میں فرمایا تھا کہ زیادہ تو مت لو، حالانکہ اس میں نافرمانی عورت کی تھی جس سے پتہ چلا کہ زیادہ لینا مکرہ ہے۔ حضرت ثابت والی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان جمیلة بنت سلول اتت النبی ﷺ فقالت ... لا اطیقه بغیضا فقال لها النبی ﷺ اتردین علیه حدیقته ؟ قالت نعم فامره رسول الله ان یأخذمنها حدیقته ولا یزداد. (ابن ماجہ شریف، باب المختلعۃ یأ خذ ما اعطاھا، ص ۲۹۴، نمبر ۲۰۵۶) اس حدیث میں ہے کہ زیادہ مت لو۔

لغت: النشوز: نافرمانی۔ طاب الفضل: جو کچھ زیادہ دیا وہ بھی ٹھیک ہے۔ بداء: شروع میں۔

(۱۹۶۰) ولو اخذ الزيادة جاز فى القضاء ﴾ لـ وكذلك اذا اخذ والنشوز منه لان مقتضى ما تلوناه شيئان الجواز حكما و الاباحة وقد ترك الحمل فى حق الاباحة لمعارض فبقى معمولا فى الباقى (۱۹۶۱) وان طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال﴾

ترجمہ:(۱۹۶۰) اور اگر مہر سے زیادہ لیا تو قضاء جائز ہے ۔

تشریح: اگر عورت کی نافرمانی ہے تو مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے، البتہ قضاء کے اعتبار سے جائز ہے۔

لغت: مباح: جائز کا جملہ مباح اور افضل کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، اس کو مباح کہتے ہیں۔ اور کراہیت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے، اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ اب عورت سے مہر سے زیادہ لینا قضاء جائز ہے البتہ مکروہ ہے

وجہ: (۱) آیت، فیما افتدت بہ، سے پتہ چلتا ہے کہ عورت جو بھی دے یعنی زیادہ بھی دے تو جائز ہے، اور حدیث، اما الزیادۃ فلا، سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ لینا مباح نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

ترجمہ: لـ اور ایسے ہی اگر لیا اور نافرمانی مرد کی جانب سے ہے [تو قضاء جائز ہے] اس لئے کہ جو ہم نے آیت تلاوت کی اس کا مقتضی دو چیزیں ہیں [۱] ایک ہے حکما جائز ہونا [۲] اور دوسرا ہے مباح ہونا۔ اور حدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے مباح ہونے کے عمل کو چھوڑ دیا گیا ہے، اس لئے باقی میں معمول بھا ہے۔

تشریح: مرد کی نافرمانی ہو تب بھی مہر سے زیادہ لینا قضاء جائز ہے البتہ مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آیت فیما افتدت بہ، کا دو مقتضی ہے [۱] ایک ہے کہ حکما جائز ہے چاہے وہ مکروہ ہو، اور [۲] دوسرا ہے مباح ہونا، اور افضل ہونا۔ حدیث اما الزیادۃ فلا، کے ذریعہ سے مباح ہونے کو چھوڑ دیا گیا، اس لئے آیت کا ایک ہی مقتضی رہ گیا کہ کراہیت کے ساتھ مہر سے زیادہ لینا جائز ہے۔

ترجمہ: (۱۹۶۱) اور اگر طلاق دی مال کے بدلے اور عورت نے قبول کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کو مال لازم ہوگا اور طلاق بائنہ ہوگی۔

تشریح: شوہر نے ایجاب کیا کہ بیوی مال کے بدلے طلاق لے اور بیوی نے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یعنی خلع کرنا ہی طلاق ہے، الگ سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ طلاق بائنہ ہوگی۔

وجہ: (۱) چونکہ مال کے بدلے میں طلاق ہے تو عورت یہ چاہے گی کہ شوہر سے مکمل جان کی خلاصی ہو جائے، اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ طلاق بائنہ ہو، اس لئے طلاق بائنہ واقع ہوگی (۲) خود خلع کرنا ہی طلاق ہے، اور وہ بھی طلاق بائنہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ان النبی ﷺ جعل الخلع تطليقة بائنة** ۔ (دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع ص ۳۱، نمبر ۳۹۸۰ رسنن للبیہقی، باب الخلع هل هو فسخ او طلاق، ج سابع ص ۵۱۸، نمبر ۱۴۸۶۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۰۵ ما قالوا فی الرجل اذا

۱ لان الـزوج يستبـد بالطلاق تنجيزاً وتعليقا وقد علقه بقبولها والمرأة تملك التزام المال لولايتها علـى نـفسهـا و ملك النكاح ممايجوز الاعتياض عنه وان لم يكن مالا كالقصاص (۱۹۶۲) وكان الطلاق بائنا ﴿ **۱** لما بينا **۲** ولانـه معاوضة المال بالنفس وقد ملك الزوج احد البدلين فتملك هي الاخر وهو النفس تحقيقا للمساواة

خلع امرأتہ کم یکون من الطلاق، ج رابع، ص۱۲۱، نمبر ۱۸۴۲۷)اس حدیث میں ہے کہ خود خلع طلاق بائنہ ہے۔

ترجمہ : **۱** اس لئے کہ شوہر طلاق دینے میں خود مختار ہے، چاہے فوری طلاق ہو یا معلق طلاق ہو، اور شوہر نے عورت کے قبول پر طلاق کو معلق کیا ہے، اور عورت مال کے لازم کرنے کا مالک ہے، کیونکہ اس کو اپنی ذات پر ولایت ہے، اور ملک نکاح ایسی چیز ہے جس کا بدلہ لیا جا سکتا ہے، اگر چہ وہ مال نہیں ہے، جیسے کہ قصاص۔

تشریح : خلع سے طلاق ہونے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ یہاں مرد کے ایجاب کرنے اور عورت کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہو رہی ہے، اس لئے ایجاب کرنے والا اہل ہو اور قبول کرنے والی اہل ہو اور جس چیز کا بدل لے رہا ہے وہ بھی بدلے کا محل ہو، مصنف ان تین باتوں کو ثابت کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ شوہر اس لئے ایجاب کا اہل ہے کہ فوری طلاق اور معلق طلاق دینے کا خود مختار ہے، اس کو کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور عورت قبول کرنے اور اپنے اوپر مال لازم کرنے کا اہل اس لئے ہے، کہ اس کو اپنی ذات پر ولایت ہے، اور ملک نکاح جس کا بدلہ لیا جا رہا ہے، اگر چہ وہ ذات اور نفس ہے، لیکن اس کا بدلہ لیا جا سکتا ہے، جیسے قصاص میں، کہ جان کے بدلے میں مال لیتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی ملک نکاح چھوڑنے کے بدلے میں شوہر مال لے گا۔ پس جب یہ بات ہوئی کہ شوہر اہل ہے اور عورت بھی قبول کرنے کا اہل ہے اور ملک نکاح قابل بدلہ ہے تو عورت کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

لغت : یستبد : خود مختار ہونا۔ تنجیز : فوری طلاق دینا۔ تعلیق : طلاق کو کسی چیز پر معلق کرنا۔ الاعتیاض : بدلہ لینا۔

ترجمہ: (۱۹۶۲) اور طلاق بائنہ ہوگی۔

ترجمہ: **۱** اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

تشریح : اوپر یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ عورت مال دے گی تو وہ چاہے گی کی شوہر سے اس کی جان مکمل چھوٹ جائے، اور یہ طلاق بائنہ سے ہوتی ہے، کیونکہ طلاق رجعی میں تو شوہر کسی وقت بھی بغیر عورت کی رضامندی کے وطی کر سکتا ہے اس لئے عورت کی جان تو نہیں چھوٹی، اس لئے خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

ترجمہ : **۲** اور اس لئے کہ یہ مال کا معاوضہ نفس کے بدلے میں ہے، اور شوہر دو بدلے میں سے ایک کا مالک بن چکا ہے اس لئے عورت کو دوسرے کا مالک بننا چاہئے، مساوات کو ثابت کرنے کے لئے۔

(۱۹۶۳) قال وان بطل العوض فی الخلع مثل ان یخالع المسلم علی خمر او خنزیر او میتة فلا شیٔ للزوج والفرقة بائنة وان بطل العوض فی الطلاق کان رجعیاً ﴾ ل فوقوع الطلاق فی الوجھین للتعلیق بالقبول وافتراقھما فی الحکم لانه بطل العوض کان العامل فی الاول لفظ الخلع وھو کنایة و فی الثانی الصریح وھو یعقب الرجعة

تشریح: یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ خلع میں جان کے بدلے میں مال دیا جارہا ہے، اور شوہر مال کا مالک بن گیا تو عورت کو بھی اپنی جان کا مالک بن جانا چاہئے، تاکہ مالک ہونے میں دونوں برابر ہو جائیں، اور یہ طلاق بائنہ میں ہوگا اس لئے خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۶۳) اگر عوض باطل ہو جائے خلع میں، مثلا یہ کہ مسلمان عورت خلع کرے شراب پر یا سور پر یا مردے پر تو شوہر کے لئے کچھ نہ ہوگا اور فرقت بائنہ ہوگی، اور اگر طلاق میں عوض باطل ہو جائے تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔

تشریح: عورت نے لفظ خلع استعمال کیا اور بدلے میں شراب ، یا سور، یا مردہ دیا تو چونکہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں اور کوئی مسلمان کسی کو دے بھی نہیں سکتا ہے اس لئے یہ مال باطل ہو جائے گا اور شوہر کو کچھ نہیں ملے گا البتہ خلع کا لفظ استعمال کر لیا ہے جو کنایہ کا لفظ ہے جس سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے اس لئے اس سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اور ایک مرتبہ واقع ہونے کے بعد یہ اٹھ بھی نہیں سکے گی، اس لئے طلاق بائنہ واقع ہو کر رہے گی۔۔ اور اگر لفظ خلع استعمال نہیں کیا، بلکہ لفظ طلاق استعمال کیا ہے، تو یہ لفظ صریح ہے، اور اس کے بدلے مال نہیں ہے، کیونکہ وہ تو باطل ہو گیا ہے اس لئے اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ عورت نے شروع سے واضح کر دیا ہے کہ شراب یا سور یا مردہ دے رہی ہوں، اس لئے اس نے مال کا دھوکا نہیں دیا ہے اس لئے مال باطل ہونے کے بعد اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ ہاں یوں کہتی کہ مثلا اس سرکہ کے بدلے میں خلع کر رہی ہوں اور وہ شراب ہوتی، تو چونکہ مال بول کر دھوکا دیا ہے اس لیے اس پر سرکہ لازم ہو جائے گا، یا مہر مثل لازم ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) اوپر حدیث گزر چکی ہے۔ ان النبی ﷺ جعل الخلع تطلیقة بائنة۔ کہ لفظ خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ (۲) مال نہ لازم ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ شوہر کے ہاتھ سے بضع نکلنے کا وقت ہے، اور بضع انسان کا جسم ہے، اور جسم ہاتھ سے نکلتے وقت متقوم نہیں ہوتا، جب تک کہ باضابطہ اس کی قیمت نہ لگائی جائے، اور یہاں غیر مال سے قیمت لگائی ہے اور شوہر اس پر راضی بھی ہے، اس لئے مال واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل طلاق کا واقع ہونا دونوں طریقوں میں عورت کے قبول پر معلق کرنے کی وجہ سے ہے، اور حکم میں دونوں الگ الگ ہیں، اس لئے کہ جب عوض باطل ہو گیا تو پہلے میں عمل کرنے والا لفظ خلع ہے، اور وہ کنایہ کا لفظ ہے، اور دوسرے میں صریح طلاق کا لفظ ہے جسکے بعد رجعت آتی ہے۔ اس لئے پہلے یعنی خلع میں طلاق بائنہ واقع ہوگی اور دوسرے یعنی طلاق صریح میں رجعی۔

۲؎ وانما لم يجب للزوج شئ عليها لانها ماسمت ما لامتقوما حتى تصير غارةً له و لانه لا وجه الى ايجاب المسمىٰ للاسلام و لا الى ايجاب غيره لعدم الالتزام ۳؎ بخلاف ما اذا خالع علىٰ خل بعينه فظهر انه خمر لانها سمت ما لا فصار مغرورا

تشریح: دونوں صورتوں سے مراد ہے کہ [۱] ایک خلع کے بدلے مال ہو [۲] اور دوسرا طلاق کے عوض میں مال ہو، ان دونوں صورتوں میں عورت کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہوگی، یعنی جیسے ہی اس نے قبول کیا طلاق واقع ہوگئی، پس اگر مال واجب ہوتا تو دونوں میں طلاق بائنہ واقع ہوتی، لیکن چونکہ مال باطل ہوگیا اس لئے دونوں الفاظ کے حکم میں فرق ہوگیا۔ وہ یہ کہ اب طلاق کے لئے عمل کرنے والا پہلے میں لفظ خلع ہے، اور لفظ خلع کنایہ کا لفظ ہے اس لئے اس سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور دوسرے میں یعنی طلاق صریح میں طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ترجمه : ۲؎ شوہر کے لئے عورت پر کچھ واجب اس لئے نہیں ہوگا کہ اس نے کوئی متقوم مال متعین نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ شوہر کو دھوکا دینے والی ہو جائے، اور اس لئے کہ مسمی واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اسلام کی وجہ سے اور اس کے علاوہ بھی واجب کرنے کی طرف نہیں لازم نہ کرنے کی وجہ سے۔

تشریح : اس طلاق کی صورت میں شوہر کا عورت پر اس لئے کوئی مال واجب نہیں ہوگا، کہ عورت نے کوئی مال کا نام نہیں لیا اس نے تو صاف طور پر شراب اور سور اور مردہ کا نام پہلے سے لیا ہے، اس لئے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ اب مسلمان ہونے کی وجہ سے شراب اور سور اور مردہ واجب کر نہیں سکتے اس لئے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں ہیں۔ اور دوسرا مال اس لئے واجب نہیں کر سکتے کہ عورت نے اپنے اوپر کوئی دوسرا مال واجب نہیں کیا ہے۔ اس لئے بغیر مال کے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

لغت : سمت: متعین کرنا، کسی چیز کا نام لینا، اسی سے ہے مسمی: متعین کیا ہوا مال۔ متقوما: ایسا مال جسکی کوئی قیمت ہو۔ غارة: دھوکا دینے والی۔

ترجمه : ۳؎ بخلاف جبکہ کسی متعین سرکے پر خلع کیا ہوا اور ظاہر ہوا کہ وہ شراب ہے [تو سرکہ لازم ہوگا] اس لئے کہ اس نے مال کا نام لیا اس لئے وہ دھوکا دینے والی ہوگئی۔

تشریح : اگر عورت نے کہا کہ میں اس ایک مٹکہ سرکے کے بدلے میں خلع کرتی ہوں، بعد میں پتہ چلا کہ اس مٹکے میں سرکہ نہیں ہے بلکہ شراب ہے، تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں مہر کی مقدار رقم واجب ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کے مثل سرکہ لازم ہوگا۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے بدل خلع میں [سرکہ] مال کا نام لیا ہے اور مٹکے میں مال نہیں ہے تو شوہر کو دھوکا ہوا، اس لئے عورت پر مال لازم ہوگا۔

۴ وبخلاف ما اذا كاتب او اعتق على خمر حيث تجب قيمة العبد لان ملك المولى فيه متقوم وما رضى بزواله مجّانا اما ملك البضع فى حالة الخروج غير متقوم عليما نذكر ۵ وبخلاف النكاح لان البضع فى حالة الدخول متقوم والفقه انه شريف فلم يشرع تملكه الا بعوض اظهار الشرفه فاما الاسقاط فنفسه شريف فلاحاجة الى ايجاب المال (١٩٦۴) قال وماجاز ان يكون مهرا جاز ان يكون بدلا فى الخلع﴾

ترجمہ: ۴ بخلاف جبکہ مکاتب بنایا یا آزاد کیا شراب کے بدلے میں، اس حیثیت سے کہ غلام کی قیمت واجب ہوگی، اس لئے کہ آقا کی ملک اس میں متقوم ہے اور مفت اپنی ملک کے زائل ہونے پر راضی نہیں ہوگا، بہر حال بضع کی ملک تو وہ نکلنے کی حالت میں متقوم نہیں ہے، جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔

تشریح: آقا نے شراب کے بدلے میں غلام کو آزاد کیا یا اس کو مکاتب بنایا، تو غلام کی قیمت واجب ہوگی، غلام مفت آزاد نہیں ہو گا۔ غلام اور بضع میں فرق یہ ہے کہ، بضع نکاح کرتے وقت متقوم ہے اس کی قیمت ہے، تاکہ اس کی شرافت ظاہر ہو، اور شوہر کے قبضے سے نکلتے وقت اس کی قیمت نہیں ہے اس لئے مفت بھی نکل گیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اور غلام ہر حال میں مال متقوم ہے اس لئے آقا مفت میں آزاد ہونے پر راضی نہیں ہوگا، اس لئے شراب نہیں ادا کر سکتا ہے تو اپنی قیمت ادا کرے۔

اصول: غلام ہر حال میں مال متقوم ہے۔ بضع شرافت ظاہر کرنے کے لئے نکاح کے وقت مال متقوم ہے، اور طلاق کے وقت مال متقوم نہیں ہے، باضابطہ اس کی قیمت لگائے گا تو قیمت واجب ہوگی، اور قیمت واجب نہیں کی گئی تو مفت میں قبضے سے نکل جائے گا۔

ترجمہ: ۵ بخلاف نکاح کے اس لئے کہ بضع دخول کے حالت میں متقوم ہے، اور بھید یہ ہے کہ اس کی عظمت ہے اس لئے عوض کے بغیر اس کا مالک بننا مشروع نہیں ہوا، اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے، بہر حال ملک کو ساقط کرنا تو ساقط کرنا ہی عزت کی چیز ہے اس لئے مال کو واجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: خلع کا معاملہ اور ہے اور نکاح کا معاملہ اور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بضع جب نکاح کے وقت شوہر کی ملکیت میں داخل ہو رہا ہو تو بضع کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اس کی قیمت لگائی گئی اور وہ متقوم ہے، اور خلع کے وقت جب شوہر کی ملکیت سے نکل رہا ہو تو دوسرے کی ملکیت سے نکلنا یہ خود عظمت کی چیز ہے اس لئے اس کی قیمت لگانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے شوہر بغیر عوض کے بضع چھوڑنے پر راضی ہو گیا تو اس کی قیمت واجب نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۶۴) جو چیز جائز ہے کہ نکاح میں مہر بنے جائز ہے کہ وہ خلع میں بدل بنے۔

لے لان مایصلح عوضاً للمتقوم اولی ان یصلح لغیر المتقوم ٢ے فان قالت له خالعنی علی ما فی یدی فخالعها ولم یکن فی یدها شئ فلاشئ علیه علیها لانها لم تغره بتسمیة المال

(۱۹۶۵) وان قالت خالعنی علی ما فی ید من مال فخالعها فلم یکن فی یدها شئ ردّت علیه مهرها﴾

ترجمه: لے اس لئے کہ جو چیز متقوم چیز کا عوض بننے کی صلاحیت رکھتی ہے زیادہ بہتر ہے کہ وہ غیر متقوم چیز کا عوض بنے۔

تشریح : جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہو وہ خلع میں بدل بن سکتی ہے۔

وجــــه : نکاح کے وقت بضع متقوم اور قیمتی ہے، اور خلع کے وقت متقوم نہیں ہے، پس جو چیز متقوم بضع کا عوض بن سکتی ہے، وہ غیر متقوم بضع کا بدرجہ اولی عوض بن سکتی ہے۔

تــرجـمـه : ٢ے پس اگر عورت نے کہا کہ مجھ سے خلع کرواس پر جو میرے ہاتھ میں ہے، پس شوہر نے اس سے خلع کیا، اور شوہر کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ مال کا نام لیکر دھوکا نہیں دیا۔

تشریح : یہ مسئلہ دو اصولوں پر ہے، [۱] ایک تو یہ کہ خلع کے وقت بضع مال متقوم نہیں ہے [۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ عورت نے مال کا لفظ بول کر دھوکا نہیں دیا ہے۔ تشریح مسئلہ۔ عورت نے یہ نہیں کہا کہ میرے ہاتھ میں جو مال ہے اس کے بدلے میں خلع کریں، بلکہ یوں کہا کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کے بدلے میں خلع کریں، شوہر نے خلع کیا، لیکن عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو خلع سے طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن شوہر کو کچھ نہیں ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے مال کا لفظ بول کر شوہر کو دھوکا نہیں دیا، اور خلع کے وقت بضع متقوم بھی نہیں ہے اس لئے شوہر کو کچھ نہیں ملے گا۔

تــرجـمـه : (۱۹۶۵) اور اگر کہا مجھ سے خلع کریں اس کے بدلے جو میرے ہاتھ میں ہے مال میں سے، پس اس سے خلع کیا اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت اپنا مہر واپس دے گی۔

تشــریح : اس صورت میں عورت نے کہا ہے جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے خلع کریں اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت نے جو مہر شوہر سے لیا ہے، یا دونوں کے درمیان جو مہر متعین ہوا ہے اس کو واپس کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہاں لفظ مال بولی ہے۔

وجـــه : یہاں کوئی مال متعین نہیں ہے۔ البتہ دونوں کے درمیان ایک مال پہلے متعین ہو چکا ہے یعنی مہر اس لئے مجبورا مہر کی طرف پھیرا جائے گا اور وہی لازم کیا جائے گا۔ کیونکہ شوہر سے مال کا وعدہ کیا ہے اس لئے وہ کوئی مال لئے بغیر طلاق دینے پر راضی نہیں ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کوئی چیز متعین نہ ہو تو جو پہلے سے معہود و متعین ہو وہی لازم کر دیا جائے گا۔

لے لانها لما سمت مالا لم يكن الزوج راضيا بالزوال الا بعوضٍ ولا وجه الى ايجاب المسمى وقيمته للجهالة ولا الى قيمة البضع اعنى مهر المثل لانه غير متقوم حالة الخروج فتعين ايجاب ما قام به على الزوج دفعا للضرر عنه (١٩٦٦) ولو قالت خالعنى على ما فى يدى من دراهم او من الدراهم ففعل فلم يكن فى يدها شئ فعليها ثلثة دراهم ﴾ لے لانها سمت الجمع واقله ثلثة ۲ۓ وكلمة من ههنا للصلة دون التبعيض لان الكلام يختل بدونه

ترجمہ : لے اس لئے کہ جب مال کا نام لیا تو شوہر بضع زائل ہونے پر راضی نہیں ہوگا مگر عوض کے بدلے، اور مسمی، اور اس کی قیمت کے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جہالت کی وجہ سے، اور نہ بضع کی قیمت یعنی مہر مثل اس لئے کہ نکلنے کے وقت میں بضع غیر متقوم ہے، اس لئے وہ واجب کرنا متعین ہوگیا جتنے میں وہ پڑی ہے، شوہر سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے۔

تشریح : یہاں عورت نے مال کا نام لیا ہے اس لئے شوہر عوض کے بغیر اپنی ملکیت زائل کرنے پر راضی نہیں ہوگا، اور مال مجہول ہے، اس لئے نہ وہ مال واجب کرسکتا ہے اور نہ اس کی قیمت واجب کرسکتا ہے، اور بضع یعنی مہر مثل بھی لازم نہیں کرسکتا کیونکہ خلع کے وقت بضع متقوم نہیں ہے، اس لئے دونوں کے درمیان جو مہر متعین ہوا وہی معہود اور متعین ہے اس لئے مال سے وہی لازم ہوگا، تاکہ شوہر کو نقصان نہ ہو۔

ترجمہ : (۱۹۶۶) اور اگر کہا مجھ سے خلع کر واس کے بدلے جو میرے ہاتھ میں درہم ہے عام یا خاص درہموں میں سے، پس اگر ایسا کرلیا اور نہیں تھا اس کے ہاتھ میں کچھ تو عورت پر تین درہم لازم ہیں۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ جمع بولا اور اس کا مطلب کم سے کم تین ہے [اس لئے تین درہم لازم ہوں گے۔

تشریح : عورت نے کہا کہ میرے ہاتھ میں جو دراہم ہیں، یا الدراہم ہیں اس پر خلع کریں، شوہر نے اس پر خلع کیا تو عورت پر تین درہم لازم ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت دراہم، یا الدراہم، جمع کا صیغہ بولی ہے، اور عربی میں جمع کا اطلاق کم سے کم تین درہم پر ہے اس لئے تین درہم لازم ہوں گے۔

لغت : دراہم: یہ نکرہ کا صیغہ ہے، اور الدراہم: یہ معرفہ کا صیغہ ہے، اور دونوں کا ترجمہ ایک ہی ہے۔

ترجمہ : ۲ۓ اور من کلمہ یہاں پر صلہ [بیان] کے لئے ہے بعض کے لئے نہیں ہے، اس لئے کہ کلام بغیر من کے خلل انداز ہو جائے گا۔

تشریح : عورت نے خلع کے لئے عبارت استعمال کیا ہے، خالعنی مافی یدی من دراہم، یا من الدراہم، تو اشکال یہ ہوتا ہے کہ دراہم جمع کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ تین ہے، اور من بعض کے لئے لے لیا جائے تو درہم میں سے کم سے کم ایک نکل جائے گا تو دو درہم لازم ہونا چاہئے، تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ یہاں من تبعیض کے لئے نہیں ہے، بلکہ بیان کے لئے ہے، اس لئے عورت پر تین

(۱۹۶۷) وان اختلعت على عبد لها ابق على انها بريئة من ضمانه لم تبرأ وعليها تسليم عينه ان قدرت وتسليم قيمته ان عجزت ﴾ ۱؎ لانه عقد المعاوضة فيقتضى سلامة العوض واشتراط البرائة عنه شرط فاسد فيبطل الا ان الخلع لا يبطل بالشروط الفاسدة و على هذا النكاح

درہم سے کم لازم نہیں ہوگا۔

لغت : کلمہ من للصلۃ: قاعدہ یہ ہے کہ جہاں من کے بغیر کلام درست نہ ہو وہاں من کالانا ضروری ہوتا ہے اس لئے وہاں من صلہ یعنی بیان کے لئے ہوتا ہے یعنی یہ بیان کرنے کے لئے کہ آگے کیا کہنا چاہتا ہے۔ جیسے **فاجتنبو الرجس من الاوثان** ،آیت میں من بیان کے لئے ہے، اور جہاں من لائے بغیر کلام درست ہو جائے تو وہاں من بعض بتانے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے اخذت من الدراہم ، میں اخذت الدراہم بھی بول سکتا ہے، اس لئے من کی ضرورت نہیں ہے، اس کے باوجود من لایا تو یہ من بعض بتانے کے لئے لایا گیا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جمع کا صیغہ استعمال کرے تو کم سے کم تین عدد لازم ہوگی۔

ترجمہ : (۱۹۶۷) اگر بھاگے ہوئے غلام پر خلع کیا اس شرط پر کہ عورت اس کے ضمان سے بری ہے تو وہ بری نہیں ہوگی، اور اس پر عین غلام کا سپرد کرنا لازم ہے اگر قدرت رکھتا ہو، اور اس کی قیمت اگر عاجز ہو۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خلع میں کسی مال کا اقرار کیا تو عورت پر اس کا سپرد کرنا بھی ضروری ہے، جب تک اس کو سپرد نہ کرے عورت اس کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوگی۔ عورت نے بھاگے ہوئے غلام پر خلع کیا اور شرط لگائی کہ میں اس کے سپرد کرنے سے بری ہوں، تو عورت اس کے ضمان سے بری نہیں ہوگی ، اگر عین غلام کو سپرد کرنے کی قدرت رکھتی ہو تو عین غلام کا سپرد کرنا ضروری ہوگا، اور عین غلام کے سپرد کرنے سے عاجز ہو تو اس کی قیمت دینا واجب ہوگا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع عقد معاوضہ ہے اس لئے عوض کا سالم رہنا ضروری ہے اور برأت کی شرط فاسد ہے اس لئے شرط لگانا بیکار جائے گا، اور اس شرط فاسد سے خلع فاسد نہیں ہوگا وہ درست رہے گا، اور غلام یا اسکی قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ خلع عقد معاوضہ ہے اس لئے عوض کے سالم رہنے کا تقاضہ کرتا ہے، اور اس سے بری ہونے کی شرط شرط فاسد ہے، اس لئے یہ شرط باطل ہو جائے گی، مگر یہ کہ خلع شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا [اس لئے خلع موجود رہے گا] اور اسی پر نکاح کا معاملہ ہے۔

تشریح : خلع عقد معاوضہ ہے اس لئے خلع کے بدلے میں جو غلام ہے اس کا سالم رہنا ضروری ہے، اور اس سے بری ہونے کی جو شرط لگائی ہے وہ شرط فاسد ہے اس لئے وہ شرط خود باطل ہو جائے گی، اور خلع موجود رہے گا، کیونکہ خلع شرط فاسد سے فاسد نہیں ہو

(۱۹۲۸) واذا قالت طلقنی ثلثا بالف فطلقها واحدة فعلیها ثلث الالف ﴾ ل لانها لما طلبت الثلث بالف فقد طلبت کل واحدة بثلث الالف وهذا لان حرف الباء تصحب الا عواض و العوض ینقسم علی المعوض والطلاق بائن لوجوب المال (۱۹۲۹) وان قالت طلقنی ثلثا علی الف فطلقها واحدة فلاشئ علیها عند ابی حنیفةؒ ویملک الرجعة و قالا ھی واحدة بائنة بثلث الالف﴾

تا،اس لئے یاتو غلام دے اور وہ نہیں دے سکتی ہو تو اس کی قیمت ادا کرے۔

ترجمہ: (۱۹۲۸) اگر عورت نے کہا مجھے تین طلاقیں دیں ہزار کے بدلے، پس اس کو طلاق دی ایک تو عورت پر ہزار کی تہائی لازم ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ جب عورت نے تین طلاق کو ہزار کے بدلے میں طلب کیا تو ہر طلاق کو ہزار کی تہائی سے طلب کیا [ایک طلاق دی تو ہزار کی تہائی لازم ہوگی]، اور یہ اس لئے کہ حرف باعوض کے لئے آتا ہے، اور عوض معوض پر تقسیم ہوتا ہے۔ اور مال کے واجب ہونے کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

تشریح: عورت نے کہا ہزار کے بدلے میں مجھے تین طلاق دیں، شوہر نے ایک طلاق دی تو یہ طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور عورت پر ایک ہزار کی تہائی 333.33 درہم لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) یہاں با استعمال ہوا ہے جو بدلیت کے لئے ہے، اور بدلیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہزار تین پر تقسیم ہو جائے گا، اس لئے ایک طلاق پر ہزار کی تہائی لازم ہوگی جو 333.33 تین سو تینتیس درہم ہونگے، اور چونکہ مال کے بدلے میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے اس لئے یہ طلاق بائنہ ہوگی، طلاق رجعی نہیں ہوگی۔ (۲) اس اثر میں ہے۔ عن الثوری فی رجل قالت له امرأته بعنی ثلاث تطلیقات بالف درهم فطلقها واحدة ثم ابی قال له ثلث الالف وهی واحدة بائنة و ان قالت له اعطیک الف درهم علی ان تطلقنی ثلاثا فان طلق ثلاثا کان له الالف درهم و ان طلق واحدة او اثنتین لم یکن له شیء و هو احق بها . (مصنف عبد الرزاق، باب الفداء بالشرط، ج سادس، ص ۳۷۷ نمبر ۱۱۸۵۰) اس اثر میں تین طلاقیں ایک ہزار کے بدلے میں مانگی ہے اور ایک طلاق دی تو تہائی ہزار لازم کی اور طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اور اگر تین طلاقیں ہزار کی شرط پر مانگی، اور ایک دی تو شوہر کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ شرط نہیں پائی گئی، اور طلاق رجعی ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۲۹) اور اگر کہا مجھے تین طلاقیں دیں ہزار کی شرط پر، پس طلاق دی اس کو ایک تو عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔ اور رجعت کا مالک ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک طلاق بائنہ ہوگی، ایک ہزار کی تہائی کے بدلے میں۔

تشریح: اگر عورت نے کہا کہ طلقنی ثلاثا علی الف [مجھے تین طلاق ہزار کی شرط پر دیں] اور شوہر نے ایک طلاق دی تو یہ طلاق

ل لان کلمة علی بمنزلة الباء فی المعاوضات حتی ان قولهم احمل هذا الطعام بدرهم او علی درهم سواء ۲ وله ان کلمة علی للشرط قال الله تعالی یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئاً

رجعی واقع ہوگی ، اور شوہر کو کچھ نہیں ملے گا ، کیونکہ اس جملے میں علی شرط کے لئے ہے ، اور عورت نے اس شرط پر ایک ہزار دینے کا وعدہ کیا تھا کہ تین طلاق دے ، اور یہاں تین طلاق نہیں دی اس لئے شرط نہیں پائی گئی اس لئے شوہر کو کچھ نہیں ملے گا ، یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے ۔

وجہ : (۱) علی شرط کے لئے آتا ہے ، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین طلاق کی شرط پر ایک ہزار دینے کا وعدہ کیا اور شرط پوری نہیں ہوئی ۔ کیونکہ شوہر نے ایک ہی طلاق دی اس لئے شوہر کو کچھ نہیں ملے گا ۔ کیونکہ شرط نہیں پائی گئی ۔ اور یہاں ہزار تین طلاقوں پر تقسیم نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے ۔ عن الثوری ... وان قالت له اعطیک الف درهم علی ان تطلقنی ثلاثا ، فان طلق ثلاثا کان له الف درهم ، وان طلق واحدة او اثنتین لم یکن له شیء وهو احق بها . (مصنف عبد الرزاق ، باب الفداء بالشرط ، ج سادس ، ص ۳۷۷ ، نمبر ۱۱۸۵۰) اس اثر میں ہے کہ علی کی شرط کے ساتھ خلع مانگا تو ایک طلاق دینے پر شوہر کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی ، اور طلاق رجعی واقع ہوگی ۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شرط مشروط پر تقسیم نہیں ہوگی ۔

صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی ، اور عورت پر ایک ہزار کی تہائی لازم ہوگی ۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ کلمہ علی عوض میں با کی طرح ہے ، یہاں تک کہ لوگوں کا قول احمل ھذا الطعام بدرہم ، اور علی درہم ، دونوں برابر ہیں ۔

تشریح : صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جتنے بھی عوض ہیں ان میں علی با کے معنی میں ہے ، یعنی علی بھی بدل کے لئے آتا ہے ، چنانچہ لوگ کہتے ہیں : احمل ھذا الطعام علی درہم ، اس کا ترجمہ ہے کہ اس کھانے کو ایک درہم میں اٹھالو ، اور احمل ھذ الطعام علی درہم ، کا بھی ترجمہ یہی ہے کہ اس کھانے کو ایک درہم میں اٹھالو ، پس جب علی با کے معنی میں ہوا تو عوض معوض پر تقسیم ہو جائے گا ، اور ایک طلاق دینے پر عورت پر ہزار کی تہائی لازم ہوگی ، اور چونکہ مال کے بدلے میں یہ طلاق ہوئی اس لئے طلاق بائنہ ہوگی ۔

ترجمہ : ۲ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ علی شرط کے لئے ہے ، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا یآیھا النبی اذا جآءک المؤمنات یبا یعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئا ۔ (آیت ۱۲ ، سورة الممتحنة ۶۰) اس آیت میں علی شرط کے معنی میں ہے ۔

تشریح : اس آیت میں علی شرط کے لئے ہے ، اسی طرح طلقنی ثلاثا علی الف میں علی شرط کے لئے ہے ، اور قاعدہ یہ ہے کہ شرط

۳؎ ومن قال لامرأته انت طالق على ان تدخلی الدار كان شرطاً وهذالانه للزوم حقيقةً واستعير للشرط لانه يلازم الجزاء واذاكان للشرط فالشروط لايتوزع علىٰ اجزاء الشرط بخلاف الباء لانه للعوض على مامر ۴؎ واذالم يجب المال كان مبتدأفوقع الطلاق ويملك الرجعة

(۱۹۷۰) ولوقال الزوج طلقی نفسکِ ثلثابالف اوعلى الف فطلقت نفسها واحدة لم يقع شیٔ

۱؎ لان الزوج مارضی بالبينونة الاليسلم الالف كلها بخلاف قولهاطلقنی ثلثا بالف لانها لما رضيت

مشروط پر تقسیم نہیں ہوتی اس لئے ہزار کی تہائی لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۳؎ اورجس نے اپنی بیوی سے کہا: انت طالق علی ان تدخلی الدار[تم کوطلاق ہےاس شرط پر کہ گھر میں داخل ہو]،تو اس میں علی شرط کے معنی میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ حرف علی حقیقت میں لزوم کے لئے ہےاورشرط کے لئے مستعار لیا گیا ہے، اس لئے کہ شرط جزا کولازم ہے،اور جب علی شرط کے لئے ہواتو مشروط شرط کے اجزا پر تقسیم نہیں ہوتا،بخلاف با کےاس لئے کہ وہ عوض کے لئے ہے جیسے کہ گزرا۔

تشریح : علی کے تین معنی ہیں[۱]علی اصل میں استعلاء کے لئے آتا ہے،یعنی بلند بتلانے کے لئے جیسے،زید علی السطح: زید چھت پر ہے،[۲]علی کا دوسرا معنی ہے الزام کے لئے ،جیسے،علیہ دین: اس پر دین ہے، یہاں علی کے ذریعہ دین کا الزام زید پر ثابت کرنا ہے۔[۳] یہ دونوں معنی نہ بنتے ہوں تو علی شرط کے معنی کے لئے آئے گا، کیونکہ جس طرح لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم ہوتا ہے اسی طرح شرط اور جزا کے درمیان لزوم ہوتا ہے، کیونکہ شرط کے ساتھ جزا کا ہونا لازمی ہے، یہاں بھی علی میں الزام کا معنی نہیں ہوا تو شرط کے معنی کے لئے استعارہ لے لیا گیا،تاہم علی بدلیت کے معنی کے لئے نہیں ہوگا۔اور شرط جزا کا قاعدہ یہ ہے کہ مشروط شرط کے اجزا پر تقسیم نہیں ہوتا،اس لئے ہزار کی تہائی لازم نہیں ہوگی اس کے برخلاف با بدلیت کے لئے آتا ہےاور وہ عوض پر تقسیم ہوجاتا ہے،اس لئے ہزار کی تہائی لازم ہوگی۔۔یتوزع: تقسیم ہونا۔

ترجمہ: ۴؎ اور جب مال واجب نہیں ہوا تو گویا کہ شروع سے طلاق دی،اس لئے رجعت کا مالک ہوگا۔

تشریح : ایک طلاق دینے کی وجہ سے عورت پر مال واجب نہیں ہوا تو ایسا ہوا کہ شوہر نے اپنی طرف سے طلاق دی اس لئے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ترجمہ : (۱۹۷۰) اگر شوہر نے بیوی سے کہا تم اپنے آپ کو تین طلاقیں دو ایک ہزار کے بدلے، یا ایک ہزار کی شرط پر پس طلاق دی ایک تو عورت پر کچھ واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ شوہر بائنہ کرنے پر راضی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کو پورا ہزار سونپے،بخلاف اس کے عورت کا قول، طلقنی

بالبينونةبالفٍ كانت ببعضها ارضى (١٩٧١) ولوقال انت طالق علىٰ الف فقبلت طلقت وعليها الالف وهو كقوله انت طالق بالف ﴾ ١؎ ولابدمن القبول في الوجهين لان معنى قوله بالف بعوض الف يجب لى عليك ومعنى قوله على الف على شرط الف يكون لى عليك والعوض لايجب بدون قبوله والمعلق بالشرط لاينزل قبل وجوده

ثلاثا بالف[مجھے ہزار کے بدلے میں طلاق دیں، اس لئے کہ ایک ہزار پر بائنہ ہونے کے لئے راضی ہے تو بعض پر بدرجہ اولی راضی ہوگی۔

تشریح: شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ایک ہزار کے بدلے تین طلاق دے دو۔ اس میں دونوں صورتیں ہیں کہ بالف، کہا یا علی الف، کہا، ہزار کے بدلے میں یا ہزار کی شرط پر، اور عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نہ عورت پر کچھ رقم واجب ہوگی۔ کیونکہ ایک طلاق میں بھی عورت بائنہ ہو جائے گی۔ اور شوہر نہیں چاہتا ہے کہ عورت ہزار سے کم میں بائنہ ہو جائے اس لئے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف عورت نے ایک ہزار کے بدلے میں تین طلاق مانگی اور شوہر نے ایک طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ ایک طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی، اور اس پر ایک ہزار کی تہائی ہی لازم ہوگی، پس جب ایک ہزار سے بائنہ ہونے پر راضی تھی تو ایک ہزار کی تہائی سے بدرجہ اولی بائنہ ہونے پر راضی ہوگی۔

وجہ: چاہے ہزار کے بدلے میں کہے یا ہزار کی شرط پر کہے دونوں صورتوں میں یہاں شرط کے معنی میں ہے۔ کیونکہ شوہر ہزار سے کم پر راضی نہیں ہوگا۔ اور ایک تہائی رقم پر عورت کو جدا کرنے پر راضی نہیں ہوگا۔ اس لئے عورت کے خلاف شرط کرنے پر نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ عورت پر کچھ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (١٩٧١) اگر شوہر نے کہا انت طالق علی الف، اور اس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر ایک ہزار لازم ہے، اور یہ ایسے ہی جیسے کہے انت طالق بالف[تم کو طلاق ہے ایک ہزار کے بدلے میں]

ترجمہ: ١؎ اور دونوں صورتوں میں عورت کا قبول کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ بالف کا معنی ہے ہزار کے عوض میں جو میرا تم پر واجب ہے۔، اور علی الف کا ترجمہ ہے علی شرط الف جو میرا تم پر ہے، اور عوض بغیر قبول کے واجب نہیں ہوتا، اور شرط پر معلق ہے وہ وجود سے پہلے نہیں اترتا۔

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شوہر نے جب طلاق دینے کے لئے کہا تو چاہے بالالف، کہے یا علی الالف، کہے دونوں صورتوں میں عورت کا قبول کرنا ضروری ہے۔ تشریح مسئلہ یہ ہے کہ۔ شوہر نے کہا کہ انت طالق علی الف، [تم کو ہزار کی شرط پر طلاق ہے] اور عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور عورت پر ہزار لازم ہوگا، اسی طرح شوہر نے کہا کہ انت طالق

۲ والطلاق بائن لماقلنا (۱۹۷۲) ولوقال لامرأته انت طالق وعليك الف فقبلت اوقال لعبده انت حر وعليك الف فقبل عتق العبد وطلقت المرا ة ولاشيئ عليهماعندابی حنيفة ۱ وكذا اذالم يقبلا (۱۹۷۳) وقالاعلى كل واحدمنهما الالف اذا قبل

بالف]تم کوطلاق ہے ہزار کے بدلے میں اورعورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی ،اورعورت پر ہزار لازم ہوگا ۔لیکن عورتوں کا دونوں صورتوں میں قبول کرنا ضروری ہے۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہزار کی شرط پر کہے یا ہزار کے بدلے میں کہے دونوں صورتوں میں یہ عقد ہے اور عقد میں قبول کرنا ضروری ہے اس لئے عورت کے قبول پر ہی طلاق واقع ہوگی۔

لغت: و المعلق بالشرط لا ينزل قبل وجوده :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کہ شرط کا وجود نہ ہو اس کا حکم نہیں پایا جاتا ،اورعورت کے قبول کئے بغیر اس کا وجود ہی نہیں ہوگا ،اس لئے ،انت طالق علی الف ، کی صورت میں بھی عورت کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ترجمه: ۲ اور طلاق بائنہ ہوگی ،اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کی۔

تشریح: چونکہ مال کے بدلے میں ایک طلاق ہے اس لئے اس سے طلاق بائنہ واقع ہوگی ۔یہی دلیل پہلے بیان کی ہے۔

ترجمه: (۱۹۷۲) اگر اپنی عورت سے کہا کہ تم کو طلاق ،اور تم پر ایک ہزار ہے اور عورت نے قبول کیا، یا اپنے غلام سے کہا تم آزاد ہو اور تم پر ایک ہزار ہے اور غلام نے قبول کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا ،اورعورت کو طلاق واقع ہو جائے گی اور دونوں پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا ،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمه: ۱ اور ایسے ہی جبکہ قبول نہ کیا ہو۔

تشریح : شوہر نے کہا انت طالق وعلیک الف[تم کو طلاق ہے اور تم پر ایک ہزار ہے]تو اس عبارت میں انت طالق ،الگ جملہ ہے اور علیک الف ،مبتداء اور خبر کے ساتھ الگ جملہ ہے اس لئے انت طالق سے پہلے عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق رجعی ہوگی ،اور اس کے بعد علیک الف ، سے عورت پر ایک ہزار کا الزام ہے اس لئے گواہ کے ذریعہ اس کو ثابت کئے بغیر لازم نہیں ہوگا ۔چونکہ یہ ہزار کے بدلے میں طلاق نہیں ہے اس لئے عورت کے قبول کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی چنانچہ قبول کرے تب بھی طلاق واقع ہوگی اور قبول نہ کرے تب بھی طلاق واقع ہوگی ۔اسی طرح آقا نے کہا ،انت حر وعلیک الف،تو غلام پہلے آزاد ہو جائے گا چاہے اس کو قبول کرے یا نہ کرے،اور غلام پر ہزار لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۱۹۷۳) صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں پر ہزار ہے اگر قبول کرے۔

ل واذالم يقبل لايقع الطلاق والعتاق لهما ان هذا الكلام يستعمل للمعاوضة فان قولهم احمل هٰذا المتاع ولک درهم بمنزلة قولهم بدرهم ٢ ولہ انہ جملة تامة فلاترتبط بماقبلہ الابدلالةاذالاصل فيها الاستقلال ولادلالة لان الطلاق والعتاق ينفكان عن المال ٣ بخلاف البيع والاجارة لانهما لايوجدان دونه

ترجمه : ل اور جب قبول نہ کرے تو طلاق اور آزادگی واقع نہیں ہوگی۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام معاوضے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے کہ لوگوں کا قول ,احمل ھذا المتاع ولک درہم، ایسے ہی ہے جیسے ,احمل ھذا المتاع بدرہم [اس سامان کو ایک درہم کے بدلے میں اٹھاؤ]۔

تشریح : صاحبین کے نزدیک عورت کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہوگی، اور غلام کے قبول کرنے پر آزادگی واقع ہوگی، اور دونوں پر ایک ایک ہزار لازم ہوگا، اور قبول نہیں کیا تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ آزادگی واقع ہوگی۔

وجه :اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وعلیک الف، بدلے کے معنی میں ہے، چنانچہ لوگ کہتے ہیں ,احمل ھذاالمتاع و لک درھم ، یہاں لک استعمال ہوا ہے اور اس کا ترجمہ ہے کہ اس سامان کو ایک درہم کے بدلے میں اٹھاؤ، اور جب ,ولک، وعلیک عوض کے معنی میں ہوا تو قبول کرنے پر طلاق واقع ہوگی، یا آزادگی واقع ہوگی۔

ترجمه : ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ,وعلیک الف درہم، جملہ تامہ ہے اس لئے ماقبل کے ساتھ متصل نہیں ہوگا مگر دلالت حال سے، اس لئے کہ جملے کا مستقل ہونا اصل ہے، اور یہاں ربط کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ طلاق اور عتاق مال سے الگ ہوتے ہیں۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ انت طالق وعلیک الف، میں وعلیک الف مکمل جملہ ہے اس لئے بغیر کسی دلیل یا قرینے کے ماقبل کے ساتھ متصل نہیں ہوگا، کیونکہ عبارت میں اصل یہ ہے کہ وہ مستقل ہو، اور طلاق اور عتاق کا حال یہ ہے کہ وہ دونوں بغیر مال کے پائے جاتے ہیں، یعنی بغیر مال کے بھی طلاق واقع کرتے ہیں اور آزاد کرتے ہیں، پس جب انت طالق، اور انت حر کو مابعد کے ساتھ ملانے کی ضرورت نہیں ہے، تو وعلیک الف بالکل الگ جملہ رہ گیا، اس لئے طلاق کے لئے اور آزادگی کے لئے یہاں مال کی شرط نہیں رہی اس لئے بغیر مال کے طلاق واقع ہوجائے گی، اور آزادگی واقع ہوجائے گی۔

ترجمه: ٣ بخلاف بیع اور اجارہ کے اس لئے کہ وہ مال کے بغیر نہیں پائے جاتے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ احمل ھذ المتاع ولک درہم، میں لک درہم بدلیت کے لئے ہے اور ما قبل کے ساتھ متصل ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ بیع اور اجارہ ہے، اور بیع اور اجارہ بغیر مال کے ہوتا ہی نہیں ہے اس لئے یہ

(۱۹۷۴) ولوقال انت طالق على الف على انى بالخيار اوعلى انک بالخيار ثلثة ايام فقبلت فالخيار باطل اذاكان للزوج وهو جائز اذاكان للمرأة فان ردت الخيار فى الثلث بطل وان لم ترد طلقت ولزمها الالف وهٰذاعندابى حنيفة وقالاالخيارباطل فى الوجهين والطلاق واقع وعليهاالف درهم ﴾

قرینہ ہے کہ لک درہم اس کے ساتھ متصل ہو جائے اور الگ جملہ باقی نہ رہے، اور یہ بدلہ بن جائے، اور طلاق اور عتاق بغیر بدلے کے بھی ہوتے ہیں اس لئے وہاں مستقل جملہ باقی رہے گا۔

ترجمہ: (۱۹۷۴) اگر شوہر نے کہا تم کو طلاق ہے ہزار پر اس شرط پر کہ مجھے خیار شرط ہے، یا اس شرط پر کہ تمکو تین دن کا خیار شرط ہے اور عورت نے قبول کیا تو خیار شرط باطل ہے اگر شوہر کے لئے ہو، اور وہ جائز ہے اگر عورت کے لئے ہو، پس اگر عورت نے تین دن میں اختیار رد کر دیا تو طلاق باطل ہو جائے گی، اور اگر رد نہیں کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور عورت پر ہزار لازم ہو جائے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ خیار شرط دونوں صورتوں میں باطل ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر ہزار لازم ہوگا۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں خلع شوہر کی جانب سے یمین ہے اور یمین فسخ قبول نہیں کرتی اس لئے اس کی جانب سے خیار شرط جائز نہیں، اور عورت کی جانب سے بیع کے درجے میں ہے اس لئے اس کے لئے خیار شرط جائز ہے، اور صاحبینؒ کے یہاں بیوی شوہر دونوں جانب سے یمین [یعنی قسم] کے درجے میں ہے اسلئے کسی کے لئے خیار شرط لینا جائز نہیں، عورت کے قبول کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر ہزار لازم ہو جائے گا۔ قاعدہ یہ ہے کہ یمین کو فسخ نہیں کر سکتا، عوض کو فسخ کر سکتا ہے۔ تشریح مسئلہ یہ ہے کہ۔ شوہر نے کہا کہ تم کو طلاق ہے ہزار پر اس شرط کے ساتھ کہ مجھے تین دن تک کا اختیار ہے کہ چاہے تو خلع کروں اور چاہے تو خلع نہ کروں، اور عورت نے قبول کیا تو شوہر کی جانب سے یہ اختیار لینا باطل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کی جانب سے یہ یمین ہے، یعنی اس کے منہ سے خلع کا ایجاب نکل گیا تو اب اس کو واپس نہیں لے سکتا، اور نہ خلع کو فسخ کر سکتا ہے، اور اختیار لیا جاتا ہے خلع کو فسخ کرنے کے لئے، اور جب اس کو فسخ ہی نہیں کر سکتا تو اختیار لینے کا فائدہ کیا ہوگا، اس لئے شوہر خیار شرط نہیں لے سکتا۔

اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ تم کو [عورت] تین دن کا اختیار ہے اور اس نے قبول کیا تو اس کا اختیار لینا جائز ہے، پس اگر عورت نے تین دن کے اندر طلاق کو ختم کر دیا تو خلع ختم ہو جائے گا، اور جائز قرار دیا تو جائز ہو جائے گا، اور اگر تین دن تک کچھ نہیں بولی تو خلع واقع ہو جائے گا اور طلاق ہو جائے گی۔ اور ہزار لازم ہو جائے گا۔

ل لان الخيار للفسخ بعد الانعقاد لاللمنع من الانعقاد والتصرفان لايحتملان الفسخ من الجانبين لانه فی جانبه یمینٌ ومن جانبها شرطها ٢ ولابی حنیفةؒ ان الخلع فی جانبها بمنزلة البیع حتی یصح رجوعُها ولایتوقف علیٰ ماوراء المجلس فیصح اشتراط الخیار فیه

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع کے بدلے میں عورت کو مال دینا پڑتا ہے اس لئے اس کے حق میں بیع کی طرح ہے یمین کی طرح نہیں ہے، اور بیع میں خیار شرط ہوتا ہے اس لئے عورت کو خیار شرط ملے گا۔ اور تین دن تک خلع کو فسخ کرنے کا اختیار رہے گا۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ نہ شوہر کو خیار شرط ملے گا اور نہ عورت کو خیار شرط ملے گا، عورت نے خلع قبول کرلیا تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی، اور عورت پر ہزار لازم ہو جائے گا، چونکہ مرد اور عورت کسی کو خیار شرط نہیں ملا اس لئے خیار شرط کے ماتحت کوئی خلع کو فسخ نہیں کر سکیں گے۔

وجه : انکی دلیل یہ ہے کہ خلع مرد کی جانب سے بھی یمین ہے اور عورت کی جانب سے بھی یمین ہے، مرد کی جانب سے یمین ہے یہ تو امام ابوحنیفہؒ بھی مانتے ہیں اور عورت اس خلع کو قبول کرے گی تب خلع مکمل ہوگا تو خلع کے لئے عورت کا قبول کرنا شرط ہے تو عورت کی جانب بھی خلع کی شرط پائی گئی اس لئے اس کی جانب بھی یمین ہوئی، اور جب عورت کی جانب یمین ہوئی تو وہ بھی خیار کے ماتحت فسخ نہیں کر سکتی۔

ترجمه : ل اس لئے کہ خیار شرط خلع منعقد ہونے کے بعد اس کو فسخ کرنے کے لئے ہوتا ہے، انعقاد سے منع کرنے کے لئے نہیں ہوتا، اور دونوں تصرف دونوں جانب سے فسخ کا احتمال نہیں رکھتے، اس لیے کہ شوہر کی جانب یمین ہے، اور عورت کی جانب یمین کی شرط ہے۔

تشریح: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط خلع منعقد ہونے کے بعد اس کو فسخ کرنے کے لئے آتا ہے، شروع سے خلع منعقد ہی نہ ہونے دے اس کے لئے نہیں آتا ہے، اور یہاں میاں بیوی دونوں کے تصرف فسخ ہونے کا احتمال رکھتے، کیونکہ مرد کی جانب سے خلع کا ایجاب کرنا یمین ہے، اور عورت اس کو قبول کرتی ہے تب خلع منعقد ہوتا ہے اس لئے عورت کی جانب سے یمین کی شرط پائی گئی، اور یمین کے بارے میں پہلے سے قاعدہ ہے کہ ایک بار منعقد ہو جانے کے بعد اس کو توڑ نہیں سکتے، اس لئے مرد اور عورت دونوں میں سے کسی کو خیار نہیں ملے گا۔

ترجمه : ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع عورت کی جانب بیع کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا رجوع کرنا صحیح ہے، اور مجلس کے علاوہ پر موقوف نہیں ہوگا، اس لئے اس میں خیار کی شرط صحیح ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع عورت کی جانب بیع کے درجے میں ہے، اس کی تین دلیل دیتے ہیں [١] ایک دلیل

۳ اما فی جانبه یمین حتی لایصح رجوعه ویتوقف علی ماوراء المجلس ولا خیار فی الایمان

۴ وجانب العبد فی العتاق مثل جانبها فی الطلاق

یہ ہے کہ عورت نے شوہر سے کہا ہو کہ مجھے ہزار درہم کے بدلے خلع دیں، ابھی شوہر نے قبول نہ کیا ہو تو عورت اپنی بات سے رجوع کر سکتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خلع عورت کی جانب سے یمین نہیں ہے بلکہ بیع کے درجے میں ہے [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ مجلس ہی میں شوہر کے ایجاب کا جواب دینا ضروری ہے، مجلس کے بعد نہیں، جیسے بیع میں مجلس کے اندر جواب دینا ضروری ہے، مجلس کے بعد نہیں، اگر قسم ہوتی تو مجلس کے بعد بھی جواب دے سکتی ہے، یہ بھی دلیل ہے کہ خلع عورت کے حق میں بیع کی طرح ہے [۳] عورت طلاق کے بدلے میں ایک ہزار درہم دے رہی ہے یہ بھی بیع ہونے کی دلیل ہے، اس لئے عورت خلع میں خیار شرط لے سکتی ہے۔

ترجمہ : ۳ بہر حال خلع شوہر کی جانب تو یہ یمین ہے، یہاں تک کہ اس کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، اور مجلس کے علاوہ پر موقوف ہے، اور یمین میں اختیار نہیں ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے یہاں شوہر کی جانب خلع یمین ہے، اس کی دو دلیل دے رہے ہیں [۱] خلع کے ایجاب کرنے کے بعد شوہر اس سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع نہیں کر سکتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یمین ہے [۲] دوسری دلیل ہے کہ عورت کو دوسری مجلس میں خلع کی خبر ملی تو وہاں بھی قبول کر سکتی ہے، کیونکہ مجلس کے علاوہ پر بھی موقوف ہے، یہ بھی دلیل ہے کہ خلع شوہر کی جانب یمین ہے، اور یمین اس کو کہتے ہیں کہ منہ سے نکلنے کے بعد اس کو فسخ نہیں کر سکتے اس لئے شوہر کو خلع میں خیار فسخ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ اور آزادگی میں غلام کی جانب ایسے ہی ہے جیسے عورت کی جانب طلاق میں۔

تشریح : آقا نے غلام سے کہا ہو، انت حر علی الف علی انی بالخیار، [تم ہزار کے بدلے آزاد ہو اس شرط پر کہ مجھکو اختیار ہوگا]۔ یا آقا نے کہا ، انت حر علی الف علی انک بالخیار [تم ہزار کے بدلے آزاد ہو اس شرط پر کہ تجھکو اختیار ہوگا] تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آقا کو خیار شرط نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی جانب سے یمین ہے، اور غلام کو اختیار ہوگا، اس لئے کہ اسکی جانب سے بیع ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ آقا کو اختیار ہوگا اور نہ غلام کو اختیار ہوگا، کیونکہ آقا کی جانب یمین ہے اور غلام کی جانب یمین کی شرط ہے اس لئے گویا کہ اس کی جانب بھی یمین ہے اس لئے غلام کو بھی اختیار نہیں ہوگا، بس قبول کرتے ہی آزاد ہو جائے گا اور اس پر ایک ہزار لازم ہو جائے، بعد میں خیار کے ماتحت فسخ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

اصول : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خلع شوہر کی جانب یمین ہے، اور عورت کی جانب بیع کی طرح ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک دو نوں جانب یمین ہے۔

(۱۹۷۵) ومن قال لامرأته طلقتک امس علیٰ الف درهم فلم تقبلی فقالت قبلتُ فالقول قول الزوج ومن قال لغیره بعت منک هذا العبد بالف درهم امس فلم تقبل فقال قبلت فالقول قول المشتری ﴿۱﴾ ووجه الفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبه فلا قرار به لا یکون اقرارا بالشرط لصحته بدونه

ترجمه : (۱۹۷۵) کسی نے اپنی بیوی سے کہا، کہ میں نے تم کوکل گذشتہ ہزار کے بدلے طلاق دی تھی، لیکن تم نے قبول نہیں کیا، پس عورت نے کہا میں نے قبول کیا تھا تو شوہر کی بات مانی جائے گی [قسم کے ساتھ]۔اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا میں نے تم سے ہزار درہم کے بدلے اس غلام کو کل بیچا تھا، لیکن تم نے قبول نہیں کیا، پس دوسرے نے کہا، میں نے قبول کیا تھا، تو بات مشتری کی مانی جائے گی [قسم کے ساتھ]۔

تشریح : کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم کو ایک ہزار کے بدلے کل طلاق دی تھی، لیکن تم نے قبول نہیں کیا تھا، اور عورت کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا تھا، اور عورت کے پاس اس پر گواہ نہیں ہے تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔عورت کی بات بغیر گواہ کے نہیں مانی جائے گی۔ٹھیک اسی طرح دوسرا مسئلہ ہے جس میں مشتری کی بات مانی جاتی ہے، مثلا زید نے عمر سے کہا میں نے تم سے کل گذشتہ ایک ہزار میں غلام بیچا تھا، لیکن تم نے قبول نہیں کیا، اور عمر مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا، اور زید کے پاس گواہ نہیں ہے تو قسم کے ساتھ مشتری عمر کی بات مانی جائے ، یہاں مدعی علیہ مشتری ہے۔

وجه : بیع اور طلاق کے معنی میں فرق کی وجہ سے حکم میں یہ فرق ہوا ہے۔طلاق: بغیر مال کے بھی واقع ہوتی ہے اس لئے شوہر نے جب کہا کہ تم نے قبول نہیں کیا تو اس میں اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ عورت نے قبول کیا ہو، اس لئے کہ طلاق بغیر مال کے بھی ہوتی ہے، اسی کو یمین کہتے ہیں کہ صرف شوہر کی جانب سے پوری ہو جائے، پس جب شوہر نے کہا کہ تم نے قبول نہیں کیا تھا تو اپنے اقرار سے پھرنا نہیں ہوا اس لئے شوہر کی بات مانی جائے گی۔

بیع: بیع بغیر مشتری کے قبول کئے ہوئے پوری نہیں ہوگی، اس لئے زید نے جب کہا کہ میں نے تم سے بیچ دیا تو اس میں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ عمر نے اس کو قبول کر لیا تھا، تب ہی تو بیع مکمل ہوئی، پھر یہ کہنا کہ تم نے قبول نہیں کیا تھا، اپنے اقرار سے پھرنا ہے اس لئے زید کی بات نہیں مانی جائے گی مشتری عمر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

ترجمه : ﴿۱﴾ فرق کی وجہ یہ ہے کہ مال کے بدلے میں طلاق شوہر کی جانب سے یمین ہے، اس لئے طلاق کا اقرار کرنے سے شرط کا اقرار کرنا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ شرط کے بغیر بھی طلاق صحیح ہے۔

تشریح : طلاق اور بیع میں فرق یہ ہے کہ مال کے بدلے میں طلاق یہ شوہر کی جانب یمین ہے یعنی یہ خود کر سکتا ہے اس میں بیوی

۲؎ اما البیع فلا یتم الا بالقبول و الاقرار به اقرار بما لا یتم الا به فانکاره القبول رجوع منه

(۱۹۷۶) قال والمبارأة كالخلع كلاهما يسقطان كل حق لكل واحد من الزوجين على الاخر مما يتعلق بالنكاح عند ابي حنيفة ؒ ۱؎ و قال محمدؒ لا يسقط فيهما الا ما سمياه

قبول نہ بھی کرے تو شوہر خود طلاق دے سکتا ہے، اس لئے جب یہ کہا کہ میں نے طلاق دی تو اس میں اقرار نہیں ہے کہ عورت نے قبول کیا ہو، اس لئے یہ کہنا کہ عورت نے قبول نہیں کیا یہ اپنی بات سے رجوع کرنا نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بہرحال بیع تو نہیں پوری ہوگی مگر قبول کرنے سے، اور بیع کا اقرار کرنا ایسی چیز کا اقرار کرنا ہے جس کے بغیر وہ پوری نہیں ہوتی ہے، اس لئے مشتری کے قبول کا انکار کرنا اپنے اقرار سے رجوع کرنا ہے۔

تشریح: اور بیع بغیر قبول کے مکمل نہیں ہوتی اس لئے بیع کا اقرار کرنے میں یہ بھی اقرار ہے کہ مشتری نے قبول کیا ہے، اور پھر یہ کہنا کہ مشتری نے قبول نہیں کیا اپنی بات سے رجوع کرنا ہے، اس لئے مشتری کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۹۷۶) اور مبارات خلع کی طرح ہے۔ اور خلع اور مبارات ساقط کر دیتے ہیں ہر وہ حق کو جو میاں بیوی کے درمیان ہو دوسرے پر جو نکاح سے تعلق رکھتے ہوں امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔

تشریح: مبارأة: بری سے مشتق ہے میاں بیوی میں سے ہر ایک کے حقوق کو بری کرنا۔ اور خلع کا ترجمہ ہے، اپنا حق اٹھالینا۔ جتنے حقوق نکاح کی وجہ سے میاں بیوی پر عائد ہوئے ہیں خلع کرنے کی وجہ سے اور ایک دوسرے کو بری کرنے کی وجہ سے [جسکو مبارأة کہتے ہیں] سب ساقط ہو جائیں گے۔ مثلا مہر، گزشتہ مہینوں کا نفقہ وغیرہ، البتہ عدت کا نفقہ اور سکنی ساقط نہیں ہوں گے، ہاں اگر عدت کے نفقہ پر خلع کیا تو وہ نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا، پھر بھی سکنی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ شریعت کا لازمی حق ہے۔

وجہ: (۱) مبارات کا مطلب یہ ہے کہ بیوی شوہر کے تمام حقوق سے بری اور شوہر بیوی کے تمام حقوق سے بری۔ اس لئے دونوں تمام حقوق سے بری ہو جائیں گے۔ اور خلع میں شوہر ہی بیوی سے لیتا ہے تو شوہر اس کو کیسے دیگا (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن قتادة قال ليس للمختلعة و المبارئة نفقة۔ (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۴، ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟، ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۹۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب نفقة المختلعة الحامل، ج سادس، ص ۳۸۷، نمبر ۱۱۹۱۲) اس اثر میں ہے کہ خلع اور مبارات میں شوہر سے نفقہ ساقط ہو جائے گا (۳) عن الشعبي سئل عن المختلعة لها نفقة ؟ فقال كيف ينفق عليها وهو يأخذ منها. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۳، ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟، ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۹۱) اس اثر سے بھی وہی معلوم ہوا۔

ترجمہ: ۱؎ امام محمد نے فرمایا کہ دونوں میں ساقط نہیں ہوگا، مگر جن جن باتوں کا نام لے۔

۲ؔ وابو یوسفؒ معه فی الخلع و مع ابی حنیفةؒ فی المبارأة ۳ؔ لمحمدؒان هذه معاوضة و فی المعارضات یعتبر المشروط لاغیره ۴ؔ ولابی یوسفؒان المبارأة مفاعلة من البراءة فتقتضیها من الجانبین وانه مطلق قیدناه بحقوق النکاح لدلالة الغرض

تشریح : امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر حقوق متعین کرے کہ فلاں فلاں حق خلع اور مبارات سے ساقط ہوں گے تو وہ حقوق ساقط ہوں گے باقی نہیں۔

وجه: (۱) اثر میں ہے۔عن ابراهیم قال للمختلعة السکنی والنفقة . (مصنف ابن ابی شیبة۱۱۴، ما قالوا فی المختلعة تکون لھا نفقة ام لا؟ ج رابع، ص ۱۲۷، نمبر ۱۸۴۸۹ر مصنف عبد الرزاق، باب نفقة المختلعة الحامل ج سادس، ص ۳۸۷، نمبر ۱۱۹۱۳)۔ یہاں سکنی اور نفقہ ساقط نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ شرط لگائے تو ساقط ہوں گے ورنہ نہیں۔(۲) انکی دلیل عقلی یہ ہے کہ یہ معاوضہ ہے، اور معاوضہ میں جن چیزوں کی شرط لگائی جائے وہی طے ہوتی ہے باقی نہیں اس لئے شرط لگا کر جو چیزیں ساقط کریں گے وہی ساقط ہوں گی باقی نہیں۔

ترجمه: ۲ؔ حضرت امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے ساتھ ہیں خلع میں، اور امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں مبارات میں۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مبارات کیا ہو تب تو زوجین کے تمام حقوق ایک دوسرے سے ساقط ہو جائیں گے، کیونکہ مبارات مفاعلت کا صیغہ ہے، بری سے مشتق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام حقوق ایک دوسرے سے ساقط ہو جائیں، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔اور اگر خلع کیا تو جن جن چیزوں کا نام لیا وہ ساقط ہوں گی، اور جن چیزوں کا نام نہیں لیا وہ ساقط نہیں ہوں گی، جیسا کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں۔

ترجمه: ۳ؔ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع اور مبارات معاوضہ ہے اور معاوضہ میں مشروط کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ غیر کا۔

تشریح :امام محمدؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ یہ دونوں معاوضہ ہیں اور معاوضہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جو شرطیں طے ہوں گی انہیں کا اعتبار ہوگا اس لئے وہی ساقط ہوں گی، اور جو شرطیں طے نہیں ہوں گی وہ ساقط نہیں ہوں گی۔

ترجمه: ۴ؔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبارأۃ باب مفاعلت سے ہے اور برأۃ سے مشتق ہے، اس لئے اس کا تقاضا ہے دونوں جانب سے ہو، اور برأۃ مطلق ہے اس لئے حقوق النکاح سے مقید کر دیا غرض کی دلالت کی وجہ سے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبارأۃ براۃ سے مشتق ہے، اور باب مفاعلت کا صیغہ ہے اور باب مفاعلت دونوں جانب سے ہوتا ہے اس لئے یہ تقاضا کرتا ہے کہ دونوں جانب سے بری ہو جائے، یہ مبارۃ عام ہے اس لئے نکاح اور غیر نکاح تمام حقوق سے بری ہو جائے، لیکن دونوں کا اختلاف نکاح کے باب میں ہی ہے اس لئے اختلاف کو ختم کرنے کے لئے نکاح کے حقوق کے ساتھ مقید کر دیا۔

۵؎ اماالخلع فمقتضاه الانخلاع وقد حصل فی نقض النکاح و لاضرورۃ الی انقطا ع الاحکام

٦؎ و لابی حنیفۃؒ ان الخلع ینبئ عن الفصل ومنه خلع النعل و خلع العمل و هومطلق کا لمبا رأۃ فیعمل باطلاقهما فی النکا ح و احکا مه وحقو قه (۱۹۷۷) ومن خلع ابنته وهی صغیرۃ بما لهالم یجز علیها﴾ ا؎ لانه لا نظر لها فیه اذا لبضع فی حالة الخرو ج غیر متقوم والبدل متقو م بخلاف النکا ح لان البضع متقو م عند الد خو ل

ترجمه : ۵؎ بہرحال خلع تواس کا تقاضا انخلاع ہے اور نکاح کے توڑنے سے وہ حاصل ہو گیا، اس لئے دوسرے احکام کے منقطع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: یہ دلیل حضرت امام ابو یوسفؒ کی ہے، خلع کا ترجمہ ہے الگ ہونا، اور نکاح کے ٹوٹنے سے یہ معنی حاصل ہو گیا اس لئے مزید حقوق کے توڑنے اور منقطع کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے خلع کے لفظ سے نکاح کے حقوق ساقط نہیں ہوں گے، جب تک کہ اس کی شرط نہ لگائے اور بیان نہ کرے۔

ترجمه: ٦؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع کا معنی جدا کرنے کے ہیں اسی سے ہے خلع النعل [جوتا الگ کیا]، اور خلع العمل [کام سے الگ ہوا] اس لئے خلع بھی مبارأۃ کی طرح مطلق ہے اس لئے نکاح، اور اس کے احکام اور حقوق میں ان دونوں کے مطلق ہونے پر عمل کیا جائے گا۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع کا ترجمہ جدا کرنا اور الگ کرنا ہے، چنانچہ لوگ بولتے ہیں، خلع النعل، جوتا الگ کیا، اور خلع العمل، کام کرنے والا کام سے الگ ہوا۔ اس لئے خلع کا مطلب ہوگا کہ میاں بیوی دونوں نکاح کے حقوق سے الگ ہو گئے، اس لئے یہ مبارأۃ کی طرح ہوا اور دونوں کلمے مطلق ہونے کی وجہ سے نکاح کے احکام میں اور اس کے حقوق میں عمل کریں گے اور تمام حقوق سے دونوں بری ہو جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ خلع کا ترجمہ ہے الگ ہونا اس لئے مبارات کی طرح اس سے بھی تمام حقوق میں دونوں الگ ہو جائیں گے۔

ترجمه : (۱۹۷۷) کسی نے اپنی بیٹی کا خلع کیا اس حال میں کہ وہ چھوٹی ہے اس کے مال کے بدلے میں تو اس پر جائز نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ اس لئے کہ بیٹی کے لئے اس میں مصلحت نہیں ہے، اس لئے کہ نکلنے کی حالت میں بضع متقوم نہیں ہے، اور بدل متقوم ہے، بخلاف نکاح کے اس لئے کہ بضع دخول کے وقت متقوم ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بیٹی کے لئے فائدے کی چیز تو کرسکتا ہے، لیکن نقصان کی چیز نہیں کرسکتا۔

۲ ولهذایعتبر خلع المر یضة من الثلث ۳ و نکا ح المر یض بمهر المثل من جمیع المال ۴ و اذالم یجز لا یسقط المهر ولا یستحق ما لها ۵ ثم یقع الطلا ق فی روایة وفی روایة لایقع و الاو ل اصح لا نه تعلیق بشرط قبو له فیعتبر بالتعلیق بسا ئر الشروط

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا اس کے مال کے بدلے میں خلع کیا تو یہ خلع جائز نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کرتے وقت بضع کی قیمت ہوتی ہے لیکن طلاق دیتے وقت بضع کی قیمت نہیں ہوتی، اس لئے خلع کرتے وقت چھوٹی بچی کے بضع کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے باپ نے خلع کے لئے جو قیمت دی وہ بچی کی مصلحت کے خلاف ہے، اس لئے خلع جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اسی لئے بیار عورت کے خلع کا اعتبار تہائی مال سے کیا جائے گا، اور بیمار مرد کے نکاح کا اعتبار تمام مال کے مہر مثل سے کیا جائے گا۔

تشریح : نکاح کے وقت عورت کے بضع کی قیمت ہے اور خلع کے وقت اس کے بضع کی قیمت نہیں ہے، اس پر دو مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ مرض الموت میں مبتلاء عورت کوئی ایسا کام نہیں کرسکتی جس سے وارثین کو نقصان ہو، البتہ تہائی مال کی وصیت کرسکتی ہے اس سے زیادہ وصیت نہیں کرسکتی کیوں کہ اس سے وارث کو نقصان ہوگا، اب اگر عورت اس مرض کی حالت میں خلع کرنا چاہے تو چونکہ خلع کے وقت بضع متقوم نہیں ہے اس لئے وہ خلع کے لئے بضع کی قیمت نہیں دے سکتی ورنہ وارثین کا نقصان ہوگا، البتہ تہائی مال کی وصیت کرسکتی ہے، اس لئے یہی تہائی مال سے خلع بھی کرسکتی ہے اس سے زیادہ سے خلع نہیں کرسکتی۔

ترجمہ: ۳ اور مرض الموت میں مبتلاء مرد نکاح کرسکتا ہے تمام مال کے مہر مثل سے۔

تشریح : نکاح کے وقت عورت کا بضع متقوم ہے، اس لئے مرض الموت میں مبتلا مرد مہر مثل سے نکاح کرنا چاہے اور اس میں پورا مال صرف ہو جائے تب بھی جائز ہے کیونکہ وہ بضع کے بدلے میں پورا مال دے رہا ہے جو متقوم ہے، اس لئے وارث کا نقصان نہیں کرر ہا اور نہ خلاف مصلحت کام کرر ہا ہے اس لئے یہ جائز ہے۔

ترجمہ: ۴ اور جب باپ کا خلع کرنا جائز نہیں ہے تو بچی کا مہر ساقط نہیں ہوگا، اور نہ شوہر بچی کے مال کا مستحق ہوگا۔

تشریح :باپ نے چھوٹی بچی کا خلع کیا تو چونکہ خلع صحیح نہیں ہے اس لئے بچی کا مہر شوہر سے ختم نہیں ہوگا، اور شوہر بچی کے مال لینے کا حقدار نہیں ہوگا، کیونکہ باپ کا خلع کرانا ہی درست نہیں ہے۔

ترجمہ : ۵ پھر ایک روایت میں ہے کہ طلاق واقع ہوگی، اور دوسری روایت میں ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ طلاق معلق تھی باپ کے قبول کرنے پر اس لئے باقی شرطوں کے ساتھ معلق کرنے پر قیاس کیا جائے گا۔

(۱۹۷۸) وان خالعها علی الف علی انه ضامن فالخلع واقع و الالف علی الاب ﴾ ۱؎ لان اشتراط بدل الخلع علی الاجنبی صحیح فعلی الاب اولی ۲؎ ولا یسقط مهرها لانه لم یدخل تحت ولایة الاب (۱۹۷۹)وان شرط الالف علیها توقف علی قبولها ان کانت من اهل القبول فان قبلت وقع الطلاق لوجود الشرط ولا یجب المال ﴾

تشریح : باپ کا خلع کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن شوہر نے طلاق دے دی ہے اور باپ نے اس کو قبول کر لیا ہے، تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اس بارے میں دو روایتیں ہیں، [۱] ایک روایت یہ ہے کہ عورت پر مال واجب نہیں ہوگا لیکن طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہونا معلق تھا، اور باپ نے قبول کر لیا ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی، اور ایک مرتبہ واقع ہونے کے بعد پھر طلاق منسوخ نہیں ہوتی اس لئے طلاق واقع رہے گی۔ جس طرح اور چیزوں کو باپ کے قبول کرنے پر معلق کرے، اور وہ قبول کر لے تو اس کے قبول کرنے پر وہ چیز لازم ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں باپ کے قبول کرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے طلاق کا قبول کرنا اس شرط پر تھا کہ عورت پر مال لازم ہو، اور شوہر سے مہر دینا ساقط ہو، اور یہاں بچی پر مال لازم نہیں ہوا، اور نہ شوہر سے مہر ساقط ہوا، اس لئے شوہر کا طلاق قبول کرنا ہی صحیح نہیں ہوا اس لئے طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۹۷۸) اگر باپ نے بیٹی کا خلع کیا ہزار کے بدلے میں اس شرط پر کہ باپ ضامن ہے تو خلع واقع ہو جائے گا اور ہزار باپ پر ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ خلع کا بدل اجنبی پر صحیح ہے تو باپ پر بدرجہ اولی صحیح ہوگا۔

تشریح : اوپر خلع اس لئے صحیح نہیں تھا کہ بیٹی کا مال بلا وجہ خرچ کر رہا تھا، لیکن یہاں خلع کا بدل باپ پر لازم ہو رہا ہے اس لئے بیٹی کا نقصان نہیں ہے اس لئے خلع درست ہے، اس لئے کہ خلع کا بدل اجنبی پر ہو سکتا ہے، تو باپ پر بدرجہ اولی لازم ہو سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ باپ کی ولایت میں داخل نہیں ہے۔

تشریح : باپ کی ولایت میں وہی چیز ہے جو چھوٹی بیٹی کے لئے فائدے کی چیز ہو اور خلع کے وقت مہر ساقط کرنا نقصان کی چیز ہے اس لئے یہ باپ کی ولایت میں نہیں ہے اس لئے باپ کے خلع کرنے سے مہر ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۹۷۹) اور اگر شوہر نے ہزار کی شرط عورت پر لگائی تو عورت کے قبول پر موقوف ہوگا، اگر وہ قبول کرنے والیوں میں سے ہو، پس اگر قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، شرط پائی جانے کی وجہ سے، اور بچی پر مال واجب نہیں ہوگا۔

ا لانها ليست من اهل الغرامة ٢ فان قبله الاب عنها (۵)ففيه روايتان (۱۹۸۰) وكذا ان خالعها على مهرها و لم يضمن الاب المهر توقف على قبولها فان قبلت طلقت ولا يسقط المهر ا وان قبل الاب عنهافعلى الروايتين

ترجمه: ا اس لئے کہ بچی تاوان کے اہل میں سے نہیں ہے۔

تشریح: اگر شوہر نے یہ شرط لگائی کہ بچی قبول کرے تب میں خلع کرتا ہوں تو شرط کے مطابق عورت کے قبول پر خلع موقوف ہوگا، پس اگر عورت اس عمر میں ہو کہ خلع کو سمجھتی ہو اور وہ قبول کرلے تو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن خلع کا مال پھر بھی اس پر واجب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تاوان کے درجے میں ہے اور نابالغ بچی پر تاوان واجب نہیں ہوتا اس لئے اس پر خلع کا مال بھی واجب نہیں ہوگا۔اور اگر بچی کی عمر اتنی کم ہو کہ وہ خلع کو سمجھتی ہی نہ ہو یا سمجھتی تو ہو لیکن قبول نہ کرے تو خلع نہیں ہوگا اور طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمه: ٢ اور اگر عورت کی جانب سے باپ نے قبول کرلیا تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔

تشریح: شوہر نے عورت پر خلع قبول کرنے کی شرط لگائی تھی، لیکن باپ نے بھی اس مال کو قبول کرلیا تو اس پر مال واجب ہوگا یا نہیں! اس بارے میں دو روا تیں ہیں [۱] ایک روایت یہ ہے کہ باپ کا قبول کرنا صحیح ہے اور اس پر ہزار لازم ہو جائے گا۔[۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ باپ کا قبول کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے اس پر ہزار لام نہیں ہوگا۔

وجه: باپ کا قبول کرنا صحیح اس لئے ہے کہ اس سے عورت کو طلاق مل جائے گی اور شوہر سے اس کا چھٹکارا ہو جائے گا، اور عورت پر مال بھی لازم نہیں ہوگا، یہ مال تو باپ پر لازم ہوگا، اس لئے چھوٹی بچی کا اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے اس لئے باپ کا قبول کرنا درست ہے۔اور باپ کا قبول کرنا صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر نے عورت کے قبول کرنے کی شرط لگائی ہے، اس لئے باپ اس کو قبول نہیں کرسکتا، اس لئے اس کا قبول کرنا درست نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۹۸۰) ایسے ہی اگر عورت سے خلع کیا اس کے مہر پر، اور باپ مہر کا ضامن نہیں ہوا تو عورت کے قبول پر موقوف ہوگا، پس اگر عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی اور عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح: شوہر نے اپنی بیوی سے مہر پر خلع کیا جو ابھی نابالغ تھی، اور باپ مہر کا ضامن نہیں بنا تو عورت کے قبول کرنے پر خلع موقوف رہے گا، اگر عورت نے قبول کرلیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر قبول نہیں کیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، تاہم قبول کرنے کے باوجود عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا، اس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ مہر ساقط ہونا تاوان میں سے ہے اور نابالغ بچی اہل تاوان میں سے نہیں ہے اس لئے اس کا مہر ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمه: ا اور اگر لڑکی کی جانب سے باپ نے قبول کیا تو اس میں دو روا تیں ہیں۔

(١٩٨١) وان ضمن الاب المهر وهو الف در هم طلقت﴾ ۱؎ لوجود قبوله و هو الشرط
۲؎ ويلزمه خمسمائة استحسانا و فی القياس يلزمه الالف

تشریح: لڑکی کی جانب سے باپ نے قبول کرلیا کہ میں مہر دوں گا تو اس بارے میں اوپر کی طرح دو روایتیں ہیں۔[۱] ایک روایت یہ ہے کہ باپ قبول کرسکتا ہے، کیونکہ اس صورت میں عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور شوہر سے اس کی جان چھوٹ جائے گی، تو چونکہ اس میں عورت کا فائدہ ہی فائدہ ہے اس لئے باپ قبول کرسکتا ہے۔[۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ عورت کے قبول کرنے کی شرط پر خلع ہوا ہے اس لئے باپ قبول نہیں کرسکتا۔ یہ یمین ہے اور یمین میں نیابت نہیں چلتی۔

ترجمه: (١٩٨١) اور اگر باپ مہر کا ضامن بنا اور وہ ایک ہزار ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

ترجمه: ۱؎ قبول کے پائے جانے کی وجہ سے اور وہ شرط تھی۔

تشریح: اس مسئلے کو اس بات پر فرض کیا گیا ہے کہ عورت نابالغ ہے اور غیر مدخول بہا ہے۔ شوہر نے بیوی کو ہزار پر خلع دیا، باپ نے ہزار دینے کا ذمہ لیا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ نے ہزار دینے کو قبول کرلیا ہے، اس لئے شرط پائی گئی، اور اس میں عورت کا کوئی نقصان نہیں ہے، اس لئے طلاق واقع ہوجائے گی۔

ترجمه: ۲؎ استحسانا باپ کو پانچ سو درہم لازم ہوں گے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ باپ کو ایک ہزار لازم ہو۔

تشریح: یہاں تین باتیں فرض کی گئی ہیں اس مسئلہ کا مدار ہے [۱] عورت کو دخول سے پہلے طلاق دی ہے جسکی وجہ سے شوہر پر آدھا مہر لازم ہے یعنی ایک ہزار درہم مہر ہے تو شوہر پر پانچ سو درہم ہی لازم ہونگے [۲] شوہر نے عورت کو ابھی کچھ دیا نہیں ہے اس لئے طلاق دینے کی وجہ سے گویا کہ شوہر کے پاس عورت کا پانچ سو درہم باقی رہ گئے [۳] کل مہر ایک ہزار تھا جسکی ذمہ داری باپ نے لی تھی۔۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ باپ پر ایک ہزار لازم ہوتا، لیکن اس میں سے پانچ سو درہم شوہر کے پاس رہ گیا ہے کیونکہ اس نے آدھا مہر [پانچ سو درہم] ادا نہیں کیا ہے اس لئے اب باپ پر صرف پانچ سو ہی دینا باقی رہ گیا ہے اس لئے استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ باپ پر پانچ سو درہم لازم ہوں۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ دخول سے پہلے طلاق ہونے کی وجہ سے عورت کا مہر پانچ سو ہی رہ گیا ہے، اور خلع عورت کے مہر پر ہوا ہے اس لئے باپ پر پانچ سو ہی لازم ہوگا۔ یہ استحسان کا تقاضا ہے، اور قیاس کا تقاضا ہے کہ ایک ہزار لازم ہو، کیونکہ باپ نے ایک ہزار کا ذمہ لیا ہے اس لئے ایک ہزار لازم ہونا چاہئے۔

۳ واصلـه فی الكبيرة اذااختلعت قبل الدخول علی الف ومهر ها الف ففی القياس عليها خمس ما ئة زائدة و فی الاستحسان لا شئ عليها لانه یر ادبه عا دة حاصل مايلزم لها

ترجمه : ۳ اس کا اصل بڑی عورت کے بارے میں ہے کہ وہ دخول سے پہلے ہزار پر خلع کرے، اور اس کا مہر ہزار ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر ہزار لازم ہو، اور استحسان یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی لازم نہ ہو، کیونکہ ایسے خلع سے عادۃ اس چیز کا حاصل کرنا ہے جو عورت کے لازم ہوا ہے۔

تشریح : اس مسئلے کی بنیاد کبیرہ عورت ہے۔ بالغ عورت کا مہر ایک ہزار ہوا اور دخول سے پہلے ہزار پر خلع کر لے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت پر مزید پانچ سو لازم ہو جائے، کیونکہ عورت کا آدھا مہر [پانچ سو] شوہر کے ذمے باقی ہے اس لئے مزید پانچ سو دینے سے شوہر کا ایک ہزار پورا ہو جائے گا، اس لئے عورت پر مزید صرف پانچ سو ہی لازم ہوگا۔ اور استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہو کیونکہ اس قسم کے خلع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شوہر کو مہر کا کوئی درہم نہ دینا پڑے، اور یہاں شوہر کو کوئی درہم نہیں دینا پڑ رہا ہے اس لئے عورت پر مزید پانچ سو لازم نہیں ہونا چاہئے۔

لغت :یراد بہ عادۃ حاصل ما یلزم لھا: عورت کا جو کچھ شوہر پر لازم ہوا ہے، شوہر کو وہ حاصل ہو جائے اور مل جائے، اس قسم کے خلع کا مطلب یہ ہوتا ہے، اور شوہر کو خلع کرنے کی وجہ سے پورا مہر مل گیا ہے، اس لئے عورت پر مزید کچھ لازم نہیں ہونا چاہئے۔

﴿ باب الظهار ﴾

(۱۹۸۲)واذاقال الرجل لامرأته انت علی کظهر امی فقد حرمت علیه لایحل له و طیها ولا مسها ولا تقبیلها حتی یکفر عن ظهاره ﴾ ۱؎ لقوله تعالی والذین یظاهرون من نسائهم الی ان قال

﴿ کتاب الظہار ﴾

ضروری نوٹ: ظہار کے لغوی معنی ہیں پیٹھ، اور شرعی معنی ہیں اپنی بیوی کو محرم عورت کی پیٹھ سے تشبیہ دینا۔ یعنی جس طرح محرم عورتوں کی پیٹھ سے استفادہ کرنا حرام ہے اسی طرح بیوی کی پیٹھ سے استفادہ کرنا حرام ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ظہار کرنے سے ہمیشہ کے لئے بیوی حرام ہو جاتی تھی۔ لیکن اسلام نے یہ کیا کہ کفارہ ادا کر دے تو بیوی دوبارہ حلال ہو جائے گی۔ ظہار کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ الذین یظاهرون منکم من نسائهم ما هن أمهاتهم ان امهاتهم الا الآئی ولدنهم و انهم لیقولون من القول و زورا و ان الله لعفو غفور o والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا ذلکم توعظون به والله بما تعملون خبیر o فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک لتؤمنوا بالله ورسوله ۔ (آیت ۲/۳/۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں ظہار اور اس کے کفارے کا تذکرہ ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن خویلة بنت مالک بن ثعلبة قالت ظاهر منی زوجی اوس بن الصامت فجئت رسول الله اشکو الیه ورسول الله یجادلنی فیه ویقول اتقی الله فانه ابن عمک فما برحت حتی نزل القرآن قد سمع الله قول التی فتجادلک فی زوجها (آیت ۱، سورۃ المجادلۃ ۵۸) الی الفرض فقال یعتق رقبة قالت لا یجد قال فیصوم شهرین متتابعین قالت یا رسول الله انه شیخ کبیر ما به من صیام قال فلیطعم ستین مسکینا قالت ما عنده من شیء یتصدق به قالت فاتی ساعتئذ بعرق من تمر قلت یا رسول الله فانی اعینه بعرق آخر قال قد احسنت اذهبی فاطعمی بها عنه ستین مسکینا وارجعی الی ابن عمک قال والعرق ستون صاعا۔ (ابوداؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸، نمبر ۲۲۱۴/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی کفارۃ الظہار، ص ۲۲۷، نمبر ۱۲۰۰) اس حدیث سے ظہار اور اس کے کفارے کا ثبوت ہوا۔

ترجمہ: (۱۹۸۲) اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا تم میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ مرد کے لئے حلال نہیں ہے بیوی سے وطی کرنا اور نہ اس کا چھونا اور نہ اس کا بوسہ لینا یہاں تک کہ ظہار کا کفارہ دے۔

ترجمہ: ۱؎ آیت، والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا ذلکم توعظون به والله بما تعملون خبیر o فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم

فتحرير ر قبة من قبل ان يتما سا ۲؎ والظها ر كان طلاقا فی الجاهلية فقر ر الشر ع اصله و نقل حكمه الی تحريم موقت با لكفارة غير مزيل للنكا ح

يستطع فاطعام ستين مسكينا ذلک لتؤمنوا بالله ورسوله ۔(آیت۳،۴سورۃ،المجادلۃ ۵۸) کی وجہ سے۔

تشریح: شوہر نے بیوی سے کہا تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو بیوی اس کہنے سے حرام ہو جائے گی اور ظہار واقع ہو جائے گا۔اب اس کے لئے اس سے وطی کرنا، یا دواعی وطی کرنا مثلا چھونا، بوسہ لینا وغیرہ حرام ہیں جب تک کفارہ نہ دے۔

وجه:(۱) آیت اور حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ظہار کرنے کا طریقہ اس اثر سے ثابت ہے۔ **قلت لعطاء الظهار هو ان يقول هی علی كامی ؟ قال نعم.** (مصنف عبد الرزاق، باب کیف الظهار، ج سادس،ص ۳۲۶،نمبر ۱۱۵۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ظہار کس طرح کہنے سے واقع ہوگا۔

ترجمه : ۲؎ ظہار زمانہ جاہلیت میں طلاق تھا، پس شریعت نے اس کے اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو متعین وقت تک حرمت کی طرف منتقل کر دیا کفارہ کے ساتھ جو نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے۔

تشریح : زمانہ جاہلیت میں لفظ ظہار سے ہمیشہ کیلئے طلاق واقع ہو جاتی تھی اور عورت ، حرام ہو جاتی تھی، اسلام میں اس کے حرمت کا اثر باقی رکھا، کہ ظہار سے عورت حرام ہو جائے گی لیکن ہیشگی باقی نہیں رکھی ، بلکہ کفارہ دینے پر موقوف رکھا، اگر کفار ظہار ادا کر دے تو عورت دوبارہ حلال ہو جائے گی اور نکاح باقی رہے گا۔

وجه: اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس ؓ قال كان الرجل اذا قال لامراته فی الجاهلية انت علی كظهر امی حرمت عليه فی السلام قال وكان اول من ظاهر فی الاسلام اوس و كانت تحته ابنة عم له يقال لها خويلةبنت خويلد فظاهر منها فاسقط فی يده و قال ما اراک الا قد حرمت علی ، قالت له مثل ذالک قال : فانطلقی الی النبی ﷺ فسليه فأتت النبی ﷺ فوجدت عنده ما شاطة تمشط رأسه فأخبرته فقال((يا خويلة ما امرنا فی امرک بشیء)) فانزل علی النبی ﷺ فقال يا خويلة أبشری ، قالت خيرا فقرأ عليها قوله تعالی ﴿قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها و تشتكی الی الله ﴾الآية [المجادلة و ما بعدها** (سنن بیہقی، باب سبب نزول آیۃ الظهار، ج سابع،ص ۶۲۹،نمبر ۱۵۲۴۵) اس حدیث میں ظہار کی پوری تفصیل موجود ہے۔(۲)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **عن مقاتل بن حيان قال كان الظهار و الايلاء طلاقا علی عهد الجاهلية فوقت الله عز وجل فی الايلاء أربعة اشهر و جعل فی الظهار الكفارة** ۔(سنن بیہقی، باب سبب نزول آیۃ الظہار، ج سابع،ص ۶۲۹،نمبر ۱۵۲۴۷)اس اثر میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ظہار کے لفظ سے ہمیشہ کی طلاق واقع ہو جایا کرتی تھی، لیکن اسلام میں اس لفظ سے عورت سے وطی کرنا حرام قرار دیا لیکن کفارہ ادا کرنے سے وہ حرمت ختم ہو جائے گی۔

۳؎ وھذا لانہ جنایة لکونہ منکرا من القول و زورا فیناسب المجازاة علیھا بالحرمة وارتفاعھابالکفارة ۴؎ ثم الوطی اذا حرم حرم بدواعیہ کیلا یقع فیہ کما فی الاحرام بخلاف الحائض والصائم لانہ یکثر وجودھما فلو حرم الدواعی یفضی الی الحرج و لا کذلک الظھار والاحرام(۱۹۸۳)فان وطیھا قبل ان یکفر استغفراللہ تعالی ولا شئ علیہ غیر الکفارة الاولی ولا یعاود حتی یکفر﴾

ترجمه: ۳؎ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ظہار جرم ہے، کیونکہ یہ فحش اور جھوٹ ہے پس مناسب ہے کہ مرد کو اس کے کہنے پر حرام کئے جانے سے سزا دی جائے اور اس حرمت کا دور ہونا کفارے کے ساتھ ہے۔

تشریح: لفظ ظہار سے حرمت موقت کیوں ثابت ہوتی ہے اس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے، کہ بیوی کو حرمت میں ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دینا، اور بیوی کو ماں کی طرح حرام سمجھنا ایک نامناسب بات ہے، اور جھوٹ بھی ہے، کیونکہ بیوی تو حلال ہے وہ ماں کی پیٹھ کی طرح حرام نہیں ہے اس لئے اس کی سزا یہ ہوگی کہ کفارہ ادا کرنے تک بیوی حرام قرار دے دی گئی، اب کفارہ سے یہ حرمت اٹھے گی۔

وجه: اس آیت میں بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں قول زور کہا ہے۔ الذین یظاھرون منکم من نسائھم ما ھن أمھاتھم ان امھاتھم الا الآیء ولدنھم و انھم لیقولون من القول و زورا و ان اللہ لعفو غفور ٥۔(آیت ۲/۳/۴ سورة المجادلة ۵۸)۔

ترجمه: ۴؎ پھر جب وطی جب حرام ہوئی تو اس کی دواعی بھی حرام ہوئی، تاکہ حرمت میں نہ پڑے جیسا کہ احرام کی حالت میں ہے، بخلاف حائضہ عورت کے اور روزے دار کے اس لئے کہ اس کا پایا جانا زیادہ ہوتا ہے پس اگر دواعی حرام کر دی جائے تو حرج تک پہونچائے گا، اور ظہار اور احرام ایسا نہیں ہے۔

تشریح: ظہار میں اور احرام کی حالت میں وطی بھی حرام ہے اور وطی کی طرف پہونچانے والی چیز مثلا بوسہ دینا، شہوت سے چھونا سب حرام ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امور کبھی کبھار پیش آتے ہیں اس لئے دواعی وطی سے روکنے سے کوئی حرج نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر دواعی حرام نہ کریں تو وطی کر کے حرام میں مبتلاء ہوسکتا ہے اس لئے دواعی وطی سے بھی روک دیا گیا۔ اس کے برخلاف حائضہ عورت سے وطی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے لیکن اس سے دواعی وطی کرسکتا ہے، اسی طرح جو عورت روزہ دار ہو اس سے وطی تو نہیں کرسکتا لیکن دواعی وطی کرسکتا ہے، کیونکہ یہ بار بار پیش آتا ہے اس لئے اگر اس میں دواعی وطی حرام کر دی جائے تو حرج میں مبتلا ہو جائے گا اس لئے یہاں دواعی وطی جائز رکھا ہے۔

ترجمه:(۱۹۸۳) پس اگر صحبت کر لی کفارہ دینے سے پہلے تو اللہ سے استغفار کرے اور اس پر کوئی چیز نہیں ہے پہلے کفارہ کے علاوہ، اور جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے دوبارہ وطی نہ کرے۔

لے لقوله عليه السلام للذى وا قع فى ظها ره قبل الكفا رة استغفر الله ولا تعد حتى تكفر ٢ و لو كان شئ اٰخر وا جبا لبينه عليه السلام قال ٣ و هذااللفظ لايكون الاظهارا لانه صريح فيه (۱۹۸۴)ولو نوى به الطلاق لايصح﴾

ترجمه: لے اس کے لئے جس نے کفارہ ادا کرنے سے وطی کی تھی اس کے لئے حضورؐ کا قول، کہ اللہ سے استغفار کرو اور دوبارہ جماع نہ کرو یہاں تک کہ کفارہ دے دو۔

تشریح: ضروری تھا کہ پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے پھر بیوی سے وطی کرے۔ لیکن بدقسمتی سے کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی کر لی تو دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اللہ سے اس گناہ پر استغفار کرے اور پہلا کفارہ ہی ادا کر دے۔ اور جب تک کفارہ ادا نہ کرے دوبارہ وطی نہ کرے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے کہ حضرت سلمہ بن صخر نے ظہار کرنے کے بعد صحبت کر لی تو پہلا کفارہ ہی ادا کرنے کا حکم دیا۔ حدیث یہ ہے۔ عن سلمة بن صخر البياضى عن النبى ﷺ فى المظاهر يواقع قبل ان يكفر قال كفارة واحدة۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر، ص ۲۲۷، نمبر ۱۱۹۸/ابو داؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸، نمبر ۲۲۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یک ہی کفارہ لازم ہوگا۔ (۲) اور دوبارہ وطی نہ کرے یہاں تک کہ کفارہ دے۔ اس کے لئے حدیث یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عباس ان رجلا اتى النبى ﷺ قد ظاهر من امرأته فوقع عليها ... قال فلا تقربها حتى تفعل ما امرک الله به۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی المظاہر یواقع قبل ان یکفر، ص ۲۲۷، نمبر ۱۱۹۹/ابو داؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸، نمبر ۲۲۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ وطی نہ کرے۔

ترجمه: ٢ اور اگر دوسری چیز واجب ہوتی تو حضور علیہ السلام اس کو ضرور بیان کرتے۔

تشریح: یہ، دوسری دلیل عقلی ہے کہ اگر پہلے کفارے کے علاوہ کوئی چیز واجب ہوتی تو حضورؐ ضرور اس کو بیان کرتے، لیکن چونکہ بیان نہیں کیا تو اس سے پتہ چلا کہ پہلا ہی کفارہ کافی ہے۔

ترجمه: ٣ اور اس ظہار کے لفظ سے نہیں ہوگا مگر ظہار اس لئے کہ اس بارے میں صریح ہے۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں لفظ ظہار سے طلاق واقع ہوتی تھی، لیکن اب کوئی یہ لفظ بولے تو اس سے ظہار ہی واقع ہوگا اس لئے کہ ظہار کے معنی میں یہ لفظ صریح ہے۔

ترجمه: (۱۹۸۴) اور اگر اس سے طلاق کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

ل لانه منسوخ فلا يتمكن من الاتيان به (۱۹۸۵)و اذاقال انت علی کبطن امی او کفخذ ها او کفر جهافهو مظا هر ﴾ ل لان الظهار ليس الا تشبيه المحللة بالمحر مة وهذا المعنی يتحقق فی عضولايجو ز النظر اليه (۱۹۸۶) وكذاان شبهها بمن لايحل له النظر اليها علی التابيد من محارمه مثل اخته او عمته او امه من الرضاعه﴾ ل لانهن فی التحريم الموبد کالام

ترجمہ: ل اس لئے کہ وہ منسوخ ہے اس لئے اس کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

تشریح: اب اگر لفظ ظہار سے طلاق مراد لے تو نہیں لے سکتا، کیونکہ طلاق کا معنی لینا منسوخ ہو گیا ہے۔

وجہ: اس اثر میں موجود ہے .عن مقاتل بن حيان قال كان الظهار و الايلاء طلاقا علی عهد الجاهلية فوقت الله عز وجل فی الايلاء أربعة اشهر و جعل فی الظهار الكفارة ۔(سنن بیہقی، باب سبب نزول آیۃ الظہار، ج سابع، ص ۶۲۹، نمبر ۱۵۲۴۷)اس اثر میں ہے کہ اب ظہار سے طلاق لینا منسوخ ہے۔

ترجمہ: (۱۹۸۵) اگر کہا تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ، یا ران یا فرج کی مانند ہے تو وہ ظہار کرنے والا ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ ظہار نہیں ہے مگر حلال عورت کو محرمہ عورت کے ساتھ تشبیہ دینا اور یہ معنی اس عضو میں متحقق ہوتا ہے جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح: ظہار ظہر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پیٹھ، لیکن پیٹھ کے بجائے ماں کے پیٹ یا ران یا فرج یا وہ عضو جس کا دیکھنا بیٹے کے لئے حرام ہے اس سے بیوی کو تشبیہ دیدی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

وجہ: کیونکہ جس طرح ماں کی پیٹھ کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح پیٹ، ران اور فرج کو دیکھنا بھی حرام ہے۔اس لئے ان عضوں سے بیوی کو تشبیہ دے تب بھی ظہار ہو جائے گا (۲)اس لئے کہ اس قسم کے کلام کا مطلب بیوی سے قطع تعلق کو ثابت کرتا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن اعضاء کو دیکھنا حرام ہے ان اعضاء سے تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۸۶) ایسے ہی اگر بیوی کو تشبیہ دی ایسی عورت کے ساتھ جس کی طرف دیکھنا حلال نہ ہو، ہمیشہ کے طور پر محارم میں سے، مثلا اپنی بہن کے ساتھ یا پھوپی کے ساتھ یا رضاعی ماں کے ساتھ۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ لوگ بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں ماں کی طرح ہیں۔

تشریح: ماں کی طرح جو عورتیں ذی رحم ہیں، جن سے ہمیشہ نکاح کرنا حرام ہے ان کے پیٹ یا پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہو جائے گا۔جیسے بہن، پھوپی۔رضاعی ماں وغیرہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ان لوگوں کے ساتھ بھی بیوی کو تشبیہ دی تو ظہار ہو جائے گا۔

(۱۹۸۷)وكذالك اذاقال رأسك على كظهرامى او فرجك او وجهك او رقبتك او نصفك او ثلثك ﴿۱﴾ لا نـه يعبر بها عن جميع البدن ﴿۲﴾ ويثبـت الـحكم فى الشا ئع ثم يتعدى كما بينا ه فى

وجه :اثر میں ہے۔عن عطاء قال من ظاهر بذات محرم ذات رحم او اخت من رضاعة كل ذلك كامه لا تحل له حتى يكفر ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الظاہر بذات محرم، ج سادس،ص ۳۲۶،نمبر ۱۱۵۲۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ذی رحم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دے تو ظہار ہوگا۔

ترجمه : (۱۹۸۷) ایسے ہی اگر بیوی سے کہا تیرا سر میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔یا تیرا فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیرا نصف یا تہائی، میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ بیوی کے وہ اعضاء جن سے پورا انسان مراد لیتے ہیں ان کو ماں کی پیٹھ یا پیٹ سے تشبیہ دے اس سے بھی ظہار ہو جائے گا۔مثلا کہے کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، یا تیرا فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہیں۔

ترجمه: ﴿۱﴾ اس لئے کہ پورے بدن کو ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وجه : محاورے میں ان اعضاء سے پورا جسم مراد لیتے ہیں اس لئے یوں کہے کہ تم میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس سے ظہار ہوگا۔اسی طرح یوں کہے کہ تیری گردن میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اس سے بھی ظہار ہوگا۔کیونکہ اس سے مقصد قطع تعلق ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن اعضاء سے پورے جسم کو تعبیر کرتے ہیں ان سے بھی ظہار ثابت ہوگا۔

اسی طرح آدھا اور تہائی بھی عضو شائع ہیں یعنی ہر ہر عضو کا آدھا یا ہر ہر عضو کی تہائی۔اور پہلے گزر چکا ہے کہ آدھا عضو طلاق دے تو مکمل عضو کو طلاق واقع ہوتی ہے۔اسی طرح آدھے عضو سے ظہار کرے تو مکمل عضو سے ظہار ہوگا۔

وجه : اثر میں ہے۔عن قتادة قال اذا قال اصبعك طالق فهى طالق قد وقع الطلاق عليها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب یطلق بعض تطلیقۃ، ج سادس،ص ۲۹۱،نمبر ۱۱۲۹۶)جب طلاق ایک عضو پر واقع ہونے سے پورے جسم پر واقع ہوگی تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے ظہار ایک عضو سے ہو تو پورے جسم سے ہوگا۔

لغت : رقبۃ :گردن۔نصفک:پورے جسم کا آدھا،ثلثک:پورے جسم کا تہائی۔الشائع:پورے جسم کی چوتھائی، آدھی،اور تہائی کو شائع کہتے ہیں، کیونکہ پورے جسم کے ہر ہر جزو میں آدھا آدھا شائع ہے۔

ترجمه: ﴿۲﴾ اور حکم ثابت ہوتا ہے شائع میں پھر پورے بدن میں متعدی ہوتا ہے، جیسا کہ اس کو طلاق میں بیان کیا۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جسم کی چوتھائی، یا آدھی، یا تہائی عضو سے ظہار کرے گا تو ہر ہر عضو کی چوتھائی اور آدھی،

الطلاق (۱۹۸۸) ولو قال انت علی مثل امی او کا می یرجع الی نیته ﴾ ۱؎ لینکشف حکمه فان قال اردت الکرامه فهو کما قال ۲؎ لان التکریم بالتشبیه فاش فی الکلام ۳؎ وان قال اردت الظهار فهو ظهار لانه تشبیه بجمیعها وفیه تشبیه بالعضو لکنه لیس بصریح فیفتقر الی النیة

اور تہائی سے ظہار ہو جائے گا، پھر یہ پھیل کر پورے پورے عضو سے ظہار ہوگا اس طرح پورے جسم سے ظہار ہو جائے گا، جس طرح طلاق میں ہوتا ہے کہ آدھے پر طلاق واقع ہوتی ہے پھر پھیل کر پورے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۱۹۸۸) اور اگر کہا تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے [مثل امی، یا کامی کہا] تو اس کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا، [تاکہ اس کا حکم منکشف کیا جاسکے] پس اگر کہے میں نے اس سے عزت کا ارادہ کیا تو ویسی ہی ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎

تشریح: انت علی مثل امی، یا انت علی کامی، کا یہاں پانچ معانی بیان کئے جا رہے ہیں۔ [۱] تکریم [۲] ظہار [۳] طلاق [۴] کچھ بھی نیت نہ ہو [۵] تحریم۔

شوہر نے بیوی سے کہا تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے۔ ظہار کا لفظ نہیں بولا تو چونکہ اس کے کئی معانی ہیں اس لئے شوہر کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ اس نے اس جملے سے کیا ارادہ کیا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ جس طرح میری ماں میرے لئے محترم ہے تو بھی میرے لئے محترم ہے، تو اس کی بات مان لی جائے گی اور ظہار واقع نہیں ہوگا اور نہ طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: کیونکہ ماں کی طرح بزرگی اور احترام میں بھی تشبیہ ہو سکتی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اس لئے کہ تشبیہ کے ذریعہ اکرام کرنا کلام میں مروج ہے۔

تشریح: کلام میں عام مروج ہے کہ تشبیہ کے ذریعہ لوگ اکرام اور عزت کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی کہا جا سکتا کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دیکر بیوی کا اکرام کرنا چاہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر کہا میں نے ارادہ کیا ہے ظہار کا تو ظہار ہوگا، اس لئے کہ ماں کے تمام اعضاء کے ساتھ تشبیہ ہے اس لئے اس میں پیٹھ کے عضو کے ساتھ بھی تشبیہ بھی ہوگئی، لیکن صراحت کے ساتھ نہیں ہے اس لئے ظہار کی نیت کی ضرورت پڑے گی۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ یہ وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ بیوی کو پوری ماں کے ساتھ تشبیہ دیا تو اس کے اندر پیٹھ بھی آگئی اور پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوگئی اس لئے ظہار ہو جائے گا، البتہ اس میں پیٹھ کا لفظ صراحت کے ساتھ نہیں ہے اس لئے نیت کی ضرورت پڑے گی۔ (۲) تو میری ماں کی طرح ہے میں پیٹھ کا لفظ محذوف مانا جا سکتا ہے جس سے ظہار ہو جائے گا۔ اس لئے اگر نیت کی تو ظہار ہو جائے گا اور عبارت یوں ہوگی، انت علی مثل ظهر امی۔

(۱۹۸۹)وان قال اردت الطلاق فهو طلاق بائن ﴾ ل لانه تشبيه بالام فى الحرمة فكانه قال انت على حرام ونوى الطلاق (۱۹۹۰) وان لم يكن له نية فليس بشئى ﴾ ل عندابى حنيفةوابى يوسف لاحتمال الحمل على الكرامة ۲ وقال محمد يكون ظهارلان التشبيه بعضومنهالماكان ظهارا فالتشبيه بجميعها اولى ۳ وان عنى به التحريم لاغير فعند ابى يوسف هوايلاء ليكون الثابت به

ترجمہ:(۱۹۸۹)اوراگرکہامیں نے طلاق کاارادہ کیاتوطلاق بائنہ ہوگی۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ حرمت میں ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے،تو گویا کہ یوں کہا[انت علی حرام]تم مجھ پرحرام ہو،اوراس سے طلاق کی نیت کی[تواس سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

تشریح:اگرانت علی مثل امی سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ واقع ہوگی،اس لئے کہ اس نے حرمت میں ماں کے ساتھ تشبیہ دی توگویا کہ عبارت یوں ہوگئی۔ انت علی حرام مثل امی ۔تم مجھ پرمیری ماں کی طرح حرام ہو،اورحرام کے لفظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہےاس لئے اس سے بھی طلاق بائنہ واقع ہوگی،البتہ چونکہ حرام کا لفظ صراحت کے ساتھ نہیں ہے،محذوف ماننا پڑا ہے اسلئے اس میں نیت کی ضرورت پڑے گی۔

ترجمہ:(۱۹۹۰)اوراگرکچھ نیت نہ ہوتو کچھ واقع نہیں ہوگی،

ترجمہ: ل امام ابوحنیفہؒاورامام ابویوسفؒ کےنزدیک،کیونکہ کرامت پرحمل کرنے کااحتمال رکھتا ہے۔

تشریح :انت علی مثل امی کہا،اورکچھ نیت نہیں کی توامام ابوحنیفہؒاورامام ابویوسفؒ کےنزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی اورظہاربھی نہیں ہوگا،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ کو کرامت پرحمل کیا جاسکتا ہے،یعنی تم میری ماں کی طرح محترم اور باعزت ہو۔جیسے کہ اوپر ہوا۔

ترجمہ: ۲ اورامام محمدؒنے فرمایا کہ ظہارہوگا،اس لئے ماں کے ایک عضو[پیٹھ]سے جب ظہارہوتا ہےتو تشبیہ پورے اعضاء کے ساتھ ہوتو بدرجہ اولی ظہارہوگا۔

تشریح:امام محمدؒکی مرائے یہ ہے کہ کچھ نیت نہ کی ہوتب بھی ظہارہی ہو،اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ماں کے ایک عضوپیٹھ سے تشبیہ دی جائےتو ظہارہوتا ہے،اوریہاں تمام اعضاء سےتشبیہ دی گئی توبدرجہ اولی ظہارہونا چاہئے،اس لئے اس سے ظہارہوگا۔

ترجمہ: ۳ اوراگراس سےتحریم مراد لی نہ کہ اس کےعلاوہ،توامام ابو یوسفؒ کےنزدیک وہ ایلاءہوگا تا کہ دوحرمتوں میں سے ادنی حرمت ثابت ہوجائے۔

تشریح: طلاق مرادلیں تو ہمیشہ کے لئے بیوی حرام ہوجائے گی،اورظہارمرادلیں تو کفارہ ادا کرنے تک حرام ہوگی،اورایلاءمراد

ادنی الحرمتین ۴؎ وعند محمدؒ ظهار لان کاف التشبیه تختص به (۱۹۹۱) ولو قال انت علی حرام کامی ونوی ظهارا او طلاقا فهو علی مانوی﴾ ۱؎ لانه یحتمل الوجهین الظهار لمکان التشبیه والطلاق لمکان التحریم والتشبیه تاکید له ۲؎ وان لم تکن له نیة فعلیٰ قول ابی یوسفؒ ایلاء وعلیٰ قول محمدؒ ظهار والوجهان بیناهما(۱۹۹۲)وان قال انت علی حرام کظهر امی ونوی به طلاقا او ایلاء لم یکن الاظهار عند ابی حنیفةؒ وقالا هو علی مانوی﴾

لیس تو چار مہینے کے اندر اندر جماع کر کے واپس کرنے کی گنجائش ہوگی اس لئے حرام سے ایلاء مراد لینا زیادہ بہتر ہے، یہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے۔

ترجمہ : ۴؎ اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا اس لئے کہ کاف تشبیہ ظہار کے ساتھ ہی خاص ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے ہے کہ انت علی مثل امی سے حرام کی نیت کی تو ظہار واقع ہوگا، اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں مثل امی، اور کامی، ظہار کے تشبیہ کا جملہ ہے اس لئے اس سے ظہار واقع ہوگا۔

ترجمہ:(۱۹۹۱) اور اگر کہا انت علی حرام کامی [تم مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہو] اور ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو جیسی نیت کی ویسے ہی ہوگا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ دونوں طریقوں کا احتمال رکھتا ہے، [۱] تشبیہ کی وجہ سے ظہار کا، [۲] اور تحریم کی وجہ سے طلاق کا، اور تشبیہ تاکید کے لئے ہے۔

تشریح: انت علی حرام کامی، کہا تو اس عبارت میں کامی، ماں کے ساتھ تشبیہ کا جملہ ہے اس لئے ظہار ہونا چاہئے، اور حرام کا لفظ ہے اس لئے ایلاء بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں تشبیہ کا جملہ تاکید کے لئے ہوگا۔ اس لئے دونوں میں سے کسی کا بھی نیت کرے تو کر سکتا ہے۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر اس کی نیت نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر ایلاء ہے، اور امام محمدؒ کے قول پر ظہار ہے، اور دونوں کی وجہ میں نے بیان کیا۔

تشریح :انت علی حرام کامی بول کر کچھ بھی نیت نہیں کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلاء ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو حرمتوں میں سے کم درجے کا ہے اسلئے ایلاء ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ظہار کے لئے تشبیہ کا صیغہ ہے اس لئے ظہار ہی ہوگا۔

ترجمہ :(۱۹۹۲) اور اگر کہا، انت علی حرام کظہر امی، اور اس سے طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہی ہوگا،

۱؎ لان التحریم یحتمل کل ذلک علی مابینا غیران عندمحمدؒاذانوی الطلاقلایکون ظهارا ۲؎وعندابی یوسفؒ یکونا ن جمیعا وقدعرف فی موضعہ ۳؎ ولابی حنیفۃؒانہ صریح فی الظھار فلایحتمل غیرہ ثم ھومحکم فیردالتحریم الیہ

اور صاحبینؒ کے یہاں جیسی نیت کی ویسی ہوگی [یعنی طلاق بھی ایلاء بھی اور ظہار بھی، تینوں ہو سکتے ہیں۔

تشریح: اس عبارت میں حرام کا لفظ بھی جس سے ایلاء اور طلاق واقع ہو سکتی ہے، اور کظہر امی بھی ہے جو ظہار کے لئے صریح ہے اس لئے ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں جملوں پر غور کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ظہار کا لفظ صریح ہے اور حرام کے لفظ میں طلاق ایلاء، کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے اس لئے اس سے ظہار ہی ہوگا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ کظہر امی ہے اس لئے ظہار کا ارادہ بھی جائز ہے، اور حرام کا لفظ ہے اس لئے اس سے ایلاء اور طلاق کی نیت کرنا بھی جائز ہے، اس لئے تینوں کی نیت کرنا جائز ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ لفظ تحریم ان تمام کا احتمال رکھتا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر طلاق کی نیت کرے تو ظہار نہیں ہوگا۔

تشریح : لفظ تحریم میں تینوں کا احتمال ہے اس لئے ظہار، طلاق، اور ایلاء تینوں کا احتمال ہے اس لئے تینوں کی نیت کر سکتا ہے البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کی نیت کر لی تو اس سے طلاق بائنہ واقع ہوگی، پس جب بیوی بائنہ ہوگئی اور اجنبیہ ہوگئی تو اب ظہار کرنے کا محل باقی نہیں رہا اس لئے طلاق کی نیت کرنے کے بعد ظہار کی نیت نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظہار اور طلاق دونوں ہونگے، اور اس کی دلیل اپنی جگہ پر آئے گی۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں انت علی حرام کا لفظ ہے اس لئے اس سے طلاق واقع ہوگی، اور کظہر امی کا لفظ بھی ہے اس لئے اس سے اس سے ظہار کی بھی نیت درست ہوگی۔ اس لئے طلاق کے ساتھ ظہار کی نیت کرنا بھی درست ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ لفظ ظہار میں صریح ہے جو اس کے غیر کا احتمال نہیں رکھتا پھر یہ لفظ محکم ہے اس لئے لفظ تحریم کو بھی ظہار کی طرف پھیرا جائے گا، [اس لئے اس سے ظہار ہی ہوگا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس لفظ سے ظہار ہی مراد لیا جائے گا، اس کی دو دلیلیں دے رہے ہیں [۱] حرام کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے، طلاق میں، ایلاء میں، ظہار میں، اس لئے یہ لفظ محتمل ہو گیا، اور کظہر امی، صرف ظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے یہ محکم ہو گیا، اور دونوں کا موازنہ ہو تو محکم کو ترجیح دی جاتی ہے اس لئے محکم کو ترجیح دیتے ہوئے ظہار ہی کی نیت درست ہوگی [۲] اس عبارت میں ظہار کا لفظ صریح ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں ظہار کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے، اور حرام کے لفظ میں طلاق

(۱۹۹۳)قال ولايكون الظهار الامن الزوجة حتى لوظاهرمن امته لم يكن مظاهرا ﴾ ل لقوله تعالىٰ من نسائهم ٢ ولان الحل فى الامة تابع فلاتلحق بالمنكوحة ٣ ولان الظهار منقول عن الطلاق ولاطلاق فى المملوكة (۱۹۹۴)فان تزوج امرأة بغيرامرها ثم ظاهر منها ثم اجازت النكاح فالظهار باطل﴾ ل لانه صادق فى التشبيه وقت التصرف فلم يكن منكرا من القول

اور ایلاء پوشیدہ ہے اس لئے تحریم کے لفظ کو بھی ظہار کے طرف پھیرا جائے گا اور ظہار ہی مراد لیا جائے گا۔

ترجمه:(۱۹۹۳)اور نہیں ہوگا ظہار مگر اپنی بیوی سے، پس اگر ظہار کیا اپنی باندی سے تو ظہار کرنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمه: ل والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون (آیت ۳ سورۃ المجادلۃ ۵۸) کی وجہ سے۔

تشریح: ظہار صرف بیوی سے ہوتا ہے، باندی سے نہیں ہوتا ہے، اس کی تین دلیل بیان فرما رہے ہیں۔

وجه :(۱) آیت میں ہے کہ بیوی سے ظہار کرے اس لئے باندی سے ظہار نہیں ہوگا۔والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون (آیت ۳ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس میں ہے کہ بیوی سے ظہار کرے اور باندی بیوی نہیں ہوتی اس لئے اس سے ظہار نہیں ہوگا (۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال من شاء باهلته انه ليس للامة ظهار ۔(سنن للبیہقی، باب لاظہار فی الامۃ، ج سابع، ص ۶۳۰، نمبر ۱۵۲۵۰) اس اثر سے بھی پتہ چلا کہ باندی سے ظہار نہیں ہے۔(۳) زمانہ جاہلیت میں ظہار سے طلاق ہوتی تھی اس سے منتقل ہو کر ظہار ہوا ہے اس لئے جسکو طلاق دے سکتا ہے اسی سے ظہار ہوگا، اور باندی کو طلاق نہیں دے سکتا ہے اس لئے اس سے ظہار بھی نہیں ہوگا۔(۴) باندی کی حلت ملکیت کے تابع ہے نکاح کے تابع نہیں ہے اور ظہار منکوحہ سے ہوتا ہے اس لئے باندی سے ظہار نہیں ہوگا۔

ترجمه: ٢ اور اس لئے کہ باندی میں حلال ہونا تابع ہے اس لئے منکوحہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ دوسری دلیل ہے جو اوپر گزر چکی ہے، کہ باندی میں وطی حلال ہونا ملکیت کے تابع ہے اس لئے منکوحہ کے ساتھ لاحق کر کے اس پر ظہار نافذ نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: ٣ اور اس لئے کہ ظہار طلاق سے منقول ہے، اور مملوکہ میں طلاق نہیں ہے [اس لئے اس میں ظہار بھی نہیں ہوگا]۔

تشریح: ظہار طلاق سے منتقل ہوا ہے اور مملوکہ عورت میں طلاق نہیں ہے اس لئے اس میں ظہار بھی نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۹۹۴) اگر کسی عورت سے اس کے حکم کے بغیر شادی کی پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کی اجازت دی تو ظہار باطل ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ ظہار کرتے وقت ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں سچا ہے اس لئے منکرا من القول و زورا نہیں ہوا۔

۲ والظهار ليس بحق من حقوقه حتى يتوقف بخلاف اعتاق المشترى من الغاصب لانه من حقوق الملك (۱۹۹۵) ومن قال لنسائه انتن على كظهر امى كان مظاهرا منهن جميعاً ۱ لانه اضاف الظهار اليهن فصار كما اذااضاف الطلاق

تشریح :ظہار ہوتا ہے نکاح کے بعد،اور یہاں جس وقت ظہار کر رہا تھا اس وقت نکاح ہی نہیں تھا،نکاح تو عورت کی اجازت کے بعد ہوا ہے اس لئے ظہار باطل ہو جائے گا۔

لغت :فلم یکن منکرا من القول:اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو ماں کہنا یہ جھوٹ بات ہے اور منکر اور زور یعنی جھوٹ بات ہے،اس لئے وہ حقیقی ماں تو نہیں بن سکے گی البتہ ماں کی طرح اس سے کفارہ دینے تک وطی کرنا حرام ہوگا۔ یہاں ظہار کرتے وقت نکاح ہی نہیں ہے اس لئے ظہار بھی نہیں ہوگا۔اس آیت میں بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے کو منکر من القول و زورا کہا ہے۔آیت یہ ہے۔ الذین یظاھرون منکم من نسائھم ما ھن أمھاتھم ان امھاتھم الا الآیء ولدنھم و انھم لیقولون من القول و زورا و ان اللہ لعفو غفور o۔(آیت ۲/۳/۴ سورۃ،المجادلۃ ۵۸)

ترجمہ : ۲ اور ظہار نکاح کے حقوق میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ نکاح پر ظہار موقوف ہو،بخلاف غاصب سے خریدنے والے آزاد کرنے کے اس لئے آزاد ہونا ملک کے حقوق میں سے ہے۔

تشریح :یہ ایک اشکال کا جواب ہے،اشکال یہ ہے کہ ظہار کرتے وقت نکاح نہیں ہے لیکن جب عورت نے نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح کے بعد ظہار منعقد ہو جانا چاہئے ،اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ نکاح کے حقوق اور لوازم میں سے ظہار نہیں ہے،نکاح تو ہمیشہ رہنے کے لئے ہے نہ کہ ظہار کرنے کے لئے ،اس لئے نکاح کی اجازت کے بعد ظہار منعقد نہیں ہوگا، بلکہ ظہار باطل ہو جائے گا۔اسی کے قریب ایک مسئلہ اور ہے۔مثلا عمر نے زید کا غلام غصب کیا اور خالد کے ہاتھ میں بیچ دیا،خالد نے غلام کو آزاد کر دیا تو خالد کا آزاد کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ غلام حقیقت میں زید کا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر عمر نے بیچ دیا ہے اس لئے ابھی درست نہیں ہے،اور اس وقت خالد کا آزاد کرنا بھی درست نہیں ہے، لیکن بعد میں زید نے اس بیع کی اجازت دے دی تو بیع ہو جائے گی ،اور اس کے بعد غلام بھی آزاد ہو جائے گا ،اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں غلام آزاد کرنے کی ترغیب ہے اور آزاد ہونا ملکیت کے حقوق میں سے ہے،اس لئے جیسے ہی بیع درست ہونے کے ذریعہ خالد کی ملکیت ہوگی غلام آزاد ہو جائے گا،اور ظہار ہونا نکاح کے حقوق میں سے نہیں ہے اس لئے نکاح کے بعد ظہار واقع نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۹۹۵) کسی نے اپنی بیویوں سے کہا تم لوگ میرے اوپر میری ماں کی طرح ہو تو یہ ظہار کرنے والا ہوگا سب سے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ظہار کی نسبت سب کی طرف کی،تو ایسا ہوا کہ طلاق کی نسبت سب کی طرف کی۔

۲ وعليه لكل واحدة كفارة لان الحرمة تثبت في حق كل واحدةٍ والكفارة لانهاء الحرمة فيتعدد بتعددها ۳ بخلاف الايلاء منهن لان الكفارة فيه لصيانة حرمة الاسم ولم يتعدد ذكر الاسم

تشریح : شوہر کے پاس مثلا چار بیویاں تھیں، ایک ہی جملے میں چاروں سے کہا تم لوگ میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو سب سے الگ الگ ظہار ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک کے لئے الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔ اور شوہر کو چار کفارے ادا کرنے ہوں گے۔

وجہ: (۱) اگر چہ جملہ ایک ہے لیکن بیویاں چار ہیں اس لئے ظہار چار ہوئے کیونکہ چاروں کی طرف ظہار کی نسبت کی تو جس طرح چاروں کی طرف طلاق کی نسبت کرتا تو چاروں کو طلاق واقع ہوتی اسی طرح چاروں کی طرف ظہار کی نسبت کی ہے تو چاروں سے ظہار واقع ہوگا۔

ترجمہ : ۲ اور شوہر پر ہر ایک کے لئے الگ الگ کفارہ ہے، اس لئے کہ حرمت ہر ایک کے حق میں ثابت ہے، اور کفارہ حرمت کو ختم کرنے والا ہے اس لئے حرمت کے تعدد کی وجہ سے کفارہ بھی متعدد ہو جائے گا۔

تشریح: شوہر نے ایک جملے میں چار عورتوں سے ظہار کیا ہے، تو چونکہ ظہار الگ الگ ہے اس لئے کفارہ بھی چار لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) کفارہ حرمت کو ختم کرنے کے لئے ہے اور حرمت متعدد ہے اس لئے کفارہ بھی متعدد لازم ہوگا۔ (۲) اثر میں ہے۔ عن الزهري قال اذا ظاهر من اربع نسوة فاربع كفارات ۔ وكذلك قال الحسن وطاؤس (مصنف عبد الرزاق، باب المظاہر من نساءہ فی قول واحد، ج سادس، ص ۳۳۸، نمبر ۱۱۶۱۳/۱۱۶۱۴/ سنن للبیہقی، باب الرجل یظاہر من اربع نسوۃ لہ بکلمۃ واحدۃ، ج سابع، ص ۶۳۱، نمبر ۱۵۲۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار ظہار ہوں گے اور چار کفارہ دینے ہوں گے۔

فائدہ: امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

وجہ: اثر میں ہے۔ عن ابن عباس وعن عمر في رجل ظاهر من اربع نسوة بكلمة قال كفارة واحدة ۔ (سنن للبیہقی، باب الرجل یظاہر من اربع نسوۃ لہ بکلمۃ واحدۃ ج سابع، ص ۶۳۰، نمبر ۱۵۲۵۳/ مصنف عبد الرزاق، باب المظاہر من نساءہ فی قول واحد، ج سادس، ص ۳۳۸، نمبر ۱۱۶۱۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف چاروں سے ایلاء کے اس لئے کہ اس کفارہ اللہ کے نام کی حرمت کو بچانے کے لئے اور اللہ کا نام متعدد نہیں ہے [اس لئے کفارہ بھی متعدد نہیں ہوگا]

تشریح: اگر ایک جملے میں چاروں عورتوں سے ایلاء کر لیا تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ کے نام کی حرمت اور عزت باقی رکھنے کے لئے کفارہ دیا جاتا ہے اللہ کا نام ایک ہی ہے اس لئے ایک ہی کفارہ لازم ہوگا۔

﴿فصل فی الکفارة﴾

(۱۹۹۶)قال وكفارة الظهار عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم يستطع فاطعام ستين مسكيناً ﴾ ل للنص الوارد فيه فانه يفيدالكفارة على هذاالترتيب(۱۹۹۷) قال وكل ذلك قبل المسيس﴾ ل وهذا فى الاعتاق والصوم ظاهر للتنصيص عليه وكذا فى الاطعام لان الكفارة فيه منهية

﴿فصل فی الکفارة﴾

ترجمہ :(۱۹۹۶)اور کفارہ ظہار غلام کو آزاد کرنا ہے، پس اگر نہ پائے تو دو ماہ پے در پے روزے رکھنا ہے، پس جو طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

ترجمہ: ل اس آیت کی وجہ سے جو اس کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اور گویا کہ کفارہ اسی ترتیب پر ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح : کفارہ ادا کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے غلام آزاد کرنے کی کوشش کرے، اس پر قدرت نہ ہو تو پے در پے دو ماہ روزے رکھے، اور اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اور یہ سب وطی کرنے سے پہلے کرے پھر وطی کرے۔

وجہ : (۱) آیت اور حدیث میں اسی طرح کفارہ لازم کیا ہے۔ والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لماقالوا فتحریر رقبة من قبل یتماسا ذلکم توعظون به والله بما تعملون خبیر ٥ فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ۔(آیت ۳/۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں کفارہ کی تفصیل اوپر کی ترتیب کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی ذکر ہے کہ وطی سے پہلے کفارہ دے۔ (۲) اور حدیث میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ کفارے کا ذکر ہے۔ عن سلمة بن صخر قال ابن العلاء البیاضی ....قال حرر رقبة .... قال فصم شهرین متتابعین ، قال هل اصبت الذی اصبت الا من الصیام ؟قال فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا وسقا من تمر ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الظہار ص ۳۲۱، نمبر ۲۲۱۳) اس حدیث میں اسی ترتیب سے کفارے کا ذکر ہے۔

ترجمہ: (۱۹۹۷)اور یہ سب کفارے وطی سے پہلے ہونا چاہئے۔

ترجمہ : ل یہ آزاد کرنے اور روزے رکھنے میں تو ظاہر ہے اس پر آیت ہونے کی وجہ سے، اور ایسے ہی کھانا کھلانے میں اس لئے کفارہ اس میں حرمت کو ختم کرنے والا ہے اس لئے اس کو وطی پر مقدم ہونا چاہئے، تاکہ وطی حلال ہو جائے۔

تشریح : آزاد کرنا، روزہ رکھنا، اور کھانا کھلانا یہ تینوں قسم کے کفارے وطی سے پہلے ادا کرے تب وطی حلال ہوگی، کیونکہ آیت میں آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کے بارے میں تو تصریح ہے کہ چھونے سے پہلے یعنی جماع کرنے سے پہلے یہ دونوں کفارے ادا کرے اس لئے ان دونوں کفاروں میں تو آیت کی تصریح ہوگئی، اور کھانا کھلانے کے بارے میں قبل ان یتماسا نہیں ہے لیکن اس

للحرمة فلابد من تقديمها على الوطى ليكون الوطى حلالا(۱۹۹۸) قال وتجزى فى العتق الرقبة الكافرة والمسلمة والذكر والانثىٰ والصغير والكبير ﴾ ۱؎ لان اسم الرقبة يطلق علىٰ هولاء اذهى عبارة عن الذات المرقوق المملوك من كل وجه ۲؎ والشافعیؒ يخالفنافى الكافرة ويقول الكفارة حق الله تعالىٰ فلايجوز صرفه الىٰ عدوالله كالزكوة

میں بھی ہونا چاہئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہار کرنے سے جو حرمت پیدا ہوئی ہے کفارہ دینا اس حرمت کو ختم کرے گا تب وطی حلال ہو گی، اس لئے کھانا کھلانا بھی وطی سے پہلے ہونا چاہئے۔

وجه :اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الزهرى و قتادة قالا العتق فى الظهار و الطعام و الصيام من قبل ان يتماسا۔(مصنف عبدالرزاق، باب التکفیر قبل ان یتماسا، ج سادس، ص ۳۲۸، نمبر ۱۱۵۴۴) اس اثر میں ہے کہ آزاد کرنا اور روزہ رکھنا، اور کھانا کھلانا سب وطی سے پہلے ہونا چاہئے۔

لغت: المسیس : چھونا، مراد ہے صحبت کرنا۔ منہیۃ : آخری تک پہونچانے والی چیز، ختم کرنے والی چیز۔

ترجمه:(۱۹۹۸) اور کافی ہے اس میں کافر غلام کا آزاد کرنا اور مسلمان کا اور مذکر کا اور مؤنث کا اور چھوٹے کا اور بڑے کا۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ آیت میں رقبہ کا نام سب کو عام ہے اور ان سب پر بولا جاتا ہے اس لئے کہ رقبہ کا ترجمہ ہے جو مرقوق ہو ہر اعتبار سے مملوک ہو [اس لئے ان سب کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا]

تشـریح : کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنا ہے۔لیکن حنفیہ کے نزدیک ہر قسم کا غلام باندی آزاد کرنا جائز ہے۔کفارۂ قتل کی طرح مؤمن ہونا ضروری نہیں ہے۔چاہے وہ مسلمان ہو چاہے کافر ہو، چاہے مذکر ہو چاہے مونث ہو چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو، کیونکہ ان تمام کو غلام کہتے ہیں اور آیت میں مطلق غلام آزاد کرنے کے لئے کہا ہے اس لئے ان سب سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

وجه : اوپر کی آیت میں تحرير رقبة ہے۔جو کافر اور مؤمن کو عام ہے۔اس لئے دونوں غلام کافی ہوں گے۔البتہ مومن آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے۔

تـرجـمه : ۲؎ امام شافعیؒ ہماری مخالفت کرتے ہیں کافر کے بارے میں، اور وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ اللہ تعالی کا حق ہے اس لئے زکوۃ کی طرح اللہ کے دشمن کی طرف پھیرنا جائز نہیں۔

تشريح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کفارہ ظہار میں مومن غلام ہی آزاد کرنا ہوگا کافر غلام کافی نہیں ہے۔ موسوعۃ میں ہے۔على ان لا يجزى رقبة فى الكفارة الا مومنة كما شرط الله عزوجل العدل فى الشهادة فى موضعين.(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب عتق المومنۃ فی الظہار، ج احدی عشرۃ، ص ۴۸۶، نمبر ۲۰۴۱۷) اس عبارت میں ہے کہ مومن کے علاوہ کوئی اور غلام آزاد

۳ ونحن نقول المنصوص عليه اعتاق الرقبةوقد تحقق ۴وقصده من الاعتاق التمكن من الطاعة ثم مقارنةالمعصيةيحال به الىٰ سوء اختيار ه(۱۹۹۹) ولاتجزى العمياء ولاالمقطوعة اليدين اوالرجلين﴾

کرنا کافی نہیں ہے۔

وجه :(۱)انکی ایک دلیل یہ ہے جو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ کفارہ ادا کرنا اللہ تعالی کا حق ہے اس لئے اس اللہ کے دوستوں کو آزاد کرو، اس کے دشمن میں صرف کرنا اچھا نہیں، جیسے زکوۃ ادا کرنا اللہ کا حق ہے اس لئے اس کو کافروں کو دینا جائز نہیں۔(۲) وہ فرماتے ہیں کہ کفارۂ قتل میں مومن غلام شرط ہے آیت یہ ہے ۔فتحر یر رقبۃ مومنۃ ۔(آیت ۹۲،سورۃ النساء۵) جس سے معلوم ہوا کہ کفارے میں مومن ہی کافی ہوں گے۔اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے کفارۂ ظہار میں بھی مومن ہونا ضروری ہے(۳)عن عمر بن الحكم انه قال أتيت رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله ان جارية لى كانت ترعى غنما لى فجئتها و قد فقدت شاة من الغنم فسألتها عنها فقالت أكلها الذئب فأسفت عليها و كنت من بنى آدم فلطمت وجهها و على رقبة أفأعتقها فقال لها رسول الله ﷺ أين الله فقالت فى السماء فقال من أنا قالت انت رسول الله فقال فأعتقها ۔ (سنن للبیہقی ،باب عتق المومنۃ فی الظہار، ج سابع ص۶۳۶،نمبر ۱۵۲۶۶) اس حدیث میں مؤمنہ باندی کو آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اس لئے مؤمنہ ہی بہتر ہے(۴) کفارہ میں غلام اس لئے آزاد کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔اور کافر عبادت کے اہل نہیں اس لئے اس کو آزاد کرنا درست نہیں۔

ترجمه: ۳ ہم کہتے ہیں آیت میں مطلق رقبہ کا آزاد کرنا ہے اور وہ ہو گیا۔

تشریح : ہم یہ کہتے ہیں کہ ظہار کی آیت میں مطلق غلام آزاد کرنے کا حکم ہے اور کافر غلام کو آزاد کرنے سے بھی یہ حکم ادا ہو جاتا ہے اس لئے کافر کو بھی آزاد کرنا کافی ہوگا۔

ترجمه : ۴ اور آزاد کرنے کا مقصد طاعت پر قدرت ہے، پھر معصیت سے ملا رہنا اس کافر غلام کے بدراہ اختیار کرنے پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ آزاد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غلام آزاد ہو کر اللہ کی عبادت پر پورے طور پر قدرت رکھے، اب آزاد ہونے کے باوجود کافر رہے تو یہ اس کی بے راہ روی پر محمول کیا جائے گا، جس سے کفارہ ادا ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ترجمه:(۱۹۹۹) اور نہیں کافی ہوگا اندھا اور نہ دونوں ہاتھ پاؤں کٹا ہوا۔

تشریح : کفارے میں نابینا غلام باندی یا دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں ایسا غلام آزاد کرنا کافی نہیں

۱؎ لان الفائت جنس المنفعة وھی البصر او البطش او المشی وھو المانع ۲؎ اما اذا اختلت المنفعة فھو غیر مانع حتی یجوز العوراء ومقطوعة احدی الیدین واحدی الرجلین من خلاف لانہ مافات جنس المنفعة بل اختلت بخلاف ماذا کانتا مقطوعتین من جانب واحد حیث لایجوز لفوات جنس منفعة المشی اذھو علیہ متعذر

ہوگا۔ ہاں ایک آنکھ موجود ہو یا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو، یا ایک پاؤں کٹا ہوا ہو تو آزاد کرنا جائز ہے۔

وجہ : (۱) ان اعضاء کے معذور ہونے سے غلام کی منفعت ختم ہوئی اور مکمل غلام باقی نہیں رہا۔ اور آیت میں تحریر رقبۃ سے مکمل غلام مراد ہے۔ اس لئے انتہائی معذور غلام کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے (۲) جس طرح قربانی میں انتہائی معذور جانور ذبح کرنا کافی نہیں اسی طرح کفارے میں انتہائی معذور غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔ البتہ تھوڑا بہت عیب ہو تو چل جائے گا۔ جس طرح قربانی کے جانور میں تھوڑا بہت عیب ہوتا ہے تو چل جاتا ہے۔ حدیث یہ ہے۔ سألت البراء بن عازب مالایجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول اللہ ... فقال اربع لاتجوز فی الاضاحی العوراء بین عورھا والمریضة بین مرضھا والعرجاء بین ظلعھا والکسیر التی لا تنقی ۔(ابوداؤد شریف، باب ما یکرہ من الضحایا، ص ۳۱، نمبر ۲۸۰۲ / ترمذی شریف، باب مالا یجوز من الاضاحی، ص ۲۷۵، نمبر ۱۴۹۷) اس حدیث میں ہے کہ عیب دار جانور عبادت میں کافی نہیں۔ اسی پر غلام کو قیاس کیا جائے گا۔

اصول: ناقص غلام کفارے میں کافی نہیں۔

لغت: العمیاء : عمی کی جمع ہے، اندھا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ منفعت کی جنس فوت کرنے والا ہے اور وہ نگاہ ہے، اور پکڑنا ہے، اور چلنا ہے اور وہی کفارہ سے مانع ہے۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ غلامیت کا منفعت مکمل ختم ہو جائے تو اس غلام کو آزاد کرنے سے رقبہ کا مفہوم پورے طور پر ادا نہیں ہوا، اس لئے نابینا ہونے کی وجہ سے دیکھنے کی منفعت مکمل ختم ہو تا دونوں ہاتھ کٹے ہونے کی وجہ سے پکڑنے کی منفعت مکمل طور پر ختم ہو جائے، یا دونوں پاؤں کٹے ہونے کی وجہ سے چلنے کی منفعت مکمل طور پر ختم ہو جائے تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا، کیونکہ منفعت کا ختم ہونا ادا کے لئے مانع ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بہر حال اگر منفعت میں خلل انداز ہو جائے تو وہ کفارہ میں مانع نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کانا جائز ہے، اور دونوں ہاتھوں میں سے ایک کٹا ہوا جائز ہے، اور دونوں پاؤں میں سے ایک خلاف سے کٹا ہوا جائز ہے اس لئے کہ منفعت کی جنس فوت نہیں ہوئی بلکہ خلل انداز ہو گئی، بخلاف جبکہ ایک ہی جانب سے دونوں کٹے ہوئے ہوں اس طرح کہ جائز نہیں ہے چلنے کی منفعت کی جنس

۳؎ و يجوز الاصم والقياس ان لا يجوز وهو رواية النوادر لان الفائت جنس المنفعة الا انا استحسنا الجواز لان اصل المنفعة باق فانه اذا صيح عليه ليسمع حتى لو كان بحال لايسمع اصلابان ولد اصم وهو الاخرس لا يجزيه (۲۰۰۰) ولايجوز مقطوع ابهامی اليدين ﴾ ا؎ لان قوة البطش بهما فبفواتهمايفوت جنس المنفعة

کےفوت ہونے کی وجہ سے،اس لئے کہ اب چلنا متعذر رہے۔

تشریح : یہاں کئی صورتیں ہیں[۱] اگرصرف ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے[۲] یا صرف ایک پاؤں کٹا ہوا ہوتو کفارہ میں ادا کرنا جائز ہے کیونکہ وہ دوسرے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے، یا دوسرے پاؤں سے چل سکتا ہے۔[۳] ایک ہاتھ اور ایک پاؤں بھی کٹا ہوا ہے، لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ خلاف جانب سے کٹا ہوا ہے مثلا دائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے، اور بائیں پاؤں کٹا ہوا ہے تو دوسرے ہاتھ کے سہارے چل سکتا ہے اس لئے اس کو آزاد کرنا جائز ہے[۴] یا بائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے، اور دائیں پاؤں کٹا ہوا ہے تو دوسرے ہاتھ کے سہارے چل سکتا ہے اس لئے اس کو آزاد کرنا جائز ہے۔[۵] اور اگر ایک ہی جانب سے ہاتھ اور اسی جانب سے پاؤں کٹا ہوا ہے، مثلا دائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے اور دائیں پاؤں کٹا ہوا ہے[۶] یا مثلا بائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے اور بائیں پاؤں کٹا ہوا ہے تو اس کو آزاد کرنا کفارے کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی جانب سے کٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے، اس لئے چلنے کی منفعت ختم ہوئی، اس لئے ایسے غلام کو کفارے میں آزاد کرنا درست نہیں ہے۔

ترجمه : ۳؎ اور جائز ہے بہرا غلام کو آزاد کرنا۔ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جائز نہ ہو چنانچہ نوادر کی ایک روایت یہی ہے اس لئے کہ منفعت کی جنس فوت ہے مگر یہ کہ ہم نے استحسانا جائز قرار دیا، اس لئے کہ اصل منفعت باقی ہے اس لئے اگر چیخا جائے تو تو سن لے گا، یہاں تک کہ اس حال میں ہو کہ بالکل نہیں سنتا ہو اس طرح کہ بہرا پیدا ہوا اور وہ گونگا بھی ہو تو کافی نہیں ہے۔

تشریح : بہرے کی دو قسمیں ہیں[۱] ایک پیدائشی بہرا جو بالکل نہیں سنتا ہے اور وہ نہ سننے کی وجہ سے گونگا بھی ہے تو اس کو آزاد کرنا کفارے کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے کہ سننے کی منفعت بالکل ختم ہے، لیکن اگر پیدائشی بہرا نہیں ہے بلکہ بہت زور سے چیخنے سے سن لیتا ہے تو اس کو آزاد کرنا کافی ہے اس لئے سننے کی منفعت کچھ نہ کچھ باقی ہے۔

لغت: الاصم : بہرا۔ اخرس: گونگا۔ صیح: چیخا جائے۔

ترجمه:(۲۰۰۰) اور نہیں جائز ہے جس کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں۔

ترجمه : ا؎ اس لئے کہ پکڑنے کی قوت دونوں انگوٹھے سے ہی ہے، اور دونوں کے فوت ہونے سے منفعت کی جنس فوت ہو جائے گی۔

(۲۰۰۱) ولايجوز المجنون الذى لايعقل ﴾لـ لان الانتفاع بالجوارح لايكون الابالعقل فكان فائت المنافع (۲۰۰۲) والـذى يجن ويفيق يجزيه ﴾لـ لان الاختـلال غيرمانع (۲۰۰۳)ولايجزى عتق المدبر وام الولد﴾لـ لاستحقاقهما الحرية بجهة فكان الرق فيهما ناقصا (۲۰۰۴)وكذا المكاتب الذى ادى بعض المال﴾

وجہ :(۱)دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں تو وہ غلام انتہائی عیب دار ہو گیا۔اب وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔کیونکہ کام انگوٹھے ہی سے کرتا ہے۔اب گویا کہ دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں ایسا ہو گیا،اس لئے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں تو وہ غلام کفارہ میں نہیں چلے گا۔

ترجمہ: (۲۰۰۱) اور نہیں جائز ہے وہ مجنون جس کو بالکل سمجھ نہ ہو۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ اعضاء سے فائدہ اٹھانا نہیں ہوتا ہے مگر عقل سے تو گویا کہ عقل فوت ہونے سے سب منفعت فوت ہوگئی [اس لئے مجنون کو آزاد کرنا کافی نہیں]

وجہ : جس کو بالکل سمجھ نہ ہو اس کا ہاتھ پاؤں کام نہیں کرتا ہے۔اس لئے وہ بہت عیب دار ہو گیا اور جنس منفعت ختم ہو گئی اس لئے مجنون بھی کافی نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۰۰۲) اور جو مجنون ہوتا ہے اور افاقہ ہوتا ہے وہ کافی ہے۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ اختلال مانع نہیں ہے۔

تشریح : جو غلام مجنون ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہو جاتا ہو اس کی عقل بدستور موجود ہے،صرف اس میں خلل ہے اس لئے اس کا آزاد کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: (۲۰۰۳) اور نہیں جائز ہے مدبر اور ام ولد۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ یہ دونوں کسی نہ کسی درجے میں آزادگی کے مستحق ہیں،اس لئے ان دونوں میں غلامیت ناقص ہے۔

تشریح : کفارے میں مدبر غلام،ام ولد باندی کو آزاد کرنا چاہے تو کافی نہیں ہے۔جس غلام کو آقا نے کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو تو اس کو مدبر غلام کہتے ہیں،اور جس باندی سے آقا نے بچہ پیدا کیا ہو اس کو ام ولد کہتے ہیں،یہ باندی آقا کے مرنے کے بعد تہائی مال میں سے آزاد ہو جائے گی،تو چونکہ ان دونوں میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے یہ پورے غلام،یا پوری باندی باقی نہیں رہے اس لئے اس کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

ترجمہ:(۲۰۰۴) ایسے ہی مکاتب جس نے بعض مال ادا کر دیا ہو۔

۱؎ لان اعتاقہ یکون ببدل ۲؎ وعن ابی حنیفۃؒ یجزیہ لقیام الرق من کل وجہ ولھذا تقبل الکتابۃ الانفساخ بخلاف امومیۃ الولد والتدبیر لانھما لایحتملان الانفساخ (۲۰۰۵) فان اعتق مکاتبالم یود شیئاً جاز ﴾

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ اس کا آزاد کرنا بدل کے ساتھ ہو جائے گا۔

تشریح: مکاتب نے اپنے مال کتابت کا کچھ حصہ ادا کر دیا ہے تو اتنا حصہ گویا کہ آزاد ہو گیا تو یہ غلام ناقص ہو گیا اس لئے اس کا آزاد کرنا کفارے کے لئے کافی نہیں ہے، صاحب ہدایہ نے یہ دلیل دی ہے کہ جتنا درہم ادا کیا اتنی آزادگی رقم کے بدلے میں ہوئی اس لئے خالص قربت نہیں ہوئی اس لئے کفارے کے لئے کافی نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔سمعت ام سلمۃ تقول قال لنا رسول اللہ اذا کان لاحد اکن مکاتب فکان عندہ ما یو دی فلتحتجب منہ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۲۸) اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلا کہ کچھ نہ کچھ آزادگی آچکی ہے اس لئے وہ کفارے میں کافی نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ کفارہ کے لئے کافی ہو جائے گا ہر اعتبار سے غلامیت قائم ہونے کی وجہ سے، اسی لئے کتابت انفساخ کو قبول کرتا ہے، بخلاف ام ولد ہونے اور مدبر ہونے کے اس لئے کہ وہ دونوں فسخ کو قبول نہیں کرتا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مکاتب نے بعض حصہ ادا کیا ہو تب بھی کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے، کیونکہ مکاتب پر ایک درہم بھی باقی ہو تو وہ پورا غلام ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مال کتابت فسخ کر کے واپس غلام بننا چاہے تو بن سکتا ہے، اس کے برخلاف ام ولد اور مدبر اب پورا غلام نہیں ہے کیونکہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، چنانچہ ام ولد ہونے کو فسخ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، اسی طرح مدبر ہونے کو فسخ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، اس لئے وہ پورا غلام نہیں ہے اس لئے انکو کفارے میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کیا ہے۔عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ قال المکاتب عبد مابقی علیہ من کتابتہ درھم. (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک درہم بھی باقی ہو تو مکاتب ابھی مکمل غلام ہے اس لئے اس کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: (۲۰۰۵) پس اگر ایسے مکاتب کو آزاد کیا جس نے کچھ ادا نہیں کیا ہے تو جائز ہے۔

تشریح: جس مکاتب نے ابھی تک کچھ ادا نہیں کیا ہے اگر اس کو آزاد کیا تو جائز ہے اس لئے کہ کچھ ادا نہیں کیا ہے تو اس میں کچھ

لے خلافا للشافعی له انه استحق لحرية بجهة الكتابة فاشبه المدبر ٢ ولنا ان الرق قائم من كل وجه على مابينا ولقوله عليه السلام المكاتب عبد مابقى عليه درهم ٣ والكتابة لاينافيه فانه فك الحجر بمنزلة الاذن فى التجارة الاانه بعوض فيلزم من جانبه

بھی آزادگی کا شائبہ نہیں آیا ہے اور کچھ رقم لیکر آزاد کرنا نہیں پایا گیا ہے۔

ترجمہ : لے خلاف امام شافعیؒ کے انکی دلیل یہ ہے کہ کتابت کی جہت سے آزادگی کا مستحق ہو گیا ہے، اس لئے وہ مدبر کی طرح ہو گیا [اس لئے کفارے کے لئے جائز نہیں ہے]

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کتابت کرنے کی وجہ سے اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو کفارے کے لئے آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔ اس لئے وہ مدبر کی طرح ہو گیا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ **و لا تجزی فیھا مکاتب ادی من نجومه شیئا او لم یود لانه ممنوع من بیعه ، فاذا عجز المکاتب او اختار العجز فأعتق بعد عجزه او اختیاره العجز اجزاه** ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب من یجزی من الرقاب اذا اعتق ومن لا یجزی، ج احدی عشرۃ، ص ۴۸۹، نمبر ۲۰۴۳۰) اس عبارت میں ہے کہ مکاتب کچھ ادا کر چکا ہو یا نہ ادا کر چکا ہو ہر حال میں کفارہ ظہار میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے، ہاں کتابت فسخ کر دے پھر آزاد کرے تو جائز ہے۔

ترجمہ : ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ غلامیت ہر طرح کی قائم ہے [اس لئے اس کو آزاد کرنا جائز ہے، اور حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ مکاتب غلام ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہے۔

تشریح :مصنف دو دلیلیں بیان فرما رہے ہیں [۱] ایک یہ کہ یہ مکاتب ابھی بھی مکمل غلام ہے اس لئے اس کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے، [۲] اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مکاتب مکمل غلام ہے جب تک اس پر مال کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہے، اس لئے اس کو آزاد کرنا جائز ہوگا، یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمہ : ٣ کتابت آزادگی کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ کتابت رکاوٹ کو دور کرنے کا نام ہے، تجارت کی اجازت کے درجے میں ہے، مگر یہ کہ مال کے بدلے میں آزادگی ہے اس لئے آقا کی جانب سے لازم ہے۔

تشریح : اس میں بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مال کتابت کچھ ادا کر دیا ہو تب تو کفارہ کے منافی ہے لیکن صرف مکاتب بنانا آزاد کرنے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ کتابت میں بھی غلامیت کو دور کرنا ہے، تو جس طرح تجارت کی اجازت دینا غلامیت کے منافی نہیں ہے اسی طرح مکاتب بنانا بھی آزاد کرنے کے منافی نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ قیمت لیکر آزاد کرنا ہے اس لئے آقا کی جانب سے یہ لازم ہو گیا اس لئے اب کتابت توڑنا ہو تو مکاتب کی رضامندی کے بغیر نہیں توڑ سکتا، اور تجارت کی اجازت میں غلام کی جانب سے کچھ لیا نہیں

۴ ولو کان مانعا ینفسخ بمقتضی الاعتاق اذھو یحتملہ ۵ الا انہ یسلم لہ الاکساب والاولادلأن العتق فی المحل بجھة الکتابة ۶ اولان الفسخ ضروری لایظھر فی حق الولد والکسب

جا تا ہےاس لئے خود آقا کے ہاتھ میں ہے کہ بغیر غلام کی رضامندی کے بھی تجارت کی اجازت ختم کرنا چاہےتو کرسکتا ہے۔

لغت: فیلزم من جانبہ: کا مطلب یہ ہے کہ رقم کے بدلے میں آزاد کرر ہا ہےاس لئے آقا کی جانب سے لازم ہوگیا کہ اب آزاد کرنا ہی ہے، اس بات کوتوڑنا چاہےتو مکاتب کی رضامندی کے بغیر نہیں توڑسکتا۔ فک الحجر: حجر کا معنی ہے غلامیت کی پابندی، اور فک الحجر کا معنی ہےاس پابندی کو اٹھالینا، یعنی آزاد کرنا۔

ترجمہ: ۴ اور اگر مکاتب بنانا آزاد کرنے سے مانع ہوتو آزاد کرنے کے تقاضے سے کتابت فسخ ہوجائے گی، اس لئے کہ کتابت فسخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

تشریح: مکاتب بنانا آزاد کرنے کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہو بھی تو چونکہ آقا آزاد کرر ہا ہےاس لئے یوں مانا جائے گا کہ آزاد کر نے کے تقاضے کی وجہ سے اندر اندر کتابت فسخ ہوگئی اور غلام مکمل غلام ہوگیا پھر آقا نے اس کو کفارے میں آزاد کردیا، اور چونکہ مکاتب کی رضامندی سے کتابت فسخ ہوسکتی ہےاس لئے اقتضاء فسخ ہوکر غلام کفارے میں آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۵ مگر یہ کہ کمائی اور اولاد مکاتب کوسپرد کی جائے گی، اس لئے کہ آزادگی اس محل میں مکاتب ہونے کی وجہ سے ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ جب اندر اندر کتابت فسخ ہوئی اور اس کے بعد غلام آزاد ہوا تو مکاتب کے زمانے کی کمائی اور اولاد سب آقا کی ہونی چاہئے، جیسے مأذون التجارت غلام کو آزاد کرےتو اس کی کمائی اور اولاد آقا کی ہوتی ہےاسی طرح یہاں بھی ہونی چاہئے، تو اس کا جواب دیا جار ہا ہے کہ یہاں آزادگی مکاتب ہونے کی وجہ سے ہےاس لئے اس زمانے میں جو کچھ کمایا وہ سب مکاتب کی ہوگی۔

ترجمہ: ۶ اور اس لئے کہ فسخ مجبوری کے درجے میں ہےاس لئے بچے اور کمائی کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ دوسرا جواب ہے کہ یہاں جو کتابت فسخ کیا ہے یہ مجبوری کے درجے میں اندر اندر فسخ ہوا ہے، [جسکو اقتضاء فسخ کرنا کہتے ہیں]، اس لئے جتنی مجبوری تھی اسی کا اعتبار کیا، اور اولاد اور کمائی کے حق میں کتابت فسخ نہیں کی جائے گی اس لئے وہ دونوں مکاتب کو ملے گی۔

اصول: مکاتب ہونے کے زمانے میں جو کچھ کمایا مال کتابت کرنے کے بعد جب وہ آزاد ہوگا تو وہ سب مکاتب کو ہی ملے گا آقا کا نہیں ہوگا ، آقا کو اب صرف مال کتابت ملے گا۔

(۲۰۰۶) وان اشتری اباہ او ابنہ ینوی بالشراء الکفارۃ جازعنھا ﴾ ل وقال الشافعیؒ لایجوز وعلیٰ ھٰذا الخلاف کفارۃالیمین ،والمسألۃ تاتیک فی کتاب الایمان ان شاء اللّٰہ (۲۰۰۷) فان اعتق نصف عبد مشترک وھوموسروضمن قیمۃ باقیہ لم یجز عندابی حنیفۃؒ ویجوز عندھما﴾

ترجمہ: (۲۰۰۶) اگرخریدااپنے باپ کو، یااپنے بیٹے کواورخریدنے سے نیت کرتا ہے کفارے کا تو کفارے سے جائز ہے۔

تشریح: باپ، بیٹے یاذی رحم محرم کوخریدنے سے پہلے کفارے کی نیت تھی تو خریدتے ہی آزاد ہوجائیں گے لیکن کفارہ بھی ادا ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) یہاں آزاد ہونے کے دواسباب ہیں۔ایک ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے آزاد ہونا اور دوسرا کفارے کی وجہ سے آزاد ہونا۔چونکہ خریدنے والے کی نیت کفارہ کی جانب سے آزاد کرنا ہے اس لئے اس کی رعایت ہوگی اور کفارہ ادا ہو جائے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجزی ولد والدا الا ان یجد مملوکا فیشتریہ فیعتقہ ۔(مسلم شریف، باب فضل عتق الوالد،ص ۶۵۷،نمبر ۱۵۱۰/۳۷۹۹/ابوداؤد شریف، باب فی برالوالدین، ج ثانی ،ص ۳۵۲،نمبر ۵۱۳۷)اس حدیث میں اگرچہ والدکوآزادکرنے کی فضیلت ہے لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفارے کی جانب سے اداکرے تب بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔(۳)اورذی رحم محرم کے مالک ہوتے ہی آزاد ہوجائے گا اس کی حدیث یہ ہے۔عن سمرۃ بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ من ملک ذا رحم محرم فھو حر ۔(ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذارحم محرم،ص ۱۹۴،نمبر ۳۹۴۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ اس پر آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ل اورامام شافعیؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے،اوراسی اختلاف پر ہے قسم کا کفارہ،اورمسئلہ کتاب الایمان میں آئے گا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم جو مالک پر آزاد ہوجاتا ہو اس کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز نہیں ہے،موسوعۃ میں عبارت یہ ہے۔وان وجبت علیہ رقبۃ فاشتری من یعتق علیہ عتق علیہ اذا ملکہ مو کان عتقہ و صمتہ سواء ساعۃ یملکہ یعتق علیہ و لا یجزیہ عتقہ ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب من یجزی من الرقاب اذا اعتق ومن لا یجزی، ج احدی عشرۃ،ص ۴۹۰،نمبر ۲۰۴۳۷)اس عبارت میں ہے کہ جو مالک بنتے ہی آزاد ہوجائے وہ غلام بھی کفارے میں کافی نہیں ہے۔اس کی باقی بحث کتاب الایمان میں آئے گی۔ان شاءاللہ۔

ترجمہ: (۲۰۰۷) اگرمشترک غلام کے آدھے کوآزاد کیا کفارے کی طرف سے اس حال میں کہ وہ مالدار ہے،اورضامن ہوگیا باقی کی قیمت کا پھر اس کوآزاد کیا تو کافی نہیں ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔اورفرمایا صاحبین نے کہ کہا کافی ہوگا

تشریح: یہ مسئلہ دوقاعدوں پر ہے۔[۱] ایک قاعدہ یہ ہے کہ غلام دوآدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک آدمی اپنا حصہ آزاد

۱؎ لانه یملک نصیب صاحبه بالضمان فصار معتقا کل العبد عن الکفارة وهوملکه ۲؎ بخلاف ماذا کان المعتق معسراً لانه وجب علیه السعایة فی نصیب الشریک فیکون اعتاقا بعوض

کرے تو اگر وہ مالدار ہے تو پورا غلام ہی آزاد ہو جائے گا اور شریک کے حصے کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہے تو جتنا اس نے آزاد کیا اتنا آزاد ہوگا اور باقی حصے کا غلام کما کر آقا کو ادا کرے گا پھر آزاد ہوگا۔اس قاعدے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقیصا فی مملوک فخلا صه علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه ۔(بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس له مال استسعی العبد،ص ۴۴۳،نمبر ۲۵۲۷/مسلم شریف، باب ذکر سعایة العبد،ص ۴۹۱نمبر ۱۵۰۳/ ۳۷۷۴)اس حدیث میں ہے کہ مالدار ہو تو پورا غلام آزاد ہوگا۔[۲]اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ شریک کا حصہ جو آزاد ہوا اس میں نقص آکر آزاد ہوا یا مکمل آزاد ہوا تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کے حصے میں پہلے آزادگی کا نقص آیا پھر اس کا ضامن ہوا پھر آزاد ہوا اس لئے نقص والا غلام آزاد ہوا مکمل غلام آزاد نہیں ہوا۔اس لئے یہ غلام کفارے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ آزاد کرنے والے نے شریک کی ذمہ داری لے لی تو شریک کے حصے میں کمی نہیں آئی۔بلکہ مکمل غلام آزاد ہوا۔اس لئے کفارہ کے لئے کافی ہے۔اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو آدھا غلام ہی کفارے والے کی جانب سے آزاد ہوا باقی آدھے کے بارے میں غلام خود سعی کر کے رقم ادا کرے گا اور آزاد ہوگا اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ شریک کا حصہ ضمان کے ساتھ مالک ہوگا اس لئے کفارہ کی جانب سے پورے غلام کو آزاد کرنے والا ہوا، اور یہ آزاد کرنے والے کی ملکیت ہے ۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ آزاد کرنے والا اپنا حصہ تو آزاد کر ہی رہا ہے ساتھ ہی اپنے شریک کے حصے کا بھی ضامن بن رہا ہے اس لئے بغیر کسی نقص کے اس کے حصے کا بھی مالک بن گیا اور پورا غلام آزاد کر دیا اس لئے کفارہ کی جانب سے آزاد ہو جائے گا۔

ترجمه : ۲؎ بخلاف جبکہ آزاد کرنے والا تنگدست ہو اس لئے کہ غلام پر شریک کے حصے میں سعی کرنا ضروری ہے اس لئے عوض کے بدلے میں آزاد کرنا ہوا۔

تشریح : اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو اوپر کی حدیث کی بنا پر خود غلام پر شریک کے حصے کی سعی کرنی ہوگی، یعنی اپنا حصہ کما کر ادا کرنا ہوگا، اور پھر وہ آزاد ہوگا، تو چونکہ یہ آزاد ہونا سعی کے بدلے میں ہے اس لئے کفارے کے بدلے میں عبادت کے طور پر آزاد نہیں ہوا اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

۳؂ ولابی حنیفۃؒ ان نصیب صاحبہ ینتقص علی ملکہ ثم یتحول الیہ بالضمان ومثلہ یمنع الکفارۃ

(۲۰۰۸) وان اعتق نصف عبدہ عن کفارتہ ثم اعتق باقیہ عنہا جاز﴾

ترجمہ: ۳؂ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریک کا حصہ اس کی ملک میں کم ہو جائے گا پھر ضمان کے ساتھ آزاد کرنے والے کی طرف منتقل ہوگا، اور اس کی مثل میں کفارہ ممنوع ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنے والے نے جب آزاد کیا تو شریک کے حصے میں نقص آ گیا، اب یہ حصہ اتنی رقم میں نہیں بکے گا جتنی اس کی قیمت تھی اس لئے کہ اس میں آزادگی کا نقص آ گیا، اس نقص کے بعد یہ حصہ اس کے ضمان کی وجہ سے آزاد کرنے والے کی طرف منتقل ہوا، اس لئے اس نقص کی وجہ سے کفارے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کے یہاں آزادگی میں تجزی اور ٹکڑا ہوتا ہے۔

وجہ: غلام آزاد کرنے میں تجزی ہو سکتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من اعتق شرکا لہ فی عبدفکان لہ مال یبلغ ثمن العبد قوم علیہ قیمۃ العدل فاعطی شرکاءہ حصصھم وعتق علیہ العبد والا فقد عتق منہ ما عتق** (مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد ص ۴۹۱، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰/ ابو داؤد شریف، باب فیمن روی انہ لا یستسعی، ص ۱۹۴، نمبر ۳۹۴۰) اس حدیث میں **الا فقد عتق منہ ما عتق** سے معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا جس سے آزادگی میں تجزی کا پتہ چلتا ہے

صاحبینؒ کے یہاں تجزی اور ٹکڑا نہیں ہوتا، جب بھی آزاد ہوگا تو پورا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۰۰۸) اور اگر اپنے ہی غلام کے آدھے حصے کو کفارے کی طرف سے آزاد کیا پھر باقی کو اس کی جانب سے آزاد کیا تو جائز ہے۔

تشریح: کفارے والے نے اپنے غلام کے آدھے حصے کو آزاد کیا پھر باقی آدھے حصے کو بعد میں آزاد کیا تو کفارہ کی طرف سے کافی ہوگا۔

وجہ: آدھے غلام کو آزاد کرنے سے جو نقص ہوا وہ اپنی ملکیت میں ہوا ہے اور کفارہ ظہار ہی کو ادا کرنے کے لئے نقص آیا ہے، اس لئے مکمل غلام آزاد کرنا سمجھا جائے گا اور ایسا ہوا کہ ایک کفارہ دو جملوں میں ادا کیا اس لئے کافی ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنا آدھا غلام آزاد کرے اور باقی کو آزاد کرے تو اس نقص کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ مالک ہونے کی وجہ سے گویا کہ پورا غلام ایک مرتبہ ہی آزاد ہوا، اور جو نقص آیا وہ اپنی ہی ملکیت میں آیا، اور کفارے ہی کی وجہ سے آیا ہے، اس لئے معفو عنہ ہے۔

۱ لانہ اعتقہ بکلامین والنقصان متمکن علیٰ ملکہ بسبب الاعتاق بجھۃ الکفارۃ ومثلہ غیر مانع کمن اضجع شاۃ للاضحیۃ فاصاب السکین عینھا ۲ بخلاف ماتقدم لان النقصان تمکن علیٰ ملک الشریک وھٰذا علی اصل ابی حنیفۃؒ ۳ واما عندھما الاعتاق لایتجزی فاعتاق النصف اعتاق الکل فلایکون بکلامین

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ گویا کہ دو کلام سے آزاد کیا، اور کفارے کے لئے آزاد کرنے کا نقصان اپنی ہی ملکیت میں داخل ہوا، اور اس طرح کا نقص کفارہ کے لئے مانع نہیں ہے، جیسے کہ بکری کو قربانی کے لئے لٹایا پس چھری اس کی آنکھ میں لگ گئی [تو اس بکری کی قربانی جائز ہے]

تشریح : اپنے ہی غلام کے پہلے آدھے کو آزاد کرے پھر دوسرے آدھے کو آزاد کرے تو یہ کفارہ کے لئے جائز ہے اس کی دلیل دے رہے ہیں کہ یہ ایسا ہوا کہ دو کلام سے آزاد کر رہا ہے، اور کفارہ کے سبب سے جو آزاد کرنے کا نقصان ہے وہ اپنے ہی ملک میں ہے اس لئے یہ نقصان کفارہ ادا ہونے کے لئے مانع نہیں ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، عیب دار بکری قربانی کے لئے جائز نہیں ،لیکن بے عیب بکری کو قربانی کرنے کے لئے لٹایا، اس کے بعد چھری اس کی آنکھ میں لگ گئی اور آنکھ ضائع ہوگئی، اور اسی وقت اس کو قربانی کر دیا تو قربانی ہو جائے گی، اور آنکھ کا عیب مانع نہیں ہوگا، کیونکہ قربانی کرنے کے لئے ہی یہ عیب ہوا ہے، اسی طرح کفارہ ظہار ہی کو ادا کرنے کے لئے دوسرے آدھے میں نقص آیا ہے تو یہ نقص کفارے کے لئے مانع نہیں ہے۔

لغت:اضجع : چت لٹایا۔اضحیۃ :قربانی کرنا۔اصاب السکین: چھری لگ گئی۔

ترجمہ : ۲ بخلاف جو پہلے گزر چکا اس لئے کہ نقصان شریک کی ملک میں پیدا ہوا ہے، اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے اصول پر ہے۔

تشریح : پہلے جو گزرا وہ شریک کا حصہ تھا جس میں آزاد کرنے کی وجہ سے نقصان آچکا تھا، اب وہ نقصان شدہ حصہ آزاد کرنے والے کے پاس آتا تو وہ نقصان والا ہی غلام آزاد ہوتا اس لئے وہ کفارے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور آزادگی میں تجزی ہونا، اور ٹکڑا ہونا امام ابو حنیفہؒ کا اصول ہے۔

ترجمہ: ۳ بہر حال صاحبینؒ کے نزدیک تو آزاد کرنے میں تجزی نہیں ہے، اس لئے آدھے کا آزاد کرنا کل کا آزاد کرنا ہے اس لئے دو کلام سے آزاد کرنا نہیں ہوگا۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ صاحبین کے نزدیک آزاد کرنے میں تجزی نہیں ہے اس لئے آدھا آزاد کرے گا تو پورا آزاد ہو جائے گا، اس لئے اس میں دو کلام سے آزاد کرنا نہیں ہوا، اس لئے اس میں کوئی نقص نہیں ہوا اس لئے کفارہ کی جانب سے آزاد کرنا درست رہے گا۔

(۲۰۰۹) وان اعتق نصف عبده عن كفارته ثم جامع التى ظاهر منها ثم اعتق باقيه لم يجز عندابى حنيفة ؒ ‌ لے لان الاعتاق يتجزى عنده وشرط الاعتاق ان يكون قبل المسيس بالنص واعتاق النصف حصل بعده ۲ے وعندهما اعتاق النصف اعتاق الكل فحصل الكل قبل المسيس

ترجمه : (۲۰۰۹) اوراگراپنے غلام کا آدھااپنے کفارے کی طرف سے آزاد کیا پھروطی کی اس عورت سے جس سےظہار کیا تھا پھرآزادکیاباقی غلام کوتو امام ابوحنیفہ کےنزدیک کافی نہیں ہوگا۔

ترجمه : لے اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک آزادکرنے میں تجزی ہوتا ہے،اور آیت کی وجہ سےآزادکرنے کی شرط یہ ہے وطی کرنے سے پہلے ہو،اورآدھےکا آزادکرناوطی کرنے کے بعدحاصل ہوا[اس لئے یہ کفارہ کے لئےصحیح نہیں ہوگا]

تشريح: ظہارکرنے والے نے اپنا آدھاغلام آزادکیا،اس کے بعد بیوی سےوطی کرلی اس کے بعد باقی آدھاغلام آزادکیاتو یہ کفارہ کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) آیت کےاعتبارسےوطی سے پہلے پوراغلام کفارہ میں اداکرنا چاہئے۔اس نے آدھاغلام ہی اداکیااورآدھابعدمیں ادا کیا۔اورحنفیہ کےنزدیک غلام آزادکرنے میں تجزی ہوسکتی ہےاس لئے آدھاہی آزادہوااس لئے کفارے میں کافی نہیں ہے۔(۲) آیت یہ ہے۔**والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لماقالوا فتحرير رقبة من قبل يتماسا ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير ٥ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا**۔(آیت ۳،۴سورۃ المجادلۃ ۵۸)اس آیت میں ہے کہ غلام آزادکرناوطی سے پہلے ہو،یہاں آدھاغلام بعدمیں ہوگیااس لئے کفارہ ادانہیں ہوگا۔(۳)اورآزادگی میں تجزی ہوسکتی ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابن عمر قال قال رسول الله** ﷺ **من اعتق شركا له فى عبدفكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم عليه قيمة العدل فاعطى شركاء ه حصصهم وعتق عليه العبد والا فقد عتق منه ما عتق** (مسلم شریف،باب من اعتق شرکا لہ فی عبد،ص ۴۹۱،نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰/ابوداؤد شریف،باب فیمن روی انہ لا یستسعی ،ص ۱۹۴،نمبر ۳۹۴۰)اس حدیث میں **الا فقد عتق منه ما عتق** سےمعلوم ہواکہ جتنا آزاد کیااتناہی آزادہوگا جس سےآزادگی میں تجزی کا پتہ چلتا ہے۔

ترجمه: ۲ے اورصاحبینؒ کےنزدیک آدھےکا آزادکرناکل کا آزادکرنا ہے،اس لئے وطی سے پہلےکل غلام کا آزادکرنا حاصل ہوا [اس لئے کفارہ جائز ہوگا]۔

تشريح : صاحبین کےنزدیک یہ ہے کہ پوراغلام ایک ساتھ آزادہوگا۔ان کے یہاں تجزی نہیں ہےاس لئے جب آدھاغلام جماع سے پہلےآزادکیاتوپوراہی آزادہوگیا۔اس لئے کفارے میں کافی ہوجائے گا۔

(۲۰۱۰) واذالم يجد المظاهر مايعتق فكفارته صوم شهرين متتابعين ليس فيهماشهر رمضان ولايوم الفطر ولايوم النحر ولاايام التشريق﴿ ۱ اما التتابع فلانه منصوص عليه

وجه: ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقیصا فی مملوک فخلاصہ علیہ فی مالہ ان کان لہ مال والا قوم علیہ فاستسعی بہ غیر مشقوق علیہ (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد،ص ۳۴۳،نمبر ۲۵۲۷ر مسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد،ص ۴۹۱،نمبر ۱۵۰۳ر۳۷۷۲) اس حدیث سے پتہ چلا کہ آزاد کرنے والا غریب ہو تب بھی پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔البتہ غلام پر بقیہ حصے کی سعی لازم ہوگی۔جس سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کرنے میں تجزی نہیں ہے۔اس لئے جماع سے پہلے آدھا آزاد کیا تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور کفارے کے لئے کافی ہوگا۔

ترجمہ: (۲۰۱۰) پس اگر ظہار کرنے والا غلام نہ پائے جس کو آزاد کرے تو اس کا کفارہ دو مہینے مسلسل روزہ رکھنا ہے، جن میں رمضان کا مہینہ نہ ہو، نہ عید الفطر کا اور نہ یوم نحر کا اور نہ ایام تشریق ہوں۔

ترجمہ: ۱ بہرحال پیدر پے تو آیت میں موجود ہے۔

تشریح: ظہار کرنے والے کے پاس آزاد کرنے کے لئے غلام یا باندی نہیں ہیں تو اب اس کو دو ماہ تک مسلسل روزے رکھنا ہے۔ان روزوں کے درمیان رمضان کا مہینہ نہ ہو، عید الفطر کا دن نہ ہو، عید الاضحیٰ کا دن نہ ہو، اور تین دن تشریق کے دن نہ ہوں۔

وجہ: (۱) روزہ پیدر پے ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے ۔والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لماقالوا فتحریر رقبۃ من قبل یتماسا ذلکم توعظون بہ واللہ بما تعملون خبیر ٥ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ۔(آیت ۳؍۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں پیدر پے روزہ رکھنے کا تذکرہ ہے۔(۲) اور درمیان میں رمضان کا روزہ ہوگا تو مسلسل دو مہینے روزے نہیں رکھ سکے گا۔اسی طرح عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔اور مکروہ روزہ رکھے گا تو کافی نہیں ہوگا۔اس لئے یہ دن بھی درمیان میں نہ ہوں (۳) اثر میں ہے۔عن عطاء قال ان جعل بینھما شھر رمضان او یوم النحر لم یوال حینئذ یقول یستأنف (مصنف عبد الرزاق، باب یصوم فی الظہار شہرا ثم یمرض، ج سادس،ص ۳۳۱،نمبر ۱۱۵۶۳) اس اثر میں ہے کہ درمیان میں رمضان یا یوم النحر وغیرہ آجائے تو چونکہ آیت کے مطابق مسلسل نہیں ہوا اس لئے شروع سے روزہ رکھے (۴) سألت الزھری عن الرجل یصوم شھرا فی الظھار ثم یمرض فیفطر قال فلیستأنف (مصنف عبد الرزاق، باب یصوم فی الظہار شہرا ثم یمرض، ج سادس،ص ۳۳۰،نمبر ۱۱۵۵۳) اس اثر میں ہے کہ درمیان بیمار ہونے کی وجہ سے مسلسل روزہ نہ رکھ سکے تو دوبارہ مسلسل روزہ رکھے۔

۲؎ وشهر رمضان لایقع عن الظهار لمافیه من ابطال ماأوجبه الله ۳؎ و الصوم فی هذه الایام منهی عنه فلا ینوب عن الواجب الکامل(۱۱۰۲) فان جامع التی ظاهرمنها فی خلال الشهرین لیلاً عامداً اونهاراًناسیاً استانف الصوم عندابی حنیفةؒ ومحمدؒ۔

ترجمہ: ۲؎ اور رمضان کا مہینہ ظہار سے واقع نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس چیز کو باطل کرنا ہے جس کو اللہ نے واجب کیا۔

تشریح :رمضان کا وقت ہو تو اس وقت رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا کوئی اور روزہ ادا نہیں ہو سکے گا، کیونکہ ظہار کا روزہ ادا ہو جائے تو رمضان میں جو روزہ فرض کیا ہے وہ باطل ہو جائے گا اس لئے رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۳؎ اور ان ایام تشریق روزہ تو ممنوع ہے اس لئے کامل واجب کا قائم مقام نہیں ہوگا۔

تشریح :ان ایام تشریق میں روزہ رکھنا ممنوع ہے اس لئے ان دنوں کا روزہ ناقص ہوتا ہے، اور ظہار کا روزہ کامل ہے اس لئے ان دنوں میں ادا نہیں ہوگا، اس لئے یہ دن بھی نہیں ہونے چاہئے۔

ترجمہ :(۲۰۱۱) جس نے ظہار کیا تھا اس سے جماع کر لیا دو ماہ کے درمیان رات کو جان کر یا دن کو بھول کر تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک شروع سے روزہ رکھے گا۔

تشریح : جس بیوی سے ظہار کیا تھا اس سے مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے سے پہلے جماع نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اس سے جماع کر لیا تو شروع سے دوبارہ روزہ رکھے گا۔

وجہ :(۱) ظہار والی بیوی سے رات میں جان کر جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔اسی طرح دن میں بھول کر جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔اور دو ماہ کے تسلسل میں خامی نہیں آئی۔پھر بھی شروع سے روزہ اس لئے رکھے کہ مسلسل دو ماہ روزے جماع سے پہلے رکھنا چاہئے۔اور اس نے کچھ روزے پہلے رکھا اور کچھ بعد میں اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوا۔اس لئے دوبارہ روزے رکھے (۲) آیت میں ۔ **فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا** ۔(آیت ۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) ہے،اس لئے آیت سے معلوم ہوا کہ جماع سے پہلے مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔اور اس نے آدھا پہلے رکھا اور آدھا بعد میں رکھا اس لئے کفارہ کے لئے کافی نہیں۔اس لئے شروع سے دو ماہ روزہ رکھے (۳) اثر میں ہے۔**عن الحسن او غیره فی المظاهر یصوم ثم یقع علی امرأته قبل ان یتم صومه قال یهدم الصوم، و ان اطعم بعض المساکین ثم وقع علی امراته فلایهدم و لکن لیطعم ما بقی** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب المظاہر یصوم ثم یوسر للعتق، ج سادس، ص ۳۲۹ نمبر ۱۱۵۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پہلا روزہ بیکار گیا شروع سے روزہ رکھے۔

یہاں چار شکلیں ہیں [۱] جس عورت سے ظہار کیا تھا روزے کے درمیان اس سے وطی نہیں کی بلکہ دوسری بیوی سے رات میں وطی کی

(۲۰۱۲)وقال ابویوسفؒ لایستانف ﴾ ۱؎ لانه لایمنع التتابع اذلایفسد به الصوم وهوالشرط وان کان تقدیمه علی المسیس شرطا ففیما ذهبنا الیه تقدیم البعض وفیما قلتم تاخیرالکل عنه ۲؎ ولهما ان الشرط فی الصوم ان یکون قبل المسیس وان یکون خالیا عنه ضرورةبالنص وهذاالشرط ینعدم به

، یادن میں بھول کر وطی کی جس سے روزہ نہیں ٹوٹا اور روزے مسلسل چلتے رہے تو کفارہ میں کوئی خلل نہیں ہوگا[۲] دوسری بیوی سے دن میں جان کر وطی کر لیا جس سے روزہ ٹوٹ گیا، تو اب کفارہ کے روزے میں تسلسل باقی نہیں رہا، اس لئے آیت کے مطابق اب شروع سے روزہ رکھے[۳] جس عورت سے ظہار کیا تھا اس سے دن میں جان کر وطی کر لی تو اس سے روزہ ٹوٹ گیا اس لئے اب کفارے کے روزے کا تسلسل ختم ہو گیا اسلئے آیت کی بنا پر بالاتفاق شروع سے روزے رکھے گا۔[۴] جس عورت سے ظہار کیا تھا اس سے رات میں وطی کر لی، یا دن میں بھول کر وطی کر لی جس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، اس لئے روزے کا تسلسل ختم نہیں ہوا، تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شروع سے روزہ رکھنا پڑے گا، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ روزے کا تسلسل ختم نہیں ہوا اس لئے شروع سے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف مابقیہ روزہ رکھ لینا کافی ہے۔

ترجمہ:(۲۰۱۲) اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ شروع سے نہ کرے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ پیدر پے کو روکتا نہیں ہے اس لئے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور وہی شرط ہے، اور جماع کرنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا اگر چہ شرط ہے، اور جس طرف ہم گئے ہیں اس میں بعض کفارہ مقدم ہے، اور جو شکل آپ کہہ رہے ہیں اس میں کل موخر ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ شروع سے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں صرف مابقیہ روزہ رکھ لینا کافی ہے

وجہ :(۱) انکی دلیل یہ ہے کہ رات میں وطی کرنے سے روزہ ٹوٹا نہیں اس لئے روزے کا تسلسل ختم نہیں ہوا، اور کفارے کی شرط یہ ہے کہ روزہ پیدر پے ہو، تو چونکہ پیدر پے ہوا اس لئے کفارہ ادا ہو گیا۔(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر شروع سے روزہ رکھتے ہیں تو وطی پہلے ہو جائے گی اور پورا روزہ بعد میں ہو جائے گا، جو بہتر نہیں ہے، اور مابقیہ روزہ رکھواتے ہیں تو کچھ روزہ پہلے ہوا ہے اور کچھ بعد میں ہو جائے گا، یہ صورت پہلے سے بہتر ہے اس لئے مابقیہ ہی روزہ رکھوایا جائے۔ (۱) اس اثر سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے.

عن الشعبی قال اذا مرض فأفطر ، قضی و لم یستأنف ۔(مصنف عبد الرزاق، باب یصوم فی الظہار شہر اثم یمرض، ج سادس، ص ۳۳۱، نمبر ۱۱۵۶۱) اس اثر میں ہے کہ عذر کی بنا پر افطار کر لے تو ازسر نو روزہ نہ رکھے، اسی پر قیاس کر کے ازسر نو نہ رکھے۔

ترجمہ : ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ روزے میں شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے ہو اور جماع سے خالی بھی ہو، آیت کی ضرورت کی وجہ سے، اور یہ شرط معدوم ہے، اس لئے شروع سے روزہ رکھے۔

فیستانف (۲۰۱۳) وان افطر منها یوماً بعذر اوبغیر عذر استانف ﴿ا لفوات التتابع وھوقادر علیه عادۃ (۲۰۱۴) وان ظاھر العبد لم یجز فی الکفارۃ الاالصوم ﴿ا لانه لاملک له فلم یکن من اھل التکفیر بالمال (۲۰۱۵) وان اعتق المولی او اطعم عنه لم یجز ہ ﴿ا لانه لیس من اھل الملک فلایصیر مالکاً بتملیکه

تشریح :امام بوحنیفہؒ اورامام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آیت کی بنا پر یہ شرط ضروری ہے کہ پورا روزہ وطی سے پہلے ہواور یہ شرط بھی ہے کہ وہ روزہ وطی سے خالی بھی ہواوردرمیان میں وطی کرنے کی وجہ سے دونوں شرطیں معدوم ہو جاتی ہیں اس لئے شروع سے روزہ رکھے۔

لغت:مسیس : چھونا، یہاں جماع کرنا مراد ہے۔یستانف:شروع سے کرے۔

ترجمه: (۲۰۱۳)اگردو ماہ میں سے ایک دن روزہ چھوڑ دیا عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے تو شروع سے روزہ رکھے۔

ترجمه: ا پیدر پے کے فوت ہونے کی وجہ سے،حالانکہ وہ اس پر قادر ہے۔

وجه : آیت میں ہے کہ مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔اوراس نے مسلسل نہیں رکھا بلکہ ایک دن چھوڑ دیا چاہے عذر ہی سے کیوں نہ چھوڑا ہو۔اس لئے ازسرنو دوبارہ رکھنا ہوگا۔آیت پہلے گزر چکی ہے(۲)اثر میں ہے۔سألت الزھری عن الرجل یصوم شھرا فی الظھار ثم یمرض فیفطر قال فلیستأنف ۔۔عن ابراھیم قال یستأنف صیامه(مصنف عبدالرزاق،باب یصوم فی الظہار شہرا ثم یمرض ج سادس،ص ۳۳۰ نمبر ۱۱۵۵۳/۱۱۵۵۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر روزہ چھوڑ دے تب بھی شروع سے روزہ رکھے گا۔

ترجمه :(۲۰۱۴)اگر غلام ظہار کرے تو نہیں جائز ہے کفارے میں مگر روزہ۔

ترجمه: ا اس لئے کہ اس کی کوئی ملکیت نہیں ہے،اس لئے مال کے ذریعہ کفارہ دینے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح : غلام نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تو کفارہ صرف روزے سے ہی ادا کرے۔کھانا کھلانا یا غلام آزاد کرنا کافی نہیں ہوں گے۔

وجه : اس کے پاس کچھ مال ہی نہیں ہے کہ کھانا کھلائے یا غلام آزاد کرے، جو مال ہے وہ سب مولی کا ہے۔اس لئے صرف روزے سے ہی کفارہ ادا ہوگا۔

ترجمه :(۲۰۱۵) پس اگر آقا نے غلام کی جانب سے آزاد کیا یا کھانا کھلایا تو کافی نہیں ہوگا۔

ترجمه: ا اس لئے کہ غلام میں مالک بننے کی اہلیت نہیں ہے اس لئے آقا کے مالک بنانے سے بھی مالک نہیں بنے گا۔۔

تشریح : مظاہر غلام کی جانب سے آقا نے کفارے میں غلام آزاد کردیا یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا دیا تو کافی نہیں ہوں گے۔

(۲۰۱۶) واذا لم یستطع المظاھر الصیام اطعم ستین مسکنا ﴾ ١ لقوله تعالیٰ فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکیناً (۲۰۱۷) ویطعم کل مسکین نصف صاع من بر او صاعا من تمر اوشعیر او قیمة ذلک ﴾ ١ لقوله علیه السلام فی حدیث اوس بن الصامت وسهل بن صخر لکل مسکین نصف صاع من بر

وجہ: یہ مال آقا کے ہیں غلام کے ہیں ہی نہیں۔اس لئے غلام کی جانب سے کچھ ادا نہیں ہوا۔اور غلام اس کا مالک بھی نہیں بن سکتا ہے ، کیونکہ اس میں مالک بننے کی اہلیت ہی نہیں ہے، اس لئے غلام کی جانب سے ادا ہی نہیں ہوگا، اس لئے لازمی طور پر غلام کو روزہ رکھ کر ہی کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ: (۲۰۱۶) پس اگر ظہار کرنے والا روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

ترجمہ: ١ اللہ تعالی کے قول۔فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا. (آیت ۴، سورۃ المجادلة ۵۸) کی وجہ سے۔

وجہ :(۱) آیت میں ہے کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو مثلا بوڑھا ہو یا مجبوری ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا۔(آیت ۴، سورۃ المجادلة ۵۸)(۲) اور لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن سلمة بن صخر ... قال فصم شهرین متتابعین قال وهل اصبت الذی الا من الصیام قال فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا ۔ (ابو داؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸، نمبر ۲۲۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔

ترجمہ:(۲۰۱۷) اور کھلائے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو یا اس کی قیمت۔

ترجمہ : ١ حضورؐ کے قول کی وجہ سے حضرت اوس ابن صامت کی حدیث میں، اور سھل بن صخر کی حدیث میں، کہ ہر مسکین کے لئے آدھا صاع گیہوں۔

تشریح :ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دو طریقے ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں گیہوں یا کھجور یا جو دیدے۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھانا پکا کر کھلا دیا جائے۔اگر اس کے ہاتھ میں گیہوں دے تو ہر مسکین کو آدھا صاع دے۔اور کھجور یا جو دے تو ایک ایک صاع دے یا اس کی قیمت دے۔

وجہ : (۱) اوپر کی حدیث میں ہے۔فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا. (ابو داؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸ نمبر ۲۲۱۳/ سنن للبیهقی ، باب لا یجزی ان یطعم اقل من ستین مسکینا کل مسکین مدا من طعام بلده، ج سابع ،ص ۶۴۳، نمبر ۱۵۲۸۷) اس حدیث میں ایک وسق کو ساٹھ مسکینوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کہا ہے۔اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا

۲؎ ولان المعتبر دفع حاجۃ الیوم لکل مسکین فیعتبر بصدقۃ الفطر ۳؎ وقولہ اوقیمۃ ذلک مذھبنا وقدذکرناہ فی الزکوٰۃ (۲۰۱۸) فان اعطیٰ منا من برومنوین من تمر اوشعیر جاز ﴾ ۱؎ لحصول المقصود اذا لجنس متحد

ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہرایک مسکین کوایک ایک صاع کھجور دے۔(۲)اور پہلے باب صدقۃ الفطر میں گزر چکا ہے کہ ایک صاع کھجورآدھا صاع گیہوں کے برابر قیمت تھی۔اس لئے آدھا صاع گیہوں بھی ہرایک مسکین کودیا جاسکتا ہے۔اس کے لئے حدیث یہ ہے۔**عن ابی سعید الخدریؓ قال کنا نعطیھا فی زمان النبی ﷺ صاعا من طعام أو صاعا من تمر أو صاعا من شعیر أو صاعا من زبیب فلما جاء معاویۃ و جائت السمراء قال أری مدا من ھذا یعدل مدین** (بخاری شریف، باب صاعا من زبیب،ص ۲۴۵،نمبر ۱۵۰۸ر مسلم شریف، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر،ص ۳۹۶،نمبر ۲۲۸۳/۹۸۵)(۳) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔**عن ابی صعیر قال قال رسول اللہ صاع من بر او قمح علی کل اثنین صغیر او کبیر** . (ابوداؤدشریف،باب من روی نصف صاع من قمح،ص ۳۳۵،نمبر ۱۶۱۹)اس حدیث میں ہے کہ خودحضورؐ نے آدھا صاع گیہوں فطرہ کے لئے متعین فرمایا۔(۴)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن زید بن ثابت قال : خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال : من کان عندہ فلیتصدق بنصف صاع من بر ، أو صاع من شعیر ، أو صاع من تمر أو صاع من دقیق ، أو صاع من زبیب ، أو صاع من سلت** . (دارقطنی،باب زکاۃ الفطر،ج ثانی،ص ۱۳۰،نمبر ۲۰۹۸)اس حدیث میں ہے کہ آدھا صاع گیہوں کفارے میں دینا جائز ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اوراس لئے کہ ہرمسکین کے لئے ایک دن کی ضرورت کودفع کرنا معتبر ہے اس لئے صدقۃ الفطر پر قیاس کیا جائیگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ہرمسکین کے لئے ایک دن کی ضرورت کودفع کرنا مقصود ہے،اس لئے صدقۃ الفطر میں ایک دن کی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے جتنے صاع کی ضرورت ہے کفارے میں اتنا دے دینا کافی ہوگا،اورصدقۃ الفطر میں آدھا صاع گیہوں کافی ہےاس لئے کفارے میں بھی آدھا صاع گیہوں کافی ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اورمصنف کاقول،یااسکی قیمت،یہ ہمارا مذہب ہے،اورہم نے اس کوکتاب الزکوۃ میں ذکر کیا ہے۔

تشریح : کفارے میں ساٹھ صاع کھجوردے یااس کی قیمت دے،یاتیس صاع گیہوں دے یااس کی قیمت دے،یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے،ورنہ دوسرے حضرات حدیث کی بناپرصرف غلے دینے کے قائل ہیں،اس کا پورا تذکرہ کتاب الزکوۃ میں گزر گیا ہے۔

ترجمہ:(۲۰۱۸)اگرایک من گیہوں اوردومن کھجوریاجودیاتب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: ۱؎ مقصودحاصل ہونے کی وجہ سے،اس لئے کہ جنس متحد ہے۔

تشریح: ایک دن کے کفارے کے لئے پوری مقدارایک ہی جنس سے نہیں دیا بلکہ دوجنسوں سے دیا،مثلاایک صاع کھجوردیناتھا،

(۲۰۱۹)وان امر غيره ان يطعم عنه من ظهاره ففعل اجزاه ﴾ل لانه استقراض معنىً والفقير قابض له اولاً ثم لنفسه فتحقق تملكه ثم تمليكه(۲۰۲۰) فان غداهم وعشاهم جاز قليلا كان مااكلو او كثيرا﴾

تو آدھا صاع کھجور دے دیا، اور باقی آدھے صاع کے بدلے میں آدھے صاع گیہوں کا آدھا چوتھائی صاع گیہوں دے دیا ، اور دونوں کو ملا کر ایک صاع کھجور کی مقدار، یا آدھا صاع گیہوں کی مقدار پوری کر دی تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ دونوں کھانے کے مقصد میں متحد ہیں۔ مصنف نے من بول کر اسی کو ثابت کیا ہے۔

لغت: من: چار من کا ایک صاع ہوتا ہے، اس اعتبار سے ایک من گیہوں دیا تو آدھا صاع کا آدھا دیا، اور دو من کھجور دیا تو ایک صاع کھجور دینا چاہئے اس کے بدلے میں اس کا آدھا ادا کیا۔ بر: گیہوں۔

ترجمہ:(۲۰۱۹) اگر دوسرے کو حکم دیا کہ اس کی جانب سے کفارہ ظہار کا کھلائے تو اس کو کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ معنوی اعتبار سے قرض لینا ہے، اور فقیر پہلے آمر کی جانب سے قبضہ کرے گا پھر اپنے لئے قبضہ کرے گا، اس لئے پہلے آمر کی ملکیت ہوگی پھر خود فقیر کی ملکیت ہوگی۔

تشریح : جس پر کفارہ ظہار تھا اس نے دوسرے کو کھانا کھلانے کا حکم دیا اور اس نے اس کی جانب سے کھلا بھی دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ گویا کہ اس نے کھلانے والے سے قرض لیا، اور اس قرض پر قبضہ اور ملکیت اس طرح ہوئی کہ فقیر نے گویا کہ پہلے حکم دینے والے کی جانب سے کھانے پر قبضہ کیا، بعد میں اپنی جانب سے قبضہ کیا اسلئے کفارہ ادا کرنے والے کا قبضہ ہو گیا ، اور کفارہ ادا بھی ہو گیا۔ (۲) اس حدیث میں حضورؐ نے دوسرے کو قرض ادا کرنے کے لئے کہا ہے۔ عن ابی هريرةؓ ان رجلا تقاضى رسول الله ﷺ فأغلظ له فهم به أصحابه فقال دعوه فان لصاحب الحق مقالا و اشتروا له بعيرا فأعطوه اياه ، قالوا لا نجد الا افضل من سنه قال اشتروه فأعطوه اياه فان خيركم احسنكم قضاء۔ (بخاری شریف، باب استقراض الابل، ص ۳۸۴، نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث میں دوسرے کو قرض ادا کرنے کے لئے فرمایا اور انہوں نے ادا کیا تو حضور کی جانب سے ادا ہو گیا۔

اصول: کفارہ ادا کرنے میں نیابت چلتی ہے۔

ترجمہ:(۲۰۲۰) اور اگر مسکینوں کو صبح اور شام کو کھلایا تو بھی جائز ہے کم کھائیں یا زیادہ۔

تشریح : ہاتھ میں گیہوں دینے کے بجائے کھانا پکا کر صبح اور شام کھلا دیا تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ چاہے وہ آدھا صاع

لے وقال الشافعیؒ لایجزیہ الاالتملیک اعتباراً بالزکوٰۃ وصدقةالفطر وھٰذا لان التملیک ادفع للحاجة فلاینوب منابہ الاباحة

سے زیادہ کھالے یا کم کھالے۔

وجہ :(۱) آیت میں۔ **فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا** ۔(آیت ۴/۳ سورۃ المجادلۃ ۵۸) ہے، یعنی کھانا کھلائے، اس لئے کفارے میں کھلانے سے بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔(۲) حدیث میں بھی ہے۔ **عن خولة بنت مالک ... قال فلیطعم ستین مسکینا.** (ابوداؤدشریف باب فی الظہار،ص ۳۲۱، نمبر ۲۲۱۴) جس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھلا دینے سے بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔

لغت : غدا : صبح کو کھلانا، عشاء : شام کو کھانا کھلانا۔

ترجمہ : لے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مالک بنانے کے علاوہ کافی نہیں ہے، زکوۃ اور صدقۃ الفطر پر قیاس کرتے ہوئے۔اور اس لئے کہ دے دینا ضرورت کو زیادہ پوری کرنے والا ہے اس لئے مباح کرنا اس کے قائم مقام نہیں ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا، بلکہ فقیر کو غلے کا مالک بنانا ضروری ہوگا۔موسوعۃ میں عبارت یہ ہے۔ **ولا یجزئہ ان یغذیھم و ان اطعمھم ستین مدا او اکثر ، لان أخذھم الطعام یختلف فلایدری لعل احدھم یأخذ اقل من مد و الآخر اکثر ، لان رسول اللہ ﷺ انما سن مکیلة الطعام فی کل ما امر بہ من کفارة** ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب الکفارۃ بالاطعام، ج احدی عشرۃ، ص ۵۰۴، نمبر ۲۰۵۲۰) اس عبارت میں ہے کہ کھلانا کافی نہیں ہے، غلے کا مالک بنانا ضروری ہے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مالک بنانے کا ذکر ہے اس لئے مالک بنانا ضروری ہوگا اور کھانا سامنے رکھ دے اور مباح کر دے کہ جتنا کھانا ہو کھالو اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔حدیث یہ ہے۔ **عن سلمة بن صخر قال ابن العلاء البیاضی ....فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا.** (ابوداؤد شریف، باب فی الظہار، ص ۳۰۸، نمبر ۲۲۱۳ سنن للبیہقی، باب لا یجزی ان یطعم اقل من ستین مسکینا کل مسکین مدا من طعام بلدہ، ج سابع، ص ۶۴۳، نمبر ۱۵۲۸۷) اس حدیث میں ایک وسق کو ساٹھ مسکینوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مالک بنانا ضروری ہے۔(۲) ایک وسق تقسیم کرنے کے لئے فرمایا ہے، پس اگر کھانا کھلایا جائے تو ساٹھ وسق پورا نہیں ہوگا بلکہ کم بیش ہوجائے گا، اس لئے مالک بنانے سے ہی ساٹھ وسق کی مقدار پوری ہوگی۔(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ زکوۃ میں اور صدقۃ الفطر میں مالک بنانا ضروری ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ میں بھی مالک بنانا ضروری وگا (۴) اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ غلے کے مالک بنانے سے اس کو بیچ کر کوئی بھی ضرورت پوری کی جاسکتی

۲؎ ولنا ان المنصوص علیه هو الاطعام وهو حقیقة فی التمکین من الطعم وفی الاباحة ذلک کما فی التملیک ۳؎ اما الواجب فی الزکوٰة الایتاء وفی صدقة الفطر الاداء وهما للتملیک حقیقة

ہے اس لئے وہ ضرورت کو زیادہ پوری کرنے والا ہے [ادفع للحاجۃ ہے]، اور کھانا مباح کر دینا ضرورت کو زیادہ پوری کرنے والا نہیں ہے اس لئے مالک بنا ضروری ہوگا۔

لغت: غداھم: فقیر کو صبح کا کھانا کھلایا۔ عشاھم: فقیر کو شام کا کھانا کھلایا۔ الاباحۃ: مباح کرنا، کھانا سامنے رکھ دے، اور کہہ دے کہ جتنا کھانا ہو پیٹ بھر کھالو، لیکن ساتھ مت لیجاؤ، اس کو مباح کرنا کہتے ہیں۔ ادفع للحاجۃ: ضرورت کو زیادہ پوری کرنے والا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت میں اطعام [کھانا کھلانا ہے] اور یہ حقیقت میں کھانے میں قدرت دینے میں ہے، اور مباح کرنے میں یہ بات پائی جاتی ہے، جیسا کہ مالک بنانے میں پائی جاتی ہے۔

تشریح: کفارے کی آیت میں دینا نہیں ہے بلکہ اطعام کا لفظ ہے جس کا حقیقی معنی ہے کھانا کھلانا، اور کھانے کو سامنے رکھ کر مباح کرنے کا نام اطعام ہے اس لئے کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا، جس طرح کھانے کے مالک بنانے سے اطعام ہو جائے گا کیونکہ فقیر اس کو اپنے گھر میں کھائے گا۔ آیت میں ہے۔ **فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا**۔ (آیت ۳/۴، سورۃ المجادلۃ ۵۸) ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا۔

ترجمہ: ۳؎ بہر حال زکوۃ میں واجب دینا ہے، اور صدقۃ الفطر میں ادا کرنا ہے، اور وہ دونوں حقیقت میں مالک بنانے سے ہوگا۔

تشریح: زکوۃ کی جو آیت ہے اس میں اُتو کا لفظ ہے جس کا معنی ہے دینا، اس لئے کھانا کھلانے سے کام نہیں چلے گا بلکہ مالک بنانا ہوگا۔ اسی طرح صدقۃ الفطر والی حدیث میں ادوا کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ادا کرنا اور یہ بھی مالک بنانے سے ہوگا کھلا دینے سے نہیں ہوگا، اس لئے ان دونوں میں مالک بنانا ضروری ہے، اور کفارہ میں مالک بنانے سے بھی ہوگا اور کھلانے سے بھی ہوگا۔

وجہ: (۱) آیت زکوۃ یہ ہے۔ **و اقاموا الصلاة و أتوا الزکاة لهم اجرهم عند ربهم**۔ (آیت ۲۷۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں اُتوا الزکوۃ، ہے جس کا معنی ہے زکوۃ دے، اور یہ مالک بنانے سے ہوگا۔ (۲) صدقۃ الفطر والی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال فرض رسول الله ﷺ زکوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بها ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوة** (بخاری شریف، باب فرض صدقۃ الفطر، ص ۲۰۴، نمبر ۱۵۰۳/ مسلم شریف، باب زکوۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر، ص ۳۹۵، نمبر ۹۸۴/۲۲۷۸) اس

(۲۰۲۱) لو کان فیمن عشاهم صبی فطیم لایجزیه ﴾ ل لانه لایستوفی کاملاً ٢ ولابدمن الادام فی خبز الشعیر لیمکنه الاستیفاء الی الشبع وفی خبز الحنطة لایشترط الادام (۲۰۲۲) وان اعطیٰ مسکیناً واحدا ستین یوما اجزاه وان اعطاه فی یوم واحد لم یجزه الاعن یومه ﴾

حدیث میں تو دی کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ادا کرنا دے دینا۔

ترجمہ:(۲۰۲۱) اور جس کو کھانا کھلا رہا ہے اس میں دودھ پیتا بچہ ہو تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ پورا وصول نہیں کرے گا۔

تشریح: اگر کفارے کے صبح شام کھانے میں دودھ پیتا بچہ ہے تو اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بچہ کھانا کھا ہی نہیں سکے اس لئے کفارے کا ایک عدد کم رہ گیا اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔۔ فطیم: دودھ پیتا بچہ۔ یستوفی: پورا وصول کرنا۔

ترجمہ : ٢ اور ضروری ہے کہ جو کی روٹی کے ساتھ سالن ہو تا کہ پیٹ بھر کھا سکے، اور گیہوں کی روٹی میں سالن کی شرط نہیں ہے۔

تشریح: پورے طور پر کھانا کھانا ضروری ہے، اور جو کی روٹی روکھی ہوتی ہے اس لئے جو کی روٹی کے ساتھ سالن ہونا ضروری ہے تا کہ بھر پیٹ کھا سکے، اور گیہوں کی روٹی روکھی نہیں ہوتی اس لئے اس کے ساتھ سالن ہونا ضروری نہیں ہے۔

لغت: شبع: پیٹ بھر کر۔ ادام: سالن، ایسی چیز جس سے چپڑ کر روٹی کھائی جا سکے۔ شعیر: جو، جو کی روٹی۔ استیفاء: پورا وصول کرنا۔

ترجمہ : (۲۰۲۲) اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھانا دیا تب بھی کافی ہے۔ اور اگر دیا اس کو ایک ہی دن میں کافی نہیں ہوگا مگر ایک دن سے۔

تشریح : گنتی کر کے ساٹھ مسکینوں کو کھلانا چاہئے۔ لیکن ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھلاتا رہا یا ساٹھ دنوں تک ایک ایک صاع دیتا رہا تب بھی کافی ہو جائے گا۔

وجہ : ہر دن کی الگ الگ ضرورتیں ہیں اس لئے گویا کہ ہر دن الگ الگ مسکین کو دیا اس لئے ساٹھ مسکینوں کے کفارے کے لئے کافی ہے۔

اور اگر ایک ہی آدمی کو ایک ہی دن میں ساٹھ صاع دے دیا تو ایک آدمی کا کفارہ ادا ہوگا، ابھی انسٹھ باقی رہے گا۔

وجہ :(۱) ایک ہی آدمی کو ساٹھ صاع دے دیا تو عدد کے اعتبار سے ایک ہی مسکین ہوا چاہے اس کو جتنا دیدے۔ آیت کے اعتبار سے ساٹھ کی تعداد پورا کرنا ضروری تھا، **فاطعام ستین مسکینا** (آیت ۴ سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس لئے ایک ہی آدمی شمار ہوگا۔ (۲) اصل میں فقیر کی ضرورت پوری کرنی ہے، اس لئے ہر دن میں گویا کہ الگ الگ ضرورت ہوئی، اس لئے ساٹھ دن میں ساٹھ ضرورتیں

۱؎ لان المقصود سدخلة المحتاج والحاجة تتجدد فی کل یوم فالدفع الیه فی الیوم الثانی کالدفع الی غیره وھذا فی الاباحة من غیر خلاف ۲؎ واما التملیک من مسکین واحدفی یوم واحد بدفعات فقدقیل لایجزیه وقدقیل یجزیه لان الحاجة الی التملیک تتجدد فی یوم واحد بخلاف ماذا دفع بدفعة واحدة لان التفریق واجب بالنص(۲۰۲۳) وان قرب التی ظاھر منھا فی خلال الاطعام لم

ہوئیں، اس لئے ساٹھ کفارے ہو گئے ،لیکن اگر ایک دن میں ایک وقت میں ساٹھ صاع دے دیا تو گویا کہ ایک ہی ضرورت پوری ہوئی اس لئے ایک ہی کفارہ ادا ہوگا، اور انسٹھ کفارہ رہ جائے گا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ مقصود محتاج کی ضرورت کو پوری کرنا ہے، اور ضرورت ہر دن میں الگ الگ ہوتی ہیں اس لئے دوسرے دن میں دینا گویا کہ دوسروں کو دینا ہے، اور یہ مباح کرنے میں بغیر اختلاف کے ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ فقیر کو دینے کا مقصد اس کی ضرورت پوری کرنی ہے، اور الگ الگ دن میں الگ الگ ضرورت ہوئی اس لئے ساٹھ دنوں میں ایک ہی مسکین کو دینے سے ساٹھ ضرورتیں پوری ہوئیں اس لئے ساٹھ آدمی کا کفارہ ادا ہو جائے گا، اور ہر دن میں کھانا سامنے رکھ کر مباح کر دیا تو بغیر کسی اختلاف کے ساٹھ دنوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ بہر حال ایک ہی مسکین کو ایک ہی دن میں ساٹھ بار دینے سے بعض حضرات نے فرمایا کافی نہیں ہوگا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کافی ہو جائے گا، اسلئے کہ مالک بننے کی ضرورت ایک ہی دن میں کئی بار ہو سکتی ہے، بخلاف جبکہ ایک ہی مرتبہ سب دے دیا، [تو ادا نہیں ہوگا] اس لئے کہ آیت سے تفریق واجب ہے۔

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں [۱] ایک ہی دن میں ایک ہی مسکین کو ساٹھ بار کھانا سامنے رکھ کر مباح کیا تو کسی کے یہاں ساٹھ کفارہ ادا نہیں ہوگا، کیونکہ ایک آدمی کو ایک دن میں ساٹھ بار کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، اس لئے ایک کفارہ شمار ہوگا۔ [۲] ایک ہی مسکین کو ایک ہی دن میں ساٹھ مرتبہ ایک ایک صاع کھجور دیا تو اس بارے میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ کافی نہیں ہوگا ، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ کافی ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانے کی ضرورت تو ایک دن میں دو تین مرتبہ سے زیادہ نہیں ہوتی، لیکن دوسری ضروریات ایک دن میں مختلف ہو سکتی ہے اس لئے ایک ہی دن مختلف ضروریات پوری کی اس لئے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (۳) اور ایک ہی دن میں ایک مسکین کو ایک مرتبہ ساٹھ صاع دے دیا تو یہ کسی کے یہاں ادا نہیں ہوگا، کیونکہ آیت میں ساٹھ مسکین کو دینے کے لئے کہا ہے اور یہاں چاہے ساٹھ صاع دیا لیکن ایک ہی مسکین کو دیا اس لئے ساٹھ کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ (۴) اور چوتھی شکل اوپر گزر گئی، کہ ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دیتا رہا تو سب کے نزدیک ساٹھ کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۰۲۳) اور اگر جس بیوی سے ظہار کیا تھا اس سے صحبت کر لی کھلانے کے درمیان تو شروع سے نہ کھلائے۔

یستانف ﴾ ۱؎ لانه تعالیٰ ماشرط فی الاطعام ان یکون قبل المسیس الاانه یمنع من المسیس قبله لانه ر بمایقدر علی الاعتاق والصوم فیقعان بعدالمسیس ۲؎ والمنع لمعنیً فی غیره لایعدم المشروعیة فی نفسه(۲۰۲۴)واذااطعم عن ظهارین ستین مسکیناً لکل مسکین صاعاًمن بر لم یجزه الاعن واحدمنهما عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ﴾

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ اللہ تعالی نے آیت میں جماع سے پہلے کھانا کھلانے کی شرط نہیں رکھی ہے مگر یہ کہ کھانے سے پہلے وطی سے روکا جائے گا، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ آزاد کرنے پر یا روزہ رکھنے پر قدرت ہو جائے، اور یہ دونوں جماع کے بعد ہو جائے۔

تشریح: کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلا رہا تھا مثلا تیس مسکینوں کو کھانا کھلا یا اس درمیان ظہار والی بیوی سے صحبت کر لی تو ایسا کرنا اچھا تو نہیں تھا لیکن پھر بھی شروع سے کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقیہ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

وجـــــه : آیت میں غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی قید ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے کرے۔ لیکن کھانا کھلانے میں یہ قید نہیں ہے۔ اس لئے درمیان میں صحبت کر لی تو از سر نو کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آیت یہ ہے۔ فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا. (آیت ۴ سورة المجادلة ۵۸) اس آیت میں قبل ان یتماسا کی قید نہیں ہے۔ اس لئے کھانے سے پہلے، یا کھلانے کے درمیان جماع کر لیا تو کھلانا فاسد نہیں ہوگا اور شروع سے نہیں کھلانا نہیں پڑے گا۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کھلانے سے پہلے غلام آزاد کرنے پر یا روزہ رکھنے پر قدرت ہو جائے اس لئے اگر کھانا کھلانے سے پہلے وطی کر لی تو آزاد کرنے سے پہلے اور روزہ رکھنے سے پہلے وطی ہو جائے گی جو آیت کے اعتبار سے ممنوع ہے اس لئے کھانا کھلانے سے پہلے بھی وطی نہیں کرنی چاہئے، تاہم یہ آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ممانعت ہے کھانا کھلانے سے پہلے یا اس کے درمیان میں وطی کر لی تو دوبارہ کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی کو معنی فی غیرہ کہا ہے۔

ترجمه: ۲؎ اور روکنا دوسرے کے معنی کی وجہ سے ہے جو دوسرے کی ذات کی مشروعیت کو منعدم نہیں کرتی۔

تشریح :معنی فی غیرہ: ایک منطقی محاورہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات کے اعتبار سے وہ چیز مشروع ہے، لیکن کسی دوسری وجہ سے وہ ناجائز ہے، اس کو معنی فی غیرہ، کہتے ہیں، جو چیز معنی فی غیرہ سے ممنوع ہو وہ چیز ذات کے اعتبار سے مشروع ہوتی ہے۔

ترجمه:(۲۰۲۴) اگر دو ظہار کی جانب سے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلایا، ہر مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیا تو ایک ہی کفارہ ادا ہوگا امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

تشریح :ایک آدمی پر دو ظہار کے کفارے تھے اس لئے اسکو ایک سو بیس فقیروں کو آدھا آدھا صاع گیہوں دینا چاہئے تھا لیکن اس نے ساٹھ ہی فقیر کو دوگنا کر کے ایک ایک صاع گیہوں دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کافی نہیں ہوگا۔

(۲۰۲۵) وقال محمدؒ یجزیه عنهما وان اطعم ذلک عن افطار وظهار اجزاه عنهما﴾ ۱؎ له ان بالمؤدیٰ وفاء بهما والمصروف الیه محل لهما فیقع عنهما کما لو اختلف السبب اوفرق فی الدفع ۲؎ ولهما ان النیة فی الجنس الوحد لغو وفی الجنسین معتبرة واذا لغت النیة والمئودیٰ یصلح کفارةً واحدة لان نصف الصاع ادنیٰ المقادیر فیمنع النقصان دون الزیادة فیقع عنها کما اذانویٰ اصل الکفارة بخلاف ماذافرق فی الدفع لانه فی الدفعة الثانیة فی حکم مسکین اخر

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ایک ہی کفارہ ہے اس لئے جنس ایک ہونے کی وجہ سے دو کی نیت لغو ہوگی، اور ایک صاع گیہوں ایک ہی کفارہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، کیونکہ آدھا صاع تو کم درجہ کفارہ ہے اس لئے ایک صاع بھی ایک ہی کفارہ شمار کیا جائے گا اور ایک ہی کفارہ ظہار ادا ہوگا، ہاں ساٹھوں مسکینوں کو آدھا آدھا صاع کرکے دو مرتبہ دیتا تو دو ظہار کیلئے کافی ہو جاتا، کیونکہ دو مرتبہ دینا دو مسکینوں کے لئے ہوا اور حاجت متجدد ہوتی۔

ترجمہ: (۲۰۲۵) اور امام محمدؒ نے فرمایا دونوں کفاروں کی جانب سے کافی ہوگا، اور اگر یہ ساٹھ مسکین کو کھانا دینا روزہ توڑنے اور ظہار کی جانب سے ہو تو دونوں کی جانب سے کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے جو ادا کیا ہے وہ دونوں کفاروں کے لئے کافی ہے، اور جس پر خرچ کیا ہے وہ دونوں کا محل، اس لئے دونوں سے ادا ہو جائے گا، جیسے کفارے کا سبب مختلف ہوتا [تو دونوں کے لئے کافی ہوتا] یا الگ الگ دیتا تو دونوں کے لئے کافی ہوتا۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے ہے کہ دونوں کفاروں کے لئے ادا ہو جائے گا، انکی دلیل یہ ہے کہ آدھا آدھا صاع گیہوں نہیں دیا ہے بلکہ ایک ایک صاع دیا ہے جو دو کفارے کے لئے کافی ہے، اور جن فقیروں کے لئے وہ کفارے کے مستحق ہیں، اس لئے دونوں ظہار کے کفارے ادا ہو جائیں گے، اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں [۱] ایک یہ کہ ایک کفارہ ظہار کا ہوتا اور دوسرا کفارہ روزہ توڑنے کا ہوتا اور ساٹھ مسکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیتا تو ادا ہو جاتا اسی طرح سے یہاں ادا ہو جائے گا۔ [۲] یا آدھا آدھا صاع کرکے دو مرتبہ ساٹھ مسکین کو دیتا تو دو ظہاروں کا ادا ہو جاتا اسی طرح یہاں ادا ہو جائیگا۔

لغت: اختلف السبب: کا مطلب یہ ہے کہ کفارے کا سبب ظہار ہوا اور دوسرا روزہ توڑنا ہو تو ادا ہو جائے گا، کیونکہ کفارہ کا سبب مختلف ہو گیا۔ فرق فی الدفع: آدھا صاع دینے میں تفریق کی یعنی دو مرتبہ آدھا آدھا صاع دیا تب بھی دو کفارے ادا ہو جائیں گے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ نیت ایک ہی جنس میں لغو ہے، اور دو جنس میں معتبر ہے اور جب نیت لغو ہو گئی، اور ادا کی ہوئی چیز ایک کفارہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، اس لئے کہ آدھا صاع ادنی مقدار ہے اس لئے اس سے نقصان کو روکا جائے گا اور زیادہ کو روکا نہیں جائے گا، اس لئے ادا کی ہوئی چیز ایک کفارے سے واقع ہو جائے گی۔ برخلاف دوسری

(۲۰۲۶)ومن وجبت علیه کفارتا ظهارفاعتق رقبتین لاینوی عن احدهما بعینها جازعنها وکذااذاصام اربعة شهرااواطعم مائةوعشرین مسکیناً جاز ﴿۱﴾ لان الجنس متحدفلا حاجة الی نیة معینة

مرتبہ دینا دوسرے مسکین کے حکم میں ہے[اس لئے دوسرا کفارہ ادا ہو جائے گا]

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ دونوں کفارے ایک ہی جنس کے ہیں، یعنی ظہار ہی کے ہیں اس لئے اس میں دو کفاروں کی نیت کرنا لغو ہے، ہاں دو جنس ہوتی تو اس میں دو کفارے کی نیت درست ہے،، اور جو ایک ایک صاع گیہوں ادا کیا ہے یہ ایک کفارے کے لئے بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ آدھا صاع تو کم سے کم درجہ ہے، اس سے کم دینا جائز نہیں، اور اس سے زیادہ دینا جائز ہے، اس لئے جب ایک جنس ہونے کی وجہ سے دو کفاروں کی نیت لغو ہوگئی تو ایک صاع گیہوں ایک ہی کفارے کے لئے ہو جائے گا اور ایک ہی کفارہ ادا ہوگا، جیسے اگر دو کفارے کی نیت نہیں کرتا، اصل کفارے کی نیت کرتا، یعنی صرف کفارے کی نیت کرتا تو ایک صاع ایک ہی کفارے کے لئے ادا ہوتا، اسی طرح یہاں ایک ہی کفارہ ادا ہوگا۔ ہاں دو مرتبہ آدھا آدھا صاع ایک ہی مسکین کو دیتا تو چونکہ دو مرتبہ دیا ہے اس لئے دوسری مرتبہ دینا گویا کہ دوسرے مسکین کو دینا ہوا اس لئے دو کفارے ادا ہو جائیں گے۔

اصول: بیک وقت آدھا صاع سے زیادہ دینا بھی ایک ہی کفارے کے حکم میں ہے۔ البتہ اس سے کم دینا جائز نہیں۔

ترجمہ: (۲۰۲۶) کسی پر ظہار کے دو کفارے تھے، پس دو غلام آزاد کیا اور متعین کر کے دونوں میں ایک کی نیت نہیں کی تو جائز ہے، اور ایسے ہی چار مہینے روزے رکھا، یا ایک سو بیس مسکین کو کھانا کھلایا تو جائز ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جنس متحد ہے تو معین نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: یہاں، غلام، روزہ، اور کھانا کھلانے کے تین مثالیں ہیں۔[۱] پہلا مسئلہ ایک آدمی پر ظہار کے دو کفارے تھے، انہوں نے اس کے لئے دو غلام آزاد کئے، لیکن آزاد کرتے وقت یہ نیت نہیں کی یہ غلام فلاں ظہار کے لئے ہے، اور یہ غلام فلاں ظہار کے لئے ہے پھر بھی یہ دو غلام دونوں کفاروں کے لئے کافی ہو جائیں گے[۲] ظہار کے دو کفارے تھے، اس نے چار مہینے روزے رکھے تو دونوں کفارے کے لئے کافی ہو جائیں گے [۳] دو ظہار کے کفارے تھے ایک سو بیس مسکین کو کھانا کھلایا تو دونوں کفاروں کے لئے کافی ہو جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کفاروں کی جنس ایک ہے اور تینوں شکلوں میں کفارہ دو گنا ہے اس لئے تعین کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کفارہ ادا ہو جائے گا۔ ہاں جنس مختلف ہوتی تو تعین کی ضرورت پڑتی، یہاں ایک ہی جنس ہے اس لئے تعین کے بغیر بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(۲۰۲۷)وان اعتق عنهما رقبةً واحدةً اوصام شهرين كان له ان يجعل ذلك عن ايهما شاء وان اعتق عن ظهارٍ وقتل لم يجزعن واحدمنهما ﴿١ وقال زفرؒ لايجزيه عن احدهما فى الفصلين ٢ وقال الشافعیؒ له ان يجعل ذلك عن احدهما فى الفصلين لان الكفارة كلهاباعتبار اتحادالمقصودجنس

ترجمه : (۲۰۲۷) اوراگر دونوں کی جانب سے ایک ہی غلام آزاد کیا، یا دو مہینے روزہ رکھا، اس کے لئے جائز ہے کہ جس کفارے کے لئے چاہے متعین کر دے۔ اوراگر آزاد کیا ظہار کے لئے اور قتل کے لئے، تو دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی آدمی پر دو کفارہ ظہار تھے اور ایک غلام آزاد کیا اور آزاد کرتے وقت دونوں کی نیت کی تو بعد میں اس آدمی کو یہ حق ہوگا کہ کسی ایک کفارے کے لئے متعین کر لے، کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہے اس لئے پہلے متعین کرنا لغو ہوگا، اس لئے بعد میں بھی متعین کرنے کا حق ہوگا، اوراگر اس پر ایک کفارہ ظہار کا تھا اور دوسرا کفارہ قتل کا تھا، پھر دونوں کے لئے ایک غلام آزاد کیا، یا دو مہینے روزے رکھے اور اس وقت کسی ایک کفارے کے لئے متعین نہیں کیا تو بعد میں اس کو متعین کرنے کا حق نہیں رہے گا، اور دوبارہ دونوں کے لئے الگ الگ کفارہ ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ دو قسم کے کفارے ہیں، اس لئے پہلے ہی متعین کرنا ضروری ہے، اوراس نے متعین نہیں کیا تو کسی کے لئے ادا ہی نہیں ہوا اس لئے دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

اصول: جنس ایک ہو تو ہر ایک کو خصوصی طور پر متعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ بعد میں تخصیص کرنا بھی کافی ہو جائے گا۔ اور جنس دو ہوں تو ادا کرتے وقت ہی متعین کرنا ضروری ہے۔

ترجمه : ١ حضرت امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کسی سے کفارہ کافی نہیں ہوگا۔

تشریح : امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں کفارہ ظہار ہو یا، یا ایک کفارہ ظہار ہو اور دوسرا کفارہ قتل ہو اور ایک غلام آزاد کیا اور آزاد کرتے وقت کسی ایک کفارے کی نیت نہیں کی تو بعد میں دونوں کفارہ ظہار ہو تب بھی کسی ایک کے لئے متعین نہیں کر سکتے، اور ایک کفارہ قتل ہو اور دوسرا کفارہ ظہار ہو تب بھی ایک کے لئے متعین نہیں کر سکتے۔

وجه : وہ فرماتے ہیں جب دونوں کے لئے ایک کفارہ ادا کیا تو دونوں کے لئے آدھا آدھا غلام آزاد ہوا اس لئے دونوں میں سے کوئی کفارہ بھی ادا نہیں ہوا، اور اب معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے اس لئے کسی ایک کے لئے متعین بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے دونوں صورتوں میں کافی نہیں ہوگا۔

ترجمه : ٢ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ دونوں صورتوں میں جس کے لئے کفارہ کرنا چاہے کرے، اس لئے کہ تمام کفارات مقصود کے اتحاد کی وجہ سے ایک ہی جنس ہیں۔

واحد ۳؎ وجه قول زفرؒ انه اعتق عن کل ظهار نصف العبد ولیس له ان یجعل عن احدهما بعدما اعتق عنهما لخروج الامر من یده ۴؎ ولنا ان نیة التعیین فی الجنس المتحد غیر مفید فتلغو وفی الجنس المختلف مفید واختلاف الجنس فی الحکم وهو الکفارة هٰهنا باختلاف السبب نظیر الاول اذا صام یوماً فی قضاء رمضان عن یومین یجزیه عن قضاء یوم واحد ونظیر الثانی اذا کان علیه صوم القضاء والنذر فانه لابد فیه من التمیز، والله اعلم

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چاہے کفارہ ظہار ہو یا کفارہ قتل ہو مقصد کے اعتبار سے تمام کفارات ایک ہی جنس ہیں اس لئے چاہے دونوں کفارے ظہار کے ہوں، یا ایک کفارہ قتل کا ہو اور دوسرا کفارہ ظہار کا ہو اور دونوں کے لئے ایک غلام آزاد کیا ہو تب بھی بعد میں دونوں میں سے ایک کے لئے متعین کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام زفرؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ہر ظہار کے لئے آدھا آدھا غلام آزاد کیا، اور دونوں کے لئے آزاد کرنے کے بعد اب اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک کے لئے کر دے، کیونکہ اس کے ہاتھ سے معاملہ نکل چکا ہے۔

تشریح :امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں ظہار کے لئے آزاد کیا تو ایک ہی غلام ہر ایک کے لئے آدھا آدھا آزاد ہو گیا، اور اب اس کے ہاتھ سے معاملہ نکل چکا ہے اس لئے اب اس کو کسی ایک کے لئے بھی نہیں کر سکتا، اس لئے کوئی کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک جنس می تعیین کی نیت فائدہ مند نہیں ہے، اس لئے نیت لغو ہو جائے گی، اور مختلف جنس میں فائدہ مند ہے، اور جنس کا مختلف ہونا حکم میں وہ یہاں کفارہ ہے سبب کے مختلف ہونے کی وجہ سے، پہلے کی مثال جبکہ ایک دن کا روزہ رکھے دو دن کے قضاء رمضان میں تو ایک دن کا کافی ہو جائے گا، اور دوسرے کی مثال، جبکہ اس پر قضا روزہ ہو اور نذر ہو تو ضروری ہے تمیز کرنا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک ہی جنس کے دو کفارے ہو تو اس میں تعین کی نیت کرنا لغو ہے اس لئے پہلے متعین نہیں کیا تو بعد میں متعین کر لینا کافی ہے، جیسے کسی پر رمضان کے دو روزے قضاء تھے، اب روزہ رکھنے والے نے کس دن کی قضا کرنا چاہتا ہے اس کا تعین نہیں کیا ایک دن روزہ رکھنے کے بعد یہ تعین کیا کہ فلاں دن کی قضا رکھی، تب بھی اس دن کی قضا ہو جائے گی، کیونکہ دونوں دن ہی رمضان کی قضا ہے اس لئے پہلے سے دن متعین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، بعد میں بھی تعین کر لینا کافی ہے۔ اور اگر جنس مختلف ہو تو پہلے سے متعین کرنا ضروری ہے، مثلا ایک آدمی پر ایک روزہ رمضان کی قضا ہے، اور دوسرا روزہ نذر کا ہے، اور اس نے ایک دن کا روزہ رکھا اور یہ متعین نہیں کیا کہ قضا کا روزہ رکھ رہا ہے، یا نذر کا، اور بعد میں متعین کرنا چاہتا ہے تو بعد میں متعین نہیں کر سکتا۔ ٹھیک اسی طرح سے دو کفارے ظہار کے تھے اور ایک غلام آزاد کیا اور پہلے سے متعین نہیں کیا کہ کس ظہار کا غلام ہے تو آزاد کرنے کے بعد

متعین کرسکتا ہے۔اور اگر ایک کفارہ ظہار کا اور دوسرا قتل کا ہے اور پہلے سے متعین نہیں کیا تو غلام آزاد کرنے کے بعد اس کا تعین نہیں کر سکتا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

﴿با ب اللعان ﴾

﴿ کتاب اللعان ﴾

ضــروری نوٹ: لعان کے معنی لعنت کرنا ہے۔چونکہ لعان میں مرد آخر میں اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اس لئے اس کو لعان کہتے ہیں۔مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت ڈالے اور اس پر گواہی نہ لا سکے اور مرد وعورت اہل شہادت میں سے ہوں تو عورت کے مطالبے پر لعان واجب ہوگا۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔(۱) **والـذيـن يـرمـون ازواجهـم ولـم يـكـن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ٥ والخامسة ان لعنت الله عليه ان كان من الكاذبين . و يـدرؤ عـنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين ٥ و الـخامسة أن غضب الله عليها ان كـان مـن الـصادقين** ۔(آیت ۷،سورۃ النور۲۴)اس آیت میں لعان کا تذکرہ ہے(۲)اور اس بارے میں عویمر العجلانی کی مشہور حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔**ان عويمر العجلاني جاء الى عاصم بن عدى ...فقال يا رسول الله أرأيت رجلا وجـد مـع امـراتـه رجـلا ، أيـقتـلـه فتـقتلونه ؟أم كيف يفعل ؟فقال رسول الله ﷺ قد انزل الله فيک و فی صـاحبتک فـاذهـب فـأت بهـا قـال سهل فتلاعنا و أنا مع الناس عند رسول الله فلما فرغا من تلاعنهما قال عـويـمـر كـذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله ﷺ قال ابن شهاب فـكــانــت سنة الـمتلاعنين** ۔(بخاری شریف،باب اللعان ومن طلق بعد اللعان،ص۹۹۷،نمبر ۵۳۰۸رمسلم شریف،کتاب اللعان،ص ۶۴۸۸،نمبر۱۴۹۲ر۳۷۴۳ر ابوداؤد شریف، باب فی اللعان،ص ۳۱۳،نمبر ۲۲۴۵)اس حدیث سے لعان کا ثبوت ہے۔

شروع اسلام میں کوئی آدمی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر چار گواہی لانی پڑتی تھی ،اور نہ لا سکے تو اس پر حد قذف لگتی تھی ،لیکن بعد میں یہ منسوخ ہو کر یہ ہوا کہ اب شوہر چار گواہ نہ لائے تو اس پر یہ ہے کہ لعان کرے۔اس کے لئے اوپر کی حدیث میں تذکرہ موجود ہے۔اس حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔**عـن ابـن عبــاس ان هـلال بـن امية قـذف امـراتــه عند النبی ﷺ بشـريـک بـن سـحـماء ، فقال النبی ﷺ البينة او حد فی ظهرک فقال يا رسول الله ! اذا رأى أحدنا رجلا عـلـى امـراتـه يـلتـمـس البينة ؟ فجعل النبی ﷺ يقول البينة و الا فحد فی ظهرک ، فقال هلال: و الذی بـعثـک بالحق نبيا ! انی لصادق و لينزلن الله فی امری ما يبری به ظهری من الحد فنزلت ﴿و الذين يرمون ازاجهـم و لـم يكن لهم شهداء الا انفسهم ﴾ قرا حتى بلغ من الصادقين** ۔(ابوداود شریف،باب اللعان،ص ۳۲۶، نمبر ۲۲۵۴)اس حدیث میں ہے کہ پہلے حد قذف تھا بعد میں منسوخ ہو کر لعان کی آیت نازل ہوگئی۔

(۲۰۲۸) قال اذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهما من اهل الشهادة والمرأة ممن يحد قاذفها او نفى نسب ولدهما وطالبته بموجب القذف فعليه اللعان ﴾

ترجمہ: (۲۰۲۸) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور میاں بیوی اہل شہادت میں سے ہوں اور عورت اس میں سے ہو جس کے تہمت لگانے والے کو حد لگائی جاتی ہو، یا بچے کے نسب کی نفی کرے اور عورت موجب قذف کا مطالبہ کرے تو شوہر پر لعان ہے۔

تشریح: چار شرطیں ہوں تو شوہر پر لعان واجب ہے۔ [۱] پہلی یہ کہ شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے کہ تم نے زنا کرایا ہے۔ یا بیوی کو بچہ ہو تو کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا کرا کے لائی ہے۔ [۲] دوسری شرط یہ ہے کہ شوہر میں وہ تمام شرائط موجود ہوں جو گواہی دینے والے میں ہوتی ہیں۔ مثلا مرد عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور اس پر حد قذف لگایا ہوا نہ ہو۔ [۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ عورت ان میں سے ہو کہ اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف لگ جاتی ہو۔ مثلا وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو اور اس پر کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔ یا اس کے پاس بچہ مجہول النسب نہ ہو تب اس پر تہمت لگانے سے لعان ہوگا۔ [۴] اور چوتھی شرط یہ ہے کہ بیوی قاضی سے لعان کرانے کا مطالبہ کرے تب لعان ہوگا، ورنہ نہیں۔

وجہ: (۱) ہر ایک کی دلیل یہ ہے، شوہر تہمت لگائے تب لعان واجب ہوگا اس کی دلیل کہ آیت میں ہے۔ **الذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم**. (آیت ۶، سورۃ النور ۲۴) کہ جو لوگ بیویوں کو زنا کی تہمت ڈالتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ تہمت زنا لگائے تب لعان ہوگا۔ (۲) اور مرد اور عورت اہل شہادت میں سے ہوں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبى ﷺ قال اربع من النساء لا ملاعنة بينهن النصرانية تحت المسلم واليهودية تحت المسلم والحرة تحت المملوك والمملوكة تحت الحر** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب اللعان، ص ۲۹۷، نمبر ۲۰۷۱) اس حدیث میں نصرانیہ مسلمان کے تحت میں ہو تو لعان نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ لعان کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ (۳) اسی طرح آزاد عورت مملوک کے ماتحت میں ہو تو لعان نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ شوہر کا آزاد ہونا ضروری ہے۔ اور فرمایا کہ باندی بیوی آزاد کے تحت میں ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بیوی کا آزاد ہونا ضروری ہے تب لعان ہوگا۔ مصنف نے اسی کا ترجمہ کیا کہ بیوی اور شوہر اہل شہادت میں سے ہوں۔ آیت میں ہے کہ۔ **فشهادة احدهم اربع شهادات بالله**، جس سے معلوم ہوا کہ لعان مرد اور عورت دونوں کی جانب سے شہادت کے درجے میں ہے۔ یعنی مرد گواہی دے رہا ہے کہ عورت نے زنا کرایا ہے۔ اور عورت گواہی دے رہی ہے کہ میں نے زنا نہیں کرایا ہے۔ جب ان دونوں کا لعان گواہی کے درجے میں ہے تو دونوں کا اہل شہادت ہونا ضروری ہے۔ (۴) بیوی کے بچے کی نفی کرے جس سے لعان ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر**

ل والاصل ان اللعان عندنا شهادات مؤكدات بالايمان مقرونة باللعن قائمة مقام حدالقذف فی حقه ومقام حدالزنا ء فی حقها ۲ لقوله تعالیٰ ﴿ولم یکن لهم شهداء الاانفسهم ﴾والاستثناء انما یکون من الجنس

ان النبی علیہ السلام لاعن بین رجل وامرأته فانتفی من ولدها ففرق بینهما والحق الولد بالمرأة. (بخاری شریف، باب یلحق الولد بالملاعنة، ص ۸۰۱، نمبر ۵۳۱۵ر مسلم شریف، کتاب اللعان، ص ۴۸۸، نمبر ۱۴۹۴ر۳۷۵۲) اس حدیث میں لڑکے کو باپ سے نفی کر کے ماں کے ساتھ ملحق کیا جس سے معلوم ہوا کہ بچے کے انکار کرنے کی وجہ سے لعان ہوا ہے۔اورعورت کے مطالبے پر لعان ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے، اگر حق چھوڑ دے تو لعان نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل اصل یہ ہے کہ لعان ہمارے نزدیک قسم کے ساتھ گواہی کو مؤکد کرنے کا نام ہے جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہو جو شوہر کے حق میں حد قذف کے درجے میں ہے، اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے۔

تشریح: اس عبارت میں لعان کی تعریف فرمارہے ہیں، اور اس کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔تعریف یہ ہے۔ایسی شہادت جو قسم کے ساتھ مؤکد ہو اور لعنت بھی ملی ہوئی ہو اس کو لعان کہتے ہیں۔اور اس کا حکم یہ ہے کہ مرد کے حق میں لعان حد قذف کے درجے میں ہے، اور عورت کے حق میں حد زنا کے درجے میں ہے۔یعنی مرد زنا کی تہمت لگاتا اور گواہ نہ لاسکتا تو اس کو حد زنا لگتی، اس کے بجائے اس کو لعان کرنا پڑا۔اور عورت پر زنا کی تہمت لگتی اور اس کو ثابت کر دیتا تو اس کو حد زنا لگتی، اس کے بجائے اس کو لعان کرنا پڑا۔

ترجمہ: ۲ اللہ تعالیٰ کے قول۔ ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین۔(آیت ۷، سورۃ النور ۲۴) کی وجہ سے۔اور استثناء جنس سے ہوتا ہے۔

تشریح: اس لمبی عبارت میں تین باتیں بیان فرمارہے ہیں [۱] ایک تو یہ کہ شوہر اہل شہادت میں سے ہو، یعنی عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور اس پر حد قذف لگایا ہوا نہ ہو۔[۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ عورت ایسی ہو جس کی تہمت لگانے والے کو حد قذف لگ جاتی ہو۔مثلا وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو اور اس پر کبھی حد قذف نہ لگی ہو، اور وہ محصنہ ہو۔لیکن ان دونوں باتوں کو ثابت کرنے کے لئے صراحت کے بجائے آیت کے اشارۃ النص سے استدلال کر رہے ہیں، آیت یہ ہے۔ والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین ٥ والخامسة ان لعنت الله علیه ان کان من الکاذبین . ٥ و یدرؤ عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الکاذبین ٥ و الخامسة أن غضب الله علیها ان کان من الصادقین ۔(آیت ۷، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں فرمایا۔ ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم ۔اس میں نفسہم کو شہداء سے استثناء کیا، اور قاعدہ یہ ہے کہ استثناء اسی کی ذات سے ہوتا ہے اس لئے انفسہم

۳؎ وقال اللہ تعالیٰ ﴿فشهادة احدهم اربع شهادات باللّٰہ﴾ نص على الشهادة واليمين فقلنا الركن هوالشهادة المؤكدة باليمين ۴؎ ثم قرن الركن فی جانبه باللعن لو كان كاذباً وهو قائم مقام حد القذف وفي جانبها بالغضب وهو قائم مقام حدالزنا ء ۵؎ اذاثبت هٰذا نقول لابدان يكون من اهل

شہداء کی جنس سے ہوا، اور مطلب یہ ہوا کہ شوہر شہداء میں سے ہو [یعنی گواہ ہو] اس لئے تہمت لگانے والے مرد میں گواہ بننے کی چاروں شرطیں موجود ہوں تب لعان ہوگا۔اور لعان عورت کی جانب حد زنا کے درجے میں ہے، اس لئے عورت ایسی ہو کہ اس کو تہمت لگانے والے کو حد قذف لگتی ہو، یعنی عورت عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو اور اس پر کبھی حد قذف نہ لگی ہو، اور وہ محصنہ ہو تب لعان ہوگا۔

ترجمہ:۳؎ اللہ تعالی نے فرمایا۔ فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ۔(آیت ۷،سورۃ النور۲۴) اس آیت میں شہادت اور یمین کی تصریح کی، اس لئے ہم نے کہا کہ اصل رکن تو شہادت ہے جسکی تاکید یمین سے ہو۔

تشریح :شوہر میں گواہ بننے کی صفت ہو یعنی وہ عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور اس پر حد قذف لگایا ہوا نہ ہو آیت سے اس کا استدلال کر رہے ہیں، کہ آیت میں شہادت کی تصریح کی ہے، جس سے یہ پتہ چلا کی شہادت یمین کے ساتھ مؤکد ہو اس کو لعان کہتے ہیں۔

ترجمہ : ۴؎ پھر شہادت کے رکن کو مرد کی جانب لعنت کے ساتھ ملایا اگر مرد جھوٹا ہو، اور لعان مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے، اور عورت کی جانب غضب کے ساتھ ملایا، اور وہ حد زنا کے قائم مقام ہے۔

تشریح : مرد جب لعان کرے گا تو چار مرتبہ قسم کھانے کے بعد پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اگر میں اس بارے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اسلئے لعان مرد کے حق میں حد قذف کے درجے میں ہے، یعنی یہ عورت پر زنا کی تہمت لگا تا اور چار گواہ نہیں لا سکتا تو اس پر حد بقذف لگتی، اسکے بدلے میں اس کو لعان کرنا پڑا۔اور عورت جب لعان کرے گی تو چار مرتبہ قسم کھا کر کہے گی کہ مجھ پر لگائی ہوئی تہمت جھوٹی ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر مرد سچا ہے ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو، اور یہ لعان عورت کے حق میں حد زنا کے درجے میں ہے، یعنی اگر زنا ثابت ہو جاتا تو عورت پر حد لگتی، اس کے بدلے میں اس کو لعان کرنا پڑا۔اس تفصیل کے لئے یہ آیت دیکھیں۔ **والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ٥ والخامسة ان لعنت الله عليه ان كان من الكاذبين . ٥ و يدرؤ عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين ٥ و الخامسة أن غضب الله عليها ان كان من الصادقين** ۔(آیت ۷،سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں شوہر کی جانب لعنت اور عورت کی جانب غضب کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: ۵؎ جب یہ ثابت ہوگیا تو ہم کہیں گے کہ ضروری ہے کہ بیوی اور شوہر اہل شہادت میں سے ہوں اس لئے کہ لعان میں

الشهـادة لان الركن فيه الشهادةولابدان تكون هى ممن يحدقاذفها لانه قائم فى حقه مقام حدالقذف فلابد من احصانها ٦ ويـجب بنفى الولد لانه لما نفى ولدهاصار قاذفاًلهاظاهراً ۷ ولايعتبر احتمال ان يـكـون الـولـد مـن غيـره بـالـوطى من شبهة كما اذا نفى اجنبى نسبه عن ابيه المعروف وهٰذا لان الاصـل فـى الـنسب الفراش الصحيح والفاسد ملحق به فنفيه عن الفراش الصحيح قذف حتى يظهر الملحق به

اصل رکن شہادت ہے،اورضروری ہے کہ عورت اس میں سے ہوجس پرتہمت لگانے والے پرحد لگے،اس لئے کہ لعان شوہر کے حق میں حدقذف کے درجے میں ہےاس لئےعورت کامحصنہ ہوناضروری ہے۔

تشریح :آیت کےاشارۃ النص سے دوباتیں ثابت ہوئیں[۱] ایک یہ کہ،مردکواورعورت کواہل شہادت میں سے ہوناضروری ہے ،کیونکہ لعان میں اصل رکن شہادت ہے،[۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ عورت محصنہ ہواورایسی ہوکہ اس پر زنا کی تہمت لگانے والےکو ثابت نہ کرنے پرحدقذف لگ جائے،تب لعان ہوگا۔

ترجمہ : ٦ بیوی کے بچے کی نفی کرنے سے بھی لعان واجب ہوگا،اس لئے کہ جب اس کے بچے کی نفی کی تو ظاہری طور پر عورت پرتہمت لگانے والا ہوا۔

تشریح : زنا کی تہمت لگانے کی دوشکلیں ہیں[۱] ایک یہ کہ صراحت کےساتھ کہے کہ تم نے زنا کرایا ہے،[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر کہے کہ یہ بچہ میرانہیں ہے،تواس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے زنا کرا کر یہ بچہ پیدا کیا ہے،اس نفی کرنے سے بھی زنا کی تہمت ثابت ہوتی ہےاوراس سے بھی لعان ہوگا۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن ابن عمر ان النبی ﷺ لاعن بین رجل وامرأته فانتفی من ولدها ففرق بینهما والحق الولد بالمرأة.** (بخاری شریف، باب یلحق الولد بالملاعنۃ ،ص ۸۰۱،نمبر ۵۳۱۵رمسلم شریف، کتاب اللعان،ص ۴۸۸،نمبر ۱۴۹۴ر۳۷۵۲)اس حدیث میں بچے کی نفی کرنے کی وجہ سےلعان کیا۔

ترجمہ :۷ اورنہیں اعتبار کیا جائے گا اس احتمال کا بچہ دوسرے سے پیدا ہوا ہووطی بالشبہ کے ذریعہ سے،جیسا کہ اجنبی آدمی معروف باپ سے نسب کی نفی کرے۔اور یہ اس لئے کہ اصل نسب میں فراش صحیح ہےاورفراش فاسد اس کے ساتھ ملحق ہے،پس فراش صحیح سےنفی کرنا زنا کی تہمت ہے،یہاں تک کہ اس کے ساتھ ملحق میں بھی ظاہر ہوگا۔

تشریح:یہ ایک اشکال کا جواب ہے،اشکال یہ ہے کہ جب شوہر نے یہ کہا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہےتو یہ زنا کی تہمت کیسے ہوگئی؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس طرف اشارہ ہوکہ تم نے کسی سے شبہ میں وطی کرائی ہواور یہ بچہ اس سے پیدا ہوا ہے،اور یہ مطلب لیا جائے تو نہ زنا کی

۸ ویشترط طلبها لانه حقها فلابد من طلبها کسائر الحقوق (۲۰۲۹) فان امتنع منه حبسه الحاکم حتی یلاعن اویکذب نفسه

تہمت ہوگی اور نہ لعان ہوگا، ایک مثال اور دیتے ہیں کہ شوہر کے بجائے اجنبی آدمی نے لڑکے سے کہا کہ تم فلان باپ کا بیٹا نہیں ہو، تو اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہاری ماں نے زنا کرا کر تم کو پیدا کیا ہے، تو اس سے زنا کی تہمت لگائی، اس لئے اس آدمی پر حد قذف لازم ہوگا، حالانکہ یہاں بھی یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ تمہاری ماں نے شوہر کے علاوہ سے شبہ میں وطی کرائی ہے اور تم اس سے پیدا ہوئے ہو، لیکن یہ مطلب نہیں لیا جائے گا، اور نسب کی نفی پر محمول کر کے حد قذف لگے گی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نسب میں اصل فراش صحیح ہے، یعنی نکاح سے وطی کرنا ہے، اور نکاح فاسد سے وطی کرنا، یا شبہ میں وطی کرنا، نکاح صحیح کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس لئے جب بھی کسی نے کہا کہ تم باپ کا نہیں ہو تو عام عرف میں یہی مراد لی جاتی ہے کہ تمہاری ماں نے زنا کرایا ہے، اس طرف ذہن جاتا ہی نہیں کہ وطی بالشبہ سے تمہاری پیدائش ہے، اس لئے اصل فراش کی نفی کر کے حد قذف لگے گی۔

لغت: الفراش الصحیح: نکاح کر کے وطی کی ہو اور بچہ پیدا کیا ہو اس کو **الفراش الصحیح**، کہتے ہیں، **الفراش الفاسد**: نکاح فاسد کے ذریعہ وطی کی ہو، یا شبہ میں وطی کی ہو اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کو الفراش الفاسد، کہتے ہیں، عام حالات میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۸ بیوی کا طلب کرنا شرط ہے اس لئے کہ اس کا حق ہے اس لئے اور مطالبے کی طرح اس کا طلب کرنا ضروری ہے۔

تشریح: لعان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیوی لعان کا مطالبہ کرے، کیونکہ اس سے زنا کا داغ دھولے گا، اس لئے جس طرح اور حقوق کا مطالبہ کرے گی تب قاضی اس کا فیصلہ کرے گا اسی طرح لعان کا بھی مطالبہ کرے گی تب قاضی لعان کا فیصلہ کرے گا۔

ترجمہ: (۲۰۲۹) اگر شوہر رک جائے لعان سے تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنے آپ کو جھٹلائے [تا کہ اس پر حد لگائی جائے]

تشریح: شوہر نے تہمت لگائی پھر لعان کرنے کے لئے کہا تو لعان کرنے سے انکار کر دیا تو حاکم اس کو قید کرے گا تا کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو جھٹلائے۔ اگر اپنے آپ کو جھٹلایا تو اس پر حد لگ جائے گی۔

وجہ: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان ھلال بن امیة قذف امرأته عند النبی ﷺ بشریک بن سحماء فقال النبی ﷺ البینة او حد فی ظھرک** . (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۵۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہمت لگانے کے بعد اس کو ثابت نہ کرے یا لعان نہ کرے تو اس پر حد لازم ہوگی۔

لِ لانه حق مستحق عليه وهو قادرعلىٰ ايفائه فيحبس به حتى ياتى بماهو عليه اويكذب نفسه ليرتفع السبب (۲۰۳۰) ولولا عن وجب عليها اللعان ﴾ لِ لما تلونا من النص الاانه يبتدأ بالزوج لانه هو المدعى

ترجمه: لِ اس لئے کہ شوہر پر واجب حق ہے، اور شوہر اس کو پورا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، اس لئے اس کو قید کیا جائے گا تا کہ جو لعان اس پر ہے وہ کرے، یا اپنے آپ کو جھٹلائے تا کہ لعان کا سبب دور ہو جائے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ شوہر پر یہ حق واجب ہے کہ لعان کرے، اور شوہر اس کو پورا کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے، اس لئے یا تو لعان کرے، یا پھر اپنے آپ کو جھٹلائے تا کہ لعان کا سبب ختم ہو جائے، اور شوہر پر حد قذف لگ جائے اور عورت کی عزت بحال ہو جائے۔

لغت: حبسہ: اس کو روک لے، قید کر لے۔ حق مستحق: مستحق حق، یعنی واجب حق۔ ایفاء: پورا کرنا۔ یرتفع: اٹھ جائے، یعنی لعان کا سبب اٹھ جائے۔

ترجمه: (۲۰۳۰) اور اگر شوہر نے لعان کیا تو عورت پر لعان واجب ہے۔

ترجمه: لِ اس آیت کی وجہ سے جو تلاوت کی گئی، مگر یہ کہ شوہر سے شروع کرے، اس لئے کہ وہی مدعی ہے۔

تشریح: لعان پہلے شوہر سے شروع کیا جائے گا اس لئے کہ آیت اور حدیث میں یہی ہے کہ شوہر پہلے لعان کرے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ لعان کا مدعی ہے کیونکہ اسی کی تہمت لگانے سے لعان ہو رہا ہے اس لئے پہلے وہی لعان کرے، اس نے کر لیا تو اب عورت پر لعان کرنا واجب ہوگا۔

وجہ: (۱) اس آیت میں ہے کہ شوہر پہلے لعان کرے، اور بعد میں عورت لعان کرے۔ والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ٥ والخامسة ان لعنت الله عليه ان كان من الكاذبين . و يدرؤ عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين ٥ و الخامسة أن غضب الله عليها ان كان من الصادقين ۔ (آیت ۷، سورۃ النور ۲۴) (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ شوہر پہلے لعان کرے اور بعد میں عورت لعان کرے۔ عن سعيد بن جبير قال سئلت عن المتلاعنين فى امرة مصعب أيفرق بينهما ؟ .... قالت لا و الذى بعثک بالحق انه لكاذب ، فبدأ بالرجل فشهد أربع شهادات بالله انه لمن الصادقين و الخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين ، ثم ثنى بالمرأة فشهدت أربع شهادات بالله انهملمن الكاذبين و الخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين ، ثم فرق بينهما ۔ (مسلم شریف، باب کتاب

(۲۰۳۱) **فان امتنعت حبسها الحاكم حتى تلاعن اوتصدقه** ﴿۱ **لانه حق مستحق عليها وهى قادرة علىٰ ايفائه فتحبس فيه** (۲۰۳۲) **واذا كان الزوج عبداً او كافرا اومحدودا فى قذف فقذف امرأته فعليه الحد**﴾

اللعان، ص ۶۴۸، نمبر ۱۴۹۳/۳۷۴۶) اس حدیث میں ہے کہ شوہر کو پہلے لعان کروایا اور اس کے بعد بیوی پر لعان کروایا۔

ترجمہ: (۲۰۳۱) پس اگر عورت لعان سے باز رہے تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس پر واجب حق ہے، اور عورت اس کو پورا کرنے پر قدرت رکھتی ہے، اس لئے وہ قید کی جائے گی۔

وجہ: اگر شوہر نے لعان کیا تو عورت پر لعان واجب ہوگا کیونکہ شوہر کا حق ہو گیا ہے، ورنہ اس کو قید کرے یہاں تک کہ لعان کرے یا شوہر کی تصدیق کرے۔

ترجمہ: (۲۰۳۲) اگر شوہر غلام ہو یا کافر ہو یا قذف کی سزا یافتہ ہو اور بیوی کو تہمت لگائے تو ان پر حد ہوگی۔

تشریح: یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی لیکن شوہر اہل شہادت میں سے نہیں ہے اس لئے لعان نہیں کر سکتا اس لئے اس پر حد لگ جائے گی۔ مثلا شوہر غلام ہے یا کافر ہے یا حد قذف کی سزا پا چکا ہے تو یہ لوگ لعان نہیں کر سکتے۔ اور لعان نہیں کر سکتے تو حد لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) یہ لوگ لعان نہیں کر سکتے اس کی، اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عمر بن شعيب ان النبى ﷺ قال اربع من النساء لا ملاعنة بينهن النصرانية تحت المسلم واليهودية تحت المسلم والحرة تحت المملوک والمملوكة تحت الحر** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب اللعان، ص ۲۹۷، نمبر ۲۰۷۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر مسلمان نہ ہو یا غلام ہو تو وہ لعان نہیں کر سکتا۔ اور قذف کی سزا یافتہ کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے (۲) لعان کرنا گواہی پیش کرنے کے درجے میں ہے۔ اور گواہی پیش نہ کر سکے تو اس پر حد ہے۔ اس لئے یہ لوگ لعان نہ کر سکے تو ان پر حد لازم ہوگی۔ آیت میں ہے ۔ **والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون** ۔ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کے بعد اس پر چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر حد لگے گی۔ اور لعان نہ کر سکا تو گویا کہ چار گواہ نہ لا سکا۔ اس لئے ایسے شوہر پر حد قذف لگے گی (۳) اثر میں ہے۔ **عن على بن ابى طالب انه ضرب عبدا افترى على حر اربعين** (نمبر ۱۳۸۶۲) **عن ابن عباس انه كان يقول حد العبد يفتر على الحر اربعون**. (مصنف عبد الرزاق، باب العبد یفتری علی الحر، ج سابع، ص ۳۴۹، نمبر ۱۳۸۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام شوہر آزاد بیوی پر تہمت ڈالے تو اس پر حد قذف لگے گی۔

ل لانه تعذرا للعان لمعنىً من جهته فيصار الى الموجب الاصلى وهوالثابت بقوله تعالى ﴿ والذين يرمون المحصنات ﴾ الأية واللعان خلف عنه (۲۰۳۳) وان كان من اهل الشهادة وهى امة او كافرة او محدودة فى قذف او كانت ممن لايحدقاذفها ﴾ (بان كانت صبية اومجنونة اوزانية) فلا حدعليه ولالعان ﴾ ل لانعدام اهلية الشهادة وعدم الاحصان فى جانبها وامتناع اللعان لمعنىً من جهتها فيسقط الحدكما اذاصدقته

ترجمه: ل اس لئے کہ شوہر کی جانب سے نقص کی وجہ سے لعان متعذر ہوگیا اس لئے موجب اصلی کی طرف پھیرا جائے گا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے۔ والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین o۔ (آیت ۷، سورۃ النور ۲۴) کی طرف پھیرا جائے گا، اور لعان اس کا خلیفہ ہے۔

تشریح: یہاں شوہر کی جانب سے ہی نقص ہے جس کی وجہ سے لعان نہ ہوسکا اس لئے اصلی موجب واجب ہوگا، اور وہ حد قذف ہے جس کا تذکرہ اوپر کی آیت میں ہے اس لئے ان لوگوں پر حد قذف واجب ہوگی۔

ترجمه: (۲۰۳۳) اور اگر شوہر اہل شہادت میں سے ہو اور بیوی باندی ہو یا کافرہ ہو یا تہمت میں سزا یافتہ ہو یا اس میں سے ہو جس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگائی جاسکتی ہو [اس طور پر کہ بیوی بچی ہو، یا مجنونہ ہو، یا زانیہ ہو] تو تہمت لگانے پر نہ اس پر حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمه: ل شہادت کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے، اور عورت کی جانب محصن نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور لعان کا رکنا ایسے معنی کی وجہ سے ہے جو عورت کی جانب سے ہے، اس لئے حد ساقط ہوجائے گی، جیسے کہ عورت شوہر کے قول کی تصدیق کردے۔

تشریح: لعان کرنے کے لئے شوہر میں کوئی خامی نہیں ہے لیکن بیوی میں خامی ہے کہ وہ اہل شہادت میں سے نہیں ہے۔ مثلا وہ باندی ہے یا کافرہ ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا بچی ہے یا مجنونہ ہے یا زانیہ ہے تو اس صورت میں شوہر پر نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگی۔

وجه: (۱) کیونکہ تہمت لگانے والے کی جانب سے خامی نہیں ہے بلکہ خامی عورت میں ہے (۲) قلت لعطاء رجل افترى على عبد او امة قال لا حد ولا نكال ولا شىء ، وان نكحت الامة حرا فكذلك ليس على من قذف امة او نصرانية تحت مسلم حد الا ان يعاقبه السلطان الا ان يرى ذلك۔ (مصنف عبد الرزاق، باب فریۃ الحر علی المملوک، ج سابع، ص ۳۵۰، نمبر ۱۳۸۱۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوہر باندی وغیرہ پر تہمت لگائے تو نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔ (۳) کافرہ کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔ عن عطاء فى رجل قذف نصرانية تحت مسلم قال ينكل ولا يحد وقال ان افترى

۲ والاصل فی ذٰلک قولہ علیہ السلام اربعة لالعان بینھم وبین ازاوجھم الیھودیة والنصرانیة تحت المسلم والمملوکة تحت الحر والحرة تحت المملوک ولوکانامحدودین فی قذف فعلیہ الحد(۲۰۳۴) وصفة اللعان ان یبتدی القاضی بالزوج فیشھداربع مرات یقول فی کل مرة اشھدباللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتھابہ من الزنا ء ویقول فی الخامسة لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما وماھابہ من الزنا ء یشیرالیھا فی جمیع ذلک﴾

علی مشرک فعقوبة ولا حد. (مصنف عبدالرزاق، باب الفریۃ علی اہل الجاہلیۃ، ج سابع ص ۳۴۸، نمبر ۱۳۸۵۸) اس اثر میں ہے کہ کافرہ پر تہمت لگائے تو تعزیر کرے، تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہے۔(۴) اور صغیرہ کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔ عن الحسن فی رجل قذف امرأتہ وھی صغیرة قال لیس علیہ حد ولا لعان. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۵۸ ما قالوا فی الرجل یقذف امرأتہ صغیرۃ ایلاعن، ج رابع ص ۱۹۸، نمبر ۱۹۲۲۸ / مصنف عبدالرزاق، باب قذف الصغیرین، ج سابع ص ۳۳۶ نمبر ۱۳۷۷۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چھوٹی بچی پر تہمت ڈالے تو تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہے۔ کیونکہ بچی اہل شہادت میں سے نہیں ہے۔

ترجمہ : ۲ اصل اس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ چار آدمی انکے اور انکی بیویوں کے درمیان لعان نہیں ہے، یہودی اور نصرانی مسلمان کے تحت میں ہو، مملوکہ آزاد کے تحت میں ہو، اور آزاد عورت مملوک کے تحت میں ہو۔ تو انکے درمیان لعان نہیں ہے۔

وجہ : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عمر بن شعیب ان النبی ﷺ قال اربع من النساء لا ملاعنة بینھن النصرانیة تحت المسلم والیھودیة تحت المسلم والحرة تحت المملوک والمملوکة تحت الحر ۔ (ابن ماجہ شریف، باب اللعان، ص ۲۹۷، نمبر ۲۰۷۱ / دار قطنی، باب کتاب الحدود والدیات، ج ثالث ص ۱۱۶، نمبر ۳۳۰۷) اس حدیث میں ہے کہ چار آدمیوں کے درمیان لعان نہیں ہے۔

ترجمہ : (۲۰۳۴) لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی شروع کرے شوہر سے، پس گواہی دے چار مرتبہ، کہے ہر مرتبہ کہ میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو کہ بیشک میں سچا ہوں اس میں جو میں نے تہمت لگائی ہے اس کو زنا کی، پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اللہ کی لعنت ہو مجھ پر اگر میں جھوٹا ہوں اس میں جو میں نے اس کو زنا کی تہمت لگائی۔ ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرے۔

تشریح : لعان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی پہلے مرد سے شروع کرے اور اس کو پہلے لعان کی گواہی دلوائے۔ اور لعان کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ چار مرتبہ کہے میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے بیوی پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور ان تمام میں عورت کی طرف اشارہ کرے تا کہ

(۲۰۳۵)ثم تشهدالمرأة اربع مرات تقول فی کل مرة اشهدبالله انه لمن الکاذبین فیمارمانی به من الزنا وتقول فی الخامسة غضب الله علیها ان کان من الصادقین فیمارمانی به من الزناءﷺ ا والاصل فیه ماتلوناه من النص

متعین ہوجائے کہ کس بیوی سے لعان کررہا ہے۔

وجه :(۱) آیت میں اسی انداز سے لعان کا طریقہ مذکور ہے۔آیت میں ہے۔والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انه لمن الصادقین ٥ والخامسة ان لعنة اللہ علیه ان کان من الکاذبین ۔(آیت ۶/۷،سورۃ النور۲۴)اس آیت میں لعان کرنے کے طریقے کا ذکر ہے اور یہ بھی ہے کہ پانچویں مرتبہ کہے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت۔اور یہ بھی پتہ چلا کہ پہلے مرد سے لعان لے(۲)اور اس وجہ سے بھی کہ اس نے ہی زنا کی تہمت لگائی ہے(۳)حدیث میں بھی اسی طرح لعان کرنے کا تذکرہ ہے۔عن سعید بن جبیر ... فبدأ بالرجل فشھد اربع شھادات باللہ انه لمن الصادقین والخامسة ان لعنة اللہ علیه ان کان من الکاذبین الخ ۔(مسلم شریف، کتاب اللعان،ص ۴۸۸،نمبر۱۴۹۳/۳۷۴۶/ابوداؤدشریف، باب فی اللعان،ص۳۱۳،نمبر۲۲۵۳/۲۲۵۶)اس حدیث میں لعان کا وہی طریقہ ہے اور مرد سے لعان کی ابتدا کی گئی۔

لغت:رمی : تیر پھینکنا،یہاں مراد ہے زنا کی تہمت ڈالنا۔

ترجمه :(۲۰۳۵)پھر عورت چار مرتبہ گواہی دے،ہر مرتبہ کہے میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں کہ بیشک یہ جھوٹا ہے اس میں جو مجھ پر تہمت لگائی ہے اس نے زنا کی اور پانچویں مرتبہ میں کہے اللہ کا غضب ہو مجھ پر اگر یہ سچا ہو اس میں جس کی تہمت لگائی ہے اس نے مجھ کو۔

ترجمه: ا اصل اس میں وہ آیت ہے جسکو ہم نے پہلے تلاوت کی۔

تشریح : مرد کی گواہی کے بعد چار مرتبہ عورت گواہی دے کہ میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں اس بات کی جو اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس بارے میں وہ جھوٹا ہے۔اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر مجھ پر زنا کی تہمت میں وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

وجه :(۱) آیت اور حدیث دونوں میں اسی طرح لعان کرنے کا تذکرہ ہے۔ویدرؤا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انه لمن الکاذبین ٥ والخامسة ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین ۔(آیت ۹،سورۃ النور ۲۴)(۲)اور حدیث میں ہے۔عن سعید بن جبیر ... ثم ثنی بالمرأۃ فشھدت اربع شھادات باللہ انه لمن الکاذبین والخامسة ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین ثم فرق بینھما ۔(مسلم شریف،کتاب اللعان،ص

۲؎ روی والحسن عن ابی حنیفةؒ انه یاتی بلفظة المواجهة یقول فیما رمیتک به من الزنا ء لانه اقطع للاحتمال ۳؎ وجه ما ذکر فی الکتاب ان لفظة المغایبة اذا انضمت الیها الاشارة انقطع الاحتمال

(۲۰۳۶) قال واذا التعنا لاتقع الفرقة حتی یفرق القاضی بینهما﴾

۴۸۸،نمبر۱۴۹۳/۴۶/۳۷۴۶/ابوداؤدشریف، باب فی اللعان،ص۳۱۳،نمبر۲۲۵۳)اس آیت اور حدیث میں لعان کرنے کے طریقے کا تذکرہ ہے۔اور یہ بھی ہے کہ عورت کہے اگر مرد تہمت میں سچا ہے تو مجھ پر غضب ہو۔

ترجمه: ۲؎ حضرت حسنؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ مرد مواجہت [ک خطاب] کا جملہ استعمال کرے، اور کہے، فیما رمیتک بہ من الزنا۔اس لیے کہ یہ احتمال کو زیادہ قطع کرنے والا ہے۔

تشریح: متن میں ہے کہ رمیتھا، غائب کا صیغہ کہے، لیکن حضرت حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ غائب کے صیغے کے بجائے خطاب کا صیغہ رمیتک، استعمال کرے تو زیادہ بہتر ہے یہ احتمال نہیں ہے کہ کسی اور پر تہمت ڈال رہا ہے، بلکہ یہ وضاحت ہے کہ اسی بیوی سے لعان کر رہا ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور متن میں جو ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ غائب کے لفظ کے ساتھ جب اشارہ ملے تو احتمال منقطع ہو جاتا ہے۔

وجه: (۱) متن میں جو رمیتھا، غائب کا صیغہ ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متن میں یہ بھی فرمایا کہ قسم کھاتے وقت بیوی کی طرف اشارہ بھی کرے تا کہ دوسری کے ساتھ تہمت لگانے کا احتمال ختم ہو جائے، اس لئے خطاب کے صیغے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آیت میں بھی اور حدیث میں بھی غائب کا صیغہ ہی استعمال کیا گیا ہے اس لئے مصنف نے غائب کے صیغے استعمال کرنے کا لکھا ہے۔

ترجمه: (۲۰۳۶) جب دونوں لعان کر لیں تو فرقت نہیں ہوگی جب تک کہ قاضی دونوں کے درمیان تفریق نہ کرا دیں۔

تشریح: دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے تب تفریق ہوگی، صرف لعان کرنے سے تفریق نہیں ہو جائے گی۔

وجه: (۱) عن ابن عمر قال لاعن النبی ﷺ بین رجل و امرأة من الانصار و فرق بینهما . (بخاری شریف، باب التفریق بین المتلاعنین، ص۹۵۰، نمبر۵۳۱۴/مسلم شریف، کتاب اللعان، ص۴۸۸، نمبر۱۴۹۳/۴۶/۳۷۴۶/ابوداؤدشریف، باب فی اللعان، ص۳۱۳، نمبر۲۲۵۳)اس حدیث میں ہے کہ لعان کے بعد خود حضورؐ نے تفریق کرائی جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف لعان سے تفریق نہیں ہوگی، بلکہ قاضی کو تفریق کرانی ہوگی۔ (۲)اس حدیث میں بھی ہے لعان کے بعد صحابی نے تین طلاقیں دیں ،جس سے معلوم ہوا کہ صرف لعان سے تفریق نہیں ہوگی، بلکہ قاضی کو تفریق کرنی ہوگی، یا شوہر طلاق دیکر تفریق کرے۔حدیث یہ

ل وقال زفرؒ تقع بتلاعنهما لانه تثبت الحرمةالمؤبدة بالحديث ٢ ولنا ان ثبوت الحرمة يفوت الامساک بالمعروف فليزم التسريح بالاحسان فاذا امتنع ناب القاضی منا به دفعاً للظلم دل عليه قول ذلک الملاعن عندالنبی عليه السلام کذبت عليها يارسول فقال له امسکها فقال ان امسکتها فهی طالق ثلثا قاله بعداللعان

ہے،جسکو صاحب ہدایہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان عويمر العجلانی جاء الی عاصم بن عدی ...فقال يا رسول الله أرأيت رجلا وجد مع امراته رجلا ، أيقتله فتقتلونه ؟أم كيف يفعل ؟فقال رسول الله ﷺ قد انزل الله فيک و فی صاحبتک فاذهب فأت بها قال سهل فتلاعنا و أنا مع الناس عند رسول الله فلما فرغا من تلاعنهما قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله ﷺ قال ابن شهاب فكانت سنة المتلاعنين ۔(بخاری شریف، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان،ص۹۹۷،نمبر۵۳۰۸رمسلم شریف، کتاب اللعان،ص۴۸۸،نمبر۱۴۹۲ر۳۷۴۳رابوداؤدشریف، باب فی اللعان،ص۳۱۳،نمبر۲۲۴۵)اس حدیث سے لعان کا ثبوت ہے۔

ترجمه : ل امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں کے لعان کرنے سے ہی فرقت ہو جائے گی،اس لئے کہ حدیث سے حرمت موبدہ ثابت ہے۔

تشریح : امام زفرؒ کی رائے ہے کہ لعان کے بعد قاضی کو تفریق کرانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ لعان کرتے ہی تفریق واقع ہو جائے گی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ لعان سے حرمت مؤبدہ ثابت ہو جائے گی،اور جب حرمت موبدہ ثابت ہوئی تو اس سے تفریق ہو گئی،مزید تفریق کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ قال سهل حضرت هذا عند رسول الله ﷺ فمضت السنة بعد فی المتلاعنين ان يفرق بينهما ثم لا يجتمعان ابدا ۔(ابوداؤدشریف، باب فی اللعان،ص۳۱۳،نمبر۲۲۵۰رسنن للبیہقی ، باب سنۃ اللعان ونفی الولد والحاقه بالام وغیر ذلک ج سابع ،ص۶۵۸،نمبر۱۵۳۲۲)اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد بیوی شوہر کبھی نہیں مل سکیں گے۔کیونکہ دونوں کے درمیان حرمت مؤبد ہوگئی۔(۲)اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔قال عمر بن الخطاب : لا يجتمع المتلاعنان أبدا ۔(مصنف عبدالرزاق، باب لا یجتمع المتلاعنان أبدا، ج سابع ص۸۴،نمبر۱۲۴۸۲)اس اثر میں ہے کہ دو لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

ترجمه : ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ حرمت کا ثبوت امساک بالمعروف کے فوت ہونے سے ہے اس لئے شوہر کو تسریح بالاحسان

(۲۰۳۷) وتکون الفرقة تطليقة بائنة عند ابی حنيفة ومحمدؒ ﴾ لـ لان فعل القاضی انتسب اليه كما فی العنين

لازم ہے، اور شوہر اس سے رکا تو ظلم کو دور رکھنے کے لئے قاضی اس کے قائم مقام ہوگا، اور اس دلالت کرتا ہے حضورؐ کے سامنے لعان کرنے والے کا قول، یارسول اللہ عورت پر جھوٹ بولنا ہوگا اگر میں اس کو روکے رکھوں، اس لئے اس کو تین طلاق ہے، لعان کے بعد کہا۔

تشریح : ہماری دو دلیلیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ شوہر نے لعان کر کے عورت کو امساک بالمعروف نہیں کیا تو اس پر تسریح بالاحسان لازم تھا یعنی اس کو خود سے طلاق دینی چاہئے تھی، لیکن یہ بھی نہیں کیا تو قاضی اس کا قائم مقام بن کر تفریق کرائے گا، [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عویمر عجلانیؓ نے لعان کیا تو اس کے بعد تین طلاقیں دیں، جس سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد شوہر طلاق دے، یا قاضی تفریق کرائے تب تفریق ہوگی، لعان تفریق نہیں ہے۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **ان عويمر العجلانی جاء الی عاصم بن عدی .... قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله ﷺ قال ابن شهاب فكانت سنة المتلاعنين** ۔ (بخاری شریف، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، ص ۷۹۹، نمبر ۵۳۰۸ رمسلم شریف، کتاب اللعان، ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۲/۳۷۴۳ رابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۴۵) اس حدیث میں لعان کے بعد تین طلاقیں دیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ لعان تفریق نہیں ہے۔

لغت : امساک بالمعروف: اچھے طریقے سے عورت کو اپنے پاس رکھنا اس کو امساک بالمعروف، کہتے ہیں، اور طلاق دیکر چھوڑ دینا اس کو تسریح بالاحسان، کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۰۳۷) اور فرقت طلاق بائنہ ہوگی امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دائمی حرمت ہوگی۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ قاضی کا فعل شوہر کی طرف منسوب ہوگا، جیسے کہ عنین میں ہوتا ہے۔

تشریح: لعان کے بعد قاضی جو تفریق کرائے گا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک طلاق بائنہ شمار ہوگی۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حرمت موبدہ ہوگی، اور یہ میاں بیوی کبھی بھی دوبارہ شادی نہیں کر سکیں گے، چاہے بعد میں شوہر نے یا بیوی نے تکذیب بھی کر لی ہو۔

وجہ (۱) طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جو فرقت شوہر کی حرکت سے ہو وہ طلاق بائنہ شمار کی جاتی ہے۔ [۱] جیسے ایلاء شوہر کی حرکت سے ہوتا ہے تو ایلاء طلاق بائنہ ہے، [۲] اسی طرح عنین میں غلطی شوہر کی ہوتی ہے کہ وہ وطی نہیں کر سکتا، پھر قاضی اس کی جانب سے

﴿(۲۰۳۸) وهو خاطب اذا اكذب نفسه عندهما﴾

تفریق کراتا ہے تو وہ تفریق طلاق بائنہ ہوتی ہے، اسی طرح یہاں شوہر کے لعان کرنے کی وجہ سے قاضی نے انکی جانب سے تفریق کرائی ہے اس لئے یہ طلاق بائنہ ہوگی۔ (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابراهیم قال کل فرقة کانت من قبل الرجل فهی طلاق ۔ (۳) اور اگلی روایت میں ہے۔ عن ابراهیم قال کل فرقة فهی تطلیقة بائن. (مصنف ابن ابی شیبة، ۹۰ من قال کل فرقة تطلیقة، ج رابع، ص ۱۱۳، نمبر ۱۸۳۳۷/۱۸۳۴۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو فرقت بھی شوہر کی جانب سے ہو وہ طلاق بائنہ شمار ہوگی۔ اور لعان شوہر کی جانب سے ہے اس لئے یہ بھی طلاق بائنہ شمار ہوگی۔ (۳) اس اثر میں صراحت ہے کہ لعان سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ سمعت ابن المسیب یقول اذا تاب الملاعن و اعترف بعد الملاعنة فانه یجلد و یلحق به الولد ، و تطلق امرأته تطلیقة بائنة و یخطبها مع الخطاب و یکون ذالک متی ما أکذب نفسه ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب لا تجتمع المتلا عنان أبدا، ج سابع، ص ۸٦، نمبر ۱۲۴۹۲)

فائدہ : امام ابو یوسف کی دلیل یہ اثر ہے۔ قال سهل حضرت هذا عند رسول الله ﷺ فمضت السنة بعد فی المتلاعنین ان یفرق بینهما ثم لا یجتمعان ابدا ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۵۰ سنن للبیہقی، باب سنة اللعان ونفی الولد والحاقه بالام وغیر ذلک، ج سابع، ص ٦۵۸، نمبر ۱۵۳۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے بعد بیوی شوہر کبھی نہیں مل سکیں گے۔ کیونکہ دونوں کے درمیان حرمت مؤبد ہوگئی۔

ترجمہ: (۲۰۳۸) اگر شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو دوبارہ شادی کر سکتا ہے، طرفین کے یہاں۔

تشریح : لعان کرنے والے بیوی شوہر لعان پر بحال رہیں تب تو اوپر کی حدیث کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے، لیکن شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا، اور اس کو حد قذف لگ گئی تو اب یہ لعان پر بحال نہیں رہے، اور چونکہ لعان کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہوئی تھی اس لئے اب دوبارہ اس بیوی سے نکاح کر سکتا ہے، اور اوپر کی حدیث, لا یجتمعان ابدا، کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تک یہ دونوں لعان پر بحال رہیں گے تب تک نکاح نہیں کر سکتے اور اب یہ لعان پر بحال نہیں رہے اس لئے اب دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔۔ خاطب: نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔

وجہ : (۱) اپنے آپ کو جھٹلانے کے بعد اور حد قذف لگ جانے کے بعد اب یہ اہل شہادت ہی نہیں رہا اس لئے دونوں کے درمیان لعان بھی باقی نہیں رہا، اس لئے اب نکاح ہو سکتا ہے۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن المسیب قال متی ما اکذب جلد و خطبها مع الخطاب (مصنف عبد الرزاق، باب لا تجتمع المتلا عنان أبدا، ج سابع، ص ۸۵، نمبر ۱۲۴۸۹) اس اثر میں ہے کہ تکذیب کے بعد اور لوگوں کے ساتھ بیوی کو پیغام دے سکتا ہے (۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن ابن المسیب قال اذا اکذب نفسه جلد و ردت الیه ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب لا تجتمع المتلا عنان أبدا، ج سابع، ص ۸۵، نمبر ۱۲۴۹۱)

۱؎ وقال ابو يوسفؒ هو تحريم مؤبد لقوله عليه السلام المتلاعنان لايجتمعان ابداً نص على التابيد ۲؎ ولهما ان الاكذاب رجوع والشهادة بعد الرجوع لاحكم لها ۳؎ ولا يجتمعان مادامامتلاعنين ولم يبق التلاعن ولاحكمه بعدالاكذاب فيجتمعان (۲۰۳۹) ولو كان القذف بنفى الولد نفى القاضى نسبه والحقه بامه﴾

اس میں تو یہاں تک ہے کہ تکذیب کے بعد یہ بیوی شوہر کی طرف واپس کردی جائے گی۔

ترجمہ : ۱؎ حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ لعان تحریم موبد ہے، حضور علیہ السلام کے قول المتلاعنان لایجتمعان، کی وجہ سے کہ ہمیشگی پر نص کردیا۔

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ۔ قال سهل حضرت هذا عند رسول الله ﷺ فمضت السنة بعد فى المتلاعنين ان يفرق بينهما ثم لا يجتمعان ابدا ۔(ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۵۰ سنن للبیہقی، باب سنۃ اللعان ونفی الولد والحاقہ بالام وغیر ذلک، ج سابع ص ۶۵۸، نمبر ۱۵۳۲۲) اس حدیث کی وجہ سے کبھی بھی جمع نہ ہونے پر تصریح کردی ہے اس لئے یہ دونوں کبھی بھی نکاح نہیں کر سکیں گے۔

ترجمہ: ۲؎ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اپنے آپ کو جھٹلانا رجوع کرلینا ہے، اور رجوع کے بعد شہادت کا کوئی حکم نہیں رہتا ہے۔

تشریح : طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اپنے آپ کو جھٹلایا اس لئے حد قذف لگے گی اس لئے اب اہل شہادت میں سے نہیں رہا اس لئے لعان کا حکم ہی نہیں رہا اس لئے اب یہ جمع ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ : ۳؎ جب تک لعان کرنے والے ہیں تو جمع نہیں ہو سکتے، اور یہ اب لعان کرنے والے باقی نہیں رہے، اور نہ جھٹلانے کے بعد اس کا حکم باقی رہا اس لئے اب جمع ہو سکتے ہیں۔

تشریح : یہ حضرت ابو یوسفؒ کی حدیث کا مطلب بتا رہے ہیں کہ جب تک لعان پر بحال ہیں تب تک جمع نہیں ہو سکتے، اور جب اپنے آپ کی تکذیب کردی تو نہ لعان کرنے والے باقی رہے اور نہ اس کا حکم باقی رہا اس لئے اب نکاح ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اثر اوپر گزر گیا۔

ترجمہ: (۲۰۳۹) اور اگر تہمت ہو بچے کی نفی کرنے کی تو قاضی اس کے نسب کی نفی کرے اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ ملحق کرے۔

تشریح : شوہر نے یوں کہا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ اور بچے کی اپنے سے نفی کی تو لعان کے بعد قاضی بچے کا نسب باپ سے ساقط کر کے ماں کے ساتھ ملا دے گا۔ اور اب بچہ ماں کے ساتھ پکارا جائے گا باپ کے نام کے ساتھ نہیں۔ اور اس صورت میں لعان اس

۱؎ وصورة اللعان ان يأمر الحاكم الرجل فيقول اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما رميتک به من نفى الولد وكذا فى جانب المرأة (۲۰۴۰) ولو قذفها بالزنىٰ ونفى الولد ذكر فى اللعان الامرين ثم ينفى القاضى نسب الولد ويلحقه بامه﴿ ۱؎ لما روى ان النبى صلى الله عليه وسلم نفى ولد امرأة هلال بن امية عن هلال والحقه بها

طرح ہوگا کہ جو میں نے بچے کی نفی کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں۔

وجه:(۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ آپؐ نے لعان کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ لاعن بین رجل و امرأته فانتفى من ولدها ففرق بينهما والحق الولد بالمرأة ۔(بخاری شریف، باب یلحق الولد بالملاعنة، ص ۸۰۱، نمبر ۵۳۱۵/ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تفریق کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیگا۔

ترجمه: ۱؎ اور لعان کی صورت یہ ہوگی کہ حاکم آدمی کو حکم دے کہ وہ کہے کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں بچے کی نفی کرنے کے بارے میں جو تہمت لگائی ہے اس بارے میں سچا ہوں، اور ایسے ہی عورت کی جانب بھی کہنے کے لئے کہے۔

تشریح: بچے کا انکار کر کے بیوی پر تہمت لگائی ہو تو لعان میں بھی اس کا تذکرہ ہونا چاہئے اور اس طرح حاکم لعان کرنے کے لئے کہے, اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما رميتک به من نفى الولد ، اور عورت کی جانب بھی اسی طرح بچے کی نفی کا تذکرہ کرتے ہوئے لعان کرائے۔

ترجمه : (۲۰۴۰) اور اگر عورت پر زنا کی تہمت لگائی، اور بچے کی بھی نفی کی تو لعان میں دونوں کا ذکر کرے، پھر قاضی بچے کے نسب کی نفی کرے اور اس کو ماں کے ساتھ ملا دے۔

ترجمه: ۱؎ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ہلال بن امیہ کے بچے کی نفی کی اور اس کو ماں کے ساتھ ملا دیا۔

تشریح : اگر شوہر نے بچے کا انکار بھی کیا اور باضابطہ عورت پر زنا کی تہمت بھی لگائی تو لعان کرتے وقت دونوں کا تذکرہ ہونا چاہئے، اور لعان کے بعد بچے کا نسب باپ سے کاٹ کر ماں کے ساتھ ملحق کر دے، کیونکہ اس نے بچے کی بھی نفی کی ہے۔ اور حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

وجه : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ قال جاء هلال بن امية و هو أحد الثلاثة الذين تاب الله عليهم فجاء من أرضه عشاء فوجد عند أهله رجلا .... ففرق رسول الله ﷺ بينهما و قضى أن لا يدعى ولدها لأب ، و لا ترمى و لا يرمى ولدها ، و من رماها او رمى ولدها فعليه الحد ۔(ابوداود شریف، باب فی

۲ ولان المقصود من هذااللعان نفی الولد فیوفرعلیه مقصوده فیتضمنه القضاء بالتفریق ۳ وعن ابی یوسفؒ ان القاضی یفرق ویقول قد الزمته امه اخرجته من نسب الاب لانه ینفک عنه فلابد من ذکره

(۲۰۴۱) فان عادالزوج واکذب نفسه حده القاضی ﴿لاقرار بوجوب الحد علیه﴾ وحل له ان یتزوجهاو هذاعندهما ﴿۱ لانه لماحد لم یبق اهل اللعان فارتفع حکمه المنوط به وهوالتحریم

اللعان،ص۳۲۶،نمبر۲۲۵۶)اس حدیث میں باپ سے بچے کانسب نفی کرکے ماں کی طرف ملادیا ہے۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ اس لعان کا مقصد بچے کی نفی کرنا ہےاس لئے اس کا مقصد پورا کیا جائے گااور جدا کرنے کی ذمہ داری قضاء کی ہوگی۔

تشریح :اس لعان کا مقصد باپ سے بچے کی نفی کرنا ہےاس لئے اس مقصد پورا کرنے کے لئے قاضی کی ذمہ داری ہوگی کہ بچے کو باپ سے الگ کرے،اوراس کانسب ماں کے ساتھ ملادے۔

ترجمہ : ۳ امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ قاضی تفریق کرے،اور کہے کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ لگادیا،اوراس کو باپ کےنسب سے نکال دیا،اس لئے کہ بچے کی نفی کرنا تفریق سے الگ بات ہے،اس لئے نفی کا ذکرکرنا ضروری ہے۔

تشریح : حضرت امام ابویوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا الگ بات ہےاور بچے کےنسب کو باپ سے کاٹ کر ماں کے ساتھ ملحق کرنا الگ بات ہے،اس لئے دونوں کا الگ الگ ذکرکرنا ضروری ہے،کہ قاضی تفریق بھی کرائے اور باضابطہ کہے کہ میں نے باپ کےنسب سے بچے کوکاٹ دیااور ماں کے ساتھ ملحق کردیا۔اورحدیث میں بھی اسی طرح کا ذکرگزر چکا ہے۔

ترجمہ :(۲۰۴۱)اگرشوہرلوٹ کراپنے آپ کی تکذیب کرےتو قاضی اس کوحدلگائے[حد کے وجوب کےاقرار کرنے کی وجہ سے]اوراس کے لئے حلال ہے کہ اس عورت سے شادی کرے۔

ترجمہ:۱ یہ طرفین کے نزدیک ہے،اس لئے کہ جب حد لگ گئی تو وہ اہل لعان میں سے باقی نہیں رہا،اس لئے اس پر جوحکم مرتب تھاوہ اٹھ گیا،اورحرمت ہے۔

تشریح : شوہر نے بیوی کوزنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے لعان کیااور دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی۔بعد میں شوہر نے اپنے آپ کوجھٹلایا تو قاضی اس کوحدقذف اسی 80 کوڑے لگائے۔اب اس کے لئے حلال ہے کہ اس بیوی سے شادی کرے۔اسی طرح اس مرد نے کسی اورعورت کوزنا کی تہمت لگائی اور چار گواہوں سے ثابت نہ کرسکا جس کی وجہ سے اس کوحدقذف لگ گئی تو حد لگنے کے بعداس کے لئے جائز ہے کہ اس بیوی سے دوبارہ شادی کرے جس سے لعان کیا تھا۔لیکن یہ امام ابوحنیفہؒاورامام محمدؒ کے نزدیک ہے،

۲ وکذالک ان قذف غیرها فحدبه لما بینا وکذا اذازنت فحدت لانتفاء اهلیة اللعان من جانبها

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو حرمت موبدہ ہے اس لئے تکذیب کرنے کے بعد بھی شوہر اس بیوی سے نکاح نہیں کر پائے گا۔

وجہ:(۱) تکذیب کرنے سے حد قذف لگے گی اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ تہمت لگانے کے بعد چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر اسی کوڑے حد لگے گی (۲) جب اس پر اپنے آپ کو جھٹلانے کی وجہ سے حد لگ گئی تو اب یہ اہل لعان میں سے نہیں رہا، اس لئے لعان کے ساتھ جو حکم متعلق تھا یعنی دونوں کا نکاح حرام ہونا وہ بھی باقی نہیں رہا، اس لئے اب دونوں نکاح کر سکتے ہیں، (۳) اثر میں ہے۔ ان قبیصة بن ذوءیب کان یحدث عن عمر ابن الخطاب انه قضی فی رجل انکر ولد امرأته وهو فی بطنها ثم اعترف به وهو فی بطنها حتی اذا ولد انکره فامر به عمر به الخطاب فجلد ثمانین جلدة لفریته علیها ثم الحق به ولدها. (سنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده، ج سابع، ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۷) اس اثر میں پہلے آدمی نے اپنا بچہ ہونے کا انکار کیا، پھر اپنی تکذیب کی اور اپنا بچہ ہونے کا اقرار کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو حد لگائی۔ پھر بچے کو دوبارہ باپ سے ملحق کر دیا۔ (۴)۔ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان الله غفور رحیم. (آیت ۵، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں اشارہ ہے کہ مرد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو پھر اس کے لئے کوئی راستہ نکالا جا سکتا ہے (۵) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ سمعت ابن المسیب یقول اذا تاب الملاعن واعترف بعد الملاعنة فانه یجلد ویلحق به الولد وتطلق امرأته تطلیقة بائنة ویخطبها مع الخطاب ویکون ذلک متی اکذب نفسه (مصنف عبد الرزاق، باب لا تجتمع المتلاعنان ابدا، ج سابع ص ۸۵، نمبر ۱۲۴۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے آپ کو جھٹلا دے تو مرد کو حد لگے گی اور شادی کرنا چاہے تو بیوی سے دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔

لغت: حکمہ المنوط بہ: جو حکم اس کے ساتھ متصل ہے، یا جو حکم اس پر مرتب ہے۔

ترجمہ: ۲ اسی طرح اگر دوسرے کو تہمت لگائی اور اس کی وجہ سے شوہر کو حد لگ گئی، اس دلیل سے جو بیان کیا، ایسے ہی اگر عورت نے زنا کروایا اور اس کو حد لگ گئی، عورت کی جانب سے لعان کی اہلیت ختم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: دو اور صورتیں ہیں جنکی وجہ سے میاں بیوی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں [۱] ایک یہ کہ لعان کرنے والے شوہر نے کسی اور کو زنا کی تہمت لگائی، اور اس پر چار گواہ نہ لا سکے جسکی وجہ سے اس پر حد لگ گئی تب بھی یہ اہل لعان نہ رہا اس لئے اب لعان والی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے [۳] لعان والی عورت نے کسی سے زنا کروالیا جسکی وجہ سے اس پر زنا کی حد لگ، تب بھی یہ اہل لعان نہ رہی، اور عورت کی جانب سے اہلیت لعان ختم ہوگئی، اس لئے یہ عورت اب لعان والے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

(٢٠٤٢) واذا قذف امرأته وهی صغیرة او مجنونة فلا لعان بینهما ﴾ ل لانه لایحد قاذفها لو کان اجنبیاً فکذا لایلاعن الزوج لقیامه مقامه (٢٠٤٣) وکذا اذاکان الزوج صغیراً اومجنوناً ﴾ ل لعدم اهلیة الشهادة

ترجمہ:(٢٠٤٢)اور اگر اپنی بیوی کو تہمت لگائی اس حال میں کہ وہ چھوٹی ہے یا مجنونہ ہے تو ان دونوں کے درمیان لعان نہیں ہے اور نہ حد ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس پر زنا کی تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگتی ہے اگر اجنبی آدمی نے تہمت لگائی، پس ایسے ہی شوہر لعان نہیں کرے گا، کیونکہ شوہر اجنبی کے قائم مقام ہے ۔

تشریح: شوہر نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی وہ چھوٹی نابالغہ تھی یا مجنونہ تھی تو اس تہمت کی وجہ سے نہ تو لعان ہوگا اور نہ شوہر کو حد لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔

وجہ:(۱) صغیرہ اور مجنونہ اہل شہادت میں سے نہیں ہیں، کیونکہ ان دونوں میں عقل ہی نہیں ہے اس لئے ان پر کوئی اجنبی آدمی زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں لگتی ہے، پس اگر شوہر نے تہمت لگائی تو اس پر بھی لعان نہیں ہے، کیونکہ لعان حد کی جگہ پر، پس جب کسی کی تہمت لگانے سے حد نہیں لگتی تو شوہر کی تہمت لگانے سے لعان بھی نہیں ہوگا، کیونکہ شوہر اس معاملے میں اجنبی آدمی کے قائم مقام ہے۔ (۲)اثر میں ہے۔ عن الزهری قال من قذف صبیا او صبیة فلا حد علیه ۔(مصنف عبد الرزاق، باب قذف الصغیرین، ج سابع، ص ۳۳۶، نمبر ۱۳۷۲۷/ مصنف ابن ابی شیبة، ۲۵۸ ما قالوا فی الرجل یقذف امرأته صغیرة ایلاعن؟ ج رابع، ص ۱۹۸، نمبر ۱۹۲۲۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صغیرہ پر تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوگا۔اور اسی پر مجنونہ کو بھی قیاس کیا جائے گا۔کیونکہ صغیرہ کی طرح اس کو بھی عقل نہیں ہے۔

ترجمہ: (٢٠٤٣) ایسے ہی اگر شوہر چھوٹا ہو یا مجنون ہو[تو لعان نہیں ہوگا]

ترجمہ: ل شہادت کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: شوہر نابالغ تھا اس نے بالغ بیوی پر زنا کی تہمت لگادی، یا شوہر مجنون تھا اس نے عقلمند بیوی پر زنا کی تہمت لگادی تو اس سے لعان نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر میں عقل نہ ہونے کی وجہ سے شہادت دینے کی اہلیت نہیں ہے، اس لئے لعان بھی نہیں ہوگا (۲) ان کو عقل ہی نہیں ہے اس لئے اسکی تہمت لگانے کا بھی اعتبار نہیں ہے اس لئے بھی لعان نہیں ہوگا۔البتہ بیوی پر زیادتی کی ہے اس لئے تعزیر کے کچھ کوڑے لگادئے جائیں گے۔

(۲۰۴۴) وقذف الاخرس لايتعلق به اللعان﴾ ۱؎ لانه يتعلق بالصريح كحدالقذف ۲؎ وفيه خلاف الشافعیؒ

ترجمہ:(۲۰۴۴) اور گونگے کی تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ لعان صریح جملے سے متعلق ہوتا ہے، جیسے کہ حد قذف۔

تشریح: گونگا شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس سے لعان نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) حد اور لعان صریح طور پر تہمت لگانے سے ہوتا ہے، اور گونگا آدمی صریح طور پر تہمت نہیں لگا سکتا اس لئے اس پر لعان بھی نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال يا رسول الهه ولد لی غلام اسود فقال هل لک من ابل؟ قال نعم قال ما الوانها ؟ قال حمر قال هل فيها من اورق ؟ قال نعم قال فانی ذلک؟ قال لعل نزعه عرق قال فلعل ابنک هذا نزعه۔ (بخاری شریف، باب اذا عرض بنفی الولد ص ۹۹۷ نمبر ۵۳۰۵) اس حدیث میں اشارے سے بیوی پر تہمت لگائی تو آپؐ نے لعان نہیں کروایا بلکہ سمجھا کر واپس کر دیا۔ (۲) شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے شبہ لعان بھی ساقط ہو جائے گا، اور یہاں چونکہ تہمت لگاتے وقت اشارہ کرنے میں تہمت نہ لگانے کا بھی شبہ ہے اس لئے اس لعان ساقط ہو جائے گا۔ حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله. (ترمذی شریف، باب ما جاء فی درء الحدود، ص ۲۶۳، نمبر ۱۴۲۴ / دار قطنی، کتاب الحدود، ج ثالث، ص ۶۸، نمبر ۳۰۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حتی الامکان حد کو ساقط کی جائے۔ اور گونگے کے اشارے میں شبہ ہے کہ معلوم نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس لئے اس کے اشارے سے لعان نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گونگے آدمی کی تہمت سے لعان واجب ہوگا۔ موسوعہ میں ہے۔ قال و اذا كان الزوج اخرس يعقل الاشارة و الجواب ، او يكتب فيعقل فقذف لاعن بالاشارة او حد فان لم يعقل فلا حد و لا لعان۔ (موسوعۃ امام شافعیؒ، باب من یلاعن من الازواج ومن لا یلاعن، ج احدی عشرۃ، ص ۵۱۲، نمبر ۲۰۵۵۸) اس عبارت میں ہے کہ گونگا آدمی اشارہ سمجھتا ہو تو اس پر لعان ہے۔

وجہ : (۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ گونگے کا اشارہ کلام کے درجے میں ہے اس لئے اس کے اشارے سے طلاق واقع ہوتی ہے اس لئے اس کے اشارے سے تہمت زنا بھی ثابت ہوگی اور لعان بھی ہوگا۔ (۲) بخاری شریف میں اس طرح ہے۔ فاذا قذف الاخرس امرأته بكتابة او اشارة او ايماء معروف فهو كالمتكلم لان النبی ﷺ قد اجاز

۳ وهذا لانه لايعرى عن الشبهة والحد تندرئ بها (۲۰۴۵) واذاقال الزوج ليس حملک منی فلا لعان ﴾ ۱ وهذاقول ابی حنیفةؒ وزفرؒ لانه لايتيقن بقيام الحمل فلم يصرقاذفاً ۲ وقال ابويوسفؒ ومحمدؒ اللعان يجب بنفی الحمل اذاجاء ت به لاقل من ستة اشهروهو معنی ماذكر فی الاصل لانا تيقنا بقيام الحمل عنده فيتحقق القذف

الاشارة فی الفرائض وقال تعالی﴿ فاشارت اليه قالوا كيف نكلم من كان فی المهد صبيا ﴾(آیت۲۹،سورۂ مریم۱۹(بخاری شریف، باب اللعان،ص ۷۹۸،نمبر ۵۳۰۰)اس میں اشارے سے لعان ثابت کیا ہے۔

ترجمه: ۳ یہ اس لئے کہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا، اور حدود شبہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

تشریح: یہ دلیل امام ابوحنیفہؒ کی ہے۔ گونگا آدمی اشارے سے تہمت لگائے گا، جس میں تہمت نہ لگانے کا بھی شبہ ہے اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے یہاں لعان ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه: (۲۰۴۵) اگر شوہر نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان لازم نہیں ہے۔

ترجمه: ۱ یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کا ہے اس لئے کہ حمل کے ہونے کا یقین نہیں ہے اس لئے تہمت لگانے والا نہیں ہوا۔

تشریح: شوہر نے صراحت کے ساتھ زنا کی تہمت نہیں لگائی بلکہ یوں کہا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے تو چونکہ ہوسکتا ہے کہ مرض سے پیٹ پھولا ہوا ہو اور شوہر اس بات میں سچا ہو، اس لئے اس بات سے تہمت کا یقین نہیں ہوا اس لئے لعان نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تعریض کے طور پر تہمت لگائی ہے جس سے لعان نہیں ہوتا۔

وجه: (۱) یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ صراحت سے تہمت نہ لگائی ہو بلکہ اشارے سے تہمت لگائی ہو تو اس سے لعان نہیں ہے۔ یہاں صراحةً زنا کی تہمت نہیں لگائی بلکہ اشارةً کہا کہ حمل میرا نہیں ہے اس لئے لعان نہیں ہوگا (۲)۔ **عن ابی هريرة ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال يا رسول الله ولد لی غلام اسود فقال هل لک من ابل؟ قال نعم قال ما الوانها ؟ قال حمر قال هل فيها من اورق ؟ قال نعم قال فانی ذلک؟ قال لعل نزعه عرق قال فلعل ابنک هذا نزعه۔** (بخاری شریف، باب اذا عرض بنفی الولد، ص ۷۹۹، نمبر ۵۳۰۵ر مسلم شریف، کتاب اللعان، ص ۴۸۸، نمبر ۱۵۰۰ر۳۷۶۶) اس حدیث میں اشارے سے تہمت لگائی تو آپ ؐ نے لعان کا حکم نہیں دیا (۳) اثر میں ہے۔ **اخبرنا ابن جريج قال قلت لعطاء التعريض ؟ قال ليس فيه حد قال هو وعمر فيه نكال ۔** (مصنف عبد الرزاق، باب التعریض، ج سابع، ص ۳۳۷، نمبر ۱۳۷۷۳) جب تعریض سے حد نہیں ہے تو لعان بھی نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۲ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حمل کی نفی کرنے سے لعان واجب ہے، جب کہ چھ مہینے سے کم میں بچہ دے،

۳؎ قلنا اذالم يكن قذفاً فى الحال يصير كالمعلق بالشرط فيصير كانه قال ان كان بک فليس منى والقذف لايصح تعليقه بالشرط ۴؎ فان قال لها زنيت وهذاالحبل من الزنا ء تلاعنا لوجودالقذف حيث ذكر الزناء صريحا(۲۰۴۶) ولم ينف القاضى الحمل ﴾

اوریہی معنی ہے جومبسوط میں ذکر کیا گیا ہے،اس لئے تہمت کے وقت حمل کا یقین ہوااس لئے قذف متحقق ہو گیا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ اورامام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت تہمت لگائی اس وقت سے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو یقین ہو گیا کہ تہمت لگاتے وقت پیٹ میں بچہ تھااس لئے قذف متحقق ہو گیااس لئے لعان ہوگا،کتاب الاصل[مبسوط میں بھی ایسا ہی مذکور ہے]

وجه : (۱) اس حدیث کے اشارۃ النص سے پتہ چلا کہ حمل کی نفی سے لعان ہوگا. عن حديث سهل بن سعد اخى بنى ساعدة ان رجلا من الانصار ....فكانت السنة بعدهما ان يفرق بين المتلاعنين و كانت حاملا و كان ابنها يدعى لامه۔(بخاری شریف،باب التلاعن فی المسجد،ص۹۴۹،نمبر۵۳۰۹)اس حدیث میں ہے کہ حمل کی حالت میں لعان کیا۔

ترجمه : ۳؎ ہم نے کہا اگر فی الحال قذف نہیں ہے تو شرط پر معلق کی طرح ہو گیا تو گویا کہ ایسا کہا[ان كان بک حمل فليس منى] کہ اگر تم کو حمل ہے تو یہ میرا نہیں ہے،اورقذف شرط پر معلق کرنے کی صلاحیت رکھتا[اس لئے لعان نہیں ہوگا]

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ تہمت ابھی لگائی ہے،اوراس کا پورا اندازہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا،اوراس وقت تہمت مکمل ہو گی ،اس لئے ابھی تہمت مکمل نہیں ہوئی ،تو گویا کہ حمل ہونے پر قذف معلق کر دیا،اور گویا کہ یوں کہا،ان کان بکِ حمل فلیس منی،[کہ اگر تمکو حمل ہے تو یہ حمل میرا نہیں ہے]اور قاعدہ ہے کہ قذف شرط پر معلق نہیں ہوتا،اس لئے لعان نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۴؎ اوراگر شوہر نے کہا تو نے زنا کیا ہےاور یہ حمل زنا سے ہےتو دونوں لعان کریں گے۔قذف کے پائے جانے کی وجہ سےاس لئے کہ صراحت کے ساتھ زنا کا ذکر ہے۔

وجه: اس عبارت میں صراحت کے ساتھ تہمت لگائی ہے کہ تو نے زنا کیا ہے۔اس لئے اس سے لعان ہوگا۔

ترجمه: (۲۰۴۶)اورقاضی حمل کو شوہر سے نفی نہیں کرے گا۔

تشریح: باپ صراحت کے ساتھ زنا کی تہمت لگائے اورحمل کی نفی کا مطالبہ کرے تب قاضی حمل کی نفی کرے گا،کیونکہ باپ سے نسب منقطع کرنے میں بچے کے لئے بہت سے مسائل کھڑے ہوں گےاس لئے مطالبہ کے بغیر شوہر سے حمل کی نفی نہ کرے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں حمل کی نفی کا مطالبہ نہیں کیااس لئے حمل کی نفی نہیں کی۔ عن ابى هريرة ان اعرابيا أتى رسول الله ﷺ فقال ان امراتى ولدت غلاما اسودو انى انكرته فقال له رسول الله ﷺ هل لک من ابل ؟ قال نعم قال فما الوانها ؟ قال حمر قال هل فيها من اورق ؟ قال ان فيها لورقا قال فانى ترى ذالک جاء ها ؟ قال

[۱] وقال الشافعی ینفیه لانه علیه السلام نفی الولدعن ھلال وقدقذفھا حاملا

یا رسول الله عرق نزعھا قال و لعل ھذا عرق نزعه ، و لم یرخص له فی الانتفاء منه . (بخاری شریف، باب من شبه اصلا معلوما بأصل مبین الخ، ص ۱۲۵۹، نمبر ۷۳۱۴ رر مسلم شریف، کتاب اللعان، ص ۶۴۸، نمبر ۱۵۰۰ / ۳۷۶۷) اس حدیث میں ہے کہ حضور نے بچے کا نسب باپ سے نفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (۲) اس حدیث کے اخیر میں اثر کا یہ ٹکڑا ہے۔ عن الزھری ... وھذا لعله ان یکون نزعه عرق، ولم یرخص له من الانتفاء منه۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل ینتفی من ولده، ج سابع، ص ۵۷، نمبر ۱۲۴۱۹) اس اثر سے بھی پتہ چلا کہ حمل کو باپ سے نفی نہیں کی جائے گی (۳) شریعت میں نسب ثابت کرنے کی اہمیت ہے۔ اس لئے جب تک کہ باضابطہ باپ بچے کا انکار نہ کرے حمل کی نفی نہیں ہوگی۔ حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله الولد للفراش وللعاھر الحجر. (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الولد للفراش، ص ۲۱۹، نمبر ۱۱۵۷ رر مسلم شریف، باب الولد للفراش ص ۴۷۰ نمبر ۱۴۵۷ / ۳۶۱۳) اس حدیث میں بیوی جسکی ہے اسی کی اولاد ہوگی، یہاں بھی جسکی بیوی ہے اسی کا حمل ہوگا، جب تک کہ باضابطہ اسکی نفی کا مطالبہ نہ کرے۔

ترجمہ: [۱] امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حمل کی نفی کرے، اس لئے کہ حضور

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر باپ مطالبہ کرے تو حمل کو اس سے نفی کر کے ماں سے ملا دیا جائے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال و لا ینفی الولد عن الزوج الا فی مثل الحال التی نفی فیھا رسول الله ﷺ و ذالک ان العجلانی قذف امراته و أنکر حملھا فاتی رسول الله ﷺ فلاعن بینھما و نفی الولد عنه ، قال و أظھر العجلانی قذفھا عند استبانة حملھا ۔ (موسوعۃ امام شافعیؒ، باب ما یکون بعد التعان الزوج من الفرقۃ ونفی الولد وحد المرأۃ، ج احدی عشرۃ، ص ۵۳۴، نمبر ۲۰۶۶۶) اس عبارت میں ہے کہ عام حالات میں حمل کی نفی نہ کرے، بلکہ شوہر اس کا مطالبہ کرے تب نفی کرے۔

وجہ: (۱) وہ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کا معاملہ پیش آیا تو لعان بھی کیا اور اس کے حمل کی بھی باپ سے نفی کی۔ صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن حدیث سھل بن سعد اخی بنی ساعدة ... و قال ابن شھاب فکانت السنة بعدھما ان یفرق بین المتلاعنین و کانت حاملا و کان ابنھا یدعی لامه. (بخاری شریف، باب التلاعن فی المسجد، ص ۸۰۰، نمبر ۵۳۰۹ رر ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۱۳، نمبر ۲۲۵۹) اس حدیث میں حمل کو نفی کر کے ماں سے ملا دیا ہے۔

۲ ولنا ان الاحكام لاتترتب عليه الابعدالولادة ليتمكن الاحتمال قبله والحديث محمول على انه عرف قيام الحبل بطريق الوحى (۲۰۴۷) واذا نفى الرجل ولد امرأته عقيب الولادةاوفى الحالة التى تقبل التهنية وتبتاع آلة الولادة صح نفيه ولاعن به وان نفاه بعد ذلک لاعن ويثبت النسب هذا عندابى حنيفةؒ وقال ابويوسفؒ ومحمدؒ يصح نفيه فى مدة النفاس ﴾ ۱ لان النفى يصح فى مدة قصيرة ولا يصح فى مدة طويلة ففصلنا بينهما بمدة النفاس لانه اثر الولادة

ترجمه : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ احکام ولادت کے بعد ہی مرتب ہوں گے، کیونکہ پیدا ہونے سے پہلے بچہ نہ ہونے کا احتمال ہے، اور حدیث اس بات پر محمول ہے، وحی کے ذریعہ حمل ہونا معلوم کرلیا گیا تھا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ چاہے حمل کی نفی ابھی کرے لیکن اس کا ترتب تو بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا، کیونکہ ہوسکتا ہو کہ حمل نہ ہو اور مرض کی وجہ سے پیٹ اونچا معلوم ہوتا ہو، اور جب احکام کا ترتب بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا، کہ اس کا نسب ماں سے ثابت کیا جائے گا تو ابھی اس کی نفی کرنا گویا کہ معلق کرنا ہے اس لئے ابھی اس کی نفی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور حدیث میں جو نفی کی گئی ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ حمل ہونا معلوم ہوگیا تھا تب ہی تو آپؐ نے فرمایا کہ بچہ کالا ہوگا اور موٹا ہو گا تو فلاں کا ہوگا، اور اگر دبلا پتلا ہو تو فلاں کا ہوگا، اور یہاں یقین کے ساتھ حمل ہونا معلوم نہیں ہے، اس لئے ابھی حمل کی نفی نہیں کی جائے گی۔

ترجمه : (۲۰۴۷) اگر نفی کی شوہر نے بیوی کے بچے کی ولادت کے بعد یا اس حالت میں جس میں مبارکبادی قبول کی جاتی ہے، یا ولادت کا سامان خریدا جاتا ہے تو اس کی نفی صحیح ہوگی اور لعان کرے گا۔ اور اگر نفی کی اس کے بعد تو لعان کرے گا اور نسب ثابت ہوگا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کی نفی کرنا صحیح ہے نفاس کی مدت میں۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ تھوڑی مدت میں نفی صحیح ہے اور لمبی مدت میں صحیح نہیں ہے، اور ہم نے اس کا فرق نفاس کی مدت سے کی ہے، اس لئے کہ وہ ولادت کا اثر ہے۔

تشریح: شوہر بچے کا انکار ولادت کے فورا بعد کرتا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، یا ایسے وقت تک کرتا ہے جب ولادت کا سامان خریدا جارہا ہو، یا بچہ پیدا ہونے پر جب لوگ مبارک بادی دے رہے تھے اس زمانے میں انکار کیا تو لعان ہوگا اور بچے کا نسب باپ سے منقطع کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس زمانے تک کچھ نہیں بولا اور اس کے بعد بچے کا انکار کیا تو لعان ہوگا اور بچے کا نسب باپ سے ہی ثابت کیا جائے گا۔

وجه: (۱) یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عملا بچے کا انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ

۲؎ ولـه انـه لا معنـى لـلتـقـديـر لان الـزمـان لـلتأمل و احوال الناس فيه مختلفة فاعتبرنا مايدل عليه وهـوقبـولـه التهنية اوسكوته عندالتهنية او ابتياعه متاع الولادة اومضى ذلک الوقت وهو ممتنع عن النفي

میرا ہےاور بعد میں انکار کیا تو اقرار کے بعد انکار کرے تو بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔اور چونکہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے لعان بھی ہوگا (۲) اثر میں ہے۔عن عمر انه قضى في رجل انكر ولد امرأته وهو في بطنها ثم اعترف به وهو في بطنها حتى اذا ولد انكره فامر به عمر بن الخطاب فجلد ثمانين جلدة لفريته عليها ثم الحق به ولدها ۔(سنن للبیہقی ، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده، ج سابع ،ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۷) اس اثر میں ایک مرتبہ اقرار کے بعد بچے کا انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے حد لگائی اور بچے کو باپ کے ساتھ ہی ملحق کر دیا۔جس سے معلوم ہوا کہ عملاً بھی اقرار کیا تو اس کے بعد انکار نہیں کر سکتا (۳) ایک اور اثر میں ہے۔ان شريحا قال في الرجل يقر بولده ثم ينكر يلاعن ،فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فكتب اليه ان اذا اقر به طرفه عين فليس له ان ينكر. (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل ینتفی من ولده، ج سابع ،ص ۵۷، نمبر ۱۲۴۲۳ رسنن للبیہقی ، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده ،ج سابع ،ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۸) اس اثر میں ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی بچے کا اقرار کر لیا تو پھر اس کا انکار نہیں کر سکتا۔بچہ اسی کا ہوگا۔اور یہاں خاموش رہا ہے اس لئے عملاً اقرار ہوا اس لئے بچے کا نسب باپ ہی سے ثابت کیا جائے گا۔یہ چار حالتیں وہ ہیں جن میں آدمی خاموش رہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ باپ اس بچے پر راضی ہے، اب راضی ہونے کے بعد انکار کرنے سے نسب کی نفی نہیں ہوگی، اور اسی حال میں انکار کر دیا تو پتہ چلا کہ باپ اس ولادت سے خوش نہیں ہے، اس لئے نسب کی نفی کر دی جائے گی۔

فائدہ : صاحبین فرماتے ہیں کہ مدت نفاس کے ختم ہونے تک ولادت کا اثر ہے۔اس لئے اس زمانے سے پہلے پہلے تک بچے کا انکار کرے تو لعان بھی ہوگا اور بچے کا نسب بھی باپ سے منقطع کر دیا جائے گا۔

وجہ : لمبی مدت میں ودلات کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے اور کم مدت میں صحیح ہے، اس لئے دونوں کے درمیان کی مدت صحیح ہے کیونکہ نفاس کی مدت ولادت کا اثر ہے اس لئے اس کو ہی فاصل کیا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدت متعین کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، اس لئے کہ زمانہ غور کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور لوگوں کے احوال اس میں مختلف ہیں اس لئے ہم نے ایسی چیز کا اعتبار کیا جو خوشی یا عدم خوشی پر دلالت کرتی ہو، اور وہ ہے مبارک بادی کو قبول کرنا، یا اس وقت چپ رہنا، یا ولادت کا سامان خریدتے وقت چپ رہنا، اور یہ وقت گزرنے کے بعد نفی کرنے سے ممتنع ہے۔

۳؎ ولو كان غائباً ولم يعلم بالولادة ثم قدم تعتبر المدة التى ذكرناها على الاصلين (۲۰۴۸) قال واذا ولدت ولدين فى بطن واحد فنفى الاول واعترف بالثانى يثبت نسبهما ﴾(لانهما توامان خلقا من ماء واحد)حدالزوج ﴾ ۱؎ لانه اكذب نفسه بدعوى الثانى

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نسب نفی کرنے کے لئے کسی مدت کا تعین کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی کا حال الگ الگ ہوتا ہے کوئی لمبی مدت میں غور کر سکتا ہے اور کوئی مختصر مدت میں غور کر سکتا ہے، اس لئے نفاس کی مدت متعین کرنا صحیح ہے، البتہ ایسے احوال جن میں یہ پتہ چلے کہ باپ بچے کی ولادت سے خوش ہے یا ناراض ہے ان حالتوں میں انکار کرنے سے نسب کی نفی ہوگی، اور اس حالت کے گزر جانے کے بعد نفی کرنے سے نسب کی نفی نہیں ہوگی، اور ولادت کی مبارکبادی کے وقت یا ولادت کے لئے سامان خریدتے وقت، یہ موقع ہے کہ باپ کی رضامندی یا ناراضگی کا پتہ چلتا ہے اس لئے اس وقت بچے کی نفی کرنے سے نسب کی نفی ہوگی، اور اس وقت کے گزرنے کے بعد نفی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے نسب کا اقرار کر لیا اور بعد میں اس کی نفی کر رہا ہے، اس لئے اقرار کے بعد انکار کرنے سے بچے کا نسب بحال رہے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر شوہر غائب ہو اور بچے کی پیدائش سے بے خبر ہو پھر آئے تو اس مدت کا اعتبار کیا جائے گا جو دونوں قاعدوں پر ہم نے بیان کیا۔

تشریح : جس وقت بچہ پیدا ہوا اس وقت باپ غائب تھا اور بچے کی ولادت کے بارے میں علم نہیں تھا، اب گھر آیا تو اس کی ولادت کے بارے میں معلوم ہوا تو امام ابوحنیفہؒ نزدیک اتنی دیر تک جس میں مبارکبادی قبول کی جا سکتی ہو، یا ولادت کا سامان خریدا جا سکتا ہو اس میں بچے کا انکار کرے تو نسب کی نفی کی جائے گی ورنہ نہیں، اور صاحبینؒ کے نزدیک والد کے گھر آنے کے بعد مدت نفاس تک بچے کا انکار کرے تو نسب کی نفی کی جائے گی، ورنہ نہیں۔ دونوں حضرات کے قاعدے کا حاصل یہی ہے۔

ترجمہ : (۲۰۴۸) اگر عورت نے دو بچے دیئے ایک ہی حمل سے، پس پہلے کی نفی کی اور دوسرے کا اعتراف کیا تو دونوں کے نسب ثابت ہوں گے [اس لئے کہ دونوں جوڑواں ہیں، ایک ہی منی پیدا ہوئے ہیں] اور شوہر کو حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دوسرے بچے کا دعوی کر کے اپنے آپ کو جھٹلایا۔

تشریح: دو بچے ایک حمل سے ہوں۔ اس کو جڑواں بچے [توامان] کہتے ہیں۔ اس میں ایک ہی منی سے دونوں بچے کی پیدائش ہوتی ہے۔ اب ایک ہی حمل سے دو بچے ہوئے ہیں۔ اب شوہر پہلے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے اور دوسرے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے تو نسب تو دونوں کا باپ ہی سے ثابت ہوگا لیکن باپ کو حد بھی لگے گی۔

وجہ : (۱) دونوں کا نسب تو اس لئے ثابت ہوگا کہ ایک کے بارے میں بھی ایک بار اقرار کرنا دونوں کے لئے اقرار کرنا ہے۔ اس

(۲۰۴۹) وان اعترف بالاول ونفى الثانى يثبت نسبهما لما ذكرنا ولاعن ﴿ ۱ لانه قاذف بنفى الثانى ولـم يـرجـع عنه والاقرار بالعفة سابق على القذف فصار كما اذا قال انهاعفيفة ثم قال هى زانية وفى ذلک التلاعن كذا ههٰذا

لئے اوپر کے اثر اور حدیث کی وجہ سے دونوں کا نسب ثابت ہوگا۔اور حد اس لئے لگے گی کہ پہلے بچے کا انکار کر کے بیوی پر تہمت لگائی، اور بعد میں دوسرے بچے کا اقرار کر کے اپنی تکذیب کی۔(۲) اور پہلے اثر گزر چکا ہے کہ انکار کے بعد اپنی تکذیب کرے تو حد لگے گی۔**عن عمر بن الخطاب انه قضى فى رجل انكر ولد امرأته وهو فى بطنها ثم اعترف به وهو فى بطنها حتى اذا ولد انكره فامر به عمر بن الخطاب فجلد ثمانين جلدة لفريته عليها ثم الحق به ولدها.** (سنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده، ج سابع، ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۷ رمصنف عبدالرزاق، باب لا تجتمع المتلاعنان ابدا، ج سابع، ص ۸۵، نمبر ۱۲۴۹۲) اس اثر سے پتہ چلا کہ اقرار کے بعد انکار کرے تو حد بھی لگے گی اور بچے کا نسب بھی باپ سے ثابت ہوگا۔(۳) اس اثر میں بھی ہے۔**ان شريحا قال فى الرجل يقر بولده ثم ينكر يلاعن ،فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فكتب اليه ان اذا اقربه طرفه عين فليس له ان ينكر .** (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل ینتفی من ولده، ج سابع، ص ۵۷، نمبر ۱۲۴۲۳ رسنن للبیہقی، باب الرجل یقر بحبل امرأته او بولدها مرة فلا یکون له نفیه بعده، ج سابع، ص ۶۷۶، نمبر ۱۵۳۶۸) اس اثر میں ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی بچے کا اقرار کیا تب بھی اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، چاہے بعد میں اس کا انکار کرے۔

ترجمه : (۲۰۴۹) اور اگر پہلے بچے کا اعتراف کیا اور دوسرے کی نفی کی تو دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا[اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا] اور لعان کرے۔

تشریح : شوہر نے پہلے بچے کا اقرار کیا کہ یہ میرا ہے اور دوسرے بچے کا انکار کیا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو دونوں بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔اور لعان بھی کرنا پڑے گا۔

وجه : (۱) ایک بچے کا اقرار کیا تو چونکہ دونوں ایک ہی منی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے ایک کے اقرار سے دونوں کا نسب ثابت ہوگا۔اور حد اس لئے نہیں لگے گی کہ دوسرے بچے کے انکار کرنے کے بعد پھر اپنی تکذیب نہیں کی ہے۔البتہ چونکہ بعد والے بچے کے انکار کرنے کی وجہ سے عورت پر تہمت لگائی اس لئے لعان کرنا ہوگا (۲) اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی ہے۔کہ ایک مرتبہ بھی تھوڑی دیر کے لئے بچے کا اقرار کیا تو بچے کا نسب ثابت ہوگا، اور یہ بھی گزرا کہ عورت پر تہمت لگائی تو لعان کرنا ہوگا۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ دوسرے بچے کی نفی کرنے سے تہمت لگانے والا ہے، اور اس سے رجوع نہیں کیا، اور پاکدامنی کا اقرار

کرنا تہمت لگانے سے پہلے ہے، تو ایسا ہو گیا کہ کہا کہ وہ پاکدامن ہے پھر کہا کہ وہ پاکدامن ہے، تو اس میں لعان ہے، ایسے ہی یہاں بھی۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ پہلے بچے کا اقرار کرکے گویا کہ یہ کہا کہ عورت پاکدامن ہے، پھر دوسرے بچے کا انکار کرکے اس پر تہمت لگائی کہ اس نے زنا کیا ہے، اور بعد میں اس کی تکذیب نہیں کی اس لئے اس پر لعان ہوگا۔

﴿باب العنين وغيره ﴾

(۲۰۵۰) واذكان الزوج عنيناً اجله الحاكم سنة فان وصل اليها فبها والافرق بينهما اذاطلبت المرأة ذلك ﴾ ۱ هكذاروى عن عمروعلى وابن مسعودؓ

﴿باب العنین وغیرہ ﴾

ضروری نوٹ : اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کس کس سبب سے عورت فسخ نکاح کروانے کی حقدار ہے۔ اس کی پوری دلیل آگے آرہی ہے۔

عنین کی دلیل یہ حدیث ہے۔(۱)عن عائشة قالت جاء ت امرأة رفاعة الى النبى ﷺ فقالت كنت عند رفاعة فطلقنى فبت طلاقى فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير وانما معه مثل هدبة الثوب فتبسم رسول الله ﷺ فقال أتريدين أن ترجعى الى رفاعة ؟لا حتى تذوقى عسيلته و يذوق عسيلتك . (مسلم شریف،باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها الخ،ص۴۶۳،نمبر۳۵۲۶/۱۴۳۳) اس حدیث میں ہے کہ جماع کی طاقت نہیں تھی تو آپ ﷺ نے تفریق کروائی۔(۲)اس اثر میں بھی ہے۔عن عمر بن الخطاب انه قال فى العنين يوجل سنة فان قدر عليها والا فرق بينهما ولها المهر وعليها العدة ۔(سنن للبیہقی ،باب اجل العنین ج سابع ،ص۳۶۸،نمبر۱۴۲۸۹رمصنف عبدالرزاق ،باب اجل العنین ، ج سادس ،ص۲۰۰،نمبر۱۰۷۶۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاکم کے پاس معاملہ لے جانے کے وقت سے ایک سال کی مہلت دی جائے گی ۔اس مدت میں صحبت کے قابل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کے مطالبے پر تفریق کر دی جائے گی۔پھر عورت کو مہر بھی ملے گا اور اس پر عدت بھی لازم ہوگی۔کیونکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے۔

ترجمہ : (۲۰۵۰) اگر شوہر عنین ہو تو حاکم اس کو مہلت دے گا ایک سال۔پس اگر صحبت کر لے اس مدت میں تو عورت کو اختیار نہیں ہوگا ورنہ دونوں میں تفریق کر دے اگر عورت اس کا مطالبہ کرے۔

ترجمہ: ۱ اسی طرح حضرت عمر،اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔

تشریح : شوہر نامرد ہو، بیوی سے صحبت نہ کر سکتا ہو تو حاکم اس کو ایک سال تک مہلت دے گا تا کہ اس کا علاج کرائے۔پس اگر ایک سال میں صحبت کے قابل ہو گیا تو ٹھیک ہے۔اور اگر صحبت کے قابل نہ ہوا اور عورت نے علیحدگی کا مطالبہ کیا تو حاکم تفریق کر دیں گے۔حضرت عمر،حضرت علی،اور حضرت ابن مسعودؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔

وجہ : (۱)ایک سال میں تینوں موسم ہیں اس لئے آسانی سے علاج کرا سکتا ہے اس لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن عائشة قالت جاء ت امرأة رفاعة الى النبى ﷺ فقالت ... وانما معه مثل

۲ ولان الحق ثابت لها فی الوطی ویحتمل ان یکون الامتناع لعلة معترضةویحتمل لآفة اصلیة فلابد من مدة معرفة لذلک وقدرنا ها بالسنة لاشتمالهاعلی الفصول الاربعة فاذا مضت المدة ولم یصل الیها تبین ان العجز بآفة اصلیة ففات الامساک بالمعروف ووجب علیه التسریح بالاحسان فاذا امتنع ناب القاضی منا به ففرق بینهما

هدیة الثوب فتبسم رسول الله ﷺ فقال أتریدین أن ترجعی الی رفاعة ؟لا حتی تذوقی عسیلته و یذوق عسیلتک . (مسلم شریف، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها الخ ص ۴۶۳ ،نمبر ۱۴۳۳/۳۵۲۶)اس حدیث میں ہے کہ جماع کی طاقت نہیں تھی تو آپؐ نے تفریق کروائی۔(۳)اثر میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کیا ہے۔عن عمر بن الخطاب انه قال فی العنین یوجل سنة فان قدر علیها والا فرق بینهما ولها المهر وعلیها العدة. (سنن للبیہقی ،باب اجل العنین ج سابع ،ص ۳۶۸ ،نمبر ۱۴۲۸۹ ،مصنف عبدالرزاق ، باب اجل العنین ، ج سادس ،ص ۲۰۰ ،نمبر ۱۰۷۶۲ ،دارقطنی ، کتاب النکاح، ج ثالث ،ص ۲۱۱ ،نمبر ۳۷۶۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاکم کے پاس معاملہ لے جانے کے وقت سے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اس مدت میں صحبت کے قابل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کے مطالبے پر تفریق کردی جائے گی۔پھر عورت کو مہر بھی ملے گا اوراس پر عدت بھی لازم ہوگی۔کیونکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے۔(۴)اس اثر میں عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے۔ ان عمر وابن مسعود قضیا بانها تنتظر به سنة ثم تعتد بعد السنة عدة المطلقة وهو احق بامرها فی عدتها ۔(مصنف عبد الرزاق ، باب اجل العنین ، ج سادس ،ص ۲۰۰ ،نمبر ۱۰۷۶۴ ،مصنف ابن ابی شیبة ۱۶۳ ،ما قالوا فی امرأة العنین اذا فرق بینهما علیها العدة ؟، ج رابع ،ص ۱۵۴ ،نمبر ۱۸۷۹۶)اس اثر میں ہے کہ ایک سال کی مہلت دے جائے پھر تفریق کرادی جائے۔

ترجمہ: ۲ اوراس لئے کہ عورت کا حق وطی کے لئے ثابت ہے،اوراحتمال رکھتا ہے وطی سے رکنا کسی عارضی علت کی وجہ سے ہو، اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ کسی اصلی آفت کی وجہ سے ہو،اس لئے ایک مدت چاہئے جس میں اس کواس کو پہچانا جائے ،اوراس کو ہم نے ایک سال سے متعین کیا اس لئے کہ اس میں چاروں موسم شامل ہیں، پس جب یہ مدت گزر گئی اور وطی نہ کر سکا تو ظاہر ہو گیا کہ عاجزی آفت اصلیہ سے ہے اس لئے امساک بالمعروف فوت ہو گیا تو شوہر پر تسریح بالاحسان واجب ہے پس جب وہ اس سے رک گیا تو قاضی اس کا قائم مقام ہوگا اور دونوں کے درمیان تفریق کرائے گا۔

تشریح : عنین میں ایک سال مہلت دینے کی یہ دلیل عقلی ہے۔کہ بیوی ہونے کی وجہ سے شوہر پر وطی کروانے کا حق ہے،لیکن وہ وطی نہیں کر سک رہا ہے تو اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ یہ عاجزی وقتی اور عارضی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی عاجزی ہو،اس لئے اتنی مدت مہلت دینے کی ضرورت ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ اصلی عاجزی ہے اوراب دوبارہ ٹھیک ہونا ناممکن ہے اس لئے اب

۳ و لا بدمن طلبها لان التفريق حقها (۲۰۵۱) وتلک الفرقة تطليقة بائنة

۱ لان فعل القاضی اضيف الیٰ فعل الزوج فکانه طلقها بنفسه

تفریق کرادی جائے، اور وہ ایک سال کی مدت ہے، جس میں چاروں موسم ہیں اور اچھی طرح علاج بھی کرا سکتا ہے، اس کے باوجود وطی پر قادر نہیں ہوا اس لئے اب عورت کے دوبارہ مطالبے کے بعد تفریق کرادی گئی۔ کیونکہ امساک بالمعروف، یعنی اچھی طرح سے بیوی کو رکھنا فوت ہو گیا تو شوہر کو چاہئے کہ تسریح بالاحسان، یعنی اچھے انداز میں طلاق دیکر روانہ کر دے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تو اب قاضی اس کا نائب بنے گا اور شوہر کی جانب سے اس کا قائم مقام بن کر تفریق کرائے گا۔

وجه: (۱) عورت کو وطی کرانے کا حق ہے اس کی دلیل ایک تو حضرت رفاعة والی حدیث ۔فقال أتريدين أن ترجعی الی رفاعة ؟لا حتی تذوقی عسيلته و يذوق عسيلتک . (مسلم شریف، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها الخ، ص ۴۶۳، نمبر ۳۵۲۶/۱۴۳۳) اس حدیث میں وطی نہ کرنے کی وجہ سے خلع کے ذریعہ حضورؐ تفریق کرائی۔ (۲) عورت کو جماع کرانے کا حق ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان امرأة جائت عمر فقالت : زوجی رجل صدق يقوم الليل و يصوم النهار ، و لا أصبر علی ذالک قال فدعاه فقال لها من کل أربعة أيام يوم ، و فی کل أربع ليال ليلة۔ (مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۰) اس اثر میں ہے کہ ہر چار روز میں عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔ (۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن زيد بن أسلم قال بلغنی ان عمر ابن الخطاب جائته امرأة فقالت ان زوجها لا يصيبها فأرسل الی زوجها فجاء فسأله فقال قد کبرت و ذهبت قوتی فقال عمر أتصيبها فی کل شهر مرة ؟ قال فی اکثر من ذالک قال عمر فی کم ؟ قال أصيبها فی کل طهر مرة قال عمر اذهبی فان فی ذالک ما يکفی المرأة . (مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۱) اس اثر میں ہے کہ بوڑھے آدمی سے ہر طہر میں ایک مرتبہ عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔

لغت: علة معترضة: پیش آنے والی علت، عارضی مرض۔ آفة اصلية: اصلی مرض، دائمی مرض۔ معرفة: اتنی مدت جس میں پہچانا جا سکتا ہو کہ یہ مرض اصلی ہے۔ الفصول الاربعة: چاروں فصل، چاروں موسم۔

ترجمه: ۳ اور ضروری ہے عورت کا مطالبہ کرنا، اس لئے کہ تفریق عورت کا حق ہے۔

تشریح: عنین کے لئے ایک سال کی مہلت کے بعد عورت کو دوبارہ تفریق کا مطالبہ کرنا ہوگا تب قاضی تفریق کریں گے، اور اگر دوبارہ مطالبہ نہیں کیا تو قاضی تفریق نہیں کریں گے، کیونکہ یہ عورت کا حق ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ بعد میں علیحدہ نہیں ہونا چاہتی ہو۔

ترجمه: (۲۰۵۱) اور فرقت طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ قاضی کا فعل شوہر کی طرف منسوب ہو گیا، تو گویا کہ شوہر نے طلاق دی۔

۲؎ وقال الشافعیؒ هو فسخ ۳؎ لکن النکاح لایقبل الفسخ عندنا

تشریح: عنین ہونے کی وجہ سے جو علیحدگی ہوگی یہ طلاق بائنہ کے درجے میں ہوگی۔

وجہ: (۱) قاضی مرد کی جانب سے نائب بنکر تفریق کرارہا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مرد کی جانب سے جو تفریق ہو طلاق کے درجے میں ہوتی ہے، اور طلاق رجعی سے عورت کی جان نہیں چھوٹے گی اس لئے طلاق بائنہ ہوگی۔(۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن عمر بن الخطاب انه قال فی العنین یوجل سنة فان قدر علیها والا فرق بینهما ولها المهر وعلیها العدة. (سنن للبیہقی، باب اجل العنین ج سابع ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۲۸۹ مصنف عبد الرزاق، باب اجل العنین، ج سادس ص ۲۰۰ نمبر ۱۰۷۶۲ دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث ص ۲۱۱، نمبر ۳۷۶۹) اس ،فرق، سے پتہ چلا کہ وطی نہ کرنے پر تفریق کی جائے گی، اور تفریق طلاق بائنہ سے ہوتی ہے اس لئے طلاق بائنہ ہوگی۔(۳) اس اثر میں طلاق بائنہ کی صراحت ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ أن امرأة أتته فأخبرته ان زوجها لا یصل الیها فأجله حولا فلما انقضی الحول و لم یصل الیها خیرها فاختارت نفسها ففرق بینهما عمرؓ و جعلها تطلیقة بائنا قال محمد ناخذ و هو قول ابی حنیفةؒ۔(کتاب الآثار لامام محمدؒ، باب العنین، ص ۱۰۷، نمبر ۴۹۳) اس اثر میں ہے کہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وہ فسخ نکاح ہے۔

تشریح: عنین کی وجہ سے قاضی جو تفریق کرائے گا امام شافعیؒ کے یہاں یہ فسخ نکاح ہوگا، اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں طلاق بائنہ ہو گی۔

ترجمہ: ۳؎ لیکن نکاح ہمارے نزدیک فسخ قبول نہیں کرتا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ نکاح مکمل ہونے کے بعد فسخ کو قبول نہیں کرتا، اور جہاں جہاں فسخ ہے وہ نکاح مکمل ہونے سے پہلے فسخ ہے، مثلا خیار عتق میں باندی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تھا، یا خیار بلوغ میں بچے کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تھا اس لئے وہ مکمل ہی نہیں تھا اس لئے وہ فسخ ہوگیا، اور یہاں بیوی کی رضامندی سے نکاح ہوا ہے، اس لئے یہ فسخ نہیں ہوگا، البتہ شوہر ٹھیک سے نہیں رکھ رہا ہے اس لیے اس کی جانب سے قاضی نکاح توڑے گا جو طلاق بائنہ ہوگی۔

لغت: فسخ نکاح۔اور طلاق میں فرق یہ ہے کہ [۱] فسخ نکاح عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور اس کی جانب سے قاضی فسخ کرتے ہیں، کیونکہ عورت طلاق نہیں دے سکتی، اور مرد کی جانب سے جو تفریق ہوتی ہے وہ عموما طلاق ہوتی ہے، چاہے قاضی تفریق کرے۔ [۲] دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر طلاق ہو تو اگلے نکاح کے بعد شوہر ایک طلاق کم کا مالک ہوگا، مثلا بیوی کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے طلاق ہوئی، اور بعد میں عورت مسلمان ہوئی اور شوہر نے اس عورت سے نکاح کیا تو شوہر اب دو ہی طلاق کا مالک ہوگا اور اسی سے عورت مغلظہ ہو جائے گی، کیونکہ شوہر نے ایک طلاق پہلے دے دیا ہے، اور اگر اس کو فسخ نکاح شمار کریں تو دوسرے نکاح کے بعد بھی

۴ وانما تقع بائنة لان المقصود وهودفع الظلم عنها لايحصل الابها لانها لولم تكن بائنة تعودمعلقة بالمراجعة (۲۰۵۲)ولها كمال مهرها ان كان خلابها

شوہر تین طلاق کا مالک ہوگا، کیونکہ فسخ نکاح میں صرف عورت مرد الگ ہو جاتے ہیں طلاق واقع نہیں ہوتی۔[۳] اگر مہر پہلے سے مؤکد نہ ہو یعنی وطی نہ کی ہو، یا خلوت صحیحہ نہ کی ہو، یا دونوں میں سے کسی ایک کی موت واقع نہ ہوئی ہو تو فسخ کی صورت میں مہر لازم نہیں ہوتا، اور طلاق کی صورت میں مہر لازم ہوتا ہے [۴] نکاح فسخ ہوا ہو اور اس کی عدت گزار رہی ہو تو اس عدت میں شوہر طلاق دے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی بیوی نہیں رہی، اور طلاق مغلظہ سے کم طلاق کی عدت گزار رہی ہو تو اس عدت میں مزید طلاق دے تو وہ واقع ہوگی۔ تفریق اور طلاق میں یہ چار بنیادی فرق ہے۔

ترجمہ: ۴ اور طلاق بائنہ اس لئے واقع ہوگی کہ مقصد عورت سے ظلم کو دفع کرنا ہے، اور یہ طلاق بائنہ ہی سے حاصل ہوگا، اور اگر بائنہ نہ ہو رجعت کرنے کی وجہ سے لوٹ کر معلقہ ہو جائے گی۔

تشریح: طلاق رجعی کیوں واقع نہیں ہوگی، بائنہ کیوں واقع ہوگی، اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اگر طلاق رجعی واقع کریں تو شوہر دوبارہ رجعت کرلے گا اور عورت پھر عنین شوہر کے پاس جا کر بغیر جماع کے رہے گی، اور بیچ میں لٹکی رہے گی اس لئے چھٹکارے کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اس لئے اس تفریق سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ اصل تو اوپر کا اثر ہے۔

ترجمہ: (۲۰۵۲) عورت کے لئے پورا مہر ہوگا اگر اس سے خلوت کر چکا ہو۔

تشریح: عنین اگر چہ صحبت کاملہ نہیں کر سکتا اسی لئے علیحدگی ہوئی ہے پھر بھی مسئلہ یہ ہے کہ خلوت کر چکا ہو تو پورا مہر لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) عورت نے اپنا مال سپرد کر دیا ہے اس لئے اس کو مہر ملے گا (۲) اس اثر میں ہے کہ عدت بھی لازم ہوگی اور مہر بھی پورا دینا ہوگا، اثر یہ ہے۔ عن عمر بن الخطاب انه قال فی العنین یوجل سنة فان قدر علیها والا فرق بینهما ولها المهر وعلیها العدة. (سنن للبیہقی، باب اجل العنین، ج سابع، ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۲۸۹ / مصنف عبد الرزاق، باب اجل العنین، ج سادس، ص ۲۰۰، نمبر ۱۰۷۶۸ / دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۲۱۱، نمبر ۳۷۶۹) (۳) عن ابراهیم قال یوجل العنین سنة فان دخل بها و الا فرق بینهما و لها الصداق کاملا۔ (مصنف عبد الرزاق، باب اجل العنین، ج سادس، ص ۲۰۰، نمبر ۱۰۷۶۸) اس اثر میں ہے کہ عورت کو پورا مہر ملے گا۔ (۴) اور خلوت کرنے پر مہر لازم ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث مرسل ہے۔ عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ من کشف خمار امرأة ونظر الیها فقد وجب الصداق دخل بها او لم یدخل بها. (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۲۱۳، نمبر ۳۷۸۰) (۵) اور حضرت علیؓ کا یہ اثر ہے۔ عن علی قال اذا اغلق بابا وارخی سترا او رای عورة فقد وجب علیه الصداق. (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۲۱۲، نمبر ۳۷۷۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلوت ہوئی ہو تو پورا مہر لازم ہوگا۔

ل فان خلوة العنين صحيحة ٢ ويجب العدةلمابينا من قبل هذااذا اقرالزوج انه لم يصل اليها

(۲۰۵۳) ولواختلف الزوج والمرأة فى الوصول اليها فان كانت ثيبا فالقول قوله مع يمينه ل لانه ينكرا ستحقاق حق الفرقة والاصل هوالسلامة فى الجبلة

ترجمه: ل اس لئے کہ عنین کی خلوت صحیح ہے۔

تشریح: عنین کے پاس آلہ تناسل موجود ہے، اتنی بات ہے کہ اس میں جماع کی طاقت نہیں ہے اس لئے اس کی خلوت سے مہر لازم ہوگا، کیونکہ عورت نے اپنا بضع سپرد کر دیا ہے۔

ترجمه: ٢ اور عورت پر عدت واجب ہوگی، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا، اور یہ اس وقت ہے جبکہ شوہر نے اقرار کیا ہو کہ عورت سے جماع نہیں کر پایا ہے۔

تشریح: مسئلہ نمبر ۱۶۰۰، باب المہر کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں مہر بھی لازم ہوگا اور عدت بھی لازم ہوگی، کیونکہ رحم میں منی ہو اور یہ شریعت کا حق ہے اس لئے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ شوہر کہتا ہو کہ میں وطی نہیں کر پایا ہوں اور اگر وہ یہ کہتا ہو کہ میں نے وطی کی ہے تب تو اس کے اقرار پر مہر بھی لازم ہوگا اور عدت بھی لازم ہوگی۔

وجه: (۱) اس اثر میں گزرا کہ اس پر عدت بھی لازم ہوگی۔ عن عمر بن الخطاب انه قال فى العنين يوجل سنة فان قدر عليها والا فرق بينهما ولها المهر وعليها العدة. (سنن للبیہقی، باب اجل العنین، ج سابع ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۲۸۹)

ترجمه: (۲۰۵۳) میاں بیوی میں عورت کے پاس پہنچنے میں اختلاف ہو گیا، پس اگر ثیبہ ہے تو شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ۔

ترجمه: ل اس لئے کہ حق فرقت کے مستحق ہونے کا انکار کرتا ہے، اور اصل یہ ہے کہ فطری طور پر آلہ تناسل سلامت رہتا ہے۔

تشریح: شوہر کہتا ہے کہ میں نے جماع کیا ہے اور عورت کہتی ہے کہ جماع نہیں کیا ہے، تو اگر عورت ثیبہ ہے تو چونکہ پہلے سے جماع شدہ ہے اس لئے یہ نہیں پتہ چلے گا کہ اس شوہر نے جماع کیا ہے، یا پہلے شوہر سے ثیبہ ہوئی ہے، اس لئے عورت تفریق کرانے کی مدعیہ ہوئی اور شوہر مدعی علیہ ہوا، اور عورت کے پاس بینہ نہیں ہے تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ نے ,ینکر استحقاق الفرقۃ، سے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ عورت تفریق کا دعوی کر رہی ہے اور شوہر اس کا منکر ہے اس لئے شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے (۲) اور ,والاصل ھوالسلامۃ، کہہ کر دوسری دلیل عقلی اس طرح پیش کی ہے، کہ عام طور پر مرد کا آلہ تناسل صحیح سالم رہتا ہے اس لئے مرد جب کہہ رہا ہے کہ میں جماع کیا ہے تو وہ ظاہر کے موافق کہہ رہا ہے، اور جو ظاہر کے موافق کہتا ہے وہ مدعی علیہ ہوتا ہے اس لئے شوہر مدعی علیہ ہے، اور مدعی کے پاس بینہ نہ ہو تو مدعی کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی

(۲۰۵۴) ثم ان حلف بطل حقها ﴿۱﴾ وان نكل يؤجل سنة (۲۰۵۵) وان كانت بكراً نظر اليها النساء فان قلن هي بكر اجل سنة (لظهور كذبه) وان قلن هي ثيب يحلف الزوج فان حلف لاحق لها وان نكل يؤجل سنة

ہے،اس لئے شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔اور بات چونکہ پوشیدہ راز کی ہے اس لئے اس پر عورت کے پاس کوئی گواہی ہو بھی نہیں سکتا ہے،اس لئے شوہر سے قسم ہی لینی ہوگی۔(۳) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الثوری فی العنین قال ان کانت امرأة ثیبا فالقول قوله و یستحلف ، و ان کانت بکرا نظر الیھاالنساء. (مصنف عبدالرزاق،باب اجل العنین ، ج سادس،ص ۲۰۲،نمبر ۱۰۷۷۲)اس اثر میں ہے کہ ثیبہ ہے تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی،اور باکرہ ہے تو دوسری عورتیں اس کی جانچ پڑتال کریں گیں۔

لغت : فی الوصول:وصل کا معنی ہے پہنچنا، یہاں مراد ہے جماع کرنا۔السلامة: آلہ تناسل کا صحیح سالم رہنا۔الجبلة: فطرتی طور پر۔

ترجمہ:(۲۰۵۴)اگر شوہر نے قسم کھالیا تو عورت کا حق باطل ہو گیا۔

ترجمہ: ۱؎ اور قسم کھانے سے انکار کیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

تشریح:اگر شوہر نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے جماع کیا ہے تو اب ایک سال کی مہلت لینے کا حق باطل ہو گیا،اور اگر شوہر نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی میں نے جماع نہیں کیا ہے،اس لئے اب علاج کرانے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔۔نکل:قسم کھانے سے انکار کرنے کو نکل کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۰۵۵) اور اگر باکرہ ہے تو عورتیں اس کا معائنہ کرے گی،پس اگر انوں نے کہا کہ عورت باکرہ ہے تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔[شوہر کے جھوٹ ظاہر ہونے کی وجہ سے]اور اگر انہوں نے کہا کہ عورت ثیبہ ہے تو شوہر قسم کھائے گا،پس اگر اس نے قسم کھالیا تو عورت کو کوئی حق نہیں ہوگا اور اگر قسم کھانے سے انکار کیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

تشریح : اگر باکرہ عورت سے شادی کی تھی تو دوسری عورتوں کو اس کی شرمگاہ کا معائنہ کرنے کے لئے کہا جائے گا،وہ دیکھیں کہ ابھی بھی باکرہ ہے یا اس شوہر کے جماع سے ثیبہ ہو چکی ہے، کیونکہ پہلے باکرہ تھی اور ابھی ثیبہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شوہر نے جماع کیا ہے،پس اگر ان عورتوں نے کہا کہ ثیبہ ہے تو شوہر سے قسم لی جائے گی۔

وجہ :(۱)قسم لینے کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے تفریق کا دعوی کیا ہے اور اس کے پاس بینہ نہیں ہے تو شوہر مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی،(۲)اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بکارت کسی اور وجہ سے زائل ہوئی ہو اس لئے شوہر سے قسم لیکر اس کو مضبوط کیا جائے گا۔

(۲۰۵۶) وان کان مجبوبا فرق بینهما فی الحال ﴾ ۱؎ ان طلبت لانه لافائدة فی التاجیل ۲؎ والخصی یؤجل کما یؤجل العنین لان وطیه مرجؤ (۲۰۵۷) واذا اجل العنین سنة وقال قدجامعتها وانکر ت نظر الیها النساء فان قلن هی بکر خیرت ﴾ ۱؎ لان شهادتهن تأیدت بمؤیدٍ وهی البکارة (۲۰۵۸) وان قلن هی ثیب حلف الزوج فان نکل خیرت ﴾

پس اگر شوہر نے قسم کھالی تو عورت کو کوئی حق نہیں رہے گا، کیونکہ پہلے وہ باکرہ تھی اب ثیبہ بھی ہے جو جماع کرنے کی ظاہری علامت ہے، اور شوہر نے جماع کرنے پر قسم بھی کھالی ہے۔اور اگر شوہر نے جماع پر قسم کھانے سے انکار کرلیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے جماع نہیں کیا ہے اس لئے علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۰۵۶) اگر ذکر کٹا ہوا ہے تو دونوں کے درمیان فی الحال تفریق کرادی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اگر عورت نے مطالبہ کیا، اس لئے کہ مؤخر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: اگر ذکر کٹا ہوا ہے تو علاج کی مہلت دینے سے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور نہ ہو وطی پر قادر ہوسکتا ہے اس لئے اگر عورت مطالبہ کرے تو ابھی سے تفریق کردی جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور خصی کو مہلت دی جائے گی جیسے عنین کو مہلت دی جاتی ہے، اس لئے کہ اس کی وطی کی امید ہے۔

تشریح: خصی کے پاس آلہ تناسل ہے صرف خصیہ میں خامی ہے اس لئے علاج سے وطی کے قابل ہونے کی امید ہے اس لئے اس کو بھی ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۰۵۷) ایک سال کی مہلت دی اور شوہر نے کہا میں نے بیوی سے جماع کیا ہے اور بیوی نے انکار کیا تو عورتیں اس کا معائنہ کرے گی، پس اگر انہوں نے کہا کہ باکرہ ہے تو بیوی کو اختیار دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ عورتوں کی شہادت نے تائید کردی کہ وہ باکرہ ہے۔

تشریح: ایک سال مہلت دینے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے اس دوران وطی کی ہے، اور بیوی کہتی ہے کہ وطی نہیں کی تو عورتوں کو معائنہ کے لئے کہا جائے گا، اگر ان لوگوں نے کہہ دیا کہ ابھی بھی بیوی باکرہ ہے تو اب بیوی کو الگ ہونے کا اختیار دیا جائے گا اگر اس نے علیحدہ کرنے کو کہا تو علیحدہ کردیا جائے گا، اور ساتھ رہنے پر راضی ہو تو ساتھ رکھ دیا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے جماع سے انکار کیا ہے اور عورتوں نے بھی گواہی دی کہ یہ باکرہ ہے اس لئے بیوی کی بات کی تائید ہوگئی اس لئے بیوی کو علیحدہ ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۰۵۸) اور اگر عورتوں نے کہا کہ بیوی ثیبہ ہے تو شوہر قسم کھائے، پس اگر قسم کھانے سے انکار کردیا تو بیوی کو اختیار

لے لتایدها بالنکول وان حلف لاتخیر (۲۰۵۹)وان کانت ثیبا فی الاصل فالقول قوله مع یمینه ﴾ لے وقدذکرناه (۲۰۶۰) فان اختارت زوجها لم یکن لها بعدذلک خیار ﴾ لے لانها رضیت ببطلان حقها ۲ے وفی التاجیل تعتبر السنة القمریة هوالصحیح ۳ے ویحتسب بایام الحیض وبشهر رمضان لوجوده ذلک فی السنة ولایحتسب بمرضه ومرضها لان السنة قد تخلوا عنه

دیا جائے گا۔[اس لئے کہ قسم سے انکار کرنے سے اس کی تائید ہوگئی]

ترجمه: لے اور اگر قسم کھائی تو اختیار نہیں ہوگا۔

تشریح: اگر معائنہ کرنے والی عورتوں نے کہا کہ بیوی ثیبہ ہے تو بھی شوہر کو قسم کھلائی جائے، کیونکہ وہ مدعی علیہ ہے اس لئے اس پر قسم ضروری ہے، پس اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیوی کی بات صحیح ہے، اس لئے بیوی کو علیحدہ ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔ اور اگر قسم کھالی تو عورت کو علیحدہ ہونے کا اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۲۰۵۹) اور اگر شروع سے ثیبہ ہو تب بھی شوہر کی بات مانی جائے گی قسم کے ساتھ۔

ترجمه: لے ہم نے اس کی دلیل پہلے ذکر کی ہے۔

تشریح: اگر عورت شادی سے پہلے ثیبہ تھی تب بھی شوہر سے قسم لی جائے گی اور اس نے قسم کھالی تو اس کی بات مانی جائے گی، کیونکہ وہ مدعی علیہ ہے، اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے تو مدعی علیہ کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی ہے۔

ترجمه: (۲۰۶۰) اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا تو اس کے بعد اب اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمه: لے اس لئے کہ وہ اپنے حق باطل کرنے پر راضی ہوگئی۔

تشریح: ایک سال پورا ہونے کے بعد عورت کو علیحدہ ہونے کا اختیار دیا گیا تو عورت نے شوہر کے ساتھ رہنے کو اختیار کر لیا تو اب دوبارہ علیحدہ ہونے کا اختیار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے حق کو خود ہی باطل کر دیا ہے۔

ترجمه: ۲ے اور تاخیر میں قمری سال کا اعتبار ہوگا، صحیح یہی ہے۔

تشریح: قمری سال جو 354 دن کا ہوتا ہے وہ سال مراد ہوگا۔ شمسی سال جو 365 دن کا ہوتا ہے وہ سال مراد نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۳ے اور حیض کے ایام اور رمضان کے مہینے بھی شمار کیا جائے گا۔ سال میں اس کے پائے جانے کی وجہ سے، اور نہیں شمار کیا جائے گا شوہر کے مرض کو اور نہ عورت کے مرض کو اس لئے کہ سال اس سے خالی ہوتا ہے۔

تشریح: سال بھر میں حیض کا زمانہ ضرور آئے گا اسی طرح رمضان کا مہینہ ضرور آئے گا اس لئے وہ ۳۵۴ دن کے اندر ہی رہے گا الگ سے اس کا حساب نہیں کیا جائے گا، لیکن ایسا ہوتا ہے کہ سال گزر جائے اور بیماری نہ آئے، اس لئے عورت کی بیماری کی مدت

(۲۰۶۱) واذاكان بالزوجة عيب فلاخيار للزوج ﴾ ل وقال الشافعیؒ يرد بالعيوب الخمسة وهى الجذام والبرص والجنون والرتق والقرن لانها تمنع الاستيفاء حساً وطبعاً والطبع مؤيد بالشرع قال عليه السلام فرمن المجذوم فرارک من الاسد

اور شوہر کی بیماری کی مدت اس میں منہا نہیں ہوگی، بلکہ مثلا ایک ماہ تک عورت بیمار رہی، اور ایک ماہ تک مرد بیمار رہا تو ایک سال کے علاوہ دو ماہ اور علاج کی مہلت دی جائے گی، کیونکہ یہ منہا نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۰۶۱) اگر بیوی کو عیب ہو تو اس کے شوہر کے لئے اختیار نہیں ہے۔

تشریح: شادی کرنے سے پہلے شوہر کو عیب کا پتہ نہیں تھا اور نہ اس عیب سے راضی تھا۔ شادی کے بعد اس کا علم ہوا تو عیب کی وجہ سے شوہر کو تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر اس کو پسند نہیں ہے تو طلاق دے دے، یہ اس کے اختیار میں ہے۔

وجہ: (۱) شادی ہوتی ہے ایک دوسرے کے اطمینان کے لئے۔ اور تفریق سے بیوی کو تکلیف ہوگی اس لئے تفریق کی اجازت نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ قال على ايما رجل تزوج امرأة مجنونة او جذماء او بها برص او بها قرن فهى امرأته ان شاء امسک وان شاء طلق. (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۱۸۷، نمبر ۳۶۳۳ رسنن للبیہقی، باب ما یرد به النکاح من العیوب، ج سابع، ص ۳۵۰، نمبر ۱۴۲۲۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عیب والی عورتیں بیوی ہیں چاہے ان کو رکھیں چاہے ان کو طلاق دیں (۳) اثر میں ہے۔ قلت لعطاء فالرجل ان كان به بعض الاربع جذام او جنون او برص او عفل، قال ليس لها شیء هو احق بها. (مصنف عبد الرزاق، باب ما رد من النکاح، ج سادس، ص ۱۹۷، نمبر ۱۰۷۴۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عیوب کی وجہ سے جدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ پانچ عیبوں کے ذریعہ سے نکاح توڑا جا سکتا ہے اور وہ جذام ہے، برص ہے، جنون ہے، رتق ہے، قرن ہے، اس لئے کہ وہ حسا اور طبعا استفادہ کرنے سے روکتا ہے اور طبیعت کی تائید شریعت سے ہوتی ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جذام والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان پانچ عیوب سے مرد کو اور عورت کو بھی نکاح توڑنے کا اختیار ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے یا حسی طور پر استفادہ کرنا ناممکن ہے، مثلا عورت کو قرن ہے، یا رتق ہے تو اس کی وجہ سے عضو تناسل اندر جائے گا ہی نہیں ہے اس لئے وطی ہی نہیں کر پائے گا۔ اور جذام، برص اور جنون میں آدمی کی طبیعت اس کے پاس جانے سے نفرت کرتی ہے اس لئے وطی نہیں کر پائے گا، اس لئے نکاح کا مقصد حاصل نہیں ہوگا اس لئے فسخ کرانے کا حق ہوگا۔

وجہ: (۱) ان بیماریوں کی وجہ سے استفادہ مشکل ہوگا جو اصل مقصود ہے۔ اس لئے شوہر کو جدا کرنے کی اجازت ہوگی (۲) حضورؐ

۲ ولنا ان فوت الاستيفاء اصلاً بالموت لايوجب الفسخ فاختلاله بهذه العيوب اولىٰ وهذا لان الاستيفاء من الثمرات والمستحق هو التمكن وهو حاصل

نے برص کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کیا تھا۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ تزوج امرأة من بنی غفار فلما ادخلت علیه رای بکشحها بیاضا فناء عنها وقال ارخی علیک فخلی سبیلها ولم یاخذ منها شیئا۔(سنن للبیهقی، باب ما یرد به النکاح من العیوب، ج سابع، ص ۳۴۸، نمبر ۱۴۲۲۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کر سکتے ہیں (۳)عن ابن عباس قال قال رسول الله اجتنبوا فی النکاح اربعة الجنون والجذام والبرص . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، نمبر ۳۶۲۸)(۴)عن سعید بن المسیب قال قضی عمرؓ فی البرصاء والجذماء والمجنونة اذا دخل بها فرق بینهما والصداق لها لمسیسه ایاها وهو له علی ولیها . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۱۸۷، نمبر ۳۶۳۱/سنن للبیهقی، باب ما یرد به النکاح من العیوب، ج سابع، ص ۳۴۹، نمبر ۱۴۲۲۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان عیوب کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق کی جا سکتی ہے۔(۵)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔سمعت ابا هریرة یقول قال رسول الله ﷺ لاعدوی و لا طیرة و لا هامة و لا صفر و فر من المجذوم کما تفر من الاسد. (بخاری شریف، باب الجذام، ص ۱۰۰۹، نمبر ۵۷۰۷)اس حدیث میں ہے کہ جذام سے شیر کی طرح بھاگو، جس سے اشارہ ہے کہ جس مرد یا عورت کو جذام ہو اس کو جدا کر سکتے ہو۔(۶)شوہر کو امساک بالمعروف کرنا چاہئے، اور ان بیماری کی وجہ وہ نہ کر سکا تو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے، اس آیت اس کا ثبوت ہے۔الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ۔(آیت ۲۲۹، سورة البقرة ۲)(۷)اذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسکوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف و لا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا (آیت ۲۳۱، سورة البقرة ۲)ان آیتوں میں ہے کہ امساک بالمعروف نہ کر سکو تو احسان کے ساتھ چھوڑ دو۔

لغت : جذام: کوڑھ کی بیماری۔برص: جسم پر سفید داغ ہوتا ہے، جسکو برص کہتے ہیں۔جنون: عقل کا زائل ہو جائے۔رتق: عورت کی شرمگاہ میں دو راستے ہوتے ہیں ایک پیشاب کرنے کا دوسرا وطی کرنے کا، لیکن دونوں راستہ ایک ہی ہو تو اس کو رتق کہتے ہیں۔قرن: سینگ، شرمگاہ میں سینگ جیسی ہڈی یا کوئی گوشت کا ٹکڑا ابھرا ہوا ہو جس سے مرد کا عضو تناسل شرمگاہ میں نہ جا سکتا ہو تو اس کو قرن کہتے ہیں۔

ترجمہ : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ پورا استفادہ کرنا موت پر ختم ہوتا ہے پھر بھی فسخ واجب نہیں کرتا، تو ان عیوب سے خلل انداز ہونے سے بدرجہ اولی فسخ نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پورا وصول کرنا نکاح کے ثمرات میں سے ہے اور مستحق وہ قدرت ہے جو حاصل ہے۔

(۲۰۶۲) واذا كان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلاخيار لهاعند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ﴿

(۲۰۶۳)وقال محمدؒلهاالخيار﴾

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ بیوی کی موت ہوجائے تب پورا فائدہ ختم ہوتا ہے اس کے باوجود موت کے وقت بھی نکاح ختم نہیں ہوتا پورا مہر لازم ہوتا ہے، اور یہاں تو چاہے وطی نہ کر سکتا ہو لیکن عورت پر قدرت تو حاصل ہے اور وطی کے علاوہ دوسرا استفادہ کر سکتا ہے اس لئے یہاں بدرجہ اولی فسخ کی اجازت نہیں ہوگی، دوسری بات فرماتے ہیں کہ وطی کرنا نکاح کا مقصد نہیں ہے یہ نکاح کے ثمرات میں سے ہے، نکاح کا مقصد عورت پر قدرت ہے، اور ان بیماری کے باوجود عورت پر قدرت ہے اس لئے نکاح کا مقصد حاصل ہے اس لئے فسخ کی اجازت نہیں ہوگی۔

نوٹ :عورت میں یہ بیماریاں ہیں تو شوہر کے پاس طلاق کا حربہ موجود ہے اس لئے اس کو فسخ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، خود طلاق دے دے۔

ترجمہ: (۲۰۶۲) اگر شوہر کو جنون ہو یا برص ہو یا جذام ہو تو عورت کے لئے اختیار نہیں ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک۔

تشریح :اوپر مسئلہ ہے کہ عورت کو بیماری ہو تو فسخ کی اجازت نہیں ہے طلاق دیکر علیحدہ کردے، اب مسئلہ ہے کہ مرد کو یہ بیماریاں ہیں تو وہ طلاق نہیں دے سکتی، لیکن کیا قاضی کے ذریعہ فسخ نکاح کرا سکتی ہے یا نہیں، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کے ذریعہ بھی فسخ نکاح نہیں کرا سکتی۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نکاح کا اصل مقصد یہ ہے کہ شوہر کو وطی کرنے کی قدرت ہو، چاہے وہ ابھی نہ کر رہا ہو، اور جنون، یا جذام، یا برص کی بیماری سے وطی کرنے کی قدرت موجود رہتی ہے، یہ اور بات ہے کہ طبیعت بھناتی ہے اس لئے کما حقہ وطی نہیں کر پاتا اس لئے اس سے تفریق کرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور عنین ہو یا ذکر کٹا ہوا ہو تو وطی کی قدرت ہی باقی نہیں رہتی اس لئے ان دونوں بیماریوں میں تفریق کرانے کی گنجائش ہوئی (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ قلت لعطاء فالرجل ان كان به بعض الاربع جذام او جنون او برص او عفل، قال ليس لها شيء هو احق بها. (مصنف عبد الرزاق، باب ما رد من النکاح، ج سادس، ص ۱۹۷، نمبر ۱۰۷۴۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عیوب کی وجہ سے جدا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (۳) ایک اور اثر میں ہے۔ عن الثوری فی رجل یحدث به بلاء لایفرق بینهما هو بمنزلة المرأة لا یرد الرجل ولا ترد المرأة وذكره عن حماد عن ابراهيم ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ما رد من النکاح، ج سادس، ص ۱۹۷، نمبر ۱۰۷۴۲) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ تفریق نہیں کرائی جائیگی۔

ترجمہ:(۲۰۶۳) اور فرمایا امام محمد نے اس کے لئے اختیار ہے۔

ل دفعاً للضرر عنها كما في الجب و العنة بخلاف جانبه لانه متمكن من دفع الضرر بالطلاق

ترجمه: ل عورت سے ضرر کو دفع کرنے کے لئے جیسے کہ ذکر کٹا ہوا ہو، یا عنین ہو، بخلاف مرد کی جانب اس لئے کہ طلاق دیکر ضرر کو دفع کرنے کی قدرت ہے۔

تشریح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مرد میں یہ بیماریاں ہوں تو عورت خود طلاق تو نہیں دے سکتی البتہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے اور قاضی مناسب سمجھے تو تفتیش کے بعد نکاح فسخ کر دے، حاصل یہ ہے کہ قاضی کے ذریعہ فسخ کرانے کا اختیار ہے۔
وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا حق وطی کرانے کا ہے اور ان بیماریوں سے وطی نہیں کرا سکتی اس لئے یہ ضرر ظاہر ہے اس لئے فسخ نکاح کے ذریعہ اس کو دفع کرے گی، اس کی دو مثالیں دیتے ہیں [۱] شوہر کا ذکر کٹا ہوا ہو تو وطی نہیں کرا سکتی، [۲] یا عنین ہو تو وطی نہیں کرا سکتی اس لئے دونوں میں فسخ کا اختیار ہے، اسی طرح ان مرضوں میں بھی فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ (۲) ان کا اصول یہ ہے کہ صرف وطی کی قدرت کافی نہیں ہے بلکہ باضابطہ وطی کرے اس کی ضرورت ہے اور ان مرضوں میں طبیعت بھنانے کی وجہ سے باضابطہ مشکل ہے اس لئے فسخ کا اختیار ہوگا۔ (۳) حضورؐ نے برص کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کیا تھا۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ تزوج امرأة من بنی غفار فلما ادخلت علیه رای بکشحها بیاضا فناء عنها وقال ارخی علیک فخلی سبیلها ولم یاخذ منها شیئا۔ (سنن للبیہقی، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب، ج سابع ص ۳۴۸، نمبر ۱۴۲۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کر سکتے ہیں، تو اس پر قیاس کر کے عورت بھی تفریق کرا سکتی ہے۔ (۴) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ اجتنبوا فی النکاح اربعة الجنون والجذام والبرص۔ (دارقطنی، کتاب النکاح، ج ثالث ص ۱۸۶، نمبر ۳۶۲۸) (۵) عن سعید بن المسیب قال قضی عمرؓ فی البرصاء والجذماء والمجنونة اذا دخل بها فرق بینهما والصداق لها لمسیسه ایاها وهو له علی ولیها، قال قلت انت سمعته؟ قال نعم۔ (دارقطنی، کتاب النکاح، ج ثالث ص ۱۸۷، نمبر ۳۶۳۱ رسنن للبیہقی، باب ما یرد بہ النکاح من العیوب، ج سابع ص ۳۴۹، نمبر ۱۴۲۲۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان عیوب کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق کی جا سکتی ہے۔ (۶) اس حدیث میں بھی ہے۔ سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ لاعدوی و لا طيرة و لا هامة و لا صفر و فر من المجذوم كما تفر من الاسد۔ (بخاری شریف، باب الجذام، ص ۱۰۰۹، نمبر ۵۷۰۷) اس حدیث میں ہے کہ جذام سے شیر کی طرح بھاگو، جس سے اشارہ ہے کہ جس مرد یا عورت کو جذام ہو اس کو جدا کر سکتے ہو۔ (۷) شوہر کو امساک بالمعروف کرنا چاہئے، اور ان بیماری کی وجہ وہ نہ کر سکا تو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے، اور اس نے نہیں چھوڑا تو قاضی اس کا قائم مقام ہو کر تفریق کرائے گا۔ اس آیت اس کا ثبوت ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ ۲) (۸) اذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف و لا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا (آیت ۲۳۱، سورۃ

۲ ولهما ان الاصل عدم الخيار لما فيه من ابطال حق الزوج وانما يثبت فى الجب والعنة لانهما يخلان بالمقصود المشروع له النكاح وهٰذه العيوب غير مخلة به فافترقا،والله اعلم بالصواب

البقرة۲)ان آیتوں میں ہے کہ امساک بالمعروف نہ کرسکو تو احسان کے ساتھ چھوڑ دو۔ (۹) رتق کے بارے میں یہ اثر ہے۔ عن الزهرى قال ترد النكاح الرتقاء .و الرتقاء هي التي لا يقدر الرجل عليها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ما یرد من النکاح، ج سادس، ص۱۹۳، نمبر۱۰۷۲۴)اس اثر میں ہے کہ رتق سے نکاح توڑا جا سکتا ہے۔(۱۰) عامل عمر بن عبد العزيز۔ أخبره قال انتهى الينا رجل و امراة قد تزوجها فلما دخل بها وجدها مرتتقة متلاقية العظمين ، لا يقوى عليها الرجل و ليس لها مهراق الماء ، فكتب فيها الى عمر بن العزيز فكتب فيها الى ّأن استحلف الوالى ما علم فان حلف فأجز النكاح فما أظن رجلا رضى بمصاحرة قوم الا سيرضى بأمانتهم ، و ان لم يحلف فاحمل عليه الصداق ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ما یرد من النکاح، ج سادس، ص۱۹۳، نمبر۱۰۷۲۴) اس اثر میں ہے کہ قرن میں ولی قسم نہ کھائے تو اس سے مہر وصول کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اصل تو اختیار نہ ہونا ہے اس لئے کہ اس میں شوہر کا حق باطل ہوتا ہے، اور ذکر کٹے ہوئے میں اور عنین میں اختیار ثابت ہے اس لئے کہ نکاح جس کے لئے مشروع کیا گیا ہے وہ دونوں اس مقصد میں خلل انداز ہیں، اور یہ عیوب اتنا خلل انداز نہیں ہیں، اس لئے دونوں میں فرق ہو گیا۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ عنین اور ذکر کٹے ہوئے میں بھی عورت کو تفریق کا اختیار نہ ہو، کیونکہ اس سے عورت کا تو فائدہ ہے لیکن شوہر کا حق باطل ہوتا ہے، لیکن عنین اور ذکر کٹے ہوئے میں وطی پر قدرت ہی نہیں ہے جو نکاح کا مقصد ہے اس لئے اس میں اختیار دے دیا گیا، اور ان پانچ مرضوں میں وطی پر قدرت تو ہے البتہ با ضابطہ وطی نہیں کر سکتا ہے، لیکن اس سے اختیار نہیں دیا جائے گا کیونکہ مقصد نکاح وطی پر قدرت موجود ہے۔

اصول: شیخین، نکاح بحال رہنے کے لئے وطی کی قدرت کافی ہے، چاہے باضابطہ وطی نہ کر سکے۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ باضابطہ وطی کرے، صرف وطی کی قدرت رکھنا کافی نہیں۔

وجه: ان آثار سے پتہ چلتا ہے کہ باضابطہ وطی ضروری ہے(۱)عن ابى سلمة بن عبد الرحمن ان امرأة جائت عمرؓ فقالت : زوجى رجل صدق يقوم الليل و يصوم النهار ، و لا أصبر على ذالک قال فدعاه فقال لها من كل أربعة أيام يوم ، و فى كل أربع ليال ليلة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع، ص۱۱۷، نمبر۱۲۶۴۰)اس اثر میں ہے کہ جوان کے لئے ہر چار روز میں عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔(۲)عن زيد بن أسلم قال بلغنى ان عمر ابن الخطاب جائته امرأة فقالت ان زوجها لا يصيبها فأرسل الى زوجها فجاء فسأله فقال قد كبرت

و ذهبت قوتی فقال عمر أتصیبها فی کل شهر مرة ؟ قال فی اکثر من ذالک قال عمر فی کم ؟ قال أصیبها فی کل طهر مرة قال عمر اذهبی فان فی ذالک ما یکفی المرأة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۲۶۴۱) اس اثر میں ہے کہ بوڑھے آدمی سے ہر طہر میں ایک مرتبہ عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔(۳)اخبرنی من اصدق ان عمرؓ و هو یطوف۔ سمع امراة و هی تقول:

تطاول هذا اللیل و اخضل جانبه　　و أرقنی اذا لا خلیل ألاعبه

فلولا حذار الله لا شئی مثله　　لزعزع من هذا السریر جوانبه

فقال عمرؓ فما لک ؟ قال أغربت زوجی منذ اربعة أشهر ، و قد اشتقت الیه فقال أردت سوء ا؟ قالت معاذ الله قال فاملکی علیک نفسک فانما هو البرید الیه فبعث الیه ثم دخل علی حفصة فقال انی سائلک عن امر قد أهمنی فأفرجیه عنی فی کم تشتاق المرأة الی زوجها ؟ فخفضت رأسها ، فاستحیت فقال فان الله لایستحیی من الحق ، فاشارت بیدها ثلاثة أشهر ، و الا فأربعة ، فکتب عمر الا تحبس الجیوش فوق اربعة أشهر . (مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۲۶۴۴) اس اثر میں ہے کہ غائب کے شوہر کو چار ماہ تک غائب رہنے کی اجازت ہے، اور چار ماہ کے اندر اندر وطی کر لے تو تفریق کی اجازت نہیں ہے۔(۴) دوسری روایت میں ہے فسأل عمر حفصة کم تصبر المرأة من زوجها ؟ فقالت ستة أشهر ، فکان عمر بعد ذالک یقفل بعوثه لستة اشهر . (مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق؟، ج سابع ،ص ۱۱۷،نمبر ۱۲۶۴۵) اس اثر میں ہے کہ غائب کے شوہر کو زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک غائب رہنے کی اجازت ہے، اس کے اندر اندر وطی کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿اسباب فسخ نکاح﴾

﴿فسخ نکاح کے اسباب﴾

ضروری نوٹ: حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ کی ابتدائی کتابوں میں فسخ نکاح کے اسباب پر کوئی باضابطہ باب نہیں باندھا ہے صرف خلع کے باب کو نمایا کیا ہے۔اس لئے قاضی کن اسباب کی بناء پر نکاح فسخ کرسکتا ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔لیکن اس زمانے میں فسخ نکاح کی سخت ضرورت ہے۔عورت کے ہاتھ میں طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے کہ وہ طلاق واقع کر کے اپنی جان چھڑا لے۔ایک خلع کی صورت ہے لیکن اس میں انتہائی مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ خلع کے لئے شوہر اتنا ہی نہیں مانگتا جتنا بیوی کو دیا ہے، جسکا تذکرہ حدیث میں ہے، بلکہ لاکھوں پاؤنڈ مانگتا ہے جو بیوی کی بساط سے بہت زیادہ ہے، اور چونکہ اسلامی حکومت اکثر جگہ نہیں ہے، اور جہاں ہے وہاں بھی قانون کے نفاذ میں بہت جھول ہے اس لئے شوہر کو خلع پر مجبور بھی نہیں کر پاتا اس لئے عورت مایوس ہو کر کالمعلقہ بیٹھی رہتی ہے، اور بعض مرتبہ قانون شریعت کو ہی کوستی رہتی ہے، اس لئے ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں حضرت حکیم الامت مولانا علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مالکی مذہب کے مفتیان کرام سے خط و کتابت کر کے بہت سے مسائل لئے، اور اس کے لئے کتاب ,حیلہء ناجزہ، لکھی اور اس کو پورے ہندوستان میں رائج کیا، ناچیز نے اسی سے اکثر مسائل اخذ کیا ہے۔بہت سے کام کے ساتھ خاص کر فسخ نکاح کے لئے حضرت مولانا سجادؒ صاحب نے امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بہار، انڈیا، پین کوڈ 801505 فون نمبر 2555351 0091,612 قائم فرمایا اور بہت ترقی دی، میرا ناقص خیال ہے کہ غیر مسلم ملک میں اس سے زیادہ منظم اور متحرک دار القضاء کہیں نہیں ہے، اس میں سب سے زیادہ کام حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے کیا ہے۔اس کے قاضی حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحبؒ نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ایک کتاب ,مجموعہ قوانین اسلامی ,شائع شدہ مئی ۲۰۰۱ء ،مرتب کروایا جسکی ترتیب دینے میں دار العلوم دیو بند سے حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب، دار العلوم دیو بند وقف سے مولانا مفتی احمد سعید صاحب، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مفتی برہان الدین صاحب، جامعہ رحمانی مونگیر سے مفتی نعمت اللہ صاحب، اور امارت شرعیہ پھلواری شریف سے حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب، شریک ہوئے، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے اس کی سرپرستی فرمائی، اس کتاب میں فسخ کے اسباب ۱۷ ہیں جنکے ہونے پر قاضی مناسب سمجھے تو میاں بیوی میں تفریق کروادے، اور چھٹکارے کا پروانہ دے دے، میں اسی مجموعہ قوانین اسلامی سے تمام اسباب کو شامل کتاب کر رہا ہوں کیونکہ یہ اسباب ان چوٹی کے مفتیان عظام کے یہاں مسلم ہیں، البتہ جن اسباب فسخ کی ضرورت زیادہ ہے اس کو پہلے بیان کر رہا ہوں ۔۔حضرت قاضی مجاہد الاسلامؒ کی خواہش تھی کہ غیر مسلم ممالک میں ہر جگہ امارت شرعیہ قائم کی جائے اور ان اسباب کے تحت عورتوں کی تفریق کروائی جائے، البتہ تفریق کرانے میں جلدی نہ کرے، بلکہ [۱] پہلے دونوں فریق کو اپنی اپنی

شکایتیں پیش کرنے کی پوری مہلت دے،[۲] پھر دونوں کی شکایتوں پر خوب غور کرے بلکہ بار بار غور کرے[۳] پھر میاں بیوی میں صلح کرانے کی انتھک کوشش کرے،[۴] جب یہ تمام حربے ناکام ہو جائیں اور مل کر رہنے کی کوئی صورت نہ رہے تب مجبوری کے درجے میں فسخ نکاح کرے۔

﴿اختلافی صورت میں قاضی کا فیصلہ قابل نفاذ ہے﴾

اختلافی صورت میں قاضی اور حاکم کا فیصلہ قابل نفاذ ہے، اگر وہ شریعت کے حدود و قیود میں رہ کر فیصلہ کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

وجه: اس آیت میں اس کا ثبوت ہے(۱) یا آیها الذین آمنوا أطیعوا الله و أطیعوا الرسول و أولی الامر منکم فان تنزعتم فی شیء فردوه الی الله و الرسول ان کنتم تؤمنون بالله و الیوم الآخر ذالک خیر و ا حسن تأویلا ۔(آیت ۵۹، سورۃ النساء۴)(۲)و اذا جآئهم أمر من الامن أو الخوف أذا عوا به و لو ردوه الی الرسول و الی أولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ۔(آیت ۸۳، سورۃ النساء۴) ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم فیصلہ کرے۔(۳) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے .عن عائشة أن حبیبة بنت سهل کانت عند ثابت بن قیس بن شماس فضربها فکسر بعضها فأتت النبی ﷺ بعد الصبح فاشتکته الیه فدعا النبی ﷺ ثابتا فقال خذ بعض مالها و فارقها فقال ویصلح ذالک یا رسول الله ؟ قال نعم قال فانی أصدقتها حدیقتین و هما بیدها فقال النبی ﷺ خذهما ففارقها ففعل ۔(ابوداود شریف، باب فی الخلع ص ۳۲۳، نمبر ۲۲۲۸) اس میں حضورؐ حاکم اور قاضی تھے اور آپ نے فیصلہ فرمایا۔ (۴) عن الزهری قال تفریق الامام تطلیقة ۔(مصنف ابن ابی شیبة، من قال اذا ابی ان یسلم فهی تطلیقة، ج رابع، ص ۱۱۰، نمبر ۱۸۳۱۰) اس اثر میں ہے کہ امام یعنی قاضی تفریق کرائے تو تفریق ہو جائے گی

﴿شرعی پنچائت مذہب مالکی سے مأخوذ ہے﴾

مالکی مذہب میں یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک میں جہاں اسلامی قاضی نہ ہو وہاں مقدمات کا مرافعہ جماعت مسلمین کے پاس کیا جا سکتا ہے، جسکو شرعی پنچایت، یا امارت شرعیہ کہتے ہیں، وہی فیصلے کے لئے قاضی اور حاکم کی حیثیت رکھے گی اور اس کی تفریق سے قاضی کی تفریق کی طرح فسخ نکاح شمار کیا جائے گا، یا کسی بھی مقدمے میں شریعت کے تحت فیصلے کے بعد شرعی حیثیت حاصل ہو جائے گی ، مالکی مذہب کی عبارت یہ ہے۔و ولزوجة المفقود : الرفع للقاضی، و الوالی ، و والی الماء ، و الا فلجماعة المسلمین ۔(مختصر خلیل، للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی، باب فصل فی مسائل زوجۃ المفقود، ص ۱۶۳) اس عبارت میں ہے کہ جس کا شوہر لا پتہ ہو تو اس کا معاملہ قاضی کے پاس لے جائے ، اور والی کے پاس لے جائے ، اور پانی کے والی کے پاس لے جائے ، اور ان میں سے کوئی نہ ہوں تو جماعت مسلمین کے پاس لے جائے ، جسکو شرعی پنچائت ، یا امارت شرعیہ کہتے ہیں، وہ اس کا

فیصلہ کریں۔

انکے یہاں تو اتنی گنجائش ہے کہ عورت کی جانب سے حکم، اور شوہر کی جانب سے حکم تفریق کا فیصلہ کریں تب بھی تفریق واقع ہو جاتی ہے چاہے میاں بیوی، اور حاکم راضی نہ ہوں ۔ مختصر الخلیل کی عبارت یہ ہے۔[۱] و ان اشکل بعث حکمین و ان لم یدخل بھا من أھلھما ان أمکن و ندب کونھما جارین و بطل حکم غیر العدل و سفیه و امراة و غیر فقیه بذالک و نفذ طلاقھما و ان لم یرض الزوجان و الحاکم و لو کانا من جھتھما ۔(مختصر خلیل، للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی، باب فصل فی القسم بین الزوجات والنشوز، ص ۱۴۰) اس عبارت میں ہے کہ حاکم اور میاں بیوی راضی نہ بھی ہوں تب بھی حکمین کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، البتہ حکمین عادل ہوں، عاقل، بالغ، ہوں مرد ہوں، آزاد ہوں، بیوقوف نہ ہوں عورت نہ ہوں تب انکا فیصلہ نافذ ہوگا۔

[۲] و لھا التطلیق بالضرر البین ۔(مختصر خلیل، للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی، باب فصل فی القسم بین الزوجات والنشوز، ص ۱۴۰) اس عبارت میں ہے کہ عورت کو ظاہر نقصان دے رہا ہو تو وہ طلاق دلوا سکتی ہے۔

[۳] فان تعذر فان أساء الزوج طلقا بلا خلع و بالعکس ۔(مختصر خلیل، للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی، باب فصل فی القسم بین الزوجات والنشوز، ص ۱۴۰) اس عبارت میں ہے کہ شوہر نافرمانی کرے تو حکم خلع کے بغیر بھی طلاق دے سکتا ہے، اور خلع کے ساتھ بھی طلاق دے سکتا ہے۔

[۴] خود حضرت امام مالکؒ کی عبارت یہ ہے۔ قال مالک و ذالک احسن ما سمعت من اھل العلم ان الحکمین یجوز قولھما بین الرجل و امراته فی الفرقة و الاجتماع ۔(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الحکمین، ص ۵۲۷) اس میں ہے کہ حکمین جمع بھی کر سکتے ہیں اور تفریق بھی کر سکتے ہیں۔

وجه : (۱) قاضی کو تفریق کا اختیار دینے، یا شرعی پنچایت کو اختیار دینے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو ضرر بین ہوگا، اور اس کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہوگا، اس لئے قاضی کو تفریق کا اختیار دیا جائے اور جہاں وہ نہ ہو تو جماعۃ المسلمین یعنی شرعی پنچایت کو اس کا اختیار ہوگا۔(۲) اس آیت میں ہے کہ حکم بھیجو۔ و ان خفتم شقاق بینھما فأبعثوا حکما من أھله و حکما من أھلھا ان یریدآ اصلاحا یوفق الله بینھما ان الله کان علیما حکیما ۔(آیت ۳۵، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ دونوں کی جانب سے حکم ہوں جو فیصلہ کرے۔

اس آیت کی تفسیر اس اثر میں ہے[۱]۔عن عبیدۃ السلمانی قال شھدت علیؓ بن ابی طالب، و جائته أمرأة و زوجھا، مع کل واحد منھما فئام من الناس فأخرج ھؤلاء حکما من الناس، و ھؤلاء حکما، فقال علیؓ للحکمین أتدریان ما علیکما ؟ ان رأیتما ان تفرقا فرقتما و ان رأیتما ان تجمعا جمعتما فقال الزوج أما

الفرقة فلا فقال علیؓ کذبت و الله لا تبرح حتی ترضی بکتاب الله لک و علیک ، فقالت المرأة رضیت بکتاب الله تعالی لی و علیّ ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحکمین، ج سادس، ص۳۸۹، نمبر۱۱۹۲۷ رسنن بیہقی، باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین، ج سابع، ص۴۹۸، نمبر۱۴۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ حکمین کو تفریق کرنے کا بھی حق ہے۔ [۲] اس اثر میں بھی ہے۔عن ابن عباس قال بعثت انا و معاویة حکمین ، فقیل لنا ان رأیتما ان تجمعا جمعتما ، و ان رأیتما ان تفرقا فرقتما ، قال معمر و بلغنی ان الذی بعثهما عثمان ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحکمین، ج سادس، ص۳۹۰، نمبر۱۱۹۲۹ رسنن بیہقی، باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین، ج سابع، ص۴۹۹، نمبر۱۴۷۸۶) اس اثر میں ہے کہ حکمین کو تفریق کرنے کا بھی حق ہے۔

(۳) اس آیت میں ہے کہ عورت کو ضرر نہ دو اس لئے ضرر دفع کرنے کے لئے کوئی اور صورت نہ ہو تو شرعی پنچایت کے فیصلے سے ضرر دفع کیا جائے گا۔و لا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا و من یفعل ذالک فقد ظلم نفسه (آیت ۲۳۱، سورة البقرة ۲) (۴) اسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم و لا تضاروهن لتضیقوا علیهن ۔(آیت ۶، سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں بھی ہے عورت کو ضرر نہ دو۔(۵) عن ابی سعید الخدری أن رسول الله ﷺ قال لا ضرر و لا ضرار ، من ضار ضره الله و من شاق شق الله علیه ۔(دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص۶۴، نمبر۳۰۶۰) اس حدیث میں بھی ہے کہ ضرر نہ دو۔(۶) اس آیت میں ہے کہ معروف کے ساتھ بیوی کو رکھو ورنہ احسان کے ساتھ چھوڑ دو، اور شوہر نہ چھوڑے تو حاکم اس کی نیابت میں تفریق کرا دے، آیت یہ ہے۔فاذا بلغن أجلهن فأمسکوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف و أشهدوا ذوی عدل منکم و أقیموا الشهادة لله ذالکم یوعظ به من کان یؤمن بالله و الیوم الآخر ۔(آیت ۲، سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ معروف کے ساتھ رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑ دو۔

﴿اسباب فسخ نکاح ایک نظر میں﴾

نمبر شمار	اسباب فسخ
(۱)	زوجین میں شقاق پایا جانا
(۲)	شوہر کا حقوق زوجیت ادا نہ کرنا
(۳)	شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا
(۴)	شوہر کا نفقہ سے عاجز ہونا
(۵)	بیوی کو سخت مار پیٹ
(۶)	شوہر کا مفقود الخبر ہونا
(۷)	شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا
(۸)	اختلاف دارین کی وجہ سے حق زوجیت ادا نہ کر سکنا
(۹)	شوہر کا وطی پر قادر نہ ہونا یعنی عنین ہونا
(۱۰)	شوہر کا مجنون ہونا
(۱۱)	شوہر کا جذام، برص، یا اس جیسے موذی مرض میں مبتلاء ہونا
(۱۲)	غیر کفو میں نکاح کرنا
(۱۳)	مہر میں غیر معمولی کمی
(۱۴)	مرد کا اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکہ میں ڈال کر نکاح کرنا
(۱۵)	خیار بلوغ
(۱۶)	حرمت مصاحرت کی وجہ سے تفریق
(۱۷)	فساد نکاح کی وجہ سے تفریق
(۱۸)	غیر مسلم حاکم سے فسخ نکاح

﴿ہر ایک سبب کی تفصیل﴾

﴿(۱) زوجین میں شقاق پایا جانا﴾

ان ۱۸؍اسباب میں سے سب سے اہم سبب شقاق ہے۔شقاق نہ ہوتو جوان عورت بوڑھوں کے ساتھ ہزار بیماریوں کے باوجود زندگی گزار لیتی ہے،اور شقاق ہوتو دو جوان پڑھے لکھے خوبصورت جوڑے بھی چند دن نہیں گزار سکتے،اس لئے ان تمام اسباب میں بنیادی سبب شقاق ہے،اسی لئے مجموعہ قوانین اسلامی،اور حیلہ ناجزہ کی ترتیب کے خلاف میں نے شقاق کو پہلے لایا۔

شقاق کا معنی ہے پھٹن ، میاں بیوی میں اتنی نفرت ہوجائے کہ دونوں کا آپس میں مل کر رہنا دشوار ہو جائے اس کو شقاق کہتے ہیں۔میاں بیوی میں شقاق ہوجائے تو اصلاح حال کے لئے دونوں جانب سے حکم متعین ہوں،اور وہ دونوں کی شکایتیں سن کر اس کو سمجھانے کی کوشش کرے،لیکن یہ کارآمد نہ ہوتو تفریق کا فیصلہ کرے۔ مجموعہ قوانین میں عبارت یہ ہے۔(الف) قاضی حکمین مقرر کرے گا تا کہ اصلاح کی صورت نکل سکے (ب) اگر تحکیم کے باوجود اصلاح حال یا باہمی رضامندی سے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں نکل سکے تو قاضی بر بنائے شقاق زوجہ کے مطالبہ کی صورت میں تفریق کر دے گا۔(مجموعہ قوانین اسلامی،باب زوجین میں شقاق کا پایا جانا،دفعہ ۸۲،ص ۲۰۰)

وجہ:(۱)اس کے لئے آیت یہ ہے۔ **و ان خفتم شقاق بينهما فأبعثوا حكما من أهله و حكما من أهلها ان يريدآ اصلاحا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما حكيما** ۔(آیت ۳۵،سورۃ النساء۴)اس آیت میں ہے کہ دونوں کی جانب سے حکم ہوں جو فیصلہ کرے۔حضرت امام مالکؒ کے نزدیک یہ فیصلہ نافذ ہوگا۔موطاء امام مالک کی عبارت یہ ہے۔**قال مالک و ذالک احسن ما سمعت من اهل العلم ان الحكمين يجوز قولهما بين الرجل و امراته فى الفرقة و الاجتماع** ۔(مؤطاء امام مالک،باب ماجاء فی الحکمین،ص ۵۲۷)اس میں ہے کہ حکمین جمع بھی کر سکتے ہیں اور تفریق بھی کر سکتے ہیں۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ ہے۔**عن ابن عباس قال بعثت انا و معاوية حكمين ، فقيل لنا ان رأيتما ان تجمعا جمعتما ، و ان رأيتما ان تفرقا فرقتما ، قال معمر و بلغنى ان الذى بعثهما عثمان** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الحکمین،ج سادس،ص ۳۹۰،نمبر ۱۱۹۲۹؍سنن بیہقی،باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین،ج سابع،ص ۴۹۹،نمبر ۱۴۷۸۶)اس اثر میں ہے کہ حکمین کو تفریق کرنے کا بھی حق ہے۔(۲)اس اثر میں بھی ہے **عن عبيدة السلمانى قال شهدت علىؓ بن ابى طالب ، و جائته أمرأة و زوجها ، مع كل واحد منهما فئام من الناس فأخرج هؤلاء حكما من الناس ، و هؤلاء حكما ، فقال علىؓ للحكمين أتدريان ما عليكما ؟ ان رأيتما ان تفرقا فرقتما و ان رأيتما ان تجمعا**

جمعتما فقال الزوج أما الفرقة فلا فقال علیؓ کذبت و الله لا تبرح حتی ترضی بكتاب الله لك و عليك، فقالت المرأة رضيت بكتاب الله تعالى لی و علی ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحکمین، ج سادس، ص۳۸۹، نمبر۱۱۹۲۷؍سنن بیہقی، باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین، ج سابع، ص ۴۹۸، نمبر۱۴۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ حکمین کو تفریق کرنے کا بھی حق ہے۔

کوئی وجہ نہ ہو صرف آپس میں دل نہ ملتا ہو، اور آیندہ ملنے کی کوئی سبیل نہ ہو تب بھی تفریق کی جا سکتی ہے، اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔عن ابن عباس انه قال جائت امراة ثابت بن قيس الى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله انی لا اعتب على ثابت في دين و لا خلق و لكني لا أطيقه ، فقال رسول الله ﷺ فتردين عليه حديقته ؟ قالت نعم ۔(بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، ص۹۴۳، نمبر۵۲۷۵؍ابن ماجۃ، باب المختلعۃ یأ خذ ما أعطاہا، ص۲۹۴، نمبر ۲۰۵۶) اس حدیث میں ہے کہ شوہر کا دین اور اخلاق اچھے تھے لیکن دل نہیں مل رہا تھا تو آپ نے خلع کی اجازت دی، اور وہ نہ کرے یا مجبور کرے تو قاضی تفریق بھی کرا سکتا ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس أن امرأة ثابت بن قيس اتت النبی ﷺ فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعتب عليه في خلق و لا دين و لكنی أكره الكفر في الاسلام فقال رسول الله ﷺ أتريدين عليه حديقته ؟ قالت نعم قال رسول الله ﷺ اقبل الحديقة و طلقها تطليقة ۔(بخاری شریف، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، ص۹۴۳، نمبر۵۲۷۳؍ابن ماجۃ، باب المختلعۃ یأ خذ ما أعطاہا، ص۲۹۴، نمبر ۲۰۵۶)

فائدہ :امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ حکمین کو زوجین تفریق کرنے کا وکیل بنائے تب تو تفریق کر سکتے ہیں ورنہ نہیں موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔قال و ليس له ان يأمرهما يفرقان ان رأيا الا بأمر الزوج ، و لا يعطيا من مال المرأة الا بأذنها ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب الحکمین، ج احدی عشرۃ، ص۱۶۸، نمبر ۱۸۸۱۶) اس عبارت میں ہے کہ زوجین وکیل بنائے تب تفریق کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

موسوعہ میں یہ بھی ہے۔و اذا كان الخبر يدل على ان معنى الآية ان يجوز على الزوجين و كالة الحكمين في الفرقة و الاجتماع بالتفويض اليهما دل ذالك على جواز الوكالات و كانت هذه الآية للوكالات اصلا و لله اعلم ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ باب الشقاق بین الزوجین، ج عاشرۃ، ص۴۰۰، نمبر ۱۷۰۸۰) اس عبارت میں ہے کہ میاں بیوی وکیل بنائے تب اس کو تفریق کرانے کا حق ہوگا۔)

وجه:(۱) انکی دلیل یہ اثر ہے۔عن عطاء قال له انسان أيفرقان الحكمان ؟ قال لا الا ان يجعل الزوجان ذالك بأيدهما ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحکمین، ج سادس، ص۳۸۹، نمبر۱۱۹۲۴) اس اثر میں ہے کہ حکمین تفریق نہیں کر سکتے، مگر یہ

کہ زوجین اس کو تفریق سپرد کر دے۔

لیکن حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **قال : فان اصطلح الزوجان و الا کان علی الحاکم ان یحکم لکل واحد منهما علی صاحبه بما یلزمه من حق فی نفس و مال و ادب** ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب الحکمین، ج احدی عشرۃ، ص ۱۶۸، نمبر ۱۸۸۱۷) اس عبارت میں ہے کہ حاکم زوجین پر کوئی فیصلہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

فائدہ: امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ حکمین کو تفریق کرنے کا حق نہیں ہے، صرف اصلاح کرنے کا حق ہے۔

وجہ :(۱) آیت کا انداز یہ ہے کہ حکمین صرف اصلاح کر سکتے ہیں، آیت کو دیکھیں۔ **و ان خفتم شقاق بینهما فأبعثوا حکما من أهله و حکما من أهلها ان یریدآ اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله کان علیما حکیما** ۔(آیت ۳۵، سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ دونوں اصلاح کی کوشش کرے تو اصلاح ہو سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تفریق نہیں کر سکتے، صرف اصلاح کر سکتے ہیں۔(۲) اس اثر میں بھی ہے۔ **سمع الحسن یقول یحکمان فی الاجتماع و لا یحکمان فی الفرقة** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الحکمین، ج سادس، ص ۳۸۹، نمبر ۱۱۹۲۵ سنن بیہقی، باب الحکمین فی الشقاق بین الزوجین، ج سابع، ص ۴۹۸، نمبر ۱۴۷۹۳) اس اثر میں ہے کہ حکمین کے ہاتھ میں تفریق کرانا نہیں ہے۔

نوٹ : یہاں مسئلہ حکمین کا نہیں ہے، بلکہ قاضی کا ہے کہ تفریق کرا سکتا ہے، اور قاضی میاں بیوی دونوں کا اولی الامر ہے، جو حالات دیکھ کر فیصلہ کریں گے، اور بعض مرتبہ اس کی سخت ضرورت پڑ جاتی ہے۔

﴿(۲) شوہر کا حقوق زوجیت ادا نہ کرنا﴾

یہ دوسرے درجے کا اسباب فسخ ہے، شقاق کا سب سے بڑا اثر اسی پر پڑتا ہے۔ نان نفقہ دے رہا ہے لیکن قدرت کے باوجود حقوق زوجیت ادا نہیں ادا کرتا ہے [وطی نہیں کرتا ہے] تو اس سے بھی عورت تفریق لے سکتی ہے، کیونکہ اسی لئے تو نکاح کیا ہے، کیونکہ کھانا پینا تو کسی طرح بھی حاصل کر سکتی ہے، حقوق زوجیت کہاں سے حاصل کرے گی! اس لئے اگر شوہر حق زوجیت ادا نہیں کرتا تو قاضی کے یہاں سے اس پر تفریق لے سکتی ہے۔

وجہ:(۱) اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ **و لن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء و لو حرصتم و لو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة و ان تصلحوا و تتقوا فان الله کان غفوراً رحیما** ۔(آیت ۱۲۹، سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ شوہر بیوی کو معلق نہ چھوڑے [یعنی نہ جماع کرے اور نہ طلاق دے]، بلکہ اس کی اصلاح کرے، اور میل ملاپ کر کے اصلاح نہیں کر سکتا ہے تو عورت کو جدا کر دے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ وطی نہ کر سکنے پر آپ نے خلع کا حکم فرمایا۔ **عن عائشة قالت جاء ت امرأة رفاعة الی النبی ﷺ فقالت کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی**

فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير وانما معه مثل هدبة الثوب فتبسم رسول الله ﷺ فقال أتريدين أن ترجعي الى رفاعة ؟لا حتى تذوقي عسيلته و يذوق عسيلتك . (مسلم شریف، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها الخ، ص ۴۶۳، نمبر ۱۴۳۳/۳۵۲۶) اس حدیث میں ہے کہ جماع کی طاقت نہیں تھی تو آپؐ نے تفریق کروائی۔(۳) ایلاء میں چار ماہ تک وطی نہ کرنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی وطی نہ کرے تو تفریق کرانے کا حق ہونا چاہئے [۱] اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاء وا فان الله غفور رحيم o وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم. (آیت ۲۲۷، سورۃ البقرۃ ۲) آیت کی وجہ سے۔[۲] اثر میں ہے کہ چار ماہ گزرنا ہی طلاق ہے۔قلت لسعيد بن جبير اكان ابن عباس يقول اذا مضت اربعة اشهر فهي واحدة بائنة ولا عدة عليها وتزوج ان شاء ت قال نعم. (دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع، ص ۳۴، نمبر ۴۰۰۳ رسنن للبیہقی، ، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الاربعة الاشهر، ج سابع ،ص ۶۲۱، نمبر ۱۵۲۲۳ رمصنف عبد الرزاق ، باب الایلاء، ج سادس، ص ۳۴۳، نمبر ۱۱۶۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار مہینے گزرنے سے ہی طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار ماہ تک وطی نہیں کیا تو تفریق کرانے کا حق ہوگا۔ (۴) جماع کرانا عورت کا اصلی حق ہے۔[۱] اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان امرأة جائت عمرؓ فقالت : زوجي رجل صدق يقوم الليل و يصوم النهار ، و لا أصبر على ذالك قال فدعاه فقال لها من كل أربعة أيام يوم ، و في كل أربع ليال ليلة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة على زوجها وفي كم تشتاق؟، ج سابع، ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۰) اس اثر میں ہے کہ جوان کے لئے ہر چار روز میں عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔[۲] عن زيد بن أسلم قال بلغني ان عمر ابن الخطاب جائته امرأة فقالت ان زوجها لا يصيبها فأرسل الى زوجها فجاء فسأله فقال قد كبرت و ذهبت قوتي فقال عمر أتصيبها في كل شهر مرة ؟ قال في اكثر من ذالك قال عمر في كم ؟ قال أصيبها في كل طهر مرة قال عمر اذهبي فان في ذالك ما يكفي المرأة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب حق المرأة على زوجها وفي كم تشتاق؟، ج سابع، ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۱) اس اثر میں ہے کہ بوڑھے آدمی سے ہر طہر میں ایک مرتبہ عورت کو وطی کرانے کا حق ہے۔[۳] اخبرني من اصدق ان عمرؓ و هو يطوف ۔ سمع امراة و هي تقول:

تطاول هذا الليل و اخضل جانبه و أرقني اذا لا خليل ألاعبه

فلولا حذار الله لا شئى مثله لزعزع من هذا السرير جوانبه

فقال عمرؓ فما لک ؟ قال أغربت زوجي منذ اربعة أشهر ، و قد اشتقت اليه فقال أردت سوء ا؟ قالت معاذ الله قال فاملكي عليک نفسک فانما هو البريد اليه فبعث اليه ثم دخل على حفصة فقال اني سائلک عن امر قد أهمني فأفرجيه عني في كم تشتاق المرأة الى زوجها ؟ فخفضت رأسها ، فاستحيت فقال فان الله

لایستحیی من الحق ، فاشارت بیدھا ثلاثة أشهر ، و الا فأربعة ، فکتب عمر الا تحبس الجیوش فوق اربعة أشهر . (مصنف عبدالرزاق، باب حق المرأة علی زوجھا وفی کم تشتاق؟، ج سابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۴) اس اثر میں ہے کہ غائب کے شوہر کو چار ماہ تک غائب رہنے کی اجازت ہے، اور چار ماہ کے اندر اندر وطی کر لے تو تفریق کی اجازت نہیں ہے۔[۴] دوسری روایت میں ہے فسأل عمر حفصة کم تصبر المرأة من زوجھا ؟ فقالت ستة أشھر ، فکان عمر بعد ذالک یقفل بعوثه لستة اشھر . (مصنف عبدالرزاق، باب حق المرأة علی زوجھا وفی کم تشتاق؟، ج سابع ص ۱۱۷، نمبر ۱۲۶۴۵) اس اثر میں ہے کہ غائب کے شوہر کو زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک غائب رہنے کی اجازت ہے، اس کے اندر اندر وطی کرنا ضروری ہے۔ اور اگر وطی نہ کرے تو قاضی کے ذریعہ تفریق کرا سکتی ہے۔

﴿(۳) شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا﴾

شوہر کو استطاعت ہے کہ نان ونفقہ دے لیکن وہ دیتا نہیں ہے، اور عورت کے پاس نفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہے، اور نہ وہ بغیر نفقہ کے زندگی گزار سکتی ہے، تو ایسی سخت مجبوری میں قاضی کے پاس درخواست دے کر تفریق کروا سکتی ہے۔ اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائے گی۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، باب شوہر کا استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دینا، دفعہ نمبر ۷۹، ص ۱۹۸/ حیلہ ناجزہ، باب حکم زوجہ متعنت فی النفقۃ، ص ۱۶۳) مالکیہ کا مذہب یہ ہے۔ و لھا الفسخ ان عجز عن نفقة حاضرة لا ماضیة ۔ (مختصر الخلیل، باب فی النفقۃ بالنکاح والملک والقرابۃ، ص ۱۷۰) اس عبارت میں ہے کہ نفقہ نہ دے سکتا ہو تو موجودہ نفقہ کی وجہ سے تفریق کروا سکتی ہے، ماضی کے نفقے سے نہیں۔

وجہ: (۱) لینفق ذو سعة من سعته و من قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاہ الله لا یکلف الله نفسا الا مآ ءا تاھا سیجعل الله بعد عسر یسرا ۔ (آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں اشارہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا چاہئے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر خرچ کرو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ خرچ نہ کرے تو تفریق کروا سکتی ہے۔ عن حکیم بن معاویة القشیری عن ابیه قال قلت یا رسول الله ! ما حق زوجة أحدنا علیه ؟ قال ان تطعمها اذا طعمت و تکسوھا اذا اکتسیت او اکتسبت و لا تضرب الوجه و الا تقبح و لا تھجر الا فی البیت ۔ (ابوداود شریف، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، ص ۳۰۹، نمبر ۲۱۴۲) (۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن جدہ معاویة القشیری قال أتیت رسول الله ﷺ قال فقلت ما تقول فی نسائنا ؟ قال أطعموھن مما تأکلون و اکسوھن مما تکتسون و لا تضربوھن و لا تقبحوھن ۔ (ابوداود شریف، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، ص ۳۱۰، نمبر ۲۱۴۴) اس حدیث میں ہے کہ بیوی کو نان نفقہ دو۔ اور مجبوری ہو تو تفریق کروا سکتی ہے۔

﴿(۴) شوہر کا نفقہ سے عاجز ہونا﴾

شوہر کے پاس نان نفقہ ہو اور نہ دے تو اس کو شوہر کا نفقہ نہ دینا کہتے ہیں، اور یہاں یہ ہے کہ شوہر کے پاس نفقہ ہے ہی نہیں وہ اس سے عاجز ہے۔ اس صورت میں بھی اگر عورت کے پاس کوئی انتظام نہ ہو اور وہ مجبور ہو تو قاضی سے تفریق کرواسکتی ہے (مجموعہ قوانین، دفعہ ۸۰)۔ حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے۔ و لها الفسخ ان عجز عن نفقة حاضرة لا ماضية ۔ (مختصر الخلیل، باب فی النفقة بالنکاح والملک والقرابة، ص ۱۷۰) اس عبارت میں ہے کہ نفقہ نہ دے سکتا ہو تو موجودہ نفقہ کی وجہ سے تفریق کرواسکتی ہے، ماضی کے نفقے سے نہیں۔

وجہ: (۱) اوپر کے جتنے دلائل ہیں انکے علاوہ یہ دلیل ہے۔ (۲) سألت سعيد بن المسيب عن الرجل لا يجد ما ينفق علی امرأته ؟ قال يفرق بينهما قال قلت : سنة ؟ قال نعم سنة ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، ج سابع، ص ۷۱، نمبر ۱۲۴۰۵ / مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الرجل یعجز عن نفقة امرأته یجبر علی ان یطلق امرأته ام لا، واختلافهما فی ذالک، ج رابع، ص ۱۷۴، نمبر ۱۹۰۰۶) اس اثر میں ہے کہ خرچ کرنے کا نہ ہو تو تفریق کر دی جائے گی۔ (۳) عن حماد قال اذا لم يجد الرجل ما ينفق على امراته فرق بينهما ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، ج سابع، ص ۷۱، نمبر ۱۲۴۰۶) اس اثر میں ہے کہ خرچ کرنے کا نہ ہو تو تفریق کر دی جائے گی۔

فائدہ: حنفیہ کا اصل فتوی یہ ہے کہ عورت قرض لیتی رہے، اور تفریق نہ کرائی جائے۔

وجہ: (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ تفریق کرنے سے شوہر کا نقصان ہے جو نفقہ نہ ادا کرنے سے زیادہ بڑا نقصان ہے۔ اس لئے تفریق نہیں کی جائے گی اور نفقہ کا نقصان قرض لینے سے پورا ہو جائے گا۔ اس لئے عورت کو کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا (۲) اثر میں ہے۔ عن الحسن قال اذا عجز الرجل عن نفقة امرأته لم يفرق بها . وقال الزهری تستأنی به ،قال وبلغنی ان عمر بن عبد العزيز قال ذلک ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۹۷ ما قالوا فی الرجل یعجز عن نفقة امرأته یجبر علی ان یطلق امرأته ام لا واختلافهما فی ذلک، ج رابع، ص ۱۷۵، نمبر ۱۹۰۰۹ / ۱۹۰۰۸ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، ج سابع، ص ۷۱ نمبر ۱۲۴۰۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق نہ کرائے بلکہ عورت شوہر کے ذمے قرض لیتی رہے (۳) حضرت ابوسفیان کی بیوی کی حدیث بھی مستدل بن سکتی ہے جس میں حضرت ابوسفیان پورا نفقہ نہیں دیتے تھے تو آپؐ نے فرمایا۔ خذی ما يكفيك وولدک بالمعروف ۔ (بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأة ان تأخذ بغیر علمه ما یکفیها وولدها بالمعروف، ص ۸۰۸ نمبر ۵۳۶۴)

(۴) اس دور میں شوہر کے ذمے قرض لینا مشکل ہے اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے عورت مجبور ہوتی ہے اس لئے حالات سنگین ہو تو تفریق کرادے۔

﴿(۵) بیوی کو سخت مار پیٹ کرنا۔﴾

اگر شوہر بیوی کو برا بھلا کہے، ایسی گالی دے جو عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور اذیت کا باعث ہو، یا سخت مار پٹائی کرے، یا بار بار کرتا رہے جس سے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے تو اس کو تفریق کروانے کا حق حاصل ہوگا۔ (مجموعہ قوانین دفعہ ۸۱، ص ۱۹۹)

وجه: (۱) عن حكيم بن معاوية القشيرى عن ابيه قال قلت يا رسول الله ! ما حق زوجة أحدنا عليه ؟ قال ان تطعمها اذا طعمت و تكسوها اذا اكتسيت او اكتسبت و لا تضرب الوجه و لا تقبح و لا تهجر الا فى البيت ۔ (ابو داود شریف، باب فی حق المرأة علی زوجها ص ۳۰۹، نمبر ۲۱۴۲) (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن جده معاوية القشيرى قال أتيت رسول الله ﷺ قال فقلت ما تقول فى نسائنا ؟ قال أطعموهن مما تأكلون و اكسوهن مما تكسون و لا تضربوهن و لا تقبحوهن ۔ (ابو داود شریف، باب فی حق المرأة علی زوجها ص ۳۱۰، نمبر ۲۱۴۴) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ عورت کو نہ سخت مار مارے، اور نہ بری گالی دے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت کو اتنا مارا کہ اس کا بازو توڑ دیا تو حضور ؐ نے اس کو عورت کو جدا کرنے کے لئے فرمایا، حدیث یہ ہے۔ عن عائشة أن حبيبة بنت سهل كانت عند ثابت بن قيس بن شماس فضربها فكسر بعضها فأتت النبى ﷺ بعد الصبح فاشتكته اليه فدعا النبى ﷺ ثابتا فقال خذ بعض مالها و فارقها فقال ويصلح ذالک يا رسول الله ؟ قال نعم قال فانى أصدقتها حديقتين و هما بيدها فقال النبى ﷺ خذهما ففارقها ففعل ۔ (ابو داود شریف، باب فی الخلع ص ۳۲۳، نمبر ۲۲۲۸) (۴) اور آیت میں جو مارنے کا حکم ہے وہ تھوڑا مار ہے جس سے عورت کی اصلاح ہو جائے، لیکن ایسی مار جو اذیت ناک ہو اور جس سے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے ممنوع ہے۔ آیت یہ ہے۔ و التى تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن فى المضاجع و أضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا ۔ (آیت ۳۴، سورۃ النساء ۴) کا ترجمہ ہے تھوڑا بہت مار پٹائی کرے اس اثر میں اس کا ثبوت ہے ۔ عن قتادة فى قوله و اضربوهن (آیت ۳۴، سورۃ النساء ۴) قال يضرب ضربا غير مبرح ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب واضربوهن، ج سادس، ص ۳۸۹، نمبر ۱۱۹۲۰) اس اثر میں ہے کہ ضرب غیر مبرح مارے۔ اور اوپر کی حدیث سے زیادہ مارنے پر تفریق لے لی۔

﴿(۶) شوہر کا مفقود الخبر ہونا﴾

مفقود الخبر: اس غائب کو کہتے ہیں جس کا کوئی پتہ نہ ہو، اور نہ اس کی موت و حیات کی کوئی خبر ہو۔ اگر کسی خاتون کا شوہر اس طرح لا پتہ ہو تو اس کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ [۱] اب اگر عورت کے پاس نفقے کا انتظام ہو اور معصیت میں مبتلاء ہونے کا

شدید خطرہ میں ہوتو چار سال تک انتظار کرنے اور شوہر کو تلاش کرنے کی مہلت دی جائے گی۔[۲] اور اگر عورت کے پاس نفقے کا کوئی انتظام نہ ہو، یا معصیت اور گناہ[زنا] میں مبتلاء ہونے کا خطرہ ہوتو ایک سال تک تلاش کرنے کی مہلت دی جائے گی، اس کے بعد شوہر کے مرجانے کا فیصلہ کیا جائے گا اور عورت کو عدت وفات چار مہینے دس روز گزار کر پہلے شوہر سے چھٹکارا دے دیا جائے گا[۳] پس اگر اس جستجو کے درمیان شوہر آ گیا، یعنی ایک سال کی مہلت کے وقت ایک سال کے اندر، اور چار کی مہلت کے وقت چار سال کے اندر آ گیا تو درخواست خارج کر کے بیوی شوہر کو دے دی جائے گی ،اور اگر دوسرے شوہر سے شادی کے بعد آیا تب بھی ایک فتوی یہی ہے کہ بیوی پہلے شوہر کا ہی ہے۔(مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۷۷/ص ۱۹۵/حیلہ ناجزہ، باب حکم زوجہ مفقود، ص ۵۹)

وجه: (۱) چار سال تک انتظار کیا جائے گا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابی عثمان قال اتت امرأة عمر بن الخطاب قال استهوت الجن زوجها فامرها ان تتربص اربع سنين ثم امر ولی الذی استهوته الجن ان يطلقها ثم امرها ان تعتد اربعة اشهر وعشرا . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۲۱۷، نمبر ۳۸۰۳/سنن للبیہقی، باب من قال تنتظر اربع سنین ثم اربعۃ اشھر وعشرا ثم تحل، ج سابع، ص ۷۳۲، نمبر ۱۵۵۶۶/مصنف عبد الرزاق، باب التی لا تعلم مھلک زوجھا، ج سابع، ص ۶۴، نمبر ۱۲۳۶۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ چار سال گزار کر موت کا فیصلہ دیا جائے گا۔ (۲) اثر میں ہے۔ انه شهد ابن عباس و ابن عمرؓ تذاکرا امرأة المفقود فقالا تربص بنفسها أربع سنين ثم تعتد عدة الوفاة ثم ذكروا النفقة فقال ابن عمر لها نفقتها لحبسها نفسها عليه۔ (سنن للبیہقی، باب من قال تنتظر اربع سنین ثم اربعۃ اشھر وعشرا ثم تحل، ج سابع، ص ۷۳۳، نمبر ۱۵۵۶۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مفقود کے مال میں سے اس کی بیوی پر خرچ کیا جائے گا۔ (۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن قتادة قال اذا مضت اربع سنين من حين ترفع امرأة المفقود امرها انه يقسم ماله بين ورثته ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب التی لا تعلم مھلک زوجھا، ج سابع، ص ۶۷، نمبر ۱۲۳۷۷) اس اثر میں بھی ہے کہ چار سال کے بعد موت کا حکم لگایا جائے گا۔

اور مجبوری میں ایک سال کی مہلت دی جائے گی اس کی دلیل یہ اثر ہے (۱) و قال ابن المسيب اذا فقد فی الصف عند القتال تربص امرأته سنة ، و اشترى ابن مسعود جارية فالتمس صاحبها سنة فلم يجده . (بخاری شریف، باب حکم المفقود فی اہلہ و مالہ، ص ۹۴۵، نمبر ۵۲۹۲) اس اثر میں ہے کہ مفقود کی بیوی کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ (۲) عن ابن المسيب قال اذا فقد فی الصف تربصت سنة و اذا فقد فی غير الصف فأربع سنين۔ (مصنف عبد الرزاق، باب التی لا تعلم مھلک زوجھا، ج سابع، ص ۶۷، نمبر ۱۲۳۷۴) اس اثر میں بھی ہے کہ قتال کے صف میں ہوتو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اسی پر قیاس کر کے مجبوری کے وقت ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

[۳] حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے۔ عام حالات میں چار سال کی مہلت دی جائے اور مجبوری ہوتو ایک سال کی مہلت دی

جائے گی۔مختصر الخلیل کی عبارت یہ ہے ولـزوجة المفقود : الرفع للقاضی، و الوالی ، و والی الماء ، و الا فلجماعة المسـلـمین فیؤجل الحر أربع سنین ان دامت نفقتها ۔(مختصر خلیل ،للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی ، باب فصل فی مسائل زوجۃ المفقود ،ص ۱۶۳) اس عبارت میں ہے کہ مفقود الخبر کے بارے میں عام حالات میں چار سال کے بعد موت کا حکم لگایا جائے گا۔۔و اعتدت فی مفقود المعترک بین المسلمین بعد انفصال الصفین ....و فی الفقد بین المسلمین و الـکـفـار بعد سنة بعد النظر ۔(مختصر خلیل ،للعلامۃ الشیخ خلیل بن اسحاق المالکی ، باب فصل فی مسائل زوجۃ المفقود ،ص ۱۶۴) اس عبارت میں ہے کہ مسلمانوں کے جنگوں کے درمیان میں گم ہوا ہو تو صف ختم ہوتے ہی موت کا حکم لگایا جائے گا...اور مسلمانوں کے درمیان یا کفار کے درمیان گم ہوا ہو تو غور کرنے کے بعد ایک سال کے بعد موت کا حکم لگایا جائے گا۔موطاء امام مالک میں اثر یہ ہے۔ان عـمـر بن الخطاب قال ایما امراة فقدت زوجها فلم یدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهـر و عشـر اثـم تـحـل قال مالک وان تزوجت بعد انقضاء عدتها فدخل بها ز وجها او لم یدخل بها فلا سبیل لزوجها الاول الیها ۔(موطاء امام مالک ، باب عدۃ تفقد زوجہا ،ص ۵۲۳)اس اثر میں ہے کہ مفقود کی بیوی کو چار سال کی مہلت دی جائے گی ،اور عدت ختم ہونے کے بعد دوسرے شوہر نے نکاح کیا اور دخول کیا پھر پہلا شوہر آیا تو یہ بیوی پہلے شوہر کو نہیں ملے گی۔

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ عام حالات میں ۱۲۰ ایک سو بیس برس کے بعد شوہر کی موت کا فیصلہ کیا جائے گا۔قدوری کی عبارت یہ ہے۔ فـاذا تم له مائة وعشرون سنة من یوم ولد حکمنا بموته ، و اعتدت امراته و قسم ماله بین ورثته الموجودین فی ذالک الوقت ۔(الشرح الثمیری للقدوری ، باب کتاب المفقود ، ج ثانی ،ص ۴۲۲ ،نمبر ۱۶۵۴) اس عبارت میں ہے کہ ایک سو بیس برس میں موت کا فیصلہ کرے۔ امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے ،موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔لا تـعـتـد امـراتـه [امـراة الـمـفـقـود] و لا تـنـکح ابدا حتی یأتیها یقین وفاته ، ثم تعتد من یوم استیقنت وفاته و ترثه ۔(موسوعہ امام شافعیؒ ، باب امراۃ المفقود ، ج احدی عشرۃ ،ص ۳۳۰ ،نمبر ۱۹۶۴۱)اس عبارت میں ہے کہ یقین کی خبر جب تک نہ آجائے موت کا فیصلہ نہ کرے۔

وجه :(۱)انکی دلیل یہ حدیث ہے۔عـن الـمـغـیـرـة بن شعبة قال قال رسول الله امرأة المفقود امرأته حتی یأتیها الخبر ۔(دار قطنی ، کتب النکاح ، ج ثالث ،ص ۲۱۷ ،نمبر ۳۸۰۴ رسنن للبیہقی ، باب من قال امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یأتیہا یقین وفاتہ ، ج سابع ،ص ۷۳۱ ،نمبر ۱۵۵۶۵)اس حدیث میں ہے کہ یقینی خبر آنے تک مفقود کی بیوی ہے ،اور یقینی خبر نہ آئے تو ایک سو بیس سال میں ہم عمر مرتے ہیں اس لئے ایک سو بیس سال کے بعد موت کا فیصلہ کیا جائے گا۔(۲)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔عـن ابـن جریح قال بلغنی ان ابن مسعود وافق علیا علی انها تنتظره ابدا. (مصنف عبد الرزاق ، باب التی لا تعلم مھلک زوجہ ، ج

سابع ،ص ۶۷،نمبر ۱۲۳۸۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ مفقود کا انتظار کرے گی۔(۲) اس اثر میں ہے کہ پہلا شوہر آجائے تو بیوی پہلے شوہر کا ہے۔عن علی فی امرأ ۃ المفقود اذا قدم وقد تزوجت امرأته هی امرأته ان شاء طلق وان شاء امسک ولا تخیر (سنن للبیہقی، باب من قال امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یأ تیہا یقین وفاتہ، ج سابع ،ص ۷۳۱،نمبر ۱۵۵۶۲/مصنف عبدالرزاق، باب بجیء الاول وقد مات الآخر، ج سابع ،ص ۶۸،نمبر ۱۲۳۸۸) اس اثر میں ہے کہ پہلا شوہر آجائے تو بیوی پہلے شوہر کی ہوگی۔

نوٹ:اس دور میں ملک کی دوری کی وجہ سے شوہر چھپ جاتا ہے،مثلا بیوی برطانیہ میں ہے،اورشوہر پاکستان میں ہے،آپس کے اختلاف کی وجہ سے شوہر چھپ گیا اور کوئی پتہ نہیں دیتا ہے،بعض مرتبہ دوسری شادی کر کے زندگی گزارنے لگتا ہے،اور پہلی بیوی سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا،ایسی صورت میں ان دونوں میں[۱] شقاق بھی ہے،[۲]نفقہ نہ دینا بھی ہے،[۳] حق زوجیت ادانہ کرنا ہے [۴]اور مفقود بھی ہے اس لئے قاضی اپنی صواب دید پر جلدی تفریق کرسکتا ہے۔

﴿(۷) شوہر کا غائب غیر مفقود ہونا﴾

غائب غیر مفقود: وہ ہے کہ جس کا زندہ ہونا معلوم ہو،لیکن اس کا پتہ معلوم نہ ہو، یا پتہ بھی معلوم ہو لیکن نہ بیوی کے پاس آتا ہو نہ اس کو بلاتا ہو اور نہ اس کا نفقہ ادا کرتا ہو،جس سے عورت سخت تنگی اور پریشانی میں مبتلاء ہو،ایسی صورت میں عورت اس ظالم شوہر سے نجات کے لئے قاضی کے یہاں تفریق کی درخواست دے سکتی ہے،درخواست کی وصولی کے بعد:

(الف) بیوی کو قاضی حکم کرے گا کہ وہ گواہوں اور حلف کے ذریعہ غائب شوہر سے اپنا نکاح اور اس پر نفقہ کا وجوب ثابت کرے، اس طرح کہ وہ مجھ کو نفقہ دیکر نہیں گیا ہے،اور نہ اس نے نفقہ بھیجا ہے،نہ یہاں کوئی انتظام کیا ہے،نہ میں نے معاف کیا ہے۔

(ب) نکاح اور وجوب نفقہ کے ثبوت کے بعد قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، یا اس کو بلالو (بشرطیکہ عورت کے وہاں جانے میں کوئی خطرہ نہ ہو) یا وہیں سے انتظام کردو،ورنہ اس کو طلاق دے دو،اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔

قاضی اپنا یہ حکم دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ اس کے پاس بھیجے،اس طرح کہ حکم نامہ حوالہ کرنے سے پہلے ان کو پڑھ کر سنا دے اور حوالہ کرتے ہوئے کہے کہ غائب شوہر کے پاس لے جاؤ اور اس سے جواب طلب کرو۔جو کچھ وہ تحریری یا زبانی جواب نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھنا تا کہ واپس آ کر اس پر شہادت دے سکو،اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دینا،(زبانی جواب احتیاط کے طور پر لکھ لے تا کہ اس پر شہادت دے سکے)۔اگر غائب ایسی جگہ رہتا ہے جہاں آدمی بھیجنے کا انتظام ممکن نہ ہو تو مجبوری کے وقت ڈاک کے ذریعہ حکم بھیجنا بھی کافی ہے،اور وہ نہ ہو سکے تو فون کرے(بشرطیکہ کہ شوہر کی آواز پہچانتا ہو،اور یہ یقین ہو کہ یہ

اسکے شوہر کی آواز ہے)، یا e mail کرے، یا فاکس کرے، اور وہ بھی نہ ہو سکے تو اخبار میں ایک دو بار اشتہار دے۔ حاصل یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح شوہر کو اس کا علم ہو کہ میری بیوی نے تفریق کی درخواست دی ہے، اور اس بارے میں شوہر کا جواب، اور رجحان معلوم کرے، اور شکایت کے دفعیہ کا پورا موقع دے۔ اب اگر شوہر نے قاضی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیوی کے نان نفقہ کی ادائیگی شروع کر دی، یا کسی عزیز واقارب، یا اجنبی شخص نے عورت کے نفقہ کی کفالت کر لی تو فبہا، اور اگر یہ تمام حربے ناکام ہو گئے اور عورت کی کفالت کی کوئی صورت نہیں رہی تو قاضی اب سے مزید ایک ماہ یا اپنی صوابدید پر اس سے کچھ زیادہ دن کی مہلت دینے کے بعد عورت کے مطالبہ پر تفریق کر دے، اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائے گی، اب عورت عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۷۸، ص ۱۹۷ / حیلہ ناجزہ، باب حکم زوجہ غائب غیر مفقود، ص ۷۷)

وجه: (۱) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ نا عبید الله بن عمر عن نافع قال كتب عمر الى أمراء الاجناد فيمن غاب عن نسائه من أهل المدينة فامرهم أن يرجعوا الى نسائهم اما ان يفارقوا و اما ان يبعثوا بالنفقة فمن فارق منهم فليبعث بنفقة ما ترک ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، من قال على الغائب نفقة فان بعث والا طلق، ج رابع، ص ۱۷۵، نمبر ۱۹۰۱۳ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها، ج سابع، ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۴) اس اثر میں ہے کہ نفقہ دے، یا تفریق کرے۔

اس صورت میں [۱] شقاق ہے۔ [۲] حق زوجیت کی ادائیگی نہیں ہے۔ [۳] نان نفقہ کی ادائیگی نہیں ہے، اس لئے اس کی اصلاح کی صورت نہ ہونے پر قاضی تفریق کروا سکتا ہے، ان سب کے دلائل اوپر گزر چکے ہیں۔

﴿(۸) اختلاف دارین کی وجہ سے حق زوجیت ادا نہ کر سکنا﴾

یہاں اختلاف دارین کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک دار الاسلام ہو اور دوسرا دار الحرب ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو ملکوں کے درمیان ویزے کا سسٹم ہو، اور ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے میاں بیوی کا ایک ساتھ گزارنا مشکل ہو، مثلا بیوی برطانیہ کی ہے، اس کی شادی ہندوستانی لڑکے کے ساتھ ہوئی، لیکن اب ویزا نہیں مل رہا ہے، اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا ہے اور خلع کے لئے بھی تیار نہیں ہے تو، تفریق کرانے کی گنجائش ہوگی۔

وجه: (۱) نان ونفقہ بھی ادا نہیں ہو رہا ہے، اور حق زوجیت بھی ادا نہیں ہو رہا ہے، اس لئے اوپر کے دلائل سے تفریق کی گنجائش ہو گی۔ (۲) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ يا ايها الذين آمنوا اذا جاء كم المومنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الى الكفار لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن وأتوهم ما انفقوا ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا اتيتموهن اجورهن ولا تمسكو بعصم الكوافر. (آیت ۱۰، سورة

الممتحنۃ ٦٠)اس آیت میں ہے کہ عورت دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام آئے تو اس کو واپس نہ کرے، بلکہ اس سے نکاح کر لے، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ چکا ہو،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف دارین سے نکاح ٹوٹ سکتا ہے، یا تفریق کروائی جاسکتی ہے، کیونکہ اب حقوق زوجین ادا نہیں ہو سکتے۔

﴿(۹) شوہر کا وطی پر قادر نہ ہونا یعنی عنین ہونا﴾

وطی پر قدرت نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہیں[۱] ذکر کٹا ہوا ہے[مقطوع الذکر ہے][۲] آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہے کہ اس کے باعث وہ صحبت پر قادر نہیں ہے۔[۳] آلہ تناسل موجود ہے لیکن کسی مرض کے باعث عورت سے جماع پر قادر نہیں ہے، تو ان تمام صورتوں میں عورت کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ پہلی اور دوسری صورت میں قاضی فورا نکاح ختم کر دے گا، کیونکہ ذکر ہی نہیں ہے اس لئے علاج کی مہلت دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور تیسری صورت میں [عنین میں] ایک قمری سال تک علاج کی مہلت دے گا، علاج کے بعد بھی جماع پر قادر نہ ہو سکا تو عورت کے مطالبہ پر فورا قاضی نکاح فسخ کر دے گا۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۲۴۷، ص ۱۹۳/حیلہ ناجزہ، باب حکم زوجہ عنین، ص ۴۳)

وجہ :(۱) عنین کے بحث میں سارے دلائل گزر چکے ہیں، مسئلہ نمبر ۲۰۵۰ میں دیکھیں۔ (۲) یہ اثر بھی ہے۔ **عن عمر بن الخطاب انه قال فی العنین یو جل سنة فان قدر علیها و الا فرق بینهما و لها المهر و علیها العدة.** (سنن للبیہقی، باب اجل العنین ج سابع، ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۲۸۹/مصنف عبد الرزاق، باب اجل العنین، ج سادس، ص ۲۰۰، نمبر ۱۰۷۶۲/دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۲۱۱، نمبر ۳۷۶۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاکم کے پاس معاملہ لے جانے کے وقت سے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اس مدت میں صحبت کے قابل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت کے مطالبے پر تفریق کر دی جائے گی۔ پھر عورت کو مہر بھی ملے گا اور اس پر عدت بھی لازم ہوگی۔ کیونکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے۔ (۳) اس اثر میں عبد اللہ ابن مسعود کا قول ہے۔ **ان عمر و ابن مسعود قضیا بانها تنتظر به سنة ثم تعتد بعد السنة عدة المطلقة وهو احق بامرها فی عدتها.** (مصنف عبد الرزاق، باب اجل العنین، ج سادس، ص ۲۰۰، نمبر ۱۰۷۶۴/مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۶۳ ما قالوا فی امرأۃ العنین اذا فرق بینهما علیها العدۃ؟، ج رابع، ص ۱۵۴، نمبر ۱۸۷۹۶) اس اثر میں ہے کہ ایک سال کی مہلت دے جائے پھر تفریق کرا دی جائے۔

﴿(۱۰) شوہر کا مجنون ہونا﴾

شوہر کے جس جنون سے بیوی کے جسم و جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے وہ جنون موجب تفریق ہے۔ لیکن شوہر کو قاضی علاج کے لئے

ایک سال کی مہلت دیگا ، اس کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا اور بیوی علیحدگی چاہے تو قاضی تفریق کردے گا ۔(مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۲۷۶، ص ۱۹۵/حیلہ ناجزہ، باب حکم زوجہ مجنون، ص ۵۱)

وجہ: اس کی تفصیلی دلائل مسئلہ نمبر ۲۰۶۲ میں گزر چکی ہے، وہاں دیکھیں۔(۱)ان بیماریوں کی وجہ سے استفادہ مشکل ہوگا جو اصل مقصود ہے۔اس لئے شوہر کو جدا کرنے کی اجازت ہوگی (۲) حضورؐ نے برص کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کیا تھا۔**عن ابن عمر ان النبی ﷺ تزوج امرأة من بنی غفار فلما ادخلت علیه رای بکشحها بیاضا فناء عنها وقال ارخی علیک فخلی سبیلها ولم یاخذ منها شیئا**۔(سنن للبیہقی، باب ما یرد به النکاح من العیوب، ج سابع ،ص ۳۴۸، نمبر ۱۴۲۲۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کر سکتے ہیں (۳)**عن ابن عباس قال قال رسول الله اجتنبوا فی النکاح اربعة الجنون والجذام والبرص** . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، نمبر ۳۶۲۸)(۴)**عن سعید بن المسیب قال قضی عمرؓ فی البرصاء والجذماء والمجنونة اذا دخل بها فرق بینهما والصداق لها لمسیسه ایاها وهو له علی ولیها** . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۱۸۷، نمبر ۳۶۳۱/سنن للبیہقی، باب ما یرد به النکاح من العیوب، ج سابع، ص ۳۴۹، نمبر ۱۴۲۲۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ان عیوب کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق کی جاسکتی ہے۔(۵) اس حدیث میں بھی ہے۔**سمعت ابا هریرة یقول قال رسول الله ﷺ لاعدوی و لا طیرة و لا هامة و لا صفر و فر من المجذوم کما تفر من الاسد**. (بخاری شریف، باب الجذام، ص ۱۰۰۹، نمبر ۵۷۰۷)اس حدیث میں ہے کہ جذام سے شیر کی طرح بھاگو، جس سے اشارہ ہے کہ جس مرد یا عورت کو جذام ہو اس کو جدا کر سکتے ہو۔(۶) شوہر کو امساک بالمعروف کرنا چاہئے، اوران بیماری کی وجہ سے وہ نہ کرسکا تو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے ،اس آیت اس کا ثبوت ہے۔**الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** ۔(آیت ۲۲۹،سورۃ البقرۃ ۲)(۷)**اذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسکوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف و لا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا** (آیت ۲۳۱،سورۃ البقرۃ ۲)ان آیتوں میں ہے کہ امساک بالمعروف نہ کرسکو تو احسان کے ساتھ چھوڑ دو۔اور شوہر احسان کے ساتھ نہیں چھوڑتا تو قاضی اس کا قائم مقام ہوکر تفریق کروائے گا۔

﴿(۱۱) شوہر کا جذام، برص، یا اس جیسے موذی مرض میں مبتلاء ہونا﴾

اگر شوہر جذام، برص، یا اس جیسے موذی مرض میں نکاح کے بعد مبتلاء ہوا تو عورت کی درخواست پر قاضی تحقیق حال اور ثبوت شرعی کے بعد شوہر کو ایک قمری سال علاج کی مہلت دیگا، اس کے بعد بھی اگر افاقہ نہ ہوا اور بیوی پھر تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی تفریق کر دیگا۔(مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۲۷۵، ص ۱۹۴)

وجه: اس کی دلیل مجنون کے تحت میں گزر چکی ہے۔وہاں دیکھیں۔اور مسئلہ نمبر ۲۰۶۲ میں دیکھیں۔
اگر شوہر نکاح سے پہلے ان امراض میں مبتلاء تھا اور عورت کو بھی پہلے سے اس کا علم تھا، اس کے باوجود عورت نے نکاح کیا تو اب اسے تفریق کے مطالبے کا حق حاصل نہ ہوگا۔
وجہ: (۱) مرض کو جانتے ہوئے نکاح کیا ہے اس لئے عورت اس مرض اور اس کے نقصان سے راضی تھی اس لئے اب اس کو تفریق کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **قلت عطاء أرأيت ان أقدمت امراة على رجل و هي تعلم انه لا يأتي النساء ؟ قال ليس لها كلامه و لا خصومته هو أحق بها** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المرأة تنكح الرجل وهي تعلم أنه عنين، ج سادس، ص ۲۰۲، نمبر ۱۰۷۷۳) اس اثر میں ہے کہ پہلے سے عنین ہونا معلوم ہو پھر بھی نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں ہوگا، اسی طرح یہ امراض ہونا معلوم ہو تو اس کو تفریق کا حق نہیں ہوگا۔

﴿(۱۲) غیر کفو میں نکاح کرنا﴾

غیر کفو میں نکاح کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے اس کو دیکھیں:۔
[۱] باپ یا دادا پورے ہوش حواس کی حالت میں اور پوری خیر خواہی، دور بینی اور عاقبت اندیشی کے ساتھ نابالغ اولاد کی مصالح اور اس کی بھلائی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا نکاح ایسی جگہ کر دیں جو معاشرت میں اس کا ہم پلہ نہ ہو تو اس کا نکاح منعقد ہوگا اور لازم بھی رہے گا۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۶۹، ص ۱۸۸)
وجہ: (۱) باپ اور دادا کو نابالغ اولاد کے نکاح کرانے کا حق ہے، اور مصلحت اور خیر خواہی کو سامنے رکھتے ہوئے نکاح کیا ہے اس لئے یہ نکاح منعقد ہوگا، اور فسخ کرانے کا حق بھی نہیں ہوگا، ہاں نفقہ ادا نہ کرتا ہو، یا حق زوجیت ادا نہ کرتا ہو، یا شقاق ہو تو ان بنیادوں پر قاضی سے تفریق کرا جا سکتا ہے کفو کی بنیاد پر نکاح فسخ نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ ان دونوں میں شفقت کامل بھی ہے اور عقل کامل بھی ہے۔ (۲) اس اثر میں ہے۔ **عن عطاء انه اذا انكح الرجل ابنه الصغير فنكاحه جائز و لا طلاق له** . (سنن للبیہقی، باب الاب یزوج ابنہ الصغیر، ج سابع، ص ۲۳۲، نمبر ۱۳۸۱۷/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲ فی رجل یزوج ابنہ وھو صغیر من اجازۃ، ج ثالث، ص ۴۴۹، نمبر ۱۶۰۰۹) اس اثر میں ہے کہ باپ نے نابالغ بیٹے کی شادی کرائی تو اس کو طلاق دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یعنی خیار بلوغ نہیں ملے گا۔ اور اسی میں دادا بھی داخل ہوگا۔ (۳) حضرت ابو بکرؓ نے اپنی نابالغہ لڑکی حضرت عائشہؓ کی شادی حضورؐ سے کروائی اور ہو بھی گئی۔ **عن عائشة ان النبي ﷺ تزوجها وهي بنت ست سنين وادخلت عليه وهي بنت تسع ومكثت عنده تسعا** (بخاری شریف، باب النکاح الرجل ولدہ الصغار ص ۷۷۱ نمبر ۵۱۳۳/ مسلم شریف، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ ص ۴۵۶ نمبر ۳۴۸۱/۱۴۲۲) اس حدیث میں چھ سال کی نابالغ لڑکی کی شادی باپ نے کروائی اور نکاح ہو گیا۔

[۲] بالغ لڑکا اپنا نکاح ایسی جگہ کرلے جو معاشرت میں اس سے بہت نیچے ہو۔ تب بھی اس کا نکاح منعقد ہوگا، اور لازم بھی ہوگا، کفو کی بنیاد پر ولی اس کی تفریق نہیں کرا سکتا۔

وجہ: (۱) بالغ لڑکے کو اپنا نکاح کرنے کا حق ہے، اس لئے اس کو فسخ نہیں کرایا جا سکتا ہے۔ (۲) جب بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے تو لڑکا کیوں نہیں کر سکتا۔ لڑکی کی دلیل آگے آرہی ہے۔

[۳] باپ دادا کے علاوہ دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کر دے جو معاشرت میں اس کے مساوی نہ ہو، تو یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) کیونکہ باپ دادا کے علاوہ ولیوں کو کفو میں نکاح کرانے کا اختیار ملتا ہے، اس لئے غیر کفو میں نکاح کرانے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔ (۲) بیوی اور شوہر کی طبیعت ملنی ضروری ہے۔ اور یہ کفو ہو تب ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کفو میں شادی کرنا چاہئے۔ البتہ غیر کفو میں شادی کرے تو صحیح ہے لیکن تفریق کا حق ہوگا۔ (۳) **عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لا تنكحوا النساء الا الاكفاء و لا يزوجهن الا الاولياء، و لا مهر دون عشرة دراهم** ۔ (دار قطنی، باب کتاب النکاح، ج ثالث ص ۱۷۳، نمبر ۳۵۵۹ / سنن بیہقی، باب اعتبار الکفائۃ، ج سابع ص ۲۱۵، نمبر ۱۳۷۶۰) اس حدیث میں ہے کہ کفو میں ہی شادی کرے۔ (۴) **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تخيروا لنطفكم وانكحوا الاكفاء وانكحوا اليهم**. (ابن ماجہ شریف، باب الاکفاء ص ۲۸۱ نمبر ۱۹۶۸ / دار قطنی، کتاب النکاح ج ثالث ص ۲۰۷ نمبر ۳۷۴۶) اس حدیث میں بھی ہے کہ کفو میں نکاح کرو، جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کیا تو تفریق کرانے کا حق ہوگا (۵) **كتب عمر بن عبد العزيز في اليتيمين اذا زوجا وهما صغيران انهما بالخيار**. (۶) دوسری روایت میں ہے **عن ابن طاؤس عن ابيه قال في الصغيرين هما بالخيار اذا شبا** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰ الیتیمۃ تزوج وھی صغیرۃ من قال لھا الخیار ج ثالث، ص ۴۴۸، نمبر ۱۵۹۹۵ / ۱۵۹۹۸) اس اثر میں ہے کہ یتیم کی اور یتیمہ کی شادی کرائی۔ یتیمہ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس کے علاوہ نے ہی شادی کرائی ہوگی۔ اس لئے ان کو خیار فسخ ملے گا۔

[۴] باپ دادا اپنی بے غیرتی، لاپرواہی، یا لالچ وغیرہ کی وجہ سے نابالغ لڑکا، یا لڑکی کے مصالح اور اس کی بھلائی کو پیش نظر رکھے بغیر یا نشہ کی حالت میں اس کا نکاح ایسی جگہ کر دے جو اس کے ہم پلہ نہ ہو، تو اس کا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۶۹، ص ۱۸۹)

وجہ: (۱) باپ دادا کو مصلحت کے لئے نکاح کرانے کا حق دیا گیا ہے، اور یہاں ظاہری مصلحت کے خلاف کیا اس لئے یہ نکاح ہی نہیں ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس ان جارية بكرا اتت النبى ﷺ فذكرت ان اباها زوجها وهى كارهة فخيرها النبى ﷺ**. (ابو داؤد شریف، باب فی البکر یزوجھا ابوھا ولا یستامرھا ص ۲۹۲ نمبر ۲۰۹۶ / دار قطنی

، کتاب النکاح ج ثالث ص ۱۶۳ نمبر ۳۵۱۷) اس حدیث میں ہے کہ رشتہ مناسب نہیں تھا تو حضورؐ نے نکاح کے توڑنے کا اختیار دیا (۳) اس حدیث میں ہے کہ نکاح کو توڑ دیا۔ **عن ابی هريرة ان خنساء بنت خذام انکحها ابو ها و هی کارهة فأتت النبی ﷺ فذکرت ذالک له ، فرد نکاحها ، فتزوجها ابو لبابة بن عبد المنذر** . (دار قطنی، کتاب النکاح، ج ثالث، ص ۱۶۲، نمبر ۳۵۱۴) اس حدیث میں ہے کہ رشتہ مناسب نہیں تھا تو حضور نے اس کے نکاح کو توڑ دیا۔

[۵] بالغہ لڑکی اپنا نکاح ولی کی رضا مندی کے بغیر غیر کفو میں کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی عصبہ کو قاضی کے ذریعہ تفریق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن یہ حق اس وقت تک رہے گا جب تک کہ ولادت نہ ہوئی ہو، یا حمل ظاہر نہ ہوا ہو، کیونکہ اس کے بعد نکاح توڑنے میں بچے کا نقصان ہے۔

وجہ :(۱) لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور آزاد ہے اس لئے اپنا نکاح خود کرنے کا حق ہے، لیکن کفو میں نہ ہونے کی وجہ سے ولیوں کو عار محسوس ہو سکتا ہے اس لئے اس عار کو دفعہ کرنے کے لئے قاضی کے ذریعہ تفریق کرانے کا حق ہوگا۔ (۲) آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خود وہ نکاح کر سکتی ہے۔ **اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف** . (آیت ۲۳۲، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ عورتیں خود شادی کریں تو اے اولیاء تم ان کو مت روکو۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ بغیر اولیاء کے خود شادی کر سکتی ہیں (۳) حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **ان ابا هريرة ان النبی ﷺ قال لا تنكح الايم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا يارسول الله ﷺ كيف اذنها ؟ قال ان تسكت** . (بخاری شریف، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاها، ص ۱۷۷، نمبر ۵۱۳۶ / مسلم شریف، استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت، ص ۴۵۵، نمبر ۱۴۱۹ / ۳۴۷۳ / ابو داؤد شریف، باب فی الاستیمار، ص ۲۹۲، نمبر ۲۰۹۲ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی استیمار البکر والثیب، ص ۲۱۰، نمبر ۱۱۰۷) اس حدیث میں ہے کہ ثیبہ اور باکرہ سے جب تک اجازت نہ لے لی جائے تب تک نکاح نہ کیا جائے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اصل حق عورت کو ہے۔ اس لئے بغیر ولی کے بھی وہ شادی کر لے تو شادی ہو جائے گی (۴) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن خنساء بنت حذام الانصارية ان اباها زوجها وهى ثيب فكرهت ذلك فاتت رسول الله فرد نكاحه**، (بخاری شریف، باب اذا زوج الرجل ابنتہ وھی کارھۃ فنکاحہ مردود، ص ۱۷۷، نمبر ۵۱۳۸ / ابو داؤد شریف، باب فی الثیب ص ۲۹۳ نمبر ۲۱۰۱) اس حدیث میں ثیبہ عورت کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا تو آپؐ نے اس کو رد کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کا اصل حق عورت کو ہے۔

لیکن غیر کفو میں نکاح کرنے سے اولیاء کو تفریق کرانے کا حق ہوگا اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے (۵) حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ايما امرأة نكحت بغير اذن مواليها فنكاحها باطل ثلاث مرات فان دخل بها فالمهر لها بما اصاب منها فان تشاجروا فالسلطان ولى من لاولى له**. (ابو

داؤد شریف، باب فی الولی ص ۲۹۱ نمبر ۲۰۸۳) (٦) اور ترمذی میں اس طرح عبارت ہے۔ عن ابی موسی قال قال رسول الله ﷺ لا نكاح الا بولی. (ترمذی شریف، باب ماجاء لا نکاح الا بولی، ص ۲۰۸، نمبر ۱۱۰۱ / ابن ماجہ شریف، باب لا نکاح الا بولی، ص ۲۶۹، نمبر ۱۸۷۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔

[٦] بالغہ لڑکی اور ولی دونوں نے بشرط کفائت نکاح کیا یا شوہر کے ایسے بیان پر جس میں اس نے اپنے کو کفو ظاہر کیا، اس کو کفو سمجھ کر نکاح کیا گیا، اور بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ کفو نہیں ہے تو ان صورتوں میں ولی اور اس بالغہ دونوں کو خیار کفاءت حاصل ہوگا اور قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرایا جاسکے گا۔

وجہ: (۱) کیونکہ اس نے دھوکا دیا ہے، اور حقیقت میں لڑکی یا ولی راضی نہیں تھے۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الثوری قال لو ان رجلا أتى قوما فقال انی عربی فتزوج الیهم فوجدوه مولی، کان لهم أن یردوا نکاحه، و ان قال أنا مولی فوجدوه نبطیا رد النكاح ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الأكفاء، ج سادس، ص ۱۲۴، نمبر ۱۰۳۶۸) اس اثر میں ہے کہ دھوکا دیکر نکاح کیا تو نکاح توڑوانے کا حق حاصل ہے۔

[۷] باپ یا دادا نابالغ اولاد کا نکاح کفاءت کی شرط پر یا کفاءت کے بارے میں فریق ثانی کے بیان پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر دیں، پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو باپ دادا کو عدم کفاءت کی بنیاد پر قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا، بلکہ اولاد (جس کا نکاح باپ دادا نے کیا ہے) اگر بالغ ہو چکی ہے اور اس کے بلوغ سے پہلے باپ دادا نے عدم کفاءت ظاہر ہونے کے بعد اس نکاح پر رضامندی ظاہر نہیں کی تو اولاد کو بھی عدم کفاءت کی بنیاد پر قاضی کے ذریعہ حق تفریق حاصل ہوگا۔ البتہ عدم کفو کی بنا پر ولادت نہ ہونے تک، یا حمل ظاہر نہ ہونے تک تفریق کا حق حاصل ہوگا، کیونکہ اس کے بعد بچے کا نقصان ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۱۷۰، ص ۱۹۰)

وجہ: اس کی دلیل وہی ہے جو نمبر ٦ میں گزرا کہ دھوکا دیا ہے، اس لئے تفریق کرانے کا حق ہوگا۔

﴿ (۱۳) مہر میں غیر معمولی کمی ﴾

بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ایسے مہر پر کر کیا جو مہر مثل سے بہت کم ہے تو ولی عصبہ کو حق ہوگا کہ مہر مثل پورا کرائے، اگر شوہر مہر مثل پورا کرنے پر راضی نہ ہو تو ولی قاضی کے ذریعہ تفریق کرا سکتا ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۱۷۱، ص ۱۹۱)

وجہ: عرب میں مہر مثل سے بہت کم ہونا عار کی چیز ہے اس لئے ولی کم مہر سے راضی نہیں ہوگا اس لئے عار کو دور کرنے کے لئے تفریق کروا سکتا ہے۔

﴿(۱۴) مرد کا اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکہ میں ڈال کر نکاح کرنا﴾

اگر کسی نے اپنے خاندان، عقیدہ، یا اپنی مالی حالت یعنی مہر ونفقہ پر قدرت کے بارے میں غلط بیانی کی اور لڑکی والوں کو دھوکہ میں ڈال کر نکاح کر لیا تو عورت کو قاضی کے ذریعہ فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہوگا، اور قاضی اس بنیاد پر ثبوت شرعی کے بعد تفریق کر سکتا ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۸۳، ص ۲۰۲)

وجه: عن الثوری قال لو ان رجلا أتى قوما فقال انی عربی فتزوج الیهم فوجدوه مولی ، کان لهم أن یردوا نکاحه ، و ان قال أنا مولی فوجدوه نبطیا رد النکاح ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الأکفاء ، ج سادس، ص ۱۲۴، نمبر ۱۰۳۶۸) اس اثر میں ہے کہ دھوکا دیکر نکاح کیا تو نکاح توڑوانے کا حق حاصل ہے۔

﴿(۱۵) خیار بلوغ﴾

نابالغ لڑکا، یا نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی کفو میں بھی کر دے تو بالغ ہونے پر دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، خواہ نکاح باقی رکھیں یا قاضی کے ذریعہ فسخ کرالیں۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۷۲، ص ۱۹۲)

وجه: (۱) باپ اور دادا کے علاوہ میں یا تو عقل ناقص ہوگی مثلا ماں ولیہ بنے تو شفقت کاملہ ہے لیکن عقل ناقص ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ صحیح جگہ پر نکاح نہیں کرایا۔ اس لئے نکاح توڑنے کا حق دیا جائے گا۔ اور قاضی، بھائی، چچا یا چچا زاد بھائی نے شادی کرائی تو ان لوگوں میں عقل تو ہے لیکن شفقت کاملہ نہیں ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ صحیح جگہ پر نکاح نہیں کرایا۔ اس لئے بالغ ہونے کے بعد نکاح توڑنے کا حق ہوگا، اور فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دوسرے کے دئے ہوئے زندگی کے ساتھی کو تبدیل کا اختیار ہو (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ کتب عمر بن عبد العزیز فی الیتیمین اذا زوجا وهما صغیران انهما بالخیار. (۳) دوسری روایت میں ہے .عن ابن طاؤس عن ابیه قال فی الصغیرین هما بالخیار اذا شبا (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰ الیتیمۃ تزوج وھی صغیرۃ من قال لھا الخیار ج ثالث، ص ۴۴۸، نمبر ۱۵۹۹۵/۱۵۹۹۸) اس اثر میں ہے کہ یتیم کو اور یتیمہ کو شادی کرائی۔ یتیمہ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس کے علاوہ نے ہی شادی کرائی ہوگی۔ اس لئے ان کو خیار ملے گا۔

﴿(۱۶) حرمت مصاحرت کی وجہ سے تفریق﴾

اگر بیوی نے دعوی کیا کہ شوہر کے مرد اصول وفروع میں سے کسی نے اسے شہوت کے ساتھ چھویا ہے، یا شوہر نے میرے اصول و فروع مؤنث میں سے کسی کو شہوت کے ساتھ مس کیا ہے اور شوہر نے بیوی کے اس بیان کی تصدیق کر دی یا شوہر کے انکار کی صورت

میں بیوی نے قاضی کی عدالت میں گواہوں کے ذریعہ دعوی کو ثابت کر دیا تو زوجین کے درمیان دائمی حرمت پیدا ہوگئی اب شوہر کی ذمہ داری ہے کہ بیوی کو یہ کہہ کر کہ ,,میں نے تمہیں چھوڑ دیا،، علیحدہ کر دے، اس طرح کے چھوڑ دینے کو شریعت میں ,,متارکت،، کہتے ہیں۔۔ اگر شوہر اپنی تصدیق یا بیوی کے گواہ پیش کر دینے کے باوجود متارکت سے گریز کرے تو قاضی نیابۃ عن الزوج تفریق کر دے گا، اور یہ تفریق ظاہراً و باطناً دونوں طرح نافذ ہوگی۔ اور اگر شوہر نے بیوی کے دعوی حرمت مصاحرت کو تسلیم نہیں کیا اور عورت گواہ بھی پیش نہ کر سکی تو قاضی مقدمہ کو خارج کر دے گا۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۸۴، ص ۲۰۳/حیلہ ناجزہ، باب حرمت مصاحرت، ص ۱۶۸)

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ [۱] شہوت کے ساتھ عورت کو چھونے سے، [۲] شہوت کے ساتھ بوسہ لینے سے [۳] شہوت کے ساتھ شرمگاہ کے اندر کے حصے کو دیکھنے سے بھی حرمت مصاحرت ثابت ہو جائے گی، [۴] اور زنا سے [۵] اور نکاح سے بھی حرمت مصاحرت ثابت ہو جائے گی۔

وجه: (۱) انکی دلیل یہ حدیث مرسل ہے۔ عن ابی ھانی قال قال رسول اللہ من نظر الی فرج امرأۃ لم تحل لہ امھا و لا ابنتھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۸ الرجل یقع علی ام امرأتہ او ابنۃ امرأتہ ما حال امرأتہ؟، ج ثالث، ص ۴۶۹، نمبر ۱۶۲۲۹/سنن للبیھقی، باب الزنا لا یحرم الحلال، ج سابع، ص ۲۷۶، نمبر ۱۳۹۶۹) اس حدیث مرسل سے پتہ چلا کہ اجنبی عورت کا فرج دیکھ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ (۲) عن مکحول قال: جرد عمر بن الخطاب جاریۃ فنظر الیھا ثم سألہ بعض بنیہ أن یھبھا لہ؟ فقال انھا لا تحل لک (مصنف عبد الرزاق، باب ما یحرم الامۃ والحرۃ، ج سادس، ص ۲۲۴، نمبر ۱۰۸۸۱/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ فی الرجل یجرد المرأۃ و یلتمسھا من لا تحل لابنہ وان فعل الاب، ج ثالث، ص ۴۶۸، نمبر ۱۶۲۱۵) (۳) اس اثر میں ہے کہ ستر کھولا اور شہوت کے ساتھ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو حرمت ثابت ہوگئی۔ (۳) عن ابراھیم قال اذا قبل الرجل المرأۃ من شھوۃ، أو مس، او نظر الی فرجھا لا تحل لأبیہ و لا لابنہ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ما یحرم الامۃ و الحرۃ، ج سادس، ص ۲۲۴، نمبر ۱۰۸۹۲/مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۸ الرجل یقع علی ام امرأتہ او ابنۃ امرأتہ ما حال امرأتہ؟، ج ثالث، ص ۴۶۹، نمبر ۱۶۲۳۰) ان دونوں اثروں میں بھی ہے کہ مرد نے عورت کو شہوت سے بوسہ لے لیا، یا شہوت سے چھو لیا، یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس سے حرمت مصاحرہ ثابت ہو جائے گی، اب اسکے بیٹے یا باپ کے لئے حلال نہیں ہے۔

فائدہ: بعض حضرات کے یہاں وطی کرنے سے حرمت مصاحرہ ثابت ہوگی صرف شہوت کے ساتھ چھونے یا بوسہ لینے سے نہیں۔

وجه: انکی دلیل یہ اثر ہے۔ عن الحسن و قتادۃ قالا: لا یحرمھا علیہ الا الوطی۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ما یحرم الامۃ والحرۃ، ج سادس، ص ۲۲۴، نمبر ۱۰۸۸۸) اس اثر میں ہے کہ وطی سے حرمت مصاحرہ ثابت ہوگی۔

فائدہ :امام شافعیؒ کے یہاں صرف نکاح صحیح سے حرمت مصاحرہ ثابت ہوگی،موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔و ما حرمنا علی الآباء من نساء الابناء و علی الابناء من نساء الاباء و علی الرجل من امھات نسائه و بنات نسائه اللاتی دخل بھن بالنکاح فأصیب ، فاما بالزناء فلا حکم للزنا یحرم حلالا فلو زنی رجل بامراۃ لم تحرم علیه و لا علی ابنه و لا علی ابیه ۔(موسوعہ امام شافعیؒ ،باب ما یحرم من النساء بالقرابۃ ،ج عاشر ،ص ۸۶،نمبر ۱۵۵۲۳)اس عبارت میں ہے کہ زنا سے حرمت مصاحرت ثابت نہیں ہوگی ،صرف نکاح سے ثابت ہوگی۔

وجہ : (۱)حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن عائشة انھا قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعة فی غلام فقال سعد ھذا یا رسول اللہ ابن اخی عتبة بن ابی وقاص عھد الی انه ابنه انظر الی شبھه وقال عبد بن زمعة ھذا اخی یا رسول اللہ ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول اللہ ﷺ الی شبھه فرای شبھا بینا بعتبة فقال ھو لک یا عبد،الولد للفراش، وللعاھر الحجر، واحتجی منه یا سودۃ بنت زمعة قالت فلم یر سودۃ قط ۔(مسلم شریف،باب الولد للفراش وتوقی الشبھات ،ص ۴۷۰،نمبر ۱۴۵۷/۳۶۱۳ رابوداؤد شریف،باب الولد للفراش ص ۳۱۷،نمبر ۲۲۷۳)اس حدیث میں جس کی فراش تھی اس کا بچہ ثابت کیا،اور زانی کے لئے کہا کہ اس کے لئے پتھر ہے،یا نسب سے روکنا ہے،اس لئے زنا سے حرمت مصاحرہ ثابت نہیں کیا۔(۲) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صھرا و کان ربک قدیرا ۔(آیت ۵۴،سورۃ الفرقان ۲۵)اس آیت میں احسان کے طور پر دامادگی کے رشتے کو بیان فرمایا ہے،اس لئے حرمت مصاحرت نکاح سے ہی ثابت ہوگی۔(۳)دوسری حدیث میں ہے عن عائشة قالت سئل رسول اللہ ﷺ عن رجل زنا بامرأۃ فاراد ان یتزوجھا او ابنتھا ،قال لا یحرم الحرام الحلال انما یحرم ما کان بنکاح ۔(سنن دار قطنی ،کتاب النکاح ،ج ثالث،،ص ۱۸۸،نمبر ۳۶۳۸ رسنن للبیہقی ،باب الزنا لا یحرم الحلال ج سابع ،ص ۲۷۵،نمبر ۱۳۹۶۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔کیونکہ وہ حرام ہے اور حرام حلال عورت کو حرام نہیں کرے گا۔وہ تو صرف نکاح کے ذریعہ حرام ہوگی۔(۴) و قال عکرمة عن ابن عباس اذا زنی بأخت امرأته لم تحرم علیه امرأته ۔(بخاری شریف،باب ما یحل من النساء وما یحرم ،ص ۷۶۵،نمبر ۵۱۰۵)اس اثر میں ہے کہ بہن کے زنا سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی ،جس سے معلوم ہوا کہ زنا سے حرمت مصاحرت ثابت نہیں ہوگی۔(۵) حنفیہ نے جتنے آثار اور قول صحابی پیش کئے ہیں،وہ اپنی باندی کے بارے میں ہیں،کہ اپنی باندی کو شہوت سے چھویا تو اس سے حرمت مصاحرہ ثابت ہو جائے گی،کیونکہ وہاں ملکیت کی وجہ سے نکاح کا رشتہ موجود ہے،اجنبی عورت کے بارے میں کوئی ایسا اثر نہیں ہے کہ اس کو چھولے تو اس سے حرمت مصاحرہ ثابت ہو جائے گی۔(۶) یہ عقل کے بھی خلاف ہے کہ صرف چھونے سے حرمت کیسے ہو جائے گی ،اور بغیر قصور کے عورت کا بنا بنایا گھر کیسے برباد ہو جائے گا۔

نوٹ:۔عورت کے پاس کئی بچے ہوں اور کوئی گھر توڑنے کے لئے زنا کرکے یا شہوت سے چھوکر حرمت مصاحرہ ثابت کردے تو شدید مجبوری میں اس مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کے لئے حدیث موجود ہے۔

﴿(۱۷) فساد نکاح کی وجہ سے تفریق﴾

نکاح فاسد ہے مثلا[۱] بغیر گواہ کے نکاح کیا، [۲] عورت دوسرے کی عدت میں تھی اور نکاح کرلیا، [۳] جو عورت نسبی طور پر حرام تھیں، یا دامادگی کے رشتے سے حرام تھیں، یا اب شہوت سے چھونے سے نکاح فاسد ہوگیا، یا دودھ پلانے کی وجہ سے حرام تھیں ان سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح فاسد ہے، ان صورتوں میں زوجین پر متارکت لازم ہے [یعنی ایک دوسرے کو چھوڑ دینا لازم ہے]، کیونکہ اصل میں نکاح ہی نہیں ہوا، یا نکاح ہوا تھا لیکن اب باقی نہیں رہا۔ اگر دونوں باہم جدا نہ ہوں تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ ۸۵، ص ۲۰۶)

﴿(۱۸) غیر مسلم حاکم سے فسخ نکاح﴾

غیر مسلم حاکم کے طلاق دینے یا فسخ نکاح کرنے سے واقع ہوگی یا نہیں، یہ تین اصولوں پر مبنی ہے۔

اصول[۱] پہلا اصول یہ ہے کہ غیر مسلم حاکم کا فیصلہ دینی امور میں نافذ نہیں ہے۔

وجه :(۱) اس آیت میں ہے کہ اپنا مسلمان حاکم ہو۔ **یحکم ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة** ۔(آیت ۹۵، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ تمہارے یعنی مسلمان میں سے عادل حکم ہو (۲) **فاذا بلغن أجلهن فأمسکوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف و اشهدوا ذوا عدل منکم و اقیموا الشهادة لله** ۔(آیت ۲، سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ تمہارے مسلمان آدمی میں سے عادل کو گواہ بناؤ، اور غیر مسلم عادل نہیں ہوتا، اس لئے وہ گواہ بھی نہیں بن سکتا اور نکاح توڑنے کا حاکم نہیں بن سکتا۔ (۳) درمختار میں ہے: **و اهله اهل الشهادة) ای ادائها علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیة .و فی تفصیله ، و مقتضاه ان تقلید الکافر لا یصح .. قال فی البحر . و به علم ان تقلید الکافر صحیح ، و ان لم یصح قضاؤه علی المسلم حال کفره.** (درمختار، کتاب القضاء، مطلب: الحکم الفعلی، ج ثامن، ص ۲۹) اس عبارت میں ہے کہ غیر مسلم کا فیصلہ خاص طور دینی معاملہ میں مسلمان پر نافذ نہیں ہوگا۔

[۲] **دوسرا اصول** یہ ہے کہ شوہر غیر مسلم حاکم کو طلاق دینے کا یا نکاح فسخ کرنے کا وکیل بنائے تو اس کے طلاق دینے، یا فسخ نکاح کرنے سے طلاق واقع ہوجائے گی، اور نکاح فسخ ہوجائے گا، وکیل بنانے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔

وجه :(۱) غیر مسلم کو وکیل بنانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد الله انه سمعه یحدث قال اردت الخروج**

الی خیبر فأتیت النبی ﷺ فسلمت علیه و قلت انی أردت الخروج الی خیبر ، فقال اذا أتیت وکیلی فخذ منه خمسة عشر وسقا فان ابتغی منک آیة فضع یدک علی ترقوقه ۔(سنن بیہقی، باب باب التوکیل فی المال، الخ ،ج سادس ،ص ۱۳۲، نمبر ۱۱۴۳۲)اس حدیث میں وکیل سے مراد خیبر کے یہودوکیل ہے جس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم وکیل بن سکتا ہے۔(۲) اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم کو وکیل بنایا جاسکتا ہے۔ عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ عامل اهل خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر أو زرع ۔(مسلم شریف، کتاب المساقاة والمزارعة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع، ص ۶۷۸، نمبر ۳۹۶۲/۱۵۵۱)(۳)عن عبد اللہ بن عمر عن رسول اللہ ﷺ انه دفع الی یهود خیبر نخل خیبر و أرضها علی ان یعتملوها من اموالهم و لرسول اللہ ﷺ شطر ثمرها ۔ (مسلم شریف، کتاب المساقاة والمزارعة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع، ص ۶۷۸، نمبر ۳۹۶۶/۱۵۵۱) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ حضور نے اہل خیبر کو جو یہودی تھے کھیتی کرنے کا عامل بنایا اور اس میں اس کو وکیل بنایا، جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم کو وکیل بنایا جاسکتا ہے۔ (۳) ذمی کو وکیل بنانا جائز ہے اس کے لئے درمختار کی عبارت یہ ہے۔ و صح توکیل المسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر و شرائهما کما مر فی البیع الفاسد ۔(درمختار، کتاب الوکالة، ج ثامن، ص ۲۷۷،)اس عبارت میں ہے کہ غیر مسلم کو شراب بیچنے کا وکیل بنا سکتا ہے۔

[۳] **تیسرا اصول** یہ ہے کہ شوہر غیر مسلم حاکم کے طلاق یا فسخ نکاح کے فیصلے پر راضی خوشی سے دستخط کردے کہ ہاں مجھے یہ طلاق، یا فسخ نکاح منظور ہے تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی، اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ طلاق کے لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وجه: (۱) عن ابراهیم اذا کتب الطلاق بیده وجب علیه ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یکتب طلاق امراته بیده، ج رابع ،ص ۸۱، نمبر ۱۷۹۹۲ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکتب الی امراته بطلاقها، ج سادس، ص ۳۲۰، نمبر ۱۱۴۸۰) اس اثر میں ہے کہ ہاتھ سے طلاق لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(۲)عن عطاء انه سئل عن رجل انه کتب طلاق امراته ثم ندم فأمسک الکتاب قال ان امسک فلیس بشیء و ان امضاه فهو طلاق ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یکتب طلاق امراته بیده، ج رابع، ص ۸۱، نمبر ۱۷۹۹۴ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکتب الی امراته بطلاقها، ج سادس، ص ۳۲۰، نمبر ۱۱۴۷۷)اس اثر میں ہے کہ خوشی سے طلاق لکھے تو واقع ہوگی اور خوشی سے نہ لکھے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

﴿برطانیہ میں میں غیر مسلم کورٹ سے طلاق (separation) کی صورتیں اور ان کا حکم﴾

[۱] اگر شوہر نے غیر مسلم حاکم کے یہاں نکاح توڑنے (Divorce petition) کے لئے مقدمہ دائر کیا تو اس سے وہ نکاح توڑنے کا وکیل بن گیا، اور چونکہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے، اس لئے اب یہ اختیار اس کے وکیل کو ہو جائے گا، چاہے وہ غیر مسلم

ہو،اس لئے اس کے نکاح توڑنے (separation) سے نکاح ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اوپر گزرا کہ وکیل بنانے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، غیر مسلم حاکم بھی وکیل بن سکتا ہے۔اس لئے اس صورت میں دوبارہ شرعی پنچایت سے نکاح توڑوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۲] اگر عورت نے غیر مسلم حاکم کے کورٹ میں مقدمہ دائر کیا، حاکم نے شوہر کو فارم بھیجا کہ عورت نے نکاح توڑنے (separation) کے لئے درخواست دی ہے، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ شوہر نے خط کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں بھی آپ کو نکاح توڑنے کا وکیل بناتا ہوں [یا قریب قریب یہی مفہوم لکھا] تو اس سے حاکم شوہر کی جانب سے نکاح توڑنے کا وکیل بن جائے گا، اور انکے نکاح توڑنے (separation) کرنے سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔اس لئے اس صورت میں دوبارہ شرعی پنچایت سے نکاح توڑوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳] اگر عورت نے غیر مسلم حاکم کے کورٹ میں (separation) کے لئے مقدمہ دائر کیا تھا، اور ساری کاروائی کے بعد حاکم نے آخری طلاق (decree absolute) دے دی اور شوہر کو کاغذات بھیج دئے، شوہر نے راضی خوشی سے اس پر دستخط کر دیا کہ میں اس فیصلے سے راضی ہوں اور اس کو قبول کرتا ہوں، تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اوپر گزرا کہ لکھنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔اس لئے اس صورت میں دوبارہ شرعی پنچایت سے نکاح توڑوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۴] اگر عورت نے غیر مسلم حاکم کے کورٹ میں نکاح توڑنے (separation) کے لئے مقدمہ دائر کیا تھا، اور ساری کاروائی کے بعد حاکم نے آخری طلاق (decree absolute) دے دی اور شوہر کو کاغذات بھیج دئے، لیکن شوہر نے لگائے ہوئے الزام کو بھی دفع کرنے کی کوشش کی اور حاکم نے جو نکاح توڑا تھا (separation) کیا تھا، اس کا بھی انکار کیا۔تو اب شوہر نے حاکم کو نکاح توڑنے کا نہ وکیل بنایا اور نہ ہی دی ہوئی طلاق پر دستخط کیا، اس لئے حاکم نہ شوہر کا وکیل بنا اور نہ اس کی طلاق پر رضامندی کا اظہار کیا اس لئے اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نہ نکاح ٹوٹے گا، اس لئے عورت کو دوبارہ شرعی پنچایت کے پاس جا کر شوہر کا جرم ثابت کرے اور نکاح فسخ کرائے، ورنہ نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

[۵] برطانیہ کے کورٹ میں ہوتا یہ ہے کہ کیس کی سماعت کے بعد اور دونوں طرف سے پوری کاروائی کے بعد حاکم پہلے (decree nisi) ڈکری نائسی دیتا ہے، جس کا دو مطلب لیا جا سکتا ہے [۱] ایک مطلب یہ ہے کہ، آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ اگلے کچھ مہینوں کے بعد آپ دونوں [میاں بیوی] کے درمیان بالکل جدائیگی کر دی جائے گی (decree absolute) ڈکری ابسلوٹ [حتمی طلاق] دے دی جائے گی۔اگر یہ مفہوم لیا جائے تو اس پر شوہر کے دستخط کرنے سے ابھی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ حاکم مستقبل میں طلاق دے گا ابھی طلاق دی نہیں ہے۔[۲] اور (decree nisi) کا دوسرا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ ڈھیلی ڈھالی طلاق دی جا چکی ہے، اور حتمی طلاق (decree absolute) کچھ دنوں بعد دی جائے گی، اگر یہ مطلب لیا

جائے ،اوراس پر شوہر نے دستخط کر دیا ہو، یا اس کے لئے حاکم کو وکیل بنا دیا ہو تو ابھی سے طلاق واقع ہو جائے گی ، کیونکہ شریعت میں ہلکی طلاق بھی واقع ہو جائے تو وہ لازمی ہو جاتی ہے اس لئے (decree nisi) ڈکری نائسی سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی ،اور عورت کی عدت شروع ہو جائے گی ۔

نوٹ : یہ صورتیں حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی ، بریڈفورڈ ، انگلینڈ کے فتوی سے مأخوذ ہے، بحوالہ، اسلامی قانون نکاح و طلاق، از مولانا یعقوب قاسمی صاحب، ڈیوزبری، انگلینڈ، ص 152 سے 164 تک ۔

انگریزی زبان کے فارم میں ان مفہوموں کو دیکھ کر حکم لگائیں، اور اس پر منطبق کریں۔۔

واللہ اعلم بالصواب

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ، مانچیسٹر ۔۱۵، اپریل ۲۰۰۸ء

﴿باب العدة﴾

﴿ کتاب العدة ﴾

ضـــروری نوٹ: عدت کا معنی گننا ہے۔ چونکہ عدت گزارنے والی عورت دن گنتی ہے اس لئے اس کو عدت کہتے ہیں۔ عدت گزارنے کی تین صورتیں ہیں۔ حیض کے ذریعہ عدت گزارنا۔ دوسرا مہینے کے ذریعہ عدت گزارنا اور تیسرا وضع حمل کے ذریعہ عدت گزارنا۔ تینوں کی دلیل یہ آیتیں ہیں۔ (۱) والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء. (آیت ۲۲۸، سورة البقرة ۲) اس میں حیض کے ذریعہ عدت گزارنے کا تذکرہ ہے۔ (۲) اور مہینے کے ذریعہ عدت گزارنے کی آیت یہ ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشرا۔ (آیت ۲۳۴، سورة البقرة ۲) (۳) اور مہینے کے ذریعہ اور وضع حمل کے ذریعہ عدت گزارنے کی آیت یہ ہے۔ والـلائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثة اشھر والـلائی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن. (آیت ۴، سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں مہینے کے ذریعہ بھی عدت گزارنے کا تذکرہ ہے اور حمل کے ذریعہ بھی عدت گزارنے کا تذکرہ ہے۔

آزاد عورت کی عدت

نمبر شمار	طلاق یا وفات	حیض آتا ہو یا حاملہ ہو	کتنا
(۱)	طلاق یا فسخ نکاح کی عدت	اگر حیض آتا ہو	تین حیض
(۲)		اگر حیض نہ آتا ہو تو	تین مہینے
(۳)		اگر حاملہ ہو تو	وضع حمل
(۴)	وفات کی عدت	اگر حیض آتا ہو	چار ماہ دس روز
(۵)		اگر حیض نہ آتا ہو تو	چار ماہ دس روز
(۶)		اگر حاملہ ہو تو	وضع حمل

(۲۰۶۴)واذاطلق الرجل امرأته طلاقا بائنا اورجعياً اووقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء﴾ ۱؎ لقوله تعالیٰ﴿ والمطلقٰت يتربصن بانفسهن ثلثة قروءٍ﴾ ۲؎ والفرقة اذا كانت بغير طلاق فهی فی معنیٰ الطلاق لان العدة وجبت للتعرف عن براء ة الرحم فی الفرقة

باندی کی عدت

نمبر شمار	طلاق یا وفات	حیض آتا ہو یا حاملہ ہو	کتنا
(۱)	طلاق یا فسخ نکاح کی عدت	اگر حیض آتا ہو	دو حیض
(۲)		اگر حیض نہ آتا ہو تو	ایک ماہ اور پندرہ دن
(۳)		اگر حاملہ ہو تو	وضع حمل
(۴)	وفات کی عدت	اگر حیض آتا ہو	دو ماہ پانچ روز
(۵)		اگر حیض نہ آتا ہو تو	دو ماہ پانچ روز
(۶)		اگر حاملہ ہو تو	وضع حمل

ترجمه : (۲۰۶۴) اگر شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا رجعی دی یا دونوں کے درمیان بغیر طلاق کے فرقت واقع ہوئی اور عورت آزاد ہے اور اس میں سے جس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

ترجمه : ۱؎ اللہ تعالیٰ کا قول۔والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قرو ء. (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) کی وجہ سے۔

تشریح: شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی ہو یا طلاق رجعی دی ہو یا بغیر طلاق کے ہی فرقت ہوئی ہو جس کی وجہ سے عدت گزارنا ہو، اور عورت آزاد ہو اور حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

وجه :(۱) اوپر آیت میں ہے والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قرو ء (آیت ۲۲۸ سورۃ البقر (۲) اس آیت میں مطلقہ عورت کے لئے تین حیض عدت ہے۔اور پہلے کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ تفریق بھی طلاق کے درجے میں ہے۔اس لئے تفریق کی وجہ سے بھی تین حیض عدت گزارنی ہوگی۔اگر عورت آزاد نہ ہو باندی ہو تو دو حیض عدت ہے۔اور حیض نہ آتا ہو تو مہینے سے عدت گزارے گی۔

ترجمه :۲؎ اور فرقت جبکہ بغیر طلاق کے ہو تو وہ بھی طلاق کے معنی میں ہے، کیونکہ نکاح پر جو فرقت طاری اس میں رحم کو حمل سے پاک ہونے کو پہچاننے کے لئے عدت واجب ہوئی ہے، اور یہ معنی ایسی فرقت میں بھی پائے جاتے ہیں۔

الطاریۃعلی النکاح وھٰذا یتحقق فیھا ۳؎ والاقراء الحیض عندنا ۴؎ وقال الشافعیؒ الاطھار

تشریح :طلاق کے علاوہ کسی اور طریقے سے فرقت ہوئی ہو تب بھی عدت لازم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ عدت گزارنے کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کا حمل عورت کے پیٹ میں نہیں ہے عورت کا رحم حمل سے پاک ہے، اور اس مقصد کو حاصل کرنا طلاق سے جدائیگی کی شکل میں بھی ہے اور کسی اور طریقے سے مثلا خیار عنین، خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا ہو تب بھی ہے اس لئے فسخ نکاح کی شکل میں بھی عدت واجب ہے۔

وجه:عن الشعبی ان علیاً فرق بینھما و جعل لھا الصداق بما استحل من فرجھا و قال اذا انقضت عدتھا فان شائت تزوجه فعلت . (سنن بیہقی، باب الاختلاف فی مہرھا وتحریم نکاحھا علی الثانی، ج سابع، ص۲۶۷، نمبر۱۵۵۴۴)اس اثر میں ہے کہ تفریق کے بعد عدت گزارنے کے لئے کہا گیا۔

ترجمه: ۳؎ اور ہمارے نزدیک قروٗ کا ترجمہ حیض ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں قروٗ کو حیض کہا گیا ہے۔ ان ام حبیبة بنت جحش کانت تستحاض سبع سنین فسألت النبی ﷺ فقال لیست بالحیضة انما ھو عرق فامرھا ان تترک الصلوة قدر اقرائھا وحیضتھا وتغتسل وتصلی ۔(نسائی شریف، باب ذکر الاغتسال من الحیض، ص۲۸نمبر۲۱۱)اس حدیث میں قدر اقرائھا سے معلوم ہوا کہ قرء سے مراد حیض ہے (۲)دوسری حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطلیقتان وقروئھا حیضتان. (ابوداؤد شریف، باب فی سنة طلاق العبد، ص۲۲۳، نمبر۲۱۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آیت میں قروء سے مراد حیض ہے (۳)اگر عدت طہر سے گزاریں تو عدت یا تو ڈھائی طہر ہوگی یا ساڑھے تین طہر ہو جائے گی۔ کیونکہ سنت کے طریقے پر طلاق طہر میں دے گا، پس اگر اس طہر کو عدت میں شمار کریں تو کچھ نہ کچھ طہر کی مدت گزر چکی ہوگی اس لئے طلاق دی ہوئی طہر اور دو طہر ہوں گے تو ڈھائی طہر ہوئی۔ اور اگر طلاق دی ہوئی طہر کو عدت میں شمار نہ کریں تو اگلی تین طہر اور آدھی یہ تو ساڑھے تین طہر ہوں گی۔ اس لئے آیت ثلاثة قروء مکمل تین قروء پر عمل نہیں ہوا۔ اور قروء سے حیض مراد لیں تو ہر حال میں طہر میں طلاق کے بعد حیض سے عدت شروع ہو جائے گی اور تین حیض مکمل ہوں گے۔ اس لئے قروء سے حیض مراد لینا بہتر ہے۔

ترجمه: ۴؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قروٗ سے مراد طہر ہے۔

تشریح:امام شافعیؒ کی ایک روایت ہے کہ قرء سے طہر مراد ہے۔ موسوعہ میں ہے۔ قال و الأقراء عندنا و الله اعلم الاطھار ۔(موسوعہ امام شافعی، باب عدة المدخول بھا التی تحیض، ج احدی عشرة، ص۲۲۳، نمبر۱۹۱۲۷)اس عبارت میں ہے کہ قرو

۵ واللفظ حقيقة فيهمااذ هو من الاضداد كذا قال ابن السكيتؒ ولاينتظمها جملةً للاشتراک

٦ والحمل على الحيض اولىٰ اماعملا بلفظ الجمع لانه لوحمل علىٰ الاطهار والطلاق يوقع فى طهر لم يبق جمعاً

سے مراد طہر ہے۔

وجه : (۱) اثر میں ہے۔عن عائشة قالت الاقراء الاطهار ۔(سنن للبیہقی، جماع ابواب عدة المدخول بہا ج سابع ص ۶۸۲، نمبر ۱۵۳۸۳ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۵۳ ما قالوا فی الاقراء ماھی؟ ج رابع ص ۱۴۸، نمبر ۱۸۷۳۰) اس اثر میں ہے کہ قرء سے مراد طہر ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن عمرؓ انه طلق امرأته و هى حائض على عهد رسول الله ﷺ فسأل عمر بن الخطاب رسول الله ﷺ عن ذالک فقال رسول الله ﷺ: مره فليراجعها ، ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم ان شاء طلق قبل ان تمس فتلك العدة التى أمر الله أن يطلق لها النساء ۔(بخاری شریف، باب قول اللہ تعالیٰ: یآیہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ص ۹۳۸، نمبر ۵۲۵۱) اس حدیث میں طہر کو عدت قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرو سے مراد طہر ہے۔

ترجمه: ۵ اور لفظ قرء حقیقت ہے دونوں میں، اس لئے کہ وہ اضداد میں سے ہے ایسا ہی حضرت ابن السکیتؒ نے فرمایا اور وہ اشتراک کی وجہ سے ایک ساتھ دونوں کو شامل نہیں ہوسکتا۔

تشریح : بہت بڑے لغوی حضرت ابن سکیتؒ نے فرمایا ہے۔کہ لفظ قرء حیض کے معنی میں بھی حقیقت ہے اور طہر کے معنی میں بھی حقیقت ہے، اس لئے یہ لفظ دو معنوں میں مشترک ہے۔اور دونوں معانی ایک دوسرے کی ضد بھی ہے، کیوں کہ جس وقت قرو کا معنی حیض کا لیں گے تو اسی وقت طہر کا معنی نہیں لے سکتے، اور طہر کا معنی لیں گے تو حیض کا معنی نہیں لے سکتے۔اس لئے دو معنی میں سے ایک ہی معنی لیا جا سکتا ہے۔

ترجمه: ٦ اور حیض پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے، جمع کے لفظ پر عمل کرتے ہوئے۔اس لئے کہ اگر حمل کریں طہر پر اور طلاق واقع ہوگی طہر میں تو جمع کا لفظ باقی نہیں رہے گا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ قرء کو حیض پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ آیت میں ثلاثۃ قرء، تین کا جملہ ہے، اب حیض مراد لیں تب ہی مکمل تین پر عمل ہوگا اور طہر مراد لیں تو مکمل تین پر عمل نہیں ہوگا، یا ڈھائی طہر ہو جائے گا، یا ساڑھے تین طہر ہو جائے گا مکمل تین کبھی نہیں رہے گا، اس لئے کہ حدیث کی بنا پر طہر میں طلاق دینا سنت ہے، پس جس طہر میں طلاق دی اس کا کچھ حصہ لازمی طور پر گزر چکا ہوگا، اب اس کو شمار کرتے ہیں تو آگے دو طہر ملا کر ڈھائی طہر ہوئے، اور اگر اس کو شمار نہیں کرتے ہیں، تو کچھ حصہ اس طہر کا اور

ے اولانـه معرف لبراء ة الرحم وهو المقصود ۸؎ اولقوله عليه السلام وعدة الامة حيضتان فيلتحق بيانًا به (۲۰۶۵) وان كانت ممن لاتحيض من صغرٍ او كبر فعدتها ثلثة اشهر ﴾ ۱؎ لقوله تعالىٰ ﴿واللائى يئسن من المحيض من نسائكم ﴾الأية

آ گے تین طہر، دونوں ملا کر ساڑھے تین طہر ہو گئے، اس لئے مکمل تین پر عمل نہیں ہوا۔ اور اگر قرؤ سے حیض مراد لیا جائے تو مکمل تین پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ سنت کے مطابق طہر کے بالکل آخیر میں طلاق دی، اور اس کے بعد حیض شروع ہو گیا تو تین حیض مکمل ہو جائیں گے، اور اس طرح ثلاثۃ قرؤ، پر عمل ہو جائے گا۔

ترجمه: ے اور اس لئے کہ حیض ہی رحم کو صاف ہونا بتلاتا ہے، اور یہی مقصود ہے۔

تشـريح : قرؤ کے حیض ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے، کہ عدت کا مقصد رحم کو صاف کرنا ہے اور حیض ہی سے رحم صاف ہوتا ہے اس لئے اس قرؤ سے حیض مراد لینا مناسب ہے۔

ترجمه: ۸؎ اور اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ باندی کی عدت دو حیض ہے، تو یہ حدیث قرؤ کا بیان ہو گیا۔

تشـريح : حدیث میں ہے کہ قرؤ دو حیض ہیں اس لئے قرؤ سے حیض مراد ہوگا، اور یہ حدیث آیت کا بیان ہوگا۔ **عن عائشة عن النبى ﷺ قال طلاق الامة تطليقتان وقرو ئها حيضتان.** (ابو داؤد شریف، باب فی سنۃ طلاق العبد، ص ۲۲۳، نمبر ۲۱۸۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں، اس لئے قرؤ سے حیض مراد ہے۔

لغت :معرف: عرف سے مشتق ہے۔ پہچاننے کی چیز۔ برأۃ الرحم: رحم کو حمل سے بری کرنا، رحم کو صاف کرنا۔

ترجمه:(۲۰۶۵) اور اگر حیض نہ آتا ہو کم سنی کی وجہ سے، یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔

ترجمه: ۱؎ آیت۔ **واللائى يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر واللتى لم يحضن.** (آیت ۴، سورۃ الطلاق ۶۵) کی وجہ سے۔

وجــــه : آیت میں تین قسم کی عورتیں ہیں جنکی عدت مہینوں سے شمار کی جائے گی [۱] وہ عورتیں جنکو پہلے حیض آتا تھا، لیکن اب بوڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا، اور وہ حیض سے مایوس ہو گئیں انکی عدت تین مہینے ہیں **واللائى يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر**، سے انہیں کی عدت بیان کی گئی ہے۔ [۲] دوسری وہ نابالغ بچیاں جنکو ابھی حیض نہیں آتا، اگر انکو طلاق ہو جائے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ [۳] تیسری وہ عورتیں جو عمر سے بالغ ہو چکی ہیں، لیکن بچپنے سے اب تک حیض ہی نہیں آیا ہے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ ان دونوں قسموں کو۔ **واللتى لم يحضن.** میں بیان کیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔ **واللائى يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر واللتى لم يحضن.** (آیت ۴، سورۃ

۲ وكذا التى بلغت بالسن ولم تحض باخر الأية (٢٠٦٦)وان كانت حاملاًفعدتها ان تضع حملها﴾ ۱ لقوله تعالى﴿ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ (٢٠٦٧) وان كانت امةً فعدتها حيضتان﴾ ۱ لقوله عليه السلام طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان

الطلاق ۶۵)

ترجمہ: ۲ اور ایسے ہی جو عورت عمر سے بالغ ہوئی اور حیض نہیں آتا[اس کی عدت بھی مہینوں سے ہے،آیت کے آخری حصے سے۔

تشریح :یہ تیسری قسم کی عورت ہے،عورت کو حیض نہ آئے اور نہ حمل ٹھہرے تو پندرہ سال کے بعد اس کو بالغ شمار کرتے ہیں،یہ عورت عمر زیادہ ہونے سے بالغ ہوئی،چونکہ اس کو بھی حیض نہیں آتا اس لئے اس کی عدت بھی مہینوں سے شمار کی جائے گی،آیت کے آخیر حصے میں اس کا ذکر بھی ضمنا گزر گیا،آیت یہ ہے۔ واللتی لم یحضن.(آیت ۴،سورۃ الطلاق ۶۵)

ترجمہ: (۲۰۶۶) اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ حمل جن دے۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کا قول۔ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن.(آیت ۴،سورۃ الطلاق ۶۵) کی وجہ سے۔

تشریح:حاملہ عورت باندی ہو یا آزاد،[۱] طلاق واقع ہوئی،[۲] یا فسخ نکاح ہوا ہو[۳] یا شوہر کا انتقال ہوا ہو ہر حال میں اس کی عدت وضع حمل ہے،جیسے ہی بچہ جنے گی عدت پوری ہو جائے گی۔

وجہ :آیت میں ہے۔واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ۔(آیت ۴،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں, اولات الاحمال،جمع کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی حمل والیاں ہیں ان کی عدت وضع حمل ہے۔ چاہے آزاد ہو یا باندی، عدت طلاق ہو یا عدت وفات۔

ترجمہ:(۲۰۶۷)اور اگر باندی ہو تو اس کی عدت دو حیض ہیں۔

ترجمہ: ۱ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ باندی کی طلاق دو ہیں،اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔

وجہ:(۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن عائشة عن النبی ﷺ قال طلاق الامة تطليقتان وقرؤها حيضتان. (ابوداؤد شریف، باب فی سنۃ طلاق العبد،ص ۳۰۴،نمبر ۲۱۸۹/ترمذی شریف، باب ماجاء ان طلاق الامۃ تطلیقتان ،ص ۲۲۳،نمبر ۱۱۸۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو حیض ہیں۔(۲)۔باندی ہونے کی وجہ سے اس کی عدت آزاد سے آدھی ہو کر ڈیڑھ حیض ہونی چاہئے لیکن ڈیڑھ تو نہیں ہوگی پورے دو ہوں گے۔

۲ ولان الرق منصف والحيضة لاتتجزى فكملت فصارت حيضتين واليه اشار عمرؓ بقوله لو استطعت لجعلتها حيضة ونصفاً (۲۰۶۸) وان كانت لاتحيض فعدتها شهر ونصف ﴾ **ا** لانه متجزفا مكن تنصيفه عملا بالرق (۲۰۶۹) وعدةالحرة فى الوفات اربعة اشهر وعشر ﴾ **ا** لقوله

ترجمہ: ۲ اوراس لئے کہ رقیت آدھا کرنے والی ہے،اورحیض میں تجزی نہیں ہوتی،اس لئے دوحیض مکمل کردیا جائے گا اس لئے دوحیض ہوگئے،اسی کی طرف حضرت عمرؓ نے اشارہ کیا،کہ اگر میں کرسکتا تو ایک حیض اور آدھا کردیتا۔

تشریح: غلامیت نعمت اورعذاب کو آدھا کردیتی ہے،اس لئے آزادعورت کی عدت تین حیض ہیں تو اس کا آدھا ڈیڑھ حیض ہونا چاہئے،لیکن حیض کا آدھا نہیں ہوسکتا اس لئے دوحیض مکمل کردئے گئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک حیض اورآدھا کرسکتا تو کرلیتا۔

وجہ: (۱) غلامیت کی وجہ سے آدھا ہونے کی آیت یہ ہے۔فان اُتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ماعلی المحصنات من العذاب۔(آیت ۲۵،سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ باندی پرآزادعورت کا آدھا عذاب ہے۔(۲) اورحضرت عمر کا اثر یہ ہے۔ انه سمع عمر بن الخطابؓ يقول لو استطعت ان أجعل عدة الأمة حيضة و نصفا [فقال رجل فأجعلها شهرا و نصفا فسكت عمرؓ۔(سنن بیہقی،باب عدۃ الامۃ،ج سابع ص ۶۹۹،نمبر ۱۵۴۵۳) اس اثر میں ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ باندی کی عدت ایک حیض اورنصف کردوں،لیکن پھر چپ رہے،کیونکہ حیض کا آدھا نہیں ہوسکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۰۶۸) اوراگر باندی کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ایک ماہ اورآدھا ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مہینے کا ٹکڑا ہوسکتا ہے،اس لئے رقیت پرعمل کرتے ہوئے اس کا آدھا ٹکڑا ہوجائے گا۔

تشریح: جس باندی کو حیض نہیں آتا ہو تو چونکہ آزادعورت کی عدت تین مہینے ہیں اس لئے اس کا آدھا ایک مہینہ اورآدھا مہینہ عدت ہوگی۔اور چونکہ یہاں مہینے کا آدھا ہوسکتا ہے اس لئے یہاں رقیت [غلامیت] کی وجہ سے آزادعورت کا آدھا ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن على قال عدة الامة حيضتان فان لم تكن تحيض فشهر ونصف (سنن للبیہقی،باب عدۃ الامۃ ج سابع ص ۶۹۹،نمبر ۱۵۴۵۲) (۲) اس اثر میں بھی ہے۔عن عطاء فى عدة الامة صغيرة او قاعدة ،قال عمر شهر و نصف . (مصنف عبدالرزاق،باب عدۃ الامۃ صغیرۃ اوقد قعدت عن الحیض،ج سابع ص ۱۷۶،نمبر ۱۲۹۴۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

ترجمہ: (۲۰۶۹) اگرآزاد بیوی کا شوہر مرجائے تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہیں۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کے قول .و الذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا

تعالیٰ﴿ ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ﴾(۲۰۷۰) وعدة الامة شهران وخمسة ايام﴾ ۱؎ لان الرق منصف (۲۰۷۱)وان كانت حاملاً فعدتها ان تضع حملها﴾

. (آیت ۲۳۴، سورۃ البقرۃ ۲) کی وجہ سے۔

تشریح: عورت آزاد ہو اور اس کا شوہر مر جائے، اور وہ حاملہ نہ ہو تو اوپر کی آیت میں اس کی عدت چار ماہ اور دس دن بیان کی گئی ہے اس لئے اس کے لئے یہی عدت ہوگی۔

ترجمہ: (۲۰۷۰) اور اگر باندی ہو تو اس کی عدت دو مہینے پانچ روز ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ رقیت آدھا کرنے والی ہے۔

وجہ: (۱) اوپر آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس روز ہیں۔ اور باندی کا اس کا آدھا ہوتا ہے تو اس کی عدت دو ماہ پانچ روز ہوں گے (۲) **ان سعید بن المسیب وسلیمان بن یسار کانا یقولان عدة الامة اذا ھلک عنھا زوجھا شھران وخمس لیال**۔ (سنن للبیہقی، باب عدۃ الامۃ، ج سابع، ص ۷۰۱، نمبر ۱۵۴۵۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت وفات دو ماہ پانچ دن ہیں۔

کن کن حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

نمبر شمار	عورت کیسی ہے	صورت حال	عدت
(۱)	آزاد عورت حاملہ ہو	طلاق واقع ہوئی ہو	وضع حمل
(۲)		فسخ نکاح ہوا ہو	وضع حمل
(۳)		وفات ہوئی ہو	وضع حمل
(۴)		طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر مر گیا	وضع حمل
(۵)	باندی حاملہ ہو	طلاق واقع ہوئی ہو	وضع حمل
(۶)		فسخ نکاح ہوا ہو	وضع حمل
(۷)		وفات ہوئی ہو	وضع حمل
(۸)		طلاق کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر مر گیا	وضع حمل

ترجمہ: (۲۰۷۱) اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

۱؎ لاطلاق قوله تعالیٰ﴿ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن﴾ ۲؎ وقال عبداللّٰہ بن مسعود ؓ من شاء باهلته ان سورة النساء القصری نزلت بعدالأیةالتی فی سورة البقرة

ترجمه : ۱؎ اللہ تعالی کا قول ۔واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن .(آیت ۴، سورۃ الطلاق ۶۵) کی وجہ سے ۔

تشریح :عورت چاہے آزاد ہو چاہے باندی ہو[۱] اگر شوہر کی موت کے وقت وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے ۔[۲] طلاق کے وقت وہ حاملہ تھی تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے[۳] طلاق رجعی کی عدت گزار رہی تھی، اور اس دوران شوہر کا انتقال ہو گیا اور دونوں عدتیں جمع ہو گئیں، اور اس وقت وہ حاملہ تھی تو دونوں کی عدت وضع حمل ہے، جیسے ہی بچہ جنے گی دونوں عدت پوری ہو جائے گی ۔البتہ وراثت لینے کے لئے بعد کی عدت شمار کی جائے گی تا کہ عورت کو شوہر کی وراثت مل جائے ۔اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجه :(۱) آیت میں ہے کہ حمل والی کی عدت ہر حال میں وضع حمل ہے۔واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن . (آیت ۴، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں اولات جمع کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اولات الاحمال، مطلق ہے اس لئے اس میں تمام حاملہ داخل ہیں، اور سبھی حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔عن المسور بن مخرمة ان سبیعة الاسلمیة نفست بعد وفات زوجها بلیال فجائت النبی ﷺ فاستأذنته ان تنکح فاذن لها فنکحت . (بخاری شریف، باب واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ص ۸۰۱، نمبر ۵۳۲۰/ مسلم شریف، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها وغیرها بوضع الحمل، ص ۴۸۶، نمبر ۳۷۲۲/۱۴۸۴/ ترمذی شریف، نمبر ۱۱۹۳) اس حدیث میں سبیعہ کے شوہر کا انتقال ہوا اور وہ حاملہ تھی ۔پھر دس دنوں کے بعد وضع حمل ہو گیا تو حضور ؐ نے ان کو شادی کرنے کی اجازت دیدی۔جس سے معلوم ہوا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے(۳)عن ابی بن کعب قال قلت للنبی ﷺ﴿ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن﴾ للمطلقة ثلاثا او للمتوفی عنها زوجها ؟ قال هی للمطلقة والمتوفی عنها زوجها ۔(دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع ص ۲۶، نمبر ۳۹۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضع حمل مطلقہ اور متوفی دونوں کی عدت ہے۔ پہلے طلاق واقع ہوئی ہو اور اس کی عدت گزار رہی ہو اور اس درمیان شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس وقت عورت حاملہ تھی تو دونوں کی عدت وضع حمل ہی ہے۔(۴) عدت کا مقصد یہ ہے کہ رحم بچے سے صاف ہو جائے اور بچہ پیدا ہو گیا تو رحم مکمل صاف ہو گیا، اس لئے وضع حمل سے عدت گزر جائے گی۔

لغت:وضع حمل کا معنی ہے بچہ جننا۔

ترجمه : ۲؎ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا جو ہم سے مباہلہ کرنا چاہے تو اس سے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ نساء قصری[سورۃ

۳؎ وقال عمرؓ لو وضعت وزوجها علیٰ سریرة لانقضت عدتها وحل لها ان تتزوج (۲۰۷۲) واذا ورثت المطلقة فی المرض فعدتها ابعدالاجلین﴾

الطلاق] کی سورة اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے جو سورة بقرہ میں ہے۔

تشریح :نساء قصری سے سورة الطلاق ۶۵، مراد ہے نساء کبری سے سورة النساء۴، مراد ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ نساء قصری، یعنی سورة طلاق کی آیت۔ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن . (آیت۴، سورة الطلاق ۶۵) بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہ ناسخ ہے اور سورة بقرہ کی آیت۔ والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ۔(آیت۲۳۴، سورة البقرة۲) کی آیت پہلے نازل ہوئی ہے اس لئے حاملہ عورت کے لئے چار مہینے دس دن کی عدت نہیں ہے بلکہ وضع حمل ہے اس پر کوئی مباہلہ کرنا چاہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

وجہ: اثر یہ ہے۔ قال عبد الله و الله من شاء لاعنته لانزلت سورة النساء القصرى بعد اربعة أشهر و عشرة . و عن مسلم ابی الضحی قال كان علیؓ يقول آخر الأجلين ۔(سنن بیہقی، باب عدة الحامل من الوفاة، ج سابع ص ۷۰۶، نمبر ۱۵۴۷۴)(۲) بخاری شریف میں یہ اثر اس طرح ہے۔ فقلت هل سمعت عن عبد الله فيها شيئا ؟ فقال كنا عند عبد الله فقال : أتجعلون عليها التغليظ و لا تجعلون عليها الرخصة ؟ لنزلت سورة النساء القصرى بعد الطولى ﴿و أولات الاحمال أجلهن أن يضعن حملهن ۔(آیت۴، سورة الطلاق ۶۵) بخاری شریف، باب تفسیر سورة الطلاق، ص ۸۷۲، نمبر ۴۹۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عدت حمل کی آیت بعد میں ہے اور چار ماہ دس دن عدت کی آیت پہلے ہے اس لئے سب حاملہ کے لئے وضع حمل عدت ہوگی۔

ترجمہ : ۳؎ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر عورت بچہ جن دے اس حال میں کہ اس کا شوہر تخت پر ہو تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، اور اس کے لئے حلال ہوگا کہ شادی کرلے۔

تشریح: یہ اثر یہ ہے۔ عن نافع عن ابن عمرؓ سئل عن المرأة يتوفى عنها زوجها و هى حامل فقال ابن عمرؓ اذا وضعت حملها فقد حلت فأخبره رجل من الانصار ان عمر بن الخطابؓ قال لو ولدت و زوجها على السرير لم يدفن لحلت، واللہ اعلم۔(سنن بیہقی، باب عدة الحامل من الوفاة، ج سابع ص ۷۰۶، نمبر ۱۵۴۷۶) اس اثر میں ہے کہ شوہر مرنے کے بعد ابھی دفن بھی نہ ہوا ہوا اور وضع حمل ہو گیا تو اس کی عدت وفات اور عدت طلاق پوری ہوگئی۔

ترجمہ: (۲۰۷۲) اگر وارث ہو مطلقہ مرض الموت میں تو اس کی عدت دو عدتوں میں سے بعید تر ہے۔

۱ وهٰذا عندابی حنیفةؒ ومحمدؒ **۲** وقال ابویوسفؒ ثلٰث حیض **۳** ومعناه اذاکان الطلاق بائنا اوثلٰثا اما اذاکان رجعیا فعلیها عدة الوفات بالاجماع

ترجمہ: ۱ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: عورت حاملہ نہیں ہے اور شوہر نے مرض الموت میں بیوی کو طلاق بائنہ دی، یا تین طلاق دی۔ اب وہ عدت گزار رہی تھی اسی درمیان شوہر کا انتقال ہوا جس کی وجہ سے وہ شوہر کے مال کی وارث ہوگی۔ اس لئے جو عدت بعد تک رہے وہ عدت گزارنی ہوگی۔ اگر وفات کی عدت چار ماہ دس روز بعد تک رہے تو وہ عدت گزارے۔ اور تین حیض کی عدت بعد تک رہے تو وہ عدت گزارے۔ اسی کو ابعد الاجلین کہتے ہیں۔

وجہ: (۱) اس عورت کی دو حیثیتیں ہوگئیں۔ [۱] ایک تو یہ کہ وہ مطلقہ بائنہ ہے جس کی وجہ سے اس کو تین حیض عدت گزارنی ہے۔ اور چونکہ مرض الموت میں طلاق دی ہے اس لئے شوہر کے مال کا وارث بنی ہے اس لئے وہ بیوی بھی ہوئی [۲] اور اس کا شوہر انتقال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس پر عدت وفات چار ماہ دس دن گزارنا ہے۔ اس لئے دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرتے ہوئے دونوں عدتوں کو گزار دے اور بعد تک گزارتی رہے تاکہ دونوں عدتیں گزر جائیں (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عکرمة انه قال لو لم یبق من عدتها الا یوم واحد ثم مات ورثته واستانفت عدة المتوفی عنها ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۰۹ ما قالوا فی الرجل یطلق ثلاثا فی مرضہ فیموت اعلی امرأتہ عدة لوفاتہ، ج رابع، ص ۱۸۱، نمبر ۱۹۰۷۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مطلقہ ثلاثہ کا شوہر عدت کے اندر مر جائے تو وہ وارث بھی ہوگی اور از سر نو عدت وفات بھی گزارے گی۔

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تین حیض ہیں۔

تشریح: امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت میں پہلے سے مطلقہ ہے اس لئے وہ مطلقہ کی عدت تین حیض گزارے گی۔ عدت وفات نہیں گزارے گی کیونکہ وہ بیوی نہیں رہی ہے۔ البتہ چونکہ شوہر وراثت دینے سے بھاگ رہا تھا اس لئے شریعت نے اس کو وراثت دلوائی۔

ترجمہ: ۳ اس طلاق کا معنی یہ ہے کہ طلاق بائنہ ہو یا تین طلاق ہوں، بہر حال اگر طلاق رجعی ہو تو بالاتفاق اس پر عدت وفات ہے۔

تشریح: اوپر میں ابعد الاجلین کا اختلاف اس وقت ہے جبکہ شوہر نے طلاق بائنہ دی ہو، یا تین طلاق دی ہو تو وہ عورت شوہر سے منقطع ہوگئی۔ لیکن اگر شوہر نے مرض الموت میں ایک طلاق رجعی دی تھی، یا دو طلاق رجعی دی تھی اور وہ حامل نہیں تھی، اور وہ عدت گزار رہی تھی، اور اسی درمیان شوہر کا انتقال ہوگیا تو سب کے نزدیک عدت وفات چار ماہ دس روز گزارے گی۔

۴ لابی یوسفؒ ان النکاح قدانقطع قبل الموت بالطلاق ولزمتها ثلٰث حیض وانماتجب عدة الوفات اذا زال النکاح فی الوفات الاانه بقی فی حق الارث لافی حق تغیر العدة بخلاف الرجعی لان النکاح باق من کل وجه ۵ ولهما انه لما بقی فی حق الارث یجعل باقیا فی حق العدة احتیاطا فیجمع بینهما ۶ ولو قتل علیٰ ردته حتی ورثته امرأته فعدتها علیٰ هذا الاختلاف

وجه:اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی کی وجہ سے وہ ابھی بھی پورے طور پر بیوی ہے،اوراسی درمیان اس کا شوہر انتقال کر گیا اس لئے مکمل بیوی ہونے کی وجہ سے عدت وفات گزارے گی۔

ترجمہ: ۴ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق بائنہ کی وجہ سے موت سے پہلے نکاح ٹوٹ چکا ہے،اوراس کو تین حیض لازم ہو چکا ہے[اس لئے تین حیض ہی گزارے]اور عدت وفات لازم ہوتی ہے جبکہ وفات کی وجہ سے نکاح زائل ہو،مگر یہ کہ وراثت کے حق میں باقی رہے گی دوسرے کے حق میں نہیں،بخلاف طلاق رجعی کے اس لئے کہ نکاح ہر اعتبار سے باقی ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ وفات کی وجہ سے نکاح ٹوٹا ہو تب تو عدت وفات لازم ہوگی،لیکن یہاں طلاق بائنہ یا طلاق مغلظہ کی وجہ سے پہلے ہی نکاح ٹوٹ چکا ہے،اوراس کی عدت تین حیض لازم ہوگئی ہے اس لئے اب وہ تبدیل نہیں ہوگی،البتہ مرض الموت میں طلاق دیکر وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے اس لئے صرف وراثت کے سلسلے میں بیوی شمار کی جائے گی۔اور طلاق رجعی میں پورے طور پر نکاح موجود ہے اور وفات کی وجہ سے نکاح ٹوٹا ہے اس لئے وہاں عدت وفات لازم ہوگی۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طلاق بائنہ سے زوجیت منقطع ہو جاتی ہے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک طلاق بائنہ سے زوجیت منقطع نہیں ہوتی۔

ترجمہ:۵ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب وراثت کے حق میں بیوی باقی رہی تو احتیاطا اس کو عدت کے حق میں بھی بیوی باقی رکھا جائے اس لئے دونوں عدتوں کو جمع کیا جائے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ وراثت کے حق میں اس عورت کو بیوی قرار دیا تب ہی تو موت کے بعد اس کی وراثت ملی تو عدت کے حق میں بھی اس کو بیوی شمار کی جائے،اور بیوی رہتے ہوئے شوہر کا انتقال ہوا تو عدت وفات بھی گزارے گی، اور دونوں عدتوں کو جمع کر کے دوسری عدت کے پورے ہونے تک گزارتی رہے گی۔

ترجمہ: ۶ اوراگر شوہر مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یہاں تک کہ اس کی بیوی اس کی وارث ہوئی تو اس کی عدت بھی اسی اختلاف پر ہے۔

تشریح:شوہر جب مرتد ہوتا ہے تو مرتد ہوتے ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے،اس لئے شوہر کے قتل کے وقت وہ بیوی ہی نہیں ہے اس

ے وقیل عدتها بالحیض بالاجماع لان النکاح حینئذما اعتبر باقیا الی وقت الموت فی حق الارث لان المسلمة لاترث من الکافر(۲۰۷۳) فان اعتقت الامة فی عدتها من طلاق رجعی انتقلت عدتها الی عدة الحرائر ﴾ لے لقیام النکاح من کل وجه(۲۰۷۴) وان اعتقت وهی مبتوتة اومتوفی عنها

لئے عدت وفات گزارنے کی ضرورت نہیں ہے،صرف عدت فسخ نکاح گزارے گی،لیکن یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے،امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒفرماتے ہیں کہ چونکہ اس عورت کو وراثت لینی ہے،اس لئے اس کوموت تک بیوی شمار کی جائے اور عدت وفات بھی گزارے۔اورامام ابویوسفؒفرماتے ہیں کہ یہ موت تک بیوی نہیں ہے اسلئے صرف عدت فسخ نکاح گزارے۔

ترجمه : ے بعض حضرات نے فرمایا کہ بالاتفاق حیض سے ہےاس لئے کہ اس وقت وراثت کے حق میں بھی موت تک نکاح باقی نہیں رکھا گیا ہے،اس لئے کہ مسلمان کافرکا وارث نہیں ہوتا۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں بالاتفاق عورت فسخ نکاح کی عدت تین حیض گزارے گی عدت وفات نہیں گزارے گی ،کیونکہ شوہرمرتد ہونے کی وجہ سے کافر ہوکر مرااور مسلمان عورت کافر کا وارث نہیں ہوگی،اور جب وارث نہیں ہوئی تو نہ بیوی شمار کرنے کی ضرورت ہےاورنہ عدت وفات گزارنے کی ضرورت ہے۔

ترجمه:(۲۰۷۳) اگر باندی طلاق رجعی کی عدت میں آزاد کی گئی تواس کی عدت آزادکی عدت کی طرف منتقل ہوجائے گی۔

ترجمه: لے ہرطرح سے نکاح قائم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :باندی کوطلاق رجعی دی تھی جس کی عدت وہ گزاررہی تھی۔اس درمیان وہ آزادکردی گئی تواب وہ آزادعورت کی عدت تین حیض گزارے گی۔

وجه:(۱) طلاق رجعی دینے کی وجہ سے وہ ابھی بیوی تھی اسی درمیان آزادکردی گئی تو گویا کہ اب وہ آزادہوکر مطلقہ ہوئی ہےاور آزادعورت کی عدت تین حیض ہیں اس لئے اب وہ تین حیض عدت گزارے گی(۲) اس حدیث مرسل میں اس کا ثبوت ہے .عن ابن المسيب ان النبی ﷺ قال فی ام الولد . أعتقها ولدها ، و تعتد عدة الحرة ۔(مصنف عبدالرزاق،باب عدة السریة اذا أعتقت اومات عنها سیدها،ج سابع ،ص۱۸۳،نمبر۱۲۹۹۶)(۳) عن سعيد بن المسيب قال عدة ام الولد اربعة اشهر وعشرا . (مصنف ابن ابی شیبة،۱۵۵من قال عدتها اربعة أشهر وعشرا،ج رابع ،ص۱۴۹،نمبر۱۸۷۴۱)اس اثر میں ام ولد کی عدت چار ماہ دس دن ہےجس سے معلوم ہوا کہ آقا کے مرنے کے بعدام ولد آزاد ہو جائے گی اس لئے وہ آزاد کی عدت وفات گزارے گی۔

ترجمه :(۲۰۷۴)اوراگرآزادہوئی اس حال میں کہ وہ بائنہ تھی یااس کا شوہر مرگیا تھاتواس کی عدت آزادکی عدت کی طرف منتقل

زوجھا لم تنتقل عدتھا الیٰ عدۃ الحرائر﴾ ۱؎ لزوال النکاح بالبینونۃاو الموت (۲۰۷۵) وان کانت آئسۃً فاعتدت بالشھور ثم رأت الدم انتقض مامضی من عدتھا وعلیھا ان تستانف العدۃ بالحیض﴾

نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ طلاق بائنہ کی وجہ سے، یا موت کی وجہ سے نکاح زائل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: باندی کو طلاق بائنہ دی تھی اور وہ طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی تھی اس حال میں اس کو آقا نے آزاد کیا تو وہ باندی کی عدت دو حیض ہی گزارے گی، آزاد کی عدت تین حیض نہیں گزارے گی۔ اسی طرح شوہر کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے باندی کی عدت دو ماہ پانچ روز گزار رہی تھی اس حال میں آقا نے اس کو آزاد کیا تو وہ آزاد کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) وہ طلاق بائنہ کے وقت اور شوہر کی وفات کے وقت ہی سے بیوی نہیں رہی اس لئے عدت کے درمیان آزاد کی گئی تو اس کی عدت آزاد کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابراھیم قال.... اذا طلقت تطلیقتین ثم ادرکھا عتاقۃ اعتدت عدۃ الامۃ لما بانت منہ والمتوفی عنھا زوجھا کذلک . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۵۹ ما قالوا فی الامۃ تکون للرجل فیعتقھا تکون علیھا عدۃ؟، ج رابع، ص ۱۵۲، نمبر ۱۸۷۷۹) اس اثر میں ہے کہ دو طلاق بائنہ دی ہو پھر آقا نے آزاد کیا ہو بائنہ کی وجہ سے آزاد کی عدت نہیں گزارے گی۔ (۲) عن ابراھیم فی امرأۃ مات عنھا زوجھا ثم اعتقت قال تمضی علی عدۃ الامۃ ولیس لھا الا عدۃ الامۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۶۰ ما قالوا فی الرجل تکون تحتہ الامۃ فیموت ثم تعتق بعد موتہ، ج رابع، ص ۱۵۳، ۱۸۷۸۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی کی عدت دو ماہ پانچ دن گزارے گی۔ کیونکہ وفات کے وقت ہی سے وہ بیوی نہیں رہی ہے۔

ترجمہ: (۲۰۷۵) اگر آئسہ تھی اور عدت گزار رہی تھی مہینے سے پس خون دیکھا تو ٹوٹ جائے گی وہ عدت جو گزر چکی۔ اور اس کو از سرنو عدت گزارنا ہوگا حیضوں سے۔

تشریح: عورت کو حیض نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے وہ مہینوں سے عدت گزار رہی تھی۔ مثلا دو ماہ گزرنے کے بعد اس کو حیض کا خون آنا شروع ہو گیا تو پہلے دو مہینے عدت گزارے ہوئے بیکار گئے۔ اب شروع سے حیض کے ذریعہ تین حیض عدت گزارنا ہوگا۔

وجہ: (۱) مہینوں سے عدت گزارنا فرع تھا۔ عدت ختم ہونے سے پہلے وہ اصل پر قادر ہو گئی ہے اس لئے اب پوری عدت اصل ہی سے گزارنی ہوگی (۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الزھری فی امرأۃ بکر طلقت لم تکن حاضت فاعتدت شھرا او شھرین ثم حاضت قال تعتد ثلاث حیض۔ (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق التی لم تحض، ج سادس، ص ۲۶۹، نمبر ۱۱۱۵۳/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۴۲ الجاریۃ تطلق ولم تبلغ المحیض ما تعتد ج رابع، ص ۸۲، نمبر ۱۷۹۹۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دو ماہ کے بعد

ل ومعناه اذارأت الدم على العادة لان عودها يبطل الاياس هوالصحيح فظهر انه لم يكن خلفا وهذا لان شرط الخلفية تحقق الياس وذلك باستدامة العجز الى الممات كالفدية فى حق الشيخ الفانى

(۲۰۷۶)ولو حاضت حيضتين ثم ايست تعتدبالشهور ﴾ل تحرزا عن الجمع بين البدل والمبدل

حیض پر قادر ہو جائے جو اصل ہے تو تین حیض سے عدت گزارے۔

لغت : آئسۃ : وہ عورت جو حیض سے مایوس ہوگئی ہو اس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، تستأنف: شروع سے کرے۔

ترجمہ : ل اس کا معنی یہ ہے کہ خون کو اپنی پہلی عادت پر دیکھے۔

تشریح: اس پوری عبارت میں تین باتیں بتا رہے ہیں [۱] یہاں سے پہلی بات ہے کہ تھوڑا بہت خون دیکھنے سے حیض واپس نہیں ہوگا کیونکہ وہ استحاضہ کا خون بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ حیض سے مایوس ہونے سے پہلے جو حیض آنے کی عادت تھی اس طرح خون آنے لگے تب سمجھا جائے گا کہ مایوسی ختم ہوگئی اور اصل حیض آنے لگا۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ اس کا لوٹنا یاس کو باطل کر دیتا ہے، صحیح یہی ہے اس لئے ظاہر ہو گیا کہ خلیفہ نہیں رہا، اور یہ اس لئے ہے کہ خلیفہ کی شرط یاس کا متحقق ہونا ہے اور یہ موت تک عاجز ہو تب ہوتا ہے، جیسے کہ شیخ فانی کے حق میں فدیہ۔

تشریح : اس عبارت میں دو باتیں بتا رہے ہیں [۱] ایک یہ کہ مہینے سے عدت گزارنا خلیفہ ہے اور حیض سے عدت گزارنا اصل ہے، اس لئے جب عادت کے مطابق خون آ گیا اصل پر عمل کرنا ممکن ہو گیا اس لئے اب خلیفہ پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ خلیفہ پر عمل کرنے کی گنجائش اس وقت ہوگی جبکہ موت تک حیض سے مایوسی ہو، اور عاجز ہونا موت تک برقرار رہے، جیسے شیخ فانی موت تک روزہ نہیں رکھ سکتا ہے تب ہی فدیہ دینے کی گنجائش ہے۔ اور یہاں موت سے پہلے اصل حیض پر قادر ہو گئی اس لئے اب اصل پر عمل کرے گی۔

لغت : الیاس: حیض کے خون سے مایوس ہونے کو الیاس کہتے ہیں۔ استدامۃ: ہمیشہ رہنا۔ الشیخ الفانی: ایسا بوڑھا جو اب زندگی بھر روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

ترجمہ:(۲۰۷۶) اگر دو حیض آیا پھر مایوس ہوگئی تو اب مہینے سے عدت گزارے گی۔

ترجمہ: ل بدل اور مبدل کو جمع کرنے سے بچنے کے لئے۔

تشریح: پہلے حیض آتا تھا اس لئے دو حیض سے عدت گزاری درمیان میں خون بالکل بند ہو گیا تو اب پوری عدت تین مہینے سے گزارے، پہلا حیض بیکار گیا، تاکہ حیض جو مبدل ہے اور مہینہ جو اس کا بدل ہے دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہو جائے۔

وجہ:(۱) اس اثر میں کہ اب تین حیض سے عدت گزارے۔ **عن عطاء قال ان اعتدت حيضة واحدة ثم جلست فانها**

(۲۰۷۷)والمنکوحة نکاحاً فاسداً والموطوء ۃ بشبهة عدتهما الحیض فی الفرقة والموت ﴾لـ لانها للتعرف عن براء ۃالرحم لاالقضاء حق النکاح والحیض هوالمعرف

تعتد ثلاثة اشهر و لا تعتد بالحیضة ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب طلاق التی لم تحض، ج سادس،ص ۲۶۹،نمبر ۱۱۱۵۷)اس میں ہے کہ تین مہینے عدت گزارے۔

ترجمہ :(۲۰۷۷)جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہو اور شبہ میں وطی ہوئی ہو تو ان دونوں کی عدت حیض ہیں فرقت اور موت کی شکل میں۔

ترجمہ : لـ اس لئے کہ حیض رحم کی صفائی کو معلوم کرنے کے لئے ہے حق نکاح کو پورا کرنے کے لئے نہیں،اور حیض ہی شناخت کرنے والا ہے۔

تشریح :عورت سے نکاح فاسد کیا یا شبہ میں وطی کرلی۔مثلا یہ سمجھ کر کہ بیوی ہے رات میں وطی کرلی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اجنبیہ ہے تو ان دونوں کے لئے تفریق ضروری ہے۔اور تفریق کے بعد عدت گزارنی ہوگی۔اور اگر ان دونوں کے شوہر کا انتقال ہو تب بھی عدت وفات نہیں گزارے گی بلکہ عدت تفریق یعنی تین حیض گزارے گی۔

وجہ (۱) اصل میں یہ شوہر کی بیوی ہی نہیں ہے۔کیونکہ نکاح فاسد کو حتی الامکان توڑ دینا چاہئے۔اور شبہ کی وطی میں تو نکاح ہے ہی نہیں تو بیوی کیسے ہوئی؟اس لئے اس کے نقلی شوہر کے مرنے پر نہ غم ہے نہ افسوس۔اس لئے موت کی عدت نہیں گزارے گی۔البتہ وطی یا نکاح ہوا ہے اس لئے تفریق پر حیض سے عدت گزارے گی۔کیونکہ یہ عدت رحم کو صاف کرنے کے لئے گزارتے ہیں،حیض سے ہی معلوم ہوگا کہ رحم بالکل صاف ہو گیا،اس لئے وفات میں بھی حیض ہی سے عدت گزارے گی (۲) اثر میں ہے کہ نکاح فاسد نکاح نہیں ہے۔عن عطاء قال من نکح علی غیر وجه النکاح ثم طلق فلا یحسب شیئا،انما طلق غیر امرأته۔ (مصنف عبدالرزاق، باب النکاح علی غیر وجہ النکاح ج سادس،ص ۱۶۳،نمبر ۱۰۵۵۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد نکاح ہی نہیں ہے۔(۳)اور عدت گزارنے کے لئے اثر یہ ہے۔ان علی بن ابی طالب اتی بامرأة نکحت فی عدتها وبنی بها ففرق بینهما وامرها ان تعتد بما بقی من عدتها الاولی ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة۔(مصنف عبدالرزاق،باب نکاحها فی عدتها،ج سادس،ص ۱۶۶،نمبر ۱۰۵۷۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد میں تفریق کے بعد عورت عدت گزارے گی۔لیکن چونکہ حقیقی شوہر نہیں ہے اس لئے عدت وفات نہیں گزارے گی۔

لغت : للتعرف عن براۃ الرحم :براۃ الرحم: کا ترجمہ ہے کہ رحم بچے سے بری ہے،یعنی رحم کے اندر بچہ نہیں ہے،عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ حیض آنا اس بات کی علامت ہے کہ رحم میں بچہ نہیں ہے۔اسی سے ہے،معرف: پہچاننے کا آلہ،یعنی حیض آنا پہچاننے

(۲۰۷۸)واذامات مولی ام الولد عنها اواعتقها فعدتها ثلث حیض ﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ حیضة واحدة لانها تجب بزوال ملک الیمین فشابهت الاستبراء

کا آلہ ہے کہ رحم میں بچہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۰۷۸) جب ام ولد کا آقا مر گیا، یا اس کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

وجہ :(۱)ام ولد کا آقا اس کا شوہر نہیں ہے بلکہ آقا ہے اس لئے اس کے مرنے پر شوہر کی عدت وفات چار ماہ دس روز نہیں گزارے گی۔لیکن چونکہ آقا سے صحبت کروائی تھی اس لئے رحم صاف کروانے کے لئے تین حیض عدت گزارے تا کہ رحم مکمل طور پر صاف ہو جائے ،اور تین حیض اس لئے ہے کہ یہ آزاد ہو کر عدت گزار رہی ہے،اس لئے تین حیض ہوگی۔(۲) اثر میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کیا ہے۔ان عمرو بن العاص امر ام ولد اعتقت ان تعتد ثلاث حیض و کتب الی عمر فکتب بحسن رأیہ. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۷ ما قالوا فی ام الولد اذا اعتقت ،کم تعتد؟ ج رابع ،ص ۱۵۰،نمبر ۱۸۷۵۵ رمصنف عبد الرزاق ،باب عدۃ السریۃ اذا اعتقت او مات عنھا سیدھا، ج سابع ،ص ۱۸۳،نمبر ۱۲۹۹۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ام ولد تین حیض عدت گزارے گی۔(۳) اس اثر میں بھی ہے۔عن ابراھیم قال اذا أعتقت السریة او مات عنها سیدها فانها تعتد ثلاثة قرؤ ۔(مصنف عبد الرزاق ، باب عدۃ السریۃ اذا اعتقت او مات عنھا سیدھا، ج سابع ،ص ۱۸۳،نمبر ۱۲۹۹۶) کہ ام ولد باندی آزاد کی گئی، یا آقا کی موت ہوئی تو وہ تین حیض سے عدت گزارے گی۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک حیض ہے اس لئے کہ ملک یمین زائل ہونے کی وجہ سے عدت واجب ہوئی ہے،اس لئے استبراء کے مشابہ ہو گئی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا ام ولد کا شوہر تو ہے نہیں اس لئے ملک یمین زائل ہونے کی وجہ عدت واجب ہوئی ہے،اور ملک یمین زائل ہونے پر استبراء رحم کے لئے ایک حیض گزارنا پڑتا ہے اس لئے یہاں بھی ایک حیض ہی سے عدت گزارنی پڑے گی۔

وجہ : (۱) اثر میں ہے۔عن الحسن انه کان یقول عدتها حیضة اذا توفی عنها سیدها.وعن ابن عمر قال عدتها حیضة. (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۵۶ من قال عدۃ ام الولد حیضۃ ،ج رابع ،ص ۱۵۰،نمبر ۱۸۷۴۹/ ۱۸۷۴۷ رمصنف عبد الرزاق ،باب عدۃ السریۃ اذا اعتقت او مات عنھا سیدھا ، ج سابع ،ص ۱۸۳،نمبر ۱۲۹۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی عدت ایک حیض ہے جب اس کا آقا مر جائے۔

بعض ائمہ کے نزدیک چار ماہ دس دن ہے (۱) انکی دلیل یہ اثر ہے۔عن عمر بن العاص قال لا تلبسوا علینا سنته قال ابن

۲ ولنا انها وجبت بزوال الفراش فاشبه عدة النكاح ثم اما منافيه عمرؓ فانه قال عدة ام الولد ثلث حيض (۲۰۷۹)ولو كانت ممن لاتحيض فعدتها ثلثة اشهر ﴾ ا كما فى النكاح(۲۰۸۰) واذا مات الصغير عن امرأته وبها حبل فعدتها ان تضع حمله﴾ ا وهذا عندابى حنيفةؒ ومحمدؒ

المثنى : سنة نبينا ـﷺ عدة المتوفى عنها اربعة أشهر و عشرة يعنى أم الولد ـ(ابوداود شريف، باب فی عدة ام الولد،ص ۳۲۳،نمبر ۲۳۰۸رمصنف عبد الرزاق، باب عدة السرية اذا اعتقت او مات عنها سيدها،ج سابع،ص ۱۸۳،نمبر ۱۲۹۹۴)
اس اثر میں ہے کہ ام ولد کا آقا مرجائے تو چار ماہ دس دن عدت گزارے۔

ترجمہ : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ فراش کے زوال پر عدت واجب ہوئی ہے اس لئے عدت نکاح کے مشابہ ہوگئی، پھر اس میں ہمارا امام حضرت عمر ابن العاصؓ ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ام ولد کی عدت تین حیض ہے۔

تشریح: ہماری دلیل عقلی یہ ہے کہ یہ باندی ام ولد ہے اس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے یہ نکاح کے مشابہ ہوگیا صرف زوال ملک کے مشابہ نہیں رہا، اور زوال نکاح پر تین حیض سے عدت گزارتے ہیں اس لئے یہ تین حیض سے عدت گزارے گی۔
دوسری دلیل نقلی یہ ہے کہ حضرت عمر ابن العاص کا قول ہے کہ تین حیض سے عدت گزارے گی۔۔ یہ اثر ابھی اوپر گزر گیا۔

ترجمہ:(۲۰۷۹) اگر ام ولد اس میں سے ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔

ترجمہ: ا جیسے کہ نکاح میں ہوتا ہے۔

تشریح :ام ولد کو حیض نہیں آتا ہے اور اس کا آقا مر گیا تو تین مہینے سے عدت گزارے گی، کیونکہ جب اس کی عدت اوپر تین حیض تھی، اور اس کو خون نہیں آتا ہے تو اس کے بدلے میں تین مہینے عدت ہوگی، جیسا کہ نکاح میں ہوتا ہے۔

ترجمہ:(۲۰۸۰) اگر بچہ مر گیا بیوی چھوڑ کر اور حال یہ ہے کہ بیوی کو حمل ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

ترجمہ: ا یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح :یہ تو طے ہے کہ شوہر بچہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو جو حمل ہے وہ شوہر کا نہیں ہے کسی اور کا ہے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس سے نطفہ متصور نہیں ہے۔ لیکن نکاح موجود ہے اس لئے نکاح کے حق کو ادا کرنے کے لئے وضع حمل عدت ہوگی، کیونکہ آیت میں حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

وجہ:(۱) آیت یہ ہے۔ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ـ(آیت ۴،سورۃ الطلاق ۶۵) آیت سے معلوم ہوا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

۲ وقال ابويوسفؒ عدتها اربعة اشهر وعشر وهوقول الشافعیؒ لان الحمل ليس بثابت النسب منه فصار كالحادث بعد الموت ۳ لهما اطلاق قوله تعالى ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ ۴ ولانها مقدرة بمدة وضع الحمل فی اولات الاحمال قصرت المدة اوطالت لا للتعرف عن فراغ الرحم لشرعها بالاشهر مع وجودالاقراء لكن لقضاء حق النكاح وهذا المعنىٰ يتحقق فی الصبی وان لم يكن الحمل منه ۵ بخلاف الحمل الحادث لانه وجبت العدة بالشهور فلا تتغير

ترجمه : ۲ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے، اس لئے کہ نسب اس سے ثابت نہیں ہے، تو ایسا ہوا کہ موت کے بعد حمل ٹھہرا ہو۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ صغیر کی بیوی چار ماہ دس دن عدت گزارے گی، اور اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ حمل شوہر سے ثابت النسب نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں عورت حاملہ نہیں ہوئی، اس لئے شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن عدت گزارے گی، اور ایسا ہو گیا کہ شوہر کے مرنے کے بعد حمل ٹھہرا، تو چار ماہ دس دن ہی عدت گزارے گی۔

ترجمه : ۳ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل اللہ تعالی کا قول۔ واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ۔(آیت ۴، سورۃ الطلاق ۶۵) ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں مطلق حمل والی کی عدت وضع حمل ہے اور یہ حاملہ ہے اس لئے اس کی عدت بھی وضع حمل ہوگی چاہے بچہ ثابت النسب ہو یا نہ ہو۔

ترجمه : ۴ اور اس لئے کہ حمل والی عورتوں میں عدت کا اندازہ وضع حمل پر ہے خواہ تھوڑی مدت ہو یا زیادہ، اور یہ اس لئے نہیں کہ رحم کا حمل سے خالی ہونا معلوم کیا جائے، کیونکہ عدت وفات حیض کے موجود رہتے ہوئے مہینوں کے ساتھ مشروع کی گئی ہے، بلکہ حق نکاح کے ادا کرنے کے لئے ہے، اور حق نکاح کا ادا کرنا طفل صغیر میں بھی پایا جاتا ہے اگر چہ اس کے نطفہ سے حمل نہ ہو۔

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے۔ وفات کے بعد جو عدت گزاری جاتی ہے وہ حمل سے رحم کو خالی ہونا معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ حق نکاح ادا کرنے کے لئے ہے، یہی وجہ ہے کہ عورت حیض والی ہو تب بھی عدت وفات حیض سے نہیں ہے بلکہ مہینوں سے ہے، اور صغیر میں بھی نکاح موجود ہے اور عورت حاملہ ہے اس لئے اس کے حق کو ادا کرنے کے لئے وضع حمل ہوگا چاہے مدت لمبی ہو یا مختصر۔

ترجمه : ۵ بخلاف وہ حمل جو بعد میں ٹھہرا ہو اس لئے کہ عدت پہلے مہینے کے ساتھ واجب ہو چکی ہے اس لئے حمل پیدا ہونے سے متغیر نہیں ہوگی، اور ہمارے اس مسئلہ میں جب عدت واجب ہوئی تب ہی سے حمل کی مدت کے ساتھ واجب ہوئی، پس دونوں

بحدوث الحمل وفيما نحن فيه كما وجبت وجبت مقدرة بمدة الحمل فافترقا ٦ ولايلزم امرأة الكبير اذا حدث لها الحبل بعد الموت لان النسب يثبت منه فكان كالقائم عند الموت حكما (۲۰۸۱) ولايثبت نسب الولد في الوجهين ﴾ ١ لان الصبي لا ماء له فلايتصور منه العلوق والنكاح يقام مقامه في موضع التصور

مسئلوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو پہلا جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ صغیر کی موت کے بعد حمل ظاہر ہوا ہوتو چار ماہ دس دن عدت واجب ہوتی ہے اسی طرح یہاں کیا جائے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، صغیر کی موت کے وقت حمل نہ ہوتو مہینے کے ساتھ عدت لازم ہو جائے گی، اب بعد میں حمل پیدا ہوا تو اس سے پہلی عدت تبدیل نہیں ہوگی، کیونکہ وہ تو لازم ہو چکی ہے، اور چونکہ صغیر سے نسب بھی ثابت نہیں ہوگا، اس لئے موت سے پہلے حمل ماننے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہمارے مسئلے میں موت سے پہلے سے حمل ہے، اس لئے شروع سے وضع حمل ہی عدت لازم ہوئی، اس لئے مہینے کی طرف منتقل نہیں ہوگی، اس لئے دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا۔

ترجمہ : ٦ اور اس پر بالغ مرد کی بیوی کا اعتراض لازم نہیں آتا، جبکہ بالغ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کا حمل ظاہر ہوا ہو، کیونکہ حمل کا نسب اس بالغ سے ثابت ہوگا۔ تو گویا کہ وہ حکما موت کے وقت موجود تھا۔

تشریح : فصار کالحادث بعد الموت: کا یہ دوسرا جواب ہے۔ شوہر کی موت کے بعد حمل ظاہر ہوا ہو، اس کی ایک شکل تھی کی صغیر کی موت کے بعد حمل ظاہر ہوا ہو، اس کا جواب پہلے گزر گیا، اب دوسری شکل ہے کہ شوہر بالغ ہے اور اس کی موت کے بعد حمل ظاہر ہوا ہے، تو اس میں بالاتفاق بالغ کی بیوی وضع حمل کی عدت گزارے گی، چار مہینے دس روز نہیں گزارے گی، کیونکہ اس حمل کا نسب بالغ شوہر سے ثابت ہے، تو چاہے حمل بعد میں ظاہر ہوا ہو لیکن حکما ہم اس کو موت سے پہلے مانیں گے، اور جب موت سے پہلے حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ بچے کا حمل نہیں ہے اس لئے گویا کہ وہ غیر حاملہ ہے۔

ترجمہ: (۲۰۸۱) اور دونوں صورتوں میں بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ صغیر کا نطفہ نہیں ہوتا اس لئے اس کی طرف سے حمل بھی متصور نہیں ہوگا، اور نکاح تصور کی جگہ میں وطی کے قائم مقام ہوتا ہے۔

تشریح :صغیر کی موت سے پہلے اس کی بیوی کو حمل ظاہر ہوا ہو، یا موت کے بعد ظاہر ہوا ہو ہر حال میں بچے کا نسب صغیر سے ثابت نہیں کیا جائے گا، کیونکہ نکاح کو وطی کے قائم اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ وہاں وطی کا تصور ہو، اور یہاں بچہ ہونے کی وجہ سے نطفہ کا تصور

(۲۰۸۲) واذا طلق الرجل امراةً فی حالة الحیض لم تعتد بالحیضة التی وقع فیها الطلاق ﴾ لے لان العدة مقدرة بثلث حیض کوامل فلاینقص عنها (۲۰۸۳) واذا وطئت المعتدة بشبهةفعلیها عدة اخری وتداخلت العدتان ویکون ماتراه المرأة من الحیض محتسبا منهما جمیعا واذاانقضت العدة الاولی ولم تکمل الثانیة فعلیها اتمام العدةالثانیة﴾ لے وهذا عندنا

ہی نہیں ہے اسلئے اس سے حمل ٹھہرنے کا بھی تصور نہیں ہے اس لئے اس سے نسب بھی ثابت نہیں کیا جائے گا۔لغت۔علوق: حمل ٹھہرنا

ترجمه:(۲۰۸۲) اگر مرد نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ حیض شمار نہیں ہوگا جس میں طلاق دی۔

ترجمه: لے اس لئے کہ عدت مکمل تین حیض متعین ہے،اس لئے اس سے کم نہیں ہوگا۔

تشریح : حیض کی حالت میں طلاق نہیں دینا چاہئے لیکن اگر کسی نے دیدی تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلے تین حیض عدت گزارے۔

وجه : (۱) اگر اس حیض کو شمار کریں تو عدت ڈھائی حیض ہوں گے۔مکمل تین حیض نہیں ہوں گے جبکہ آیت میں مکمل تین حیض کی تاکید ہے۔والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثه قروء . (آیت ۲۲۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں تین کا لفظ قطعی ہے اس لئے جس حیض میں طلاق واقع ہوئی ہے وہ حیض عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا (۲) اثر میں ہے۔عن ابن عمر اذا طلقها وهی حائض لم تعتد بتلک الحیضة۔(۳) دوسری روایت میں ہے.عن الفقهاء من اهل المدینة کانوا یقولون من طلق امرأته وهی حائض او هی نفساء فعلیها ثلاث حیض سوی الدم الذی هی فیه. (سنن للبیہقی ،باب لاتعتد بالحیضة التی وقع فیها الطلاق، ج سابع ،ص ۶۸۷ ،نمبر ۱۵۴۰۳ رمصنف عبدالرزاق ، باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا وهی حائض اونفساء اهی تحتسب بتلک الحیضة؟، ج سادس،ص ۲۴۵ ،نمبر ۱۱۰۰۹) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ طلاق والا حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۲۰۸۳) اگر عدت گزارنے والی عورت سے شبہ میں وطی کر لی گئی تو اس پر دوسری عدت ہے۔اور دونوں عدتیں متداخل ہوں گی، پس عورت جو دیکھے گی حیض میں سے تو دونوں میں شمار ہوں گے۔اور جب پوری ہو جائے گی پہلی عدت اور نہ پوری ہو دوسری تو اس پر دوسری عدت کو پورا کرنا ہے۔

ترجمه: لے یہ ہمارے نزدیک ہے۔

تشریح : شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دی تھی جس کی وجہ سے وہ عدت گزار رہی تھی مثلا ایک حیض گزار چکی تھی کہ شوہر نے شبہ میں وطی کر لی تو اب اس عورت کو وطی بالشبہ کی عدت تین حیض گزارنی ہوگی۔البتہ ایک عدت دوسری عدت میں تداخل ہو جائے گی۔اس نقشے کو دیکھیں۔

۲؎ وقال الشافعیؒ لاتتداخلان لان المقصود هو العبادة فانها عبادة كف عن التزوج و الخروج فلا تتداخلان كالصومين فی يوم واحد

پہلی عدت	[۱] پہلاحیض	[۲] دوسراحیض	[۳] تیسراحیض	[۴]
وطی بالشبہ کی عدت		[۱] پہلاحیض	[۲] دوسراحیض	[۳] تیسراحیض

تداخل کی شکل یہ بنے گی کہ، پہلی عدت کا دوسرا حیض گزرا تو وطی بالشبہ کا بھی پہلا حیض گزرا، اوراس کا تیسرا حیض گزرا تو وطی بالشبہ کا دوسرا حیض گزرا، اور پہلی عدت پوری ہوگئی اور وطی بالشبہ کے لئے تیسرا حیض گزارے گی تو یہ عدت بھی پوری ہو جائے گی، جو حقیقت میں چوتھا حیض ہوگا۔اس طرح دونوں عدتوں کا تداخل ہو جائے گا۔

وجه: (۱) وطی بالشبہ کی عدت گزارنے کی دلیل یہ ہے۔ان علی ابن ابی طالب اتی بامرأة نكحت فی عدتها وبنی بها ففرق بينهما امرها ان تعتد بما بقی من عدتها الاولی ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة. (مصنف عبدالرزاق، باب نکاحھا فی عدتھا، ج سادس، ص۱۶۶، نمبر ۱۰۵۷۳) اس اثر میں ثم تعتد من هذا عدة مستقبلة سے فرمایا کہ وطی بالشبہ کی عدت پہلی عدت کے بعد گزارے۔(۲) اور دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی اس کی دلیل حضرت عمر کا قول ہے۔ ان عمر بن الخطاب جعل للذی تزوجت فی عدتها مهرها كاملا بما استحق منها ويفرق بينهما ولا يتناكحان ابدا وتعتد منهما جميعا ۔(۳) اور دوسری روایت میں ہے۔وقال الشعبی تعتد من الآخر ثم تعتد بقية عدتها منها. (مصنف عبدالرزاق، باب نکاحھا فی عدتھا، ج سادس، ص۱۶۸، نمبر ۱۰۵۸۵/۱۰۵۸۶ / سنن للبیہقی، باب اجتماع العدتین ج سابع ص۲۵۷، نمبر ۱۵۵۳۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی۔

ترجمه: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں عدتیں تداخل نہیں ہوں گی، اس لئے کہ مقصد عبادت ہے، اور نکاح سے رکنے اور گھر سے نکلنے سے رکنے کا نام عبادت ہے، اور عبادت میں تداخل نہیں ہوتا، جیسے ایک ہی دن میں دو روزے نہیں ہو سکتے۔

تشريح: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں عدتوں میں تداخل نہیں ہوگا، بلکہ پہلی عدت پوری ہونے کے بعد دوسری عدت شروع کرے۔لیکن موسوعہ میں ہے کہ ایک جنس کے ہوں تو دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا۔عبارت یہ ہے۔اذا تزوجت فی عدتها فوطئها الزوج ثم تتاركا حتی وجبت عليها عدة اخری فان العدتين تتداخلان ۔(موسوعہ امام شافعی، باب اجتماع العدتین، ج احدی عشرة، ص۳۰۷، مسئلہ نمبر ۱۰۳۰، نمبر ۱۹۵۴۷) اس عبارت میں ہے کہ دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی۔

۳ ولنا ان المقصود التعرف عن فراغ الرحم و قدحصل بالواحده فتتدخلان ۴ ومعنیٰ العبادة تابع الاتری انها تنقضی بدون علمها ومع ترکها الکف

وجه :(۱) تداخل نہ ہونے کی دلیل عقلی یہ ہے۔ کہ عدت کا مقصد عبادت ہے،اوراس عبادت میں خاص بات یہ ہے کہ نکاح کرنے سے رکے اور گھر سے باہر جانے سے رکے،اوران دونوں میں تداخل نہیں ہوتا،جیسے دوروزے ایک ہی دن میں رکھے تو دونوں تداخل ہوکر صحیح نہیں ہوگا اسی طرح دو عدتیں عبادت ہیں اس لئے دونوں تداخل ہوکر صحیح نہیں ہے ۔[۱] نکاح سے رکے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **و لا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله** ۔(آیت ۲۳۵،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا ارادہ بھی نہ کرو۔[۲]اور گھر سے نہ نکلے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **لا تخرجوهن من بیوتهن و لا یخرجن الا أن یأتین بفاحشة مبینة و تلک حدود الله و من یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه** ۔(آیت ۱،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں ہے کہ عدت میں نہ عورت کو گھر سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں یہ اللہ کے حدود ہیں ۔(۲)اس اثر میں ہے کہ تداخل نہ ہو. **عن ابن المسیب ان طلیحة بنت عبید الله نکحت رشیدا الثقفی فی عدتها فجلدها عمر بالدرة و قضی أیما رجل نکح امرأة فی عدتها فأصابها فانه یفرق بینهما ، ثم لا یجتمعان أبدا و تستکمل بقیة عدتها من الاول ، ثم تستقبل عدتها من الآخر** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب نکاحھا فی عدتھا،ج سادس،ص ۱۶۸ نمبر ۱۰۵۸۰ رسنن للبیہقی ، باب اجتماع العدتین ،ج سابع ،ص ۷۲۵،نمبر ۱۵۵۳۹)اس اثر میں ہے کہ پہلے پہلی عدت پوری کرے، اس کو پوری کرنے کے بعد دوسری عدت شروع کرے۔

ترجمه: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت کا مقصد یہ پہچاننا ہے کہ رحم خالی ہے اور یہ ایک عدت سے حاصل ہو گیا،اس لئے دونوں عدتیں تداخل ہو جائیں گی۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت کا مقصد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ رحم حمل سے خالی ہے،اور ایک عدت سے اس کا پتہ چل گیا اس لئے دوسری عدت الگ سے گزاروانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی گزر جائے تو بہتر ہے،اس لئے تداخل ہو جائے گا۔

ترجمه : ۴ اور عبادت کا معنی تابع ہے،کیا نہیں دیکھتے کہ بغیر عورت کے علم کے عدت گزر جاتی ہے،اور گھر سے باہر جانے سے، اور نکاح سے رکنا نہ ہو تب بھی عدت گر جاتی ہے[اس لئے عبادت کا معنی تابع ہے اس لئے تداخل ہو جائے گا]

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ عدت عبادت ہے اس لئے تداخل نہیں ہوگا۔اس کا جواب ہے کہ عبادت کا معنی اس میں تابع ہے، برأۃ رحم اصل ہے۔ تابع ہونے کی دو دلیلیں دے رہے ہیں[۱]ایک دلیل یہ ہے کہ عبادت نیت سے ہوتی ہے،اور کسی عورت کو یہ معلوم نہ ہو کہ مجھے طلاق دی ہے،اور تین حیض گزر جائے تب بھی عدت گزر جاتی ہے، پس اگر یہ

(۲۰۸۴) والمعتدة عن وفاة اذا وطئت بشبهة تعتد بالشهور وتحتسب بما تراه من الحيض فيها ﴾

لے تحقيقا للتداخل بقدر الامكان (۲۰۸۵) وابتدأ العدة فی الطلاق عقيب الطلاق وفی الوفاة عقيب الوفاة فان لم تعلم بالطلاق او الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها ﴾ لے لان سبب وجوب العدة الطلاق او الوفاة فيعتبر ابتداء ها من وقت وجود السبب

عبادت اصلی ہوتی تو بغیر علم کے عدت نہ گزرتی ۔[۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ نکاح سے رکنے کا نام عدت ہے، پس اگر کسی عورت نے عدت کے درمیان نکاح کر لیا اور تین حیض تک نکاح کے ساتھ رہی تب بھی عدت پوری جائے گی ، اگر عبادت اصل ہوتی تو نکاح کے ہوتے ہوئے عدت نہ گزرتی ۔ اسی طرح گھر سے نہ نکلنے کا نام عدت ہے، لیکن وہ تین حیض تک گھر سے نکلی رہی تب بھی عدت گزر جائے گی ، اگر عبادت اصل ہوتی تو گھر سے نکلنے میں عدت نہ گزرتی ، معلوم ہوا کہ عبادت اصل نہیں ہے وہ تابع ہے۔

لغت : الکف : یہاں کف میں گھر سے نکلنے سے رکنا بھی شامل ہے، اور نکاح کرنے سے رکنا بھی شامل ہے۔

ترجمہ: (۲۰۸۴) وفات کی عدت گزارنے والی سے وطی بالشبہ کر دی گئی تو مہینے سے عدت گزارے گی اور اس درمیان جو کچھ حیض دیکھے اس کو گنتی رہے گی۔

ترجمہ: لے بقدر امکان تداخل کو متحقق کرنے کے لئے۔

تشریح: مثلا عورت عدت وفات چار ماہ دس دن گزار رہی تھی، دو ماہ کے بعد کسی نے بیوی سمجھ کر وطی بالشبہ کر دی، اب باقی دو مہینے دس دن میں جو دو حیض آئے گا وہ وطی بالشبہ کی عدت ہوگی ، اور مزید ایک حیض گزار کر وطی بالشبہ کا تین حیض ہو جائے گا۔ تا کہ حتی الامکان تداخل ہو جائے۔

ترجمہ :(۲۰۸۵) عدت کی ابتدا طلاق میں طلاق کے بعد سے ہوگی اور وفات میں وفات کے بعد سے ہوگی ، پس اگر علم نہ ہو اس عورت کو طلاق کا یا وفات کا یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگئی۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ عدت کا سبب طلاق ہے، یا وفات ہے اس لئے اس کی ابتداء کا اعتبار کیا جائے گا سبب کے پائے جانے کے وقت سے۔

وجہ : (۱) اثر میں ہے۔ عن ابن عمر قال عدتها من يوم طلقها ومن يوم يموت عنها ۔ (مصنف ابن ابی شیبة ۱۸۲ ما قالوا فی المرأة يطلقها زوجها ثم يموت عنها من ای يوم تعتد ؟ ج رابع ص ۱۶۶، نمبر ۱۸۹۱۰ ر سنن بیہقی ، باب العدة من الموت و الطلاق والزوج غائب، ج سابع ص ۶۹۷ ، نمبر ۱۵۴۴۵) اس اثر میں ہے کہ طلاق کے بعد اور وفات کے بعد عدت گزرنی شروع ہو جائے گی چاہے عورت کو طلاق اور وفات کا علم ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ تین حیض کے بعد اس کو طلاق کا علم ہوا یا چار ماہ دس روز کے بعد شوہر

۲ۓ ومشائخنا يفتون فی الطلاق ان ابتداء ها من وقت الاقرار نفياً لتهمة المواضعة (۲۰۸۶) والعدة فی النكاح الفاسد عقيب التفريق اوعزم الواطی علی ترک وطيها﴾

کے مرنے کاعلم ہواتو عدت گزرچکی ہوگی (۲)عن عبيد الله هو ابن مسعود قال عدة المطلقة من حين تطلق و المتوفی عنها زوجها من حين توفی ۔(سنن بیہقی، باب العدۃ من الموت والطلاق والزوج غائب، ج سابع ،ص ۶۹۷، نمبر ۱۵۴۴۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۸۲ ما قالوا فی المرأۃ یطلقھا زوجھا ثم یموت عنھا من ای یوم تعتد ؟ ج رابع ،ص ۱۶۶، نمبر ۱۸۹۱۰)(۳)عدت کے اسباب طلاق اوروفات ہیں اس لئے یہ دونوں ہوتو عدت شروع ہوجائے گی کیونکہ سبب پایا گیا۔

ترجمہ : ۲ۓ ہمارے مشائخ طلاق کے بارے میں فتوی دیتے تھے کہ عدت کی ابتداء اقرار کے وقت سے ہوگی تا کہ باہمی اتفاق کر لینے کی تہمت دور ہوجائے۔

تشریح : ۲ۓ ہمارے علماء سے مراد بخاری اور سمر قند کے علماء ہیں، یہ حضرات فتوی دیتے تھے کہ مثلا شوہر پہلی جنوری سے بیوی سے الگ رہتا ہے پہلی جون کو اس نے اقرار کیا کہ میں نے پہلی مارچ کو بیوی کو طلاق دے دیا تھا اور عورت نے اس کی تصدیق کر دی ،تو قاعدے کے اعتبار سے پہلی مارچ سے عدت شروع ہو جانی چاہئے اور پہلی جون کو عدت ختم ہو جانی چاہئے ،لیکن مشائخ بخاری وسمر قند یہ فتوی دیا کرتے تھے کہ جس دن سے اقرار کیا ہے اس دن سے عدت شروع ہوگی ،یعنی پہلی جون کو اقرار کیا ہے تو پہلی جون سے عدت شروع ہوگی ،پہلی مارچ سے شروع نہیں ہوگی ،تا کہ ایسا نہ ہو کہ میاں بیوی عدت گزرنے پر اور اجنبیہ ہونے پر اتفاق کر لیں ،اور بعد میں بیوی کے لئے وراثت سے بھی زیادہ وصیت کر کے فائدہ پہنچائے۔

لغت :مواضعۃ :وضع سے مشتق ہے،دو آدمی ایک بات پر اتفاق کر لے اس کو مواضعت کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۰۸۶) اور عدت نکاح فاسد میں دونوں کے درمیان تفریق کے بعد یا وطی کرنے والے نے وطی چھوڑنے کے پختہ ارادہ کے بعد۔

تشریح : نکاح فاسد کیا ہوتو وہ صحیح نکاح نہیں ہے اس لئے تفریق کرانا ہی طلاق کے درجے میں ہے۔اس لئے تفریق کے بعد ہی عدت شروع ہوجائے گی۔یا شوہر پختہ ارادہ کرے کہ آج تاریخ سے اس عورت سے وطی نہیں کرنا ہے تو جس تاریخ سے وطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اس تاریخ سے عدت شروع ہوجائے گی۔

وجہ : کیونکہ نکاح تو صحیح ہے نہیں کہ طلاق دینے کی ضرورت پڑے۔اس لئے وطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا تفریق کا شائبہ ہے۔اس لئے پختہ ارادہ کے بعد عدت شروع ہوجائے گی۔فرق اتنا ہے کہ پہلے قاضی نے تفریق کرائی اور اب یہ خود تفریق کی طرف قدم اٹھا رہا ہے۔

۱ وقال زفرؒ من اٰخر الوطيات لان الوطى هو السبب الموجب **۲** ولنا ان كل وطى وجد فى العقد الفاسد يجرىٰ مجرىٰ الوطية الواحدة لاستناد الكل الى حكم عقد واحد ولهذا يكتفى فى الكل بمهر واحد فقبل المتاركة اوالغرم لاتثبت العدة مع جواز وجود غيره **۳** ولان التمكن على وجه الشبهة اقيم مقام حقيقة الوطى لخفائه **۴** ومساس الحاجة الى معرفة الحكم فى حق غيره

ترجمه: **۱** امام زفرؒ نے فرمایا کہ آخری وطی سے عدت شروع ہوگی اس لئے کہ وطی ہی عدت کا سبب موجب ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جس دن آخری وطی کی ہے وہاں عدت شروع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں نکاح تو ہے نہیں جو عدت کا سبب بنے، وطی ہی عدت کا سبب ہے، اس لئے جب وطی ختم ہوگئی تو عدت شروع ہو جائے گی۔

ترجمه: **۲** ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح فاسد میں جتنی وطی ہوئی ہے وہ ایک وطی کے درجے میں ہے، کیونکہ سب کی نسبت ایک ہی عقد کی طرف ہے، اسی وجہ سے تمام وطی کے لئے ایک ہی مہر کافی ہے، اس لئے تفریق سے پہلے، یا وطی نہ کرنے پر پختہ ارادہ کرنے سے پہلے عدت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ مزید وطی کا پایا جانا ممکن ہے۔

تشریح: یہ ہماری دلیل عقلی ہے، اور ذرا پیچیدہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اس نکاح فاسد میں جتنی وطی ہوئی ہیں سب ایک وطی کے درجے میں ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کے لئے ایک ہی مہر کافی ہے۔ دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ مرد بالغ ہے اس لئے مزید وطی کرنے کا قوی امکان ہے اس لئے آخری وطی آخری نہیں ہے اس لئے وہاں سے عدت شروع نہ کی جائے، ہاں حاکم تفریق کرا دے، یا مزید وطی نہ کرنے کا عزم کر لے تو سمجھا جائے گا کہ اب وطی نہیں ہوگی اس لئے عزم سے عدت شروع کی جائے۔

ترجمه: **۳** اس لئے کہ شبہ کے طور پر وطی کی قدرت حقیقت وطی کے قائم مقام کی گئی ہے وطی کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: اگلی وطی ابھی موجود نہیں ہے، لیکن بالغ مرد کو وطی کی قدرت ہے، اس لئے مستقبل میں وطی کرنے کا شبہ ہے اس لئے وطی کی قدرت کو حقیقت وطی کے درجے میں رکھ کر یوں کہا جائے گا کہ ابھی بھی وطی موجود ہے اس لئے یہاں سے عدت شروع نہ کی جائے جب تک کہ وطی نہ کرنے پر زوجین پختہ ارادہ نہ کر لے۔

ترجمه: **۴** اور اس کی ضرورت پڑتی ہے وطی کرنے والے کے علاوہ دوسرے مرد کے حق میں حکم معلوم ہو۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ زوجین کو تو معلوم ہے کہ آخری وطی کب ہوئی ہے، اس لئے بیوی وہاں سے عدت شروع کر دے! تو آخری وطی زوجین کے حق میں مخفی نہیں ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ صرف زوجین کو معلوم ہونا کافی نہیں، کیونکہ آگے جو نکاح کرنے والا ہے اس کو بھی معلوم ہو کہ کب عورت کی عدت شروع ہوئی اور کب ختم ہو رہی ہے تا کہ اس حساب سے نکاح کے لئے تیار رہے۔ اور تفریق یا وطی نہ کرنے کے پختہ ارادہ سے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کب عدت شروع ہوئی اور کب ختم

(۲۰۸۷) واذاقالت المعتدة انقضت عدتی و کذبها الزوج کان القول قولها مع الیمین ﴾ ل لانها امینةفی ذٰلک وقداتهمت بالکذب فتحلف کالمودع (۲۰۸۸) واذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً ثم تزوجها فی عدتها وطلقها قبل دخول بها فعلیه مهر کامل وعلیهاعدة مستقلة وهٰذا عندابی حنیفة وابی یوسف﴾

ہوئی، اس لئے پختہ ارادہ پر عدت کا مدار رکھا جائے گا، آخری وطی جیسی مخفی امر پر نہیں۔

ترجمہ : (۲۰۸۷) اگر عدت گزارنے والی نے کہا کہ میری عدت گزر گئی، اور شوہر نے اس کو جھٹلا دیا تو عورت کی بات مانی جائے گی قسم کے ساتھ۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ وہ اس بارے میں آمینہ ہے، اور جھوٹ کے ساتھ متہم کی گئی ہے اس لئے قسم کھائی گی، جیسے امانت رکھنے والا قسم کھاتا ہے۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ حیض، وطی، حمل کب ٹھہرا، بچے کی پیدائش ایسی چیزوں کو نہ مرد دیکھنے کی اجازت ہے اور نہ عورت کو اس لئے ان باتوں پر کوئی گواہ نہیں بن سکتا، اس لئے گواہ نہ ہونے پر قسم کے ساتھ اس عورت کی بات مان لی جائے گی، کیونکہ وہ اس بارے میں آمینہ ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ امانت کے خلاف کوئی گواہ نہ ہو تو امین کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی ہے۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے کہ عورت کو خلاف واقعہ نہیں کہنا چاہئے۔ عن مجاهد قال فی قول الله عز و جل ﴿ و لا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في ارحامهن ۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲) المرأة المطلقة لا يحل لها ان تقول أنا حبلى و ليست بحبلى، و لالست بحبلى و هي بحبلى ، و لا أنا حائض و ليست بحائض ، و لا لست بحائض و هي حائض ۔ (سنن بیہقی، باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل ﴿ولا یحل لھن أن یکتمن ماخلق اللہ فی ارحامھن ۔ (آیت ۲۲۸، سورۃ البقرۃ ۲)، ج سابع، ص ۶۹۰، نمبر ۱۵۴۱۵) (۲) اس حدیث میں بھی ہے عورت اپنے فرج پر امانت دار ہے۔ عن ابی بن كعب قال ان من الامانة ان المرأة ائتمنت على فرجها ۔ (سنن بیہقی، باب تصدیق المرأۃ فیمایمکن فیہ انقضاء عدتھا، ج سابع، ص ۶۸۶، نمبر ۱۵۴۰۴) (۳) عورت امانت دار ہے اور شوہر نے اس پر جھوٹ کی تہمت باندھی ہے اور اس پر اس کے پاس گواہ نہیں ہے اس لئے عورت قسم کھا کر بات کہے گی تو اس کی بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ : (۲۰۸۸) آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی، پھر عدت ہی کے اندر اس سے نکاح کر لیا، اور دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی، تو مرد پر دوبارہ پورا مہر دینا لازم ہے، اور اس پر الگ سے عدت ہے، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شیخین کے نزدیک پہلے نکاح میں جو دخول کیا ہے وہی دخول دوسرے نکاح میں بھی سمجھا جائے

(۲۰۸۹) وقال محمدؒ عليه نصف المهر وعليها اتمام العدة الاولى ﴾ ل لان هذا طلاق قبل المسيس فلايوجب كمال المهر ولا استيناف العدة واكمال العدة الاولىٰ انما يجب بالطلاق الاول الاانه لم يظهر حال التزوج الثانی فاذا ارتفع بالطلاق الثانی ظهر حکمه کما لو اشتری ام ولد ثم اعتقها

گا، اوراسی دخول سے عورت مدخول بھا سمجھی جائے گی، اس لئے دوسرے نکاح میں خلوت صحیحہ اور دخول نہ بھی کرے تب بھی پورا مہر اور مستقل عدت لازم ہوگی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے نکاح کا دخول دوسرے نکاح میں نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے عورت غیر مدخول بھا ہوئی اس لئے آدھا مہر لازم ہوگا، اور نئی عدت لازم نہیں ہوگی۔۔تشریح مسئلہ یہ ہے کہ۔ آدمی نے مدخول بھا بیوی کو طلاق بائنہ دی، وہ عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے عدت کے درمیان ہی دوبارہ اس سے شادی کر لی، مثلا دو حیض کے بعد شادی کر لی، پھر ابھی اس سے وطی اور خلوت صحیحہ بھی نہیں کیا کہ اس کو طلاق بائنہ دے دی، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی وطی کی وجہ سے دوسرے نکاح میں بھی وطی والی سمجھی جائے گی، جب دوسرے نکاح میں بھی گویا کہ وطی کیا تو اس کو اس نکاح کا بھی پورا مہر ملے گا، اور الگ سے پوری عدت بھی گزارنی پڑے گی۔

ترجمہ: (۲۰۸۹) امام محمدؒ نے فرمایا شوہر پر آدھا مہر ہے، اور عورت پر پہلی عدت پورا کرنا ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ چھونے سے پہلے طلاق ہے اس لئے پورا مہر واجب نہیں ہے اور نہ الگ سے عدت ہے، اور پہلی عدت کو پورا کرنا پہلی طلاق کی وجہ سے ہے، مگر یہ کہ دوسرے نکاح کے وقت میں اس کا اظہار نہیں ہوا، پس جب دوسرا نکاح اٹھ گیا تو پہلے نکاح کا حکم ظاہر ہو گیا، جیسے کہ ام ولد کو خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا۔

تشریح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر آدھا مہر ہے اور پہلے طلاق کی عدت پوری کرنی ہوگی دوسرے نکاح کی عدت لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ دوسرے نکاح میں مسیس [چھونا نہیں ہوا ہے]، یعنی نہ دخول ہوا ہے اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی ہے، اور دخول سے پہلے طلاق واقع ہوئی ہو تو عدت لازم نہیں ہوتی، اور مہر بھی آدھا لازم ہوتا ہے اس لئے یہاں عدت لازم نہیں ہوگی، اور آدھا مہر لازم ہوگا۔ البتہ پہلے نکاح میں جو طلاق واقع ہوئی تھی اور اس کی عدت ایک حیض باقی تھا وہ پورا کرنا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے نکاح کی وجہ سے وہ عدت چھپ گئی، لیکن جب دوسرا نکاح ختم ہو گیا تو گویا کہ دوسرا نکاح ہوا ہی نہیں اس لئے پہلی عدت پھر سے ظاہر ہو گئی اس لئے اب اس کو پورا کرنا ہوگا۔۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں، مثلا خالد نے زید کی باندی سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا کیا، پھر اس کو خرید لیا، پس جیسے ہی خریدا تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا اس لئے نکاح ٹوٹنے کی وجہ سے اس عورت پر دو

۲ ولهما انها مقبوضة فی یدہ حقیقة بالوطیة الاولیٰ وبقی اثرہ وھو العدةفاذاجددالنکاح وھی مقبوضة ناب ذلک القبض عن القبض المستحق فی ھذاالنکاح کالغاصب یشتری المغصوب الذی فی یدہ یصیر قابضا بمجردالعقد فوضح بھذا انہ طلاق بعدالدخول ۳ وقال زفرؒ لاعدة علیھا اصلا لان الاولیٰ قدسقطت بالتزوج فلاتعود والثانیة لم تجب وجوابہ ماقلنا

حیض عدت لازم تھی ،لیکن چونکہ ابھی سابق شوہر[خالد] کا ملک یمین باقی ہے اس لئے نکاح ٹوٹنے کی عدت چھپ جائے گی ،دو سال کے بعداس کوآزادکردیاتواب عورت کا پچھلا نکاح ٹوٹنے پر دوحیض عدت لازم ہوجائے گی ،جس میں وہ سوگ منائے گی ،اورا س وقت آزادکرنے کی وجہ سے ایک حیض لازم ہوگا جس میں سوگ منانے کی ضرورت نہیں ہے۔پس جس طرح یہاں خریدنے کی وجہ سے نکاح ٹوٹااوراس کی عدت چھپ گئی ،اورآزادہونے کے بعدظاہر ہوئی ،اسی طرح نکاح ثانی کے وقت نکاح اول کی عدت چھپ جائے گی ،اور جب وہ ختم ہواتو نکاح اول کی عدت ظاہر ہوجائے گی ،اوراس کابقیہ پورا کرنا ہوگا۔

لغت : مسیس :چھونا ،جماع کرنا ،یہاں خلوت صحیحہ نہ کرنااور جماع نہ کرنا مراد ہے۔استناف العدۃ :شروع سےعدت گزارنا۔ اشتری ام الولد :پہلے مثلا زید کی باندی تھی ،خالد نے اس سے نکاح کیا ،پھراس سے بچہ پیدا کیا ،اوراب اس کوخالد نے خریدلیاتواب اسی ام ولد بن گئی ،یہ پہلے سے اس کی ام ولد نہیں تھی بلکہ اس کی بیوی تھی۔

ترجمہ : ۲ امام ابوحنیفہؒ اورامام ابویوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی پہلی وطی کی وجہ سے شوہر کے ہاتھ میں مقبوض ہے،اوراس کا اثر باقی ہے اور وہ عدت ہے ،پس جب نکاح نیا کیا تو وہی قبضہ اس قبضے کے قائم مقام ہوجائے گا ،جیسے غاصب مغصوب چیز کو خریدے جواس کے قبضے میں ہے تو عقد کرنے کی وجہ سے ہی قبضہ شمار کیا جائے گا ،پس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ یہ طلاق بھی گویا کہ دخول کے بعد ہے۔

تشریح : شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پہلے نکاح میں وطی کی ہے ،دوسرے نکاح میں وطی نہیں کی ہے لیکن پہلے نکاح کی وطی دوسرے نکاح میں وطی کے قائم مقام ہوجائے گی ،کیونکہ پہلے نکاح کا اثر عدت موجود ہے۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں ،خالد نے زید کی گائے غصب کیااور قبضہ کرلیا ،بعد میں خالد نے اس گائے کوخریدلیاتو الگ سے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ،بیع کرتے ہی پہلا قبضہ اس میں قبضہ شمار کیا جائے گا ،اسی طرح پہلے نکاح کی وطی اس نکاح میں وطی شمار کی جائے گی ،اور جب یہ مدخول بھا ہوئی تو شوہر پر پورا مہر لازم ہوگا ،اورالگ سے عدت لازم ہوگی۔

ترجمہ : ۳ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر بالکل عدت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی عدت نکاح کرنے کی وجہ سے ساقط ہوگئی ،اس لئے وہ نہیں لوٹے گی ،اور دوسری عدت واجب ہی نہیں ہوئی ،اوراس کا جواب وہ ہے جو ہم نے کہا۔

(۲۰۹۰)واذاطلق الذمی الذمية فلاعدة عليها وكذا اذاخرجت الحربية الينامسلمة فان تزوجت جاز الاان تكون حاملاً وهٰذا كله عندابی حنيفةؒ وقالاعليها وعلىٰ الذمية العدة﴾

تشریح: امام زفرؒفرماتے ہیں کہ عورت پرکوئی عدت نہیں ہے، کیونکہ پہلے نکاح کی بقیہ عدت دوسرے نکاح کرنے کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہے،اس لئے اب دوبارہ لوٹ کرنہیں آئے گی،اور دوسرے نکاح میں دخول سے پہلے طلاق واقع ہوئی ہےاس لئے عدت ہی واجب نہیں ہوئی،اور پہلے نکاح کی وطی دوسرے نکاح میں شمار نہیں کی جاسکتی،اس لئے کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔ ہمارا جواب گزرچکاہے کہ پہلے نکاح کی وطی دوسرے میں شمار کی جائے گی،اس لئے یہ مدخول بھا ہوئی۔

ترجمہ: (۲۰۹۰) ذمی نے ذمیہ عورت کوطلاق دی تواس پرعدت نہیں ہے۔ایسے ہی حربیہ عورت مسلمان بن کرہمارے دار الاسلام میں آئی[تواس پرعدت نہیں ہے]پس اگرنکاح کرلےتو جائز ہے،مگر یہ کہ حاملہ ہو[تونکاح جائزنہیں ہے] یہ کل کےکل امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک ہے،صاحبینؒ نےفرمایا کہ حربیہ پربھی عدت ہے،اور ذمیہ پربھی عدت ہے۔

تشریح: یہاں دومسئلے ہیں[۱] ایک یہ کہ ذمیہ عورت کوطلاق دےتوامام ابوحنیفہؒ کےنزدیک اس پرعدت نہیں ہے،اورصاحبینؒ کےنزدیک عدت ہے۔

وجہ: (۱)اس مسئلے کی اصل بنیادیہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک اسلامی عبادات کا قانون غیرمسلم پرلازم نہیں ہے،ہاں رفاہ عام کا کام غیرمسلم پرلازم ہے،اورعدت گزارنا عبادت ہےاس لئے اگرذمی کےاعتقادمیں عدت نہیں ہےتواسلامی عبادت کی وجہ سے عدت لازم نہیں ہوگی۔(۲)اس اثر میں ہے کہ ذمی کواپنے دین کے بارے آزادچھوڑدیں۔ ان عرفة بن الحارث الكندی مر به نصرانی فدعاه الی السلام ....و نخلی بينهم و بين احكامهم الا ان يأتوا راضين بأحكامنا فنحكم بينهم بحكم الله و حكم رسوله ۔(سنن بیہقی،باب یشترط علیھم ان لایذکروارسول اللہ ﷺ الابماھواھلہ،ج تاسع،ص ۳۳۶،نمبر۱۸۷۱۰)اس اثر میں ہے کہ ذمی دین کے بارے میں جوکچھ کرتے ہیں اس کوکرنے دیں۔(۳) آیت میں اس کااشارہ موجودہے۔والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ولا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله فی ارحامهن ان كن يؤمن بالله واليوم الآخر (ب)(آیت ۲۲۸ سورة البقرة ۲)اس آیت میں عدت گزارنے کے بارے میں فرمایااگروہ اللہ اوریوم آخرت پرایمان رکھتی ہو۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ہوتواس پر یہ احکامات ہیں۔اس لئے کافرہ پرعدت نہیں ہے۔

اورصاحبینؒ کے یہاں جولوگ دارالاسلام میں ذمی بن کررہتے ہیں ان پربھی بعض اسلامی قوانین پرعمل کرنالازم ہے،اس لئے ذمیہ پرعدت لازم ہوگی،اوردارالحرب چونکہ بالکل الگ ملک ہےاس لئے سب کےنزدیک ان پراسلامی قوانین نافذنہیں ہوں گے۔ پوری تفصیل مسئلہ نمبر۱۶۵۰ میں گزرگئی ہے۔اورجوعورت دارالحرب میں مسلمان ہوئی اورہجرت کرکےدارالاسلام میں آئی تواس پر بھی امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک عدت نہیں ہے۔

ل اماالذمية فالاختلاف فيها نظير الاختلاف فی نکاحهم محارمهم وقدبيناه فی کتاب النکاح وقول ابی حنيفةؒ فيما اذا کان معتقدهم انه لا عدةعليها

وجه : (۱)اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب دار الحرب میں مسلمان ہوئی تو وہیں اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اور وہاں اس پر عدت نہیں ہے کیونکہ دار الحرب میں اسلامی شریعت نافذ نہیں کر سکتے، اور جب وہاں عدت نہیں ہے تو دار الاسلام میں بھی آکر اس پر عدت نہیں ہو گی۔(۲)اس آیت میں عدت نہ گزارنے کا اشارہ ہے۔ یآیھا الذین آمنو اذا جآء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم باء مانهن فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار لا هن حل لهم و لا هم يحلون لهن و ء اتو هم ما انفقوا و لا جناح عليکم ان تنکحوهن اذا ء اتيتموهن أجورهن ۔(آیت ۱۰، سورۃ الممتحنۃ ۶۰) اس آیت میں ہے کہ عورت ہجرت کر کے آئے تو مہر دیکر اس سے فورا نکاح کر سکتے ہو، جس سے معلوم ہوا کہ اس پر عدت نہیں ہے۔ پوری تفصیل مسئلہ نمبر ۱۶۸۶) گزر چکی ہے۔

اور صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ دار الحرب سے کوئی آدمی دار الاسلام میں آئے تو اس پر اسلامی شریعت نافذ ہوگی، اس لئے حربیہ مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آئی تو اس پر بھی عدت لازم ہوگی۔

اصول : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، ذمی دینی معاملے میں ہماری شریعت کے پابند نہیں ہوگے، صرف دنیاوی معاملے میں ہماری شریعت کے پابند ہونگے ۔

اصول :صاحبینؒ کے نزدیک ذمی دینی معاملے میں بھی ہماری شریعت کے پابند ہونگے۔

ترجمہ: ل بہر حال ذمیہ تو جو اختلاف اس کے ذی رحم محرم سے نکاح کے بارے میں ہے وہی اختلاف یہاں بھی ہے، اور ہم نے اس کو کتاب النکاح میں بیان کیا ہے۔، اور امام ابوحنیفہؒ کا قول اس صورت میں ہے کہ جبکہ ان کا اعتقاد ہو کہ ذمیہ پر عدت نہیں ہے۔

تشریح :ذی رحم سے نکاح کے بارے میں، کتاب النکاح میں تذکرہ نہیں ہے، بلکہ کافر کسی کی عدت میں نکاح کر لے تو نکاح ہو گیا یا نہیں اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور یہی اختلاف یہاں بھی ہے۔عبارت یہ ہے۔ و اذا تزوج الکافر بغير شهود او فی عدة کافر و ذالک فی دينهم جائز ثم اسلم اقرا عليه و هذا عند ابی حنيفةؒ (کتاب النکاح، باب نکاح اھل الشرک، مسئلہ نمبر ۱۶۷۵) ۔امام ابوحنیفہؒ جو فرماتے ہیں کہ ذمیہ پر عدت نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جبکہ ان کا اعتقاد ہو کہ اس پر عدت نہیں ہے، اور اگر ان لوگوں کے اعتقاد میں ہو کہ عدت واجب ہے تو عدت واجب ہو جائے گی۔

۲ واما المهاجرة فوجه قولهما ان الفرقة لو وقعت بسبب اٰخر وجبت العدة فكذابسبب التباين ۳ بخلاف مااٰذاها جر الرجل وتركها لعدم التبليغ ۴ وله قوله تعالیٰ ﴿ لاجناح عليكم ان تنكحو هن﴾ ۵ ولان العدة حيث وجبت كان فيها حق بنی اٰدم والحربی ملحق بالجماد حتی كان محلاللتملك الاان تكون حاملا لان فی بطنها ولداً ثابت النسب

ترجمه: ۲ بہر حال مہاجرہ عورت تو صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ فرقت اگر کسی اور وجہ سے واقع ہوتی تو عدت واجب ہوتی، پس ایسے ہی تبائن دارین کے سبب سے ہو تو عدت واجب ہوگی۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرہ عورت کا نکاح طلاق یا موت کی وجہ سے ٹوٹتا تو عدت واجب ہوتی، اس لئے تبائن دارین کی وجہ سے فرقت واقع ہوگی تب بھی عدت واجب ہوگی۔ اصل وجہ یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک اسلامی شریعت ذمی پر واجب ہے اس لئے مہاجرہ جیسے ہی دارالاسلام میں آئی تو اس پر عدت واجب ہو جائے گی۔

ترجمه: ۳ بخلاف جبکہ مرد نے ہجرت کی اور عورت کو دارالحرب میں چھوڑ دیا تو عورت پر تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے [عدت واجب نہیں ہوگی]۔

تشریح: مرد دارالحرب سے دارالاسلام آ گیا اور بیوی کو دارالحرب میں چھوڑ دیا تو اس پر عدت نہیں ہے،

وجه: [۱] کیونکہ اس کو اسلامی شریعت کی تبلیغ نہیں ہوئی ہے، [۲] اور نہ اس کو یہ مسئلہ پہونچا ہے [۳] اور نہ اس پر دارالاسلام کا اجبار ہے اس لئے اس پر عدت واجب نہیں ہے، اور عورت دارالاسلام آ گئی ہے تو اس پر دارالاسلام کا اجبار بھی ہے اس لئے اس پر عدت واجب ہو جائے گی۔

ترجمه: ۴ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل اللہ تعالی کا قول۔ ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا ء اتيتموهن أجورهن ۔ (آیت ۱۰، سورۃ الممتحنۃ ۶۰) ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل اوپر کی آیت ہے جس میں ہے کہ عورت ہجرت کر کے دارالاسلام آئے تو اس سے فورا نکاح کر سکتے ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پر عدت نہیں ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔ يآيها الذين آمنو اذا جآء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الى الكفار لا هن حل لهم و لا هم يحلون لهن و ء اتو هم ما انفقوا ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا آتيتموهن أجورهن ۔ (آیت ۱۰، سورۃ الممتحنۃ ۶۰)

ترجمه: ۵ اور اس لئے کہ جہاں عدت واجب ہوتی ہے اس میں آدمی کا حق ہوتا ہے، اور حربی جماد کے ساتھ ملحق ہے، یہاں

۶ وعن ابی حنیفةؒ انه یجوز نکاحها ولایطأها کالحبلیٰ من الزنا والاول اصح

تک کہ وہ ملکیت کا محل ہوتا ہے، مگر یہ کہ عورت حاملہ ہو [تو اس سے نکاح جائز نہیں] اس لئے کہ اس کے پیٹ میں ثابت النسب بچہ ہے۔

تشریح : عدت واجب ہونے کا مطلب آدمی کا حق ادا کرنا ہے، اور کافر آدمی میں سے نہیں ہے بلکہ پتھر اور حیوانات میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر انسان کی ملکیت ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے عدت نہیں ہوگی، ہاں اس کی بیوی حاملہ ہو تو چونکہ اس حمل کا نسب کافر باپ سے ثابت ہے اس لئے اس حال میں اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ۶ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا نکاح جائز ہے، لیکن اس سے وطی نہ کرے، جیسے زنا سے حاملہ سے نکاح جائز ہے لیکن اس سے وطی نہ کرے، اور پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ہجرت کرنے والی عورت حاملہ ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے، لیکن اس حال میں وطی نہ کرے، تاکہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب نہ کرے، جس طرح زنا سے حاملہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، لیکن اس سے وطی نہ کرے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ یہ بچہ ثابت النسب ہے، اس لئے اس حاملہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور زنا کا بچہ ثابت النسب نہیں ہے اس لئے اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔

﴿فصل﴾

(۲۰۹۱) قال وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها اذا كانت بالغة مسلمة الحداد ﴾ ل واما المتوفى عنها زوجها فلقوله عليه السلام لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الاخر ان تحد على ميت فوق ثلثة ايام الاعلىٰ زوجها اربعة اشهر وعشرا

﴿ سوگ منانے کا بیان ﴾

عدت کے درمیان عورت شوہر کے چھوٹنے پر افسوس کرے، اور زینت نہ کرے اس کو سوگ منانا کہتے ہیں۔ شوہر کے لئے عدت کے زمانے میں کرے اور اس کے علاوہ کے لئے تین دن تک سوگ منانے کی گنجائش ہے، اس کے بعد نہیں۔

ترجمہ: (۲۰۹۱) معتدہ بائنہ اور جس کا شوہر مر گیا ہو اس پر جبکہ وہ بالغہ اور مسلمہ ہے تو سوگ منانا لازم ہے۔

ترجمہ: ل بہر حال جس کا شوہر مر گیا ہو تو اس کے لئے حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، مگر اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن۔

تشریح: بالغہ اور مسلمہ عورت ہو اس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو جس کی وہ عدت گزار رہی ہو یا اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو جس کی وہ عدت گزار رہی ہو اس زمانے میں وہ سوگ منائے۔ سوگ کس طرح منائے گی اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے ۔دخلت علی ام حبیبة زوج النبی ﷺ ... انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعة اشھر وعشرا . (بخاری شریف، باب تحد المتوفی عنها اربعة أشهر وعشرا، ص ۸۰۳، نمبر ۵۳۳۴/مسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفات وتحریمه فی غیر ذلک الا ثلاثة ایام، ص ۴۸۷، نمبر ۱۴۸۷/۳۷۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متوفی عنها چار ماہ دس دن سوگ منائے گی (۲) اور طلاق بائنہ دی ہوئی سوگ منائے اس کا استدلال اس حدیث سے ہو سکتا ہے جن میں مطلقا زوج کا لفظ استعمال کیا ہے چاہے وہ طلاق بائنہ والا شوہر ہو چاہے انتقال کیا ہوا شوہر ہو۔عن ام عطیة قالت قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الا علی زوج فانها لاتکتحل ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ۔(بخاری شریف، باب تلبس الحادة ثیاب العصب ص ۸۰۴ نمبر ۵۳۴۲/مسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفات وتحریمه فی غیر ذلک الا ثلاثة ایام ص ۴۸۷ نمبر ۱۴۹۰/۳۷۳۵) اس حدیث میں زوج کا لفظ مطلق ہے۔ جس سے متوفی عنها بھی ہو سکتا ہے اور معتدہ بھی۔ اس لئے معتدہ بائنہ بھی عدت میں سوگ منائے گی (۳) جس طرح متوفی عنها کو شوہر کے مرنے کا افسوس ہے اسی طرح طلاق بائنہ والی کو شوہر کے چھوٹنے کا افسوس ہے اس لئے وہ بھی سوگ منائے گی۔

۲ واما المبتوتة فمذهبنا وقال الشافعیؒ لاحداد عليها لانه وجب اظهاراً للتاسف على فوت زوج وفى بعهدها الى مماته وقد اوحشها بالابانة فلا تأسف بفوته ۳ ولنا ماروى ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى المعتدة ان تختضب بالحناء وقال الاحناء طيب

ترجمه : ۲ بہر حال طلاق بائنہ والی سوگ منائے یہ ہمارا مذہب ہے، اور امام شافعیؒ نے فرمایا مبتوتہ پر سوگ نہیں ہے، اس لئے کہ سوگ اس شوہر کے فوت ہونے پر افسوس ظاہر کرنے کے لئے واجب ہوا ہے جس نے موت تک وفا کی ہو، اور اس نے تو جدا کر کے اس کو وحشت میں ڈال دیا ہے، اس لئے اس کی جدائی سے سوگ سے تأسف لازم نہیں ہے۔

تشریح : مبتوتہ کا معنی ہے جس عورت کو طلاق بائنہ، یا طلاق مغلظہ دے کر جدا کر دیا ہو۔ اور متوفی عنها زوجها: کا معنی ہے جس کا شوہر وفات پایا ہو۔ مبتوتہ پر سوگ ہے یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مبتوتہ پر سوگ نہیں ہے صرف متوفی عنها زوجها پر سوگ ہے۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ مبتوتہ بھی سوگ منائے تو اچھا ہے البتہ اس پر واجب نہیں ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ و احب الى للمطلقة طلاقا لا يملك زوجها فيه عليها الرجعة تحد احدادا لمتوفى عنها حتى تنقضى عدتها من الطلاق لما وصفت۔ (موسوعہ امام شافعی، باب الاحداد، ج احدی عشرۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۱۹۵۱۳) اس عبارت میں ہے کہ مجھے پسند یہ ہے کہ طلاق بائنہ والی عورت بھی سوگ منائے۔

وجه : (۱) انکی دلیل عقلی صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے کہ۔ ایسے شوہر کے فوت ہونے پر سوگ منا کر افسوس کے اظہار کے لئے واجب ہوا ہے جو موت تک نبھاوے، اور اس نے درمیان میں ہی طلاق بائنہ دے متوحش کر دیا تو اس پر کیا افسوس کرے، اس لئے اس کے لئے سوگ نہیں ہے صرف عدت ہے۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں سوگ کا تذکرہ ہے اس میں چار مہینے دس دن کا تذکرہ ہے جو عدت وفات کا سوگ ہے، جس کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتوتہ کے لئے سوگ نہیں ہے۔ حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمه : ۳ ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ حضورؐ عدت گزارنے والی کو مہندی کے خضاب لگانے سے روکا، اور فرمایا کہ مہندی خوشبو ہے۔

تشریح : صاحب ہدایہ یہ اس استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث میں یہ ہے کہ معتدہ کو مہندی لگانے سے روکا ہے، اور معتدہ میں معتدہ مبتوتہ بھی شامل ہے اور متوفی عنها زوجها بھی شامل ہے، تو گویا کہ معتدہ مبتوتہ کو مہندی لگانے سے منع فرمایا اور مہندی خوشبو ہے، اس لئے متعدہ مبتوتہ کو بھی خوشبو سے منع فرمایا، تو گویا کہ مبتوتہ کو بھی سوگ منانے کے لئے کہا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ مہندی خوشبو ہے۔ عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ لا تطيبى وانت محرمة

۴ ولانہ یجب اظهار اللتاسف على فوت نعمة النكاح الذى هو سبب لصونها وكفاية مؤنها والابانة اقطع لها من الموت حتى كان لهاان تغسله ميتا قبل الابانة لابعدها (۲۰۹۲) والحداد (ويقال الاحدادهمالغتان) ان تترک الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب الامن عذر وفى الجامع الصغير الامن وجع﴾

و لا تمسى الحناء فانه طيب ۔(طبرانی کبیر، باب خولة عن ام سلمة، ج[۲۳] ثالث وعشرون، ص ۴۱۸، نمبر ۱۰۱۲)اس حدیث میں ہے کہ مہندی خوشبو ہے۔(۲) دوسری حدیث میں ہے کہ مہندی خضاب ہے۔حدثنى ام حكيم بنت اسيد عن امها ان زوجها توفى و كانت تشتكى عينها فتكتحل الجلاء ...و لا تمتشى بالطيب و لا بالحناء فانه خضاب ۔ (نسائی شریف، باب الرخصة للحادة ان تمتشط بالسدر، ص ۴۹۸، نمبر ۳۵۶۷/ابوداود شریف، باب فیما تجتنب المعتدة فی عدتها، ص ۳۳۶، نمبر ۲۳۰۵) لیکن اس حدیث سے استدلال کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ ساری حدیثیں متوفی عنها زوجها کے بارے میں ہے، مطلق معتدہ کے بارے میں نہیں ہیں کہ اس سے متعدہ مبتوتہ مراد لے لیا جائے۔

ترجمہ : ۴ اوراس لئے کہ نکاح کی نعمت کے فوت ہونے پرافسوس کے اظہار کرنے کے لئے سوگ واجب ہوا ہے، کیونکہ نکاح گناہ سے بچنے کا سبب ہے، اورضروریات کے کفایت کا سبب ہے، اور بائنہ ہونا عورت کے حق میں شوہر کے مرنے سے زیادہ گھبراہٹ کی چیز ہے چنانچہ بائنہ سے پہلے وہ اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور طلاق بائنہ کے بعد نہیں دے سکتی۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔کہ نکاح جیسی عظیم نعمت کے فوت ہونے پرافسوس کے لئے سوگ منانا ہوتا ہے، کیونکہ نکاح سے عورت گناہ سے بچتی ہے اورضروریات زندگی کا خرچ بھی شوہر سے وصول کرتی ہے، اور طلاق بائنہ میں شوہر سے انقطاع زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ شوہر مرجائے تو چار ماہ دس روز تک زوجیت کا اثر برقرار رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عورت مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے، جبکہ بائنہ عورت کا شوہر مرجائے تو غسل نہیں دے سکتی، پس طلاق بائنہ میں شوہر سے زیادہ انقطاع ہوا تو اس میں زیادہ ہی سوگ منانا چاہئے۔

لغت :صون: گناہ سے بچنا۔مؤنة: ضروریات زندگی کا خرچ۔الابانة: طلاق بائنہ۔

ترجمہ : (۲۰۹۲) اورسوگ منانا یہ ہے کہ چھوڑ دے خوشبو، زینت، سرمہ، اورتیل[خوشبو دار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو] مگر عذر سے، اور جامع صغیر میں ہے کہ مگر درد سے۔

تشریح: جتنی چیزیں زینت کی ہیں اس کو چھوڑ دے۔مثلا خوشبو، سرمہ اور تیل وغیرہ۔البتہ مرض اور بیماری کی وجہ سے کوئی مجبوری ہو جائے تو استعمال کرسکتی ہے۔

وجه: (۱)عن ام عطية قالت قال النبی ﷺ لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الا على زوج فانها لاتكتحل ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ۔(بخاری شریف، باب تلبس الحادۃ ثیاب العصب ص ۸۰۴ نمبر ۵۳۴۲ / مسلم شریف ، باب وجوب الاحداد فی عدۃ والوفات وتحریمہ فی غیر ذلک الا ثلاثۃ ایام ص ۴۸۷ نمبر ۱۴۹۰/۳۷۳۵) اس حدیث میں ہے کہ سرمہ نہ لگائے ،بھڑکیلا رنگ والا کپڑا نہ پہنے۔ (۲)دوسری حدیث میں ہے۔ عن سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ انه قال المتوفى عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثياب ولا الممشقة ولا الحلي ولا تختضب ولا تكتحل (ابوداؤد شریف، باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتھا ص ۳۲۲ نمبر ۲۳۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ عصفر میں رنگا ہوا اور گیرو رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتی ، زیور نہیں پہن سکتی ، خضاب نہیں کر سکتی اور سرمہ نہیں لگا سکتی ۔(۳)البتہ مجبوری میں یہ چیزیں استعمال کر سکتی ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حدثتني ام حكيم بنت اسيد عن امها ان زوجها توفي و كانت تشتكي عينها فتكتحل الجلاء فارسلت مولاة لها الى ام سلمة فسألتها عن كحل الجلاء فقالت لا تكتحل الا من امر لا بد منه ، دخل عليّ رسول الله حين توفي أبو سلمة و قد جعلت على عيني صبرا فقال ما هذا يا ام سلمة ؟ قلت انما هو صبر يا رسول الله ! ليس فيه طيب قال انه يشب الوجه فلا تجعليه الا بالليل و لا تمتشطي بالطيب و لا بالحناء فانه خضاب قلت بأى شئى أمتشط يا رسول الله ؟ قال بالسدر تغفلين به رأسك ۔(نسائی شریف، باب الرخصۃ للحادۃ ان تمتشط بالسدر، ص ۴۹۸، نمبر ۳۵۶۷/ ابوداود شریف، باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتھا، ص ۳۳۶، نمبر ۲۳۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مجبوری ہو تو رات میں دوائی کے طور پر خوشبو لگا سکتی ہے۔ (۴)اس حدیث میں بھی ہے۔عن ام عطية ... ورخص لنا عند الطهر اذا اغتسلت احدانا من محيضها فى نبذة من كست اظفار. (بخاری شریف، باب القسط للحادۃ عند الطھر ،ص ۸۰۴، نمبر ۵۳۴۱/ مسلم شریف، باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفات ،ص ۴۸۷، نمبر ۱۴۹۱/ ۳۷۴۲) اس حدیث میں طہر پاکی کے وقت مجبوری کے طور پر تھوڑا خوشبو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجبوری کے وقت زینت کی چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔۔تیل سے بھی زینت ہوتی ہے اس لئے چاہے خوشبو دار ہو یا بغیر خوشبو کے ہو بغیر مجبوری کے نہ لگائے ۔قدوری کے متن میں من عذر ہے، اور جامع صغیر میں من وجع ہے دونوں کا ترجمہ تقریبا ایک ہے۔

لغت :الحداد، اور احداد، دو لغت ہیں۔ حداد نصر اور ضرب سے ہے، اور احداد باب افعال سے ہے اور دونوں کا معنی ہے، سوگ منانا۔

ل والمعنى فيه وجهان احدهما ماذكرنا ه من اظهار التاسف والثانى ان هٰذه الاشياء دواعى الرغبة فيها وهى ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة الى الوقوع فى المحرم ٢ وقد صح ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يأذن للمعتدة فى الاكتحال، والدهن لايعرى عن نوع طيب وفيه زينة الشعر ولهذا يمنع المحرم عنه

ترجمه: ل سوگ منانے کی دو وجہ ہیں[ا] ایک وہ جو ذکر کیا افسوس کا اظہار کرنا، اور دوسری یہ کہ یہ چیزیں نکاح کی طرف رغبت دلانے والی ہیں، حالانکہ یہ عورت نکاح سے منع کی گئی ہے، تو وہ ان چیزوں سے بھی باز رہے تا کہ یہ چیزیں حرام میں پڑ جانے کا ذریعہ نہ ہو جائیں۔

تشریح: سوگ منانے کی دو حکمتیں بیان کررہے ہیں[ا] ایک یہ کہ سوگ افسوس کے اظہار کے لئے ہے جسکا ذکر پہلے گزر چکا۔[۲] دوسری حکمت یہ ہے کہ عدت کے زمانے میں آیت کی بنا پر نکاح کرنا ممنوع ہے، اب زینت کرے گی تو لوگوں کو اس سے نکاح کی رغبت ہوگی، اور خود اس عورت کو بھی نکاح کی رغبت ہوگی، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے حرام میں پڑ جائے، اس لئے سد باب کے طور پر زینت سے ہی روک دی گئی ہے۔

لغت: تجتنب: پرہیز کرنا۔ محرم: سے مراد عدت کے زمانے میں نکاح جو حرام ہے۔

ترجمه: ٢ صحیح روایت میں ہے کہ حضورؐ نے عدت گزارنے والی عورت کو سرمہ کی اجازت نہیں دی۔ یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمه: تیل میں تو کچھ خوشبو ہوتی ہی ہے، پھر یہ کہ اس میں بال کی زینت ہے اس لئے محرم کو اس سے روکا گیا ہے۔

تشریح: سوگ منانے والی عورت تیل کیوں استعمال نہ کرے اس کی دو وجہ بیان فرما رہے ہیں۔[ا] تیل میں کچھ نہ کچھ خوشبو ہوتی ہے، اور حضورؐ نے خوشبو سے منع فرمایا ہے اس لئے سوگ کے زمانے میں تیل لگانا بھی ممنوع ہے[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ تیل سے زینت بڑھتی ہے، بال اور جسم پر چمک آتی ہے، اور سوگ والی کو زینت سے بھی منع کیا ہے اس لئے بھی تیل لگانا ممنوع ہوگا، یہی وجہ ہے کہ محرم کو تیل لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

وجه: (ا) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ ان الحسن بن علی کان اذا أحرم ادهن بالزيت و ادهن أصحابه بالطيب أو يدهن بالطيب . (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یدھن بالزیت، ج ثالث، ص ۳۳۲، نمبر ۱۴۸۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل خوشبو ہے۔(۲) . عن ابن عمر أن النبى ﷺ كان يدهن بالزيت و هو محرم غير المقتت . قال ابو عيسى : مقتت : مطيب . (ترمذی شریف، باب ادھان المحرم بالزیت، ص ۲۳۴، نمبر ۹۶۲ / مصنف ابن

۳ قال الامن عذر لان فيه ضرورة والمراد الدواء لاالزينة ۴ ولواعتادت الدهن فخافت وجعاً فان كان ذلک امراظاهراً يباح لها لان الغالب كالواقع وكذا لبس الحرير اذااحتاجت اليه لعذر لاباس به

(۲۰۹۳) ولاتخضب بالحناء ﴿(لما روينا)ولا تلبس ثوبامصبوغاً بعصفرولابزعفران﴾

ابی شیبۃ، باب من کان یدھن بالزیت، ج ثالث، ص۳۳۲، نمبر۱۴۸۱۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل خوشبو نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ متن میں فرمایا مگر عذر سے، اس لئے کہ اس میں ضرورت ہے، اور مراد دوا ہے نہ کہ زینت۔

تشریح: متن میں فرمایا کہ مگر عذر ہو تو سرمہ، یا خوشبو، یا تیل استعمال کر سکتی ہے، کیونکہ اس میں ضرورت ہے، اور اس کے استعمال سے زینت مقصود نہیں ہے بلکہ دوا مقصود ہے،

وجہ: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حدثتني ام حكيم بنت اسيد عن امها ان زوجها توفي و كانت تشتكي عينها فتكتحل الجلاء فارسلت مولاة لها الى ام سلمة فسألتها عن كحل الجلاء فقالت لا تكتحل الا من امر لا بد منه ، دخل على رسول الله حين توفي أبو سلمة و قد جعلت على عيني صبرا فقال ما هذا يا ام سلمة ؟ قلت انما هو صبر يا رسول الله ! ليس فيه طيب قال انه يشب الوجه فلا تجعليه الا بالليل و لا تمتشطي بالطيب و لا بالحناء فانه خضاب قلت بأي شئي أمتشط يا رسول الله ؟ قال بالسدر تغفلين به رأسک ۔ (نسائی شریف، باب الرخصۃ للحادۃ ان تمتشط بالسدر، ص ۴۹۸، نمبر ۳۵۶۷/ابوداود شریف، باب فیما تجتنب المعتدۃ فی عدتھا، ص ۳۳۶، نمبر ۲۳۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مجبوری ہو تو رات میں دوائی کے طور پر خوشبو لگا سکتی ہے۔

ترجمہ: ۴ اگر تیل لگانے کی عادت ہو اور نہ لگانے سے درد کا خوف ہو پس اگر یہ ظاہر بات ہو تو اس کے لئے مباح ہوگا، اس لئے کہ غالب واقع کی طرح ہوتا ہے، ایسے ہی ریشم کا پہننا اگر عذر کی وجہ سے اس کی ضرورت ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

تشریح: بنگال، انڈیا کا پانی اس طرح ہے کہ سردی کے موسم میں لازمی طور پر جسم پر تیل ملنا پڑتا ہے ورنہ چمڑی پھٹ جاتی ہے اور اس سے خون رسنے لگتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک میں یا کسی عورت کو تیل لگانے کی ہمیشہ کی عادت ہو، اور غالب گمان ہو کہ نہ لگانے سے تکلیف ہوگی تو چاہے ابھی تکلیف نہ ہوئی ہو تب بھی غالب کو واقعہ سمجھ کر یہ سمجھا جائے گا کہ تکلیف ہوگئی اس لئے اس کے لئے تیل لگانا جائز ہے۔ اسی پر قیاس کر کے یہ کہا جائے گا کہ عذر اور کھجلی کی تکلیف کی وجہ سے کسی کو ریشم پہننے کی ضرورت پڑ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لغت: اعتادت الدھن: تیل لگانے کی عادت ہے۔ خافت وجعا: درد ہو جانے کا خوف ہو۔

ترجمہ: (۲۰۹۳) اور نہ لگائے مہندی اور نہ پہنے عصفر یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا۔

لے لانہ یفوح منه رائحة الطیب (۲۰۹۴)قال ولاحداد علیٰ کافرة ﴾لے لانها غیر مخاطبة بحقوق الشرع (۲۰۹۵) ولاعلیٰ صغیر﴾لے لان الخطاب موضوع عنها

ترجمه: لے اس لئے کہ اس سے خوشبو پھوٹتی ہے۔

وجه: (۱) مہندی لگانا، عصفر میں یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننا زینت ہے اور اس میں ایک قسم کی خوشبو بھی ہے اس لئے سوگ میں یہ نہ پہنے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔ عن سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ انه قال المتوفی عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثیاب ولا الممشقة ولا الحلی ولا تختضب ولا تکتحل (ابوداؤد شریف، باب فیما تجتنب المعتدة فی عدتها ص۳۲۲ نمبر۲۳۰۴) اس حدیث میں ہے کہ عصفر سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

لغت: تختضب: خضاب سے مشتق ہے، لیپنا، مہندی لیپنا۔ عصفر: ایک قسم کی گھاس ہے۔ زعفران: ایک قسم کا پھول ہے، جس میں تھوڑی سی خوشبو ہوتی ہے۔ یفوح: پھوٹتی ہے۔

ترجمه: (۲۰۹۴) اور نہیں سوگ ہے کافرہ پر۔

ترجمه: لے اس لئے کہ وہ حقوق شریعت کی مخاطبہ نہیں ہے۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ کافرہ ذمی پر عدت نہیں ہے اس لئے اس پر سوگ بھی نہیں ہے۔

وجه: (۱) اس آیت میں اس کا ثبوت گزر چکا ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن ان کن یؤمن بالله والیوم الآخر ۔(آیت ۲۲۸ سورة البقرة ۲) اس آیت میں عدت گزارنے کے بارے میں فرمایا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ہو تو اس پر یہ احکامات ہیں۔ اس لئے کافرہ پر نہ عدت ہے اور نہ سوگ ہے۔

ترجمه: (۲۰۹۵) اور نہ بچی پر۔

ترجمه: لے اس لئے کہ خطاب اس سے اٹھا لیا گیا ہے۔

وجه: (۱) کافرہ عورت کفر کی وجہ سے شریعت کی مخاطبہ نہیں ہے۔ اور چھوٹی بچی بچی ہونے کی وجہ سے شریعت کا خطاب اس سے اٹھا لیا گیا ہے اس لئے ان دونوں پر سوگ نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ام عطیة قالت قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الخ ۔(بخاری شریف، باب تلبس الحادة ثیاب العصب، ص ۸۰۴، نمبر ۵۳۴۲) اس حدیث میں لامرأة سے مراد بالغہ عورت ہے۔ اور تؤمن بالله والیوم الآخر سے مومنہ عورت مراد ہے۔ اس لئے کافرہ عورت، اور بچی پر سوگ نہیں ہے۔

(۲۰۹۶) وعلىٰ الامة الاحداد ﴾ ۱؎ لانها مخاطبة بحقوق الله تعالىٰ فيماليس فيه ابطال حق المولىٰ بخلاف المنع من الخروج لان فيه ابطال حقه وحق العبد مقدم لحاجته (۲۰۹۷) قال وليس فى عدة ام الولد ولافى عدة النكاح الفاسد احداد ﴾ ۱؎ لانها مافاتهانعمةالنكاح لتظهر التاسف والاباحة اصل (۲۰۹۸)ولاينبغى ان تخطب المعتدة ولابأس بالتعريض فى الخطبة﴾

ترجمہ: (۲۰۹۶)اور باندی پر سوگ ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وہ اللہ کے حقوق کی مخاطبہ ہے، جس میں آقا کا حق باطل نہ ہو، بخلاف باہر نکلنے سے منع کرنا، اس لئے کہ اس میں آقا کا حق باطل کرنا ہے، اور ضرورت کی بنا پر بندے کا حق مقدم ہے۔

تشریح: باندی کا شوہر مرجائے یا طلاق دے دے تو اس پر عدت کے ساتھ سوگ منانا بھی ہے، کیونکہ باندی اللہ کے حقوق کی مخاطبہ ہے، اور سوگ منانے سے اس کے آقا کا حق بھی باطل نہیں ہوگا، اس لئے کہ جس زمانے میں عدت گزار رہی ہوگی اس وقت آقا بھی اس سے وطی نہیں کر سکتا اس لئے اس کو زینت کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے سوگ منانے میں کوئی حرج نہیں ہے ، البتہ عدت کے زمانے میں باندی کو باہر جانے سے روک دیں تو آقا کا کام رک جائے گا، اور اس کا نقصان ہوگا، اور ضرورت کی بنا پر بندے کا حق اللہ کے حق پر مقدم ہے اس لئے باندی کو باہر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۰۹۷)ام ولد کی عدت میں اور نکاح فاسد کی عدت میں سوگ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس سے نکاح کی نعمت فوت نہیں ہوئی تاکہ افسوس ظاہر کرے، اور زینت کا مباح ہونا اصل ہے۔

تشریح: نکاح فاسد کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو جس کی عدت گزار رہی ہو تو اس میں سوگ نہیں ہے۔ اسی طرح ام ولد آزاد ہوئی اور اس کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو تو اس دوران سوگ نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں کا نکاح نہیں ہے، اور اصل یہ ہے کہ عورت کے لئے زینت مباح ہے اس لئے بغیر نکاح کے زینت کیوں چھوڑے۔

وجہ: (۱) نکاح فاسد کو تو ختم کرنا چاہئے اس لئے اچھا ہوا کہ ختم ہو گیا۔ اس لئے شوہر جانے کا افسوس نہیں ہے۔ اس لئے سوگ بھی نہ کرے۔ اسی طرح ام ولد کا آقا اس کا شوہر نہیں ہے بلکہ اچھا ہوا کہ آقا سے جان چھوٹی اور وہ آزاد ہوگئی۔ اس لئے اس پر سوگ نہیں ہے۔ (۲) اور زینت مباح ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده و الطيبات من الرزق۔ (آیت ۳۲، سورۃ الاعراف ۷) اس آیت میں زینت کی ترغیب دی گئی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو شوہر نہ ہو اس کی عدت گزار رہی ہو تو اس پر سوگ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۰۹۸) مناسب نہیں ہے معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا، اور کوئی حرج نہیں ہے کنایہ پیغام دینے میں۔

۱ لقوله تعالی﴿ ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء ﴾الی ان قال ﴿ولکن لاتواعدوهن سرا الاان تقولوا قولا معروفاً ﴾ قال علیه السلام السر النکاح ۲ وقال ابن عباس التعریض ان یقول انی ارید ان اتزوج

ترجمه : ۱ اللہ تعالی کے قول۔ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله. (آیت۲۳۵،سورۃ البقرۃ۲) کی وجہ سے۔

تشریح : جوعورت عدت گزار رہی ہواس کوکوئی اجنبی آدمی نکاح کا پیغام دےتو یہ مناسب نہیں ہے۔البتہ اشارے اشارے میں کہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد آپ سے شادی کروں گا تو اس کی گنجائش ہے۔مثلا یوں کہے کہ آپ جیسی عورت کی مجھے ضرورت ہے، یا آپ جیسی عورت مجھے پسند ہے تو ٹھیک ہے۔

وجه : (۱) آیت میں ان دونوں مسئلوں کی تصریح ہے۔ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله. (آیت۲۳۵،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں دونوں باتیں کہی ہیں کہ چپکے چپکے پیغام نکاح مت دواور یہ بھی کہا کہ اشارے اشارے میں پیغام نکاح دے سکتے ہو۔

لغت : تخطب: پیغام نکاح دے، التعریض: چھیڑنا،اشارے اشارے میں کوئی بات کہنا۔

ترجمه: ۲ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تعریض کی شکل یہ ہے کہ کہے کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

وجه :اس اثر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ قول ہے۔عن ابن عباس ﴿فیما عرضتم به من خطبة النساء ﴾یقول انی ارید التزوج ،و لو ددت انه یسر لی امرأة صالحة، ....و قال عطاء یعرض و لا یبوح یقول ان لی حاجة و أبشری و انت بحمدالله نافقة ، و تقول هی قدأ سمع ما تقول ، و لا تعد شیئا و لا یواعد ولیها بغیر علمها ... قال الحسن ﴿لا تواعدوهن سرا ﴾، الزنا ۔(بخاری شریف،باب ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله۔(آیت ۲۳۵،سورۃ البقرۃ۲) ،ص ۹۱٦،نمبر۵۱۲۴رسنن بیہقی،باب تعریض بالخطبة،ج سابع ،ص۲۸۹،نمبر۱۴۰۱۹)اس اثر میں یہ بھی ہے کہ عدت میں عورت سے نکاح کا پکا وعدہ نہ کرے،صرف اشارہ کرے۔(۲)اس اثر میں بھی ہے۔عن الشعبی فی هذه الآیة و لکن تواعدوهن سرا قال لا یأخذ میثاقها ان لا تنکح غیره . (سنن بیہقی،باب تعریض بالخطبة، ج سابع ،ص۲۸۹،نمبر

٣ وعن سعيد بن جبيرؓ في القول المعروف اني فيک لراغب ،واني اريد ان نجتمع

(٢٠٩٩)ولايجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة الخروج من بيتها ليلا ولانهاراً والمتوفى عنهازوجها تخرج نهاراً اوبعض الليل ولا تبيت في غيرمنزلها ﴾ ١ اما المطلقة فلقوله تعالىٰ﴿ ولاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن الاان ياتين بفاحشة مبينة

١٤٠٢٥؎مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما قالوافی قولہ ولاتعزمواعقدۃ النکاح، ج رابع ،ص ٤٥،نمبر١٧٦١٢)اس اثر میں ہے کہ اندرخانہ عورت سے عہد نہ لے کہ دوسرے سے نکاح نہ کرے،اور مجھ سے ہی نکاح کرے۔

ترجمہ : ٣ قول معروف کے بارے میں حضرت سعید جبیرؓ سے منقول ہے کہ مجھ کو تم میں رغبت ہے، یا میں چاہتا ہوں کہ ہم دو نوں جمع ہو جائیں۔

تشریح: حضرت سعید ابن جبیر سے تعریض کے جو جملے منقول ہیں وہ یہ ہیں۔عن سعيد بن جبير قال لا يقاطعها على كذا و كذا ان لا تزوج غيره ، الا ان تقولوا قولا معروفا (آیت ٢٣٥،سورۃ البقرۃ ٢)قال يقول اني فيک لراغب و اني لارجو ان نجتمع ۔(سنن بیہقی، باب تعریض بالخطبۃ، ج سابع ،ص ٢٨٩،نمبر١٤٠٢٤) اس اثر میں ہے کہ پکا وعدہ نہ کرے صرف اشارہ کہے کہ مجھ کو تم سے رغبت ہے۔

ترجمہ: (٢٠٩٩) نہیں جائز ہے مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کے لئے گھر سے نکلنا رات کو یا دن کو اور متوفی عنہا زوجہا نکل سکتی ہے دن میں اور رات کے کچھ حصے میں، اور نہ رات گزارے گھر کے سوا۔

ترجمہ : ١ مطلقہ عورت کے لئے اللہ تعالی کا یہ قول ہے۔ يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة. (آیت ١،سورۃ الطلاق ٦٥)

تشریح : جو عورت عدت گزار رہی ہے چاہے طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو، چاہے طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی ہو،اور چاہے شوہر کا انتقال ہوا ہو اس کی عدت گزار رہی ہو،ان تمام عورتوں کے لئے اس گھر میں رہنا چاہئے جس میں طلاق واقع ہوئی ہے یا وفات ہوئی ہے۔البتہ عدت وفات والی دن میں روزی روٹی کمانے کے لئے نکل سکتی ہے۔اسی طرح رات کے کچھ حصے میں باہر رہ سکتی ہے۔البتہ سونے کا انتظام اسی گھر میں کرنا چاہئے جس میں عدت گزار رہی ہے۔

وجہ :(١) مطلقہ عورت گھر میں رہنے کے لئے یہ آیت ہے۔ يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة. (آیت،سورۃ

الطلاق ٦۵) اس آیت میں ہے کہ مطلقہ کو عدت میں گھر سے نہ نکالو، الا یہ کہ مجبوری ہو جائے اور فاحشہ مبینہ یعنی گالم گلوچ کرے۔(۲)عدت وفات کی معتدہ کے بارے میں یہ آیت ہے۔والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسهن من معروف (آیت ۲۴۰،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کو گھر سے نہ نکالے۔البتہ وہ خود نکل جائے تو اور بات ہے(۳)اس کے لئے حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عن عمته زینب بنت کعب بن عجرة ... اخبرتها انها جاء ت رسول الله ﷺ تسأله ان ترجع الی اهلها فی بنی عجرة وان زوجها خرج فی طلب اعبد له ابقوا حتی اذا کان بطرف القدوم لحقهم فقتلوه قالت فسألت رسول الله ان ارجع الی اهلی فان زوجی لم یترک لی مسکنا یملکه ولا نفقة قالت فقال رسول الله ﷺ نعم ،قالت فانصرفت حتی اذا کنت فی الحجرة او فی المسجد نادانی رسول الله او امر بی فنودیت له فقال کیف قلت؟ قالت فرددت علیه القصة التی ذکرت له من شان زوجی قال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا،ص ۲۲۷،نمبر ۱۲۰۴؍ابو داؤد شریف،باب فی المتوفی عنہا تنتقل،ص ۳۲۱، نمبر ۲۳۰۰)اس حدیث سے شوہر کے پاس گھر نہ ہو پھر بھی حتی الامکان اسی گھر میں عدت گزارے جس میں اس کی وفات ہوئی ہے۔(۴)رات دن گھر میں رہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن عبد الله بن عمر قال لا تبیت المتوفی عنها زوجها ولا المبتوتة الا فی بیتها (سنن للبیہقی،باب سکنی المتوفی عنہا زوجہا،ج سابع، ص ۱۵۷،نمبر ۱۵۵۰۵؍مصنف ابن ابی شیبۃ،۱٦۹ ما قالوا این تعتد؟من قال فی بیتها ج رابع،ص ۱۵۸،نمبر ۱۸۸۳۰؍مصنف عبد الرزاق،باب این تعتد المتوفی عنہا؟،ج سابع،ص ۲۱،نمبر ۱۲۱۰۷)اس اثر سے معلوم کہ معتدہ اور متوفی عنہا زوجہا عدت گھر میں گزارے۔البتہ ضرورت کے لئے متوفی عنہ زوجہا گھر سے نکل سکتی ہے۔

وجه :(۱)اس کا شوہر مر چکا ہے اس لئے روزی روٹی کے لئے دن میں گھر سے نکلنا ہوگا اور ممکن ہے کہ رات کے کچھ حصے تک واپس آئے۔اس لئے اس کے لئے دن میں باہر نکلنے کی گنجائش ہے(۲)اس حدیث میں ہے۔سمع جابر بن عبد الله یقول طلقت خالتی فارادت ان تجد نخلها فزجرها رجل ان تخرج فاتت النبی ﷺ فقال بلی فجدی نخلک فانک عسی ان تصدقی او تفعلی معروفا. (مسلم شریف،باب جواز خروج المعتدۃ البائن والمتوفی عنہا زوجہا فی النہار لحاجتہا،ص ۴۸٦،نمبر ۱۴۸۳؍۳۷۲۱؍ابو داؤد شریف،باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار،ص ۳۲۰،نمبر ۲۲۹۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ ضرورت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے(۳)اثر میں ہے۔عن ابن عمر قال المطلقة والمتوفی عنها زوجها تخرجان بالنهار ولا تبیتان لیلة تامة غیر بیوتهما. (سنن للبیہقی،باب کیفیۃ سکنی المطلقۃ والمتوفی عنہا،ج سابع،ص ۱۷۷، نمبر ۱۵۵۱۴؍مصنف ابن ابی شیبۃ،۱٦۹ ما قالوا این تعتد من قال فی بیتها،ج رابع،ص ۱۵۸،نمبر ۱۸۸۳۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ

۲ قیل الفاحشة نفس الخروج وقیل الزنا ء ویخرجن لاقامة الحد ۳ واما المتوفی عنهازوجها فلانه لانفقة لها فیحتاج الی الخروج نهاراً لطلب المعاش وقد یمتدالیٰ ان یهجم اللیل

رات کوگھر میں گزارے اور دن کو نکل سکتی ہے۔

ترجمہ: ۲ بعض حضرات نے فرمایا کہ آیت میں فاحشہ مبینہ کا ترجمہ ہے خود نکلنا، اور بعض حضرات نے فرمایا زنا ہے،، اور حد قائم کرنے کے لئے نکالی جائے گی۔

تشریح: آیت میں ہے کہ فاحشہ مبینہ کرے تو نکالی جاسکتی ہے، اس کا تین مطلب ہے [۱] بعض حضرات نے فرمایا کہ فاحشہ مبینہ کا مطلب یہ ہے کہ عورت خود عدت والے گھر سے نکل جائے تو نکل سکتی ہے، یہی فاحشہ مبینہ ہے، [۲] اور بعض حضرات نے فرمایا کہ فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ یعنی عورت زنا کرلے تو حد لگانے کے لئے گھر سے نکالی جاسکتی ہے۔ [۳] اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ عورت شوہر کے خاندان والوں کو برا بھلا کہے تو نکالی جاسکتی ہے، اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباسؓ انه سئل عن هذه الآية لا تخرجوهن من بیوتهن و لا یخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبینة (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵) فقال ابن عباسؓ الفاحشة المبینة ان تفحش المرأة علی اهل الرجل و تؤذیهم ۔(سنن بیہقی، باب الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵)، ج سابع، ص ۷۰۸، نمبر ۱۵۴۸۵) اس تفسیر میں ہے کہ شوہر کے اہل کو برا بھلا کہتی ہو تو اس کو عدت کے گھر سے نکال سکتے ہیں۔۔ اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ حدثنا میمون بن مهران قال قدمت المدینة فدفعت الی سعید، بن المسیب فقلت فاطمة بنت قیس طلقت فخرجت من بیتها فقال سعید تلک امراة فتنت الناس انها کانت لسنة فوضعت علی یدی ابن ام مکتوم ۔(ابوداود شریف، باب من انکر ذالک علی فاطمۃ بنت قیس، ص ۳۳۴، نمبر ۲۲۹۶)

ترجمہ: ۳ بہر حال متوفی عنہا زوجہا [اس لئے گھر سے نکلے گی کہ] اس کے لئے نفقہ نہیں ہے اس لئے روزی تلاش کرنے کے لئے دن کو نکلنے کی ضرورت پڑے گی، اور کبھی اتنی دیر ہو جائے گی کہ رات آجائے۔

تشریح: متوفی عنہا زوجہا کا شوہر مر چکا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ وراثت میں عدت کے دوران خرچے کے لئے کچھ نہ ملا ہو اس لئے رات تو عدت والے گھر میں گزارے گی، لیکن روزی تلاش کرنے کے لئے دن میں گھر سے باہر نکلے گی، اور ہوسکتا ہے کہ واپس آتے آتے رات ہو جائے اس لئے رات کے کچھ حصے میں بھی باہر رہ سکتی ہے۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ثبوت ہے۔ عن ابراهیم عن رجل من أسلم ان امرأة سألت أم سلمةؓ مات زوجها عنها أتمرض أباها قالت ام سلمةؓ کونی أحد طرفی اللیل فی بیتک ۔(سنن بیہقی، باب کیفیۃ سکنی المطلقۃ والمتوفی عنہا، ج

ؐ ولا كذالک المطلقة لان النفقة دارة عليهامن مال زوجها حتى لو اختلعت على نفقه عدتها قيل انهاتخرج نهاراً تخرج وقيل لاتخرج لانها اسقطت حقهافلا يبطل به حق عليها (٢١٠٠) وعلىٰ المعتدة ان تعتدفى المنزل الذى يضاف اليها بالسكنىٰ حال وقوع الفرقةوالموت﴾

سابع ،ص ۱۷۱،نمبر۱۵۵۱۴)اس اثر میں ہے کہ متوفی عنھا زوجھا رات کے کچھ حصے میں باہر رہ سکتی ہے،البتہ پوری رات باہر نہ رہے۔(۲)اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ خود نکل جائے تو شوہر کے خاندان پر کوئی حرج نہیں ہے۔**و الذین یتوفون منکم و یذرون أزواجا وصية لأزواجهم متاعا الى الحول غير اخراج فان خرجن فلا جناح عليكم فى ما فعلن فى انفسهن من معروف و الله عزيز حكيم** . (آیت۲۴۰،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں ہے کہ عورت خود عدت کے گھر سے نکل جائے تو شوہر کے خاندان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

ترجمہ : ؐ مطلقہ ایسی نہیں ہےاس لئے کہ اس پر تو نفقہ برابر اس کے شوہر کے مال سے جاری رہتا ہے،یہاں تک کہ اگر اس نے اپنی عدت کے نفقہ پر خلع کیا تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ دن میں نکلے گی،اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں نکلے گی،اس لئے کہ اس نے اپنا حق خود ساقط کر دیا ہے،اس لئے اس کی وجہ سے عورت پر جو شریعت کا حق ہے وہ باطل نہیں ہوگا۔

تشریح : مطلقہ عورت عدت گزار رہی ہو تو اس کا معاملہ متوفی عنھا زوجھا سے الگ ہے،کیونکہ مطلقہ کو شوہر کی جانب نفقہ اور سکنی ملتا رہتا ہےاس لئے اس کو روزی کمانے کے لئے گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہےاس لئے وہ دن میں بھی گھر سے باہر نہ جائے، لیکن اگر عورت نے نفقہ ساقط کرنے پر خلع کر لیا تو چونکہ اس کے پاس نفقہ نہیں ہےاس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ روزی کمانے کے لئے دن کے بعض حصے میں نکل سکتی ہے،لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ شریعت کا حق گھر میں رہنا ہےاور اس نے اپنے سے شوہر سے نفقہ ساقط کیا ہےاس لئے شریعت کا جو حق اس پر ہے وہ ساقط نہیں ہوگا،اور گھر میں رہنا ہوگا۔

وجہ:(۱) گھر میں رہنے کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن عبد الله ابن عمرؓ قال لا تبيت المتوفى عنها زوجها و لا المبتوتة الا فى بيتها** ۔(سنن بیہقی،باب سکنی التوفی عنھا زوجھا،ج سابع ،ص ۱۷۵،نمبر۱۵۵۰۵)اس اثر میں ہے کہ مبتوتہ اور متوفی عنھا زوجھا کو گھر میں ہی عدت گزارنی چاہئے۔(۲)اور مطلقہ کو شوہر کی جانب سے نفقہ ملے گا اس کی دلیل یہ آیت ہے۔**وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين** ۔(آیت۲۴۱،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں ہے کہ مطلقہ عورت کو فائدہ اٹھانے دو یعنی نفقہ دو۔

ترجمہ : (۲۱۰۰)معتدہ پر لازم ہے عدت گزارنا اس گھر میں جس کی طرف منسوب ہےاس کی رہائش فرقت کے وقت،اور موت کے وقت۔

۱؎ لقوله تعالیٰ ﴿ولاتخرجوهن من بيوتهن﴾ والبيت المضاف اليها هو البيت الذى تسكنه ولهذا لوزارت اهلها وطلقها زوجها كان عليها ان تعودالى منزلها فتعتد فيه ۲؎ وقال عليه السلام للتى قتل زوجهااسكنى فى بيتک حتى يبلغ الكتب اجله (۲۱۰۱) وان كان نصيبها من دارالميت لايكفيها فاخرجهاالورثة من نصيبهم انتقلت﴾ ۱؎ لان هذا الانتقال بعذروالعبادات تؤثر فيها الاعذار

ترجمہ: ۱؎ اللہ تعالی کے قول۔ لا تخرجوهن من بيوتهن. (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵) کی وجہ سے۔ یعنی ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور ان کا گھر وہی ہے جس میں وہ رہتی تھیں، اس لئے اگر وہ عورت اپنے میکے والوں کی زیارت کے لئے گئی ہو اور یہاں اس کے شوہر نے طلاق دے دی تو اس عورت پر واجب ہے کہ لوٹ کر اس گھر میں آئے اور اس میں عدت گزارے۔

تشریح: طلاق واقع ہوتے وقت یا وفات کے وقت عورت جس گھر میں رہتی تھی اسی گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے۔

وجہ (۱) اوپر آیت میں گزری یا ايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة. (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں بیوت کی اضافت ھن، ضمیر کی طرف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں وہ رہتی ہو اسی میں عدت گزارے، چنانچہ اگر عورت میکے گئی اور وہاں شوہر نے طلاق دے دی تو اپنے شوہر کے گھر میں واپس آئے گی اور وہاں عدت گزارے گی، کیونکہ وہی اس کا گھر ہے۔

ترجمہ: ۲؎ حضور علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا جس کا شوہر انتقال کر چکا تھا، کہ اپنے گھر میں ٹھہری رہو جب تک کہ عدت نہ پوری ہو جائے۔

تشریح: صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن عمته زينب بنت كعب بن عجرة ... قال امكثى فى بيتک حتى يبلغ الكتب اجله۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا، ص ۲۲۷، نمبر ۱۲۰۴/ ابو داؤد شریف، باب فی المتوفی عنہا تنتقل، ص ۳۲۱، نمبر ۲۳۰۰) اس حدیث میں ہے کہ عدت پوری ہونے تک اسی گھر میں رہو جس میں وہ رہتی تھی۔

ترجمہ: (۲۱۰۱) پس اگر عورت کا حصہ میت کے گھر میں سے اس کو کافی نہ ہو اور ورثہ اس کو اپنے حصے سے نکال دے تو وہ منتقل ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ منتقل ہونا عذر کی بنا پر ہے اور عبادات میں عذر مؤثر ہے۔

تشریح: شوہر کا انتقال ہو گیا اور ورثہ نے اس کا مال تقسیم کر لیا۔ اور جس مکان میں شوہر رہا کرتے تھے اس کو بھی تقسیم کر لیا۔ اب عورت کے حصے میں مکان کا اتنا حصہ آیا کہ وہ اس میں نہیں رہ سکتی اور ورثہ اپنے حصے میں رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو وہ عورت

۲؎ وصار كما اذاخافت على متاعها او خافت سقوط المنزل اوكانت فيها باجر ولاتجد ماتؤديه

دوسری جگہ منتقل ہوکرعدت گزارسکتی ہے۔

وجه: (۱) یہ مجبوری ہےاور مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہے، کیونکہ عبادات میں مجبوری مؤثر ہوتی ہے۔(۲) حدیث میں ہے۔ لقد عابت ذلک عائشة عنها اشد العيب يعنى حديث فاطمة بنت قيس وقالت ان فاطمة كانت فى مكان وحش فخيف على ناحتيها فلذلک رخص لها رسول الله ﷺ . (ابوداؤدشریف، باب من انکرذلک علی فاطمۃ بنت قیس، ص ۳۲۰، نمبر ۲۲۹۲ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۷۰ من رخص للمطلقۃ ان تعتد فی غیر بیتھا، ج رابع، ص ۱۵۸، نمبر ۱۸۸۳۲)اس حدیث میں ہے کہ گھر گرنے کا خوف تھاتو وہاں منتقل ہوگئی (۳)اثر میں ہے۔قال نقل على ام كلثوم بعد قتل عمر بسبع ليال وقال لانها كانت فى دار الامارة۔(سنن للبیہقی، باب من قال سکنی للمتوفی عنہازوجہاج سابع، ص ۱۶، ۷، نمبر ۱۵۵۰۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑنے پر معتدہ منتقل ہوسکتی ہے۔

ترجمه: ۲؎ تو ایسا ہوگیا کہ عورت کو اپنے سامان کا خوف ہو، یا گھر کے گرنے کا خوف ہو، یا اس گھر میں کرایہ پر رہتی تھی، اب وہ کرایہ ادا نہیں کرسکتی۔

تشریح: یہ چند اعذار ہیں جنکی وجہ سے عورت اپنے گھر سے منتقل ہوکر دوسری جگہ عدت گزارسکتی ہے [۱] عورت جس گھر میں رہتی ہے وہاں سامان چوری ہونے یا ضائع ہونے کا خوف ہے [۲] جس گھر میں رہتی ہے اس گھر کے گرنے کا خوف ہے [۳] یا وہ اس گھر میں کرایہ پر رہ رہی تھی، اب اتنا کرایہ نہیں ہے کہ ادا کرسکے تو ان عذار کی وجہ سے گھر سے نکل کر دوسری جگہ عدت گزارسکتی ہے، اسی طرح وراثت کا حصہ اتنا کم ہو کہ اس میں رہنا مشکل ہو تو بھی وہاں سے منتقل ہوکر دوسری جگہ عدت گزارسکتی ہے۔

وجه:(۱)اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ شوہر کے خاندان پر سکنی نہیں ہے وراثت میں جو کچھ گھر کا حصہ ملا ہے اسی میں عدت گزارے، اور نہیں گزارسکتی ہے تو منتقل ہوجائے۔قال ابن عباس ؓ نسخت هذه الآية عدتها عند اهلها فتعتد حيث شائت و هو قول الله تبارک وتعالى غير اخراج ، قال عطاء ان شائت اعتدت عند ا اهلها او سكنت فى وصيتها و ان شائت خرجت لقوله تعالى﴿ فان خرجن فلا جناح عليكم فيما فعلن فى انفسهن ۔(آیت ۲۴۰، سورۃ البقرۃ ۲) قال عطاء ثم جاء الميراث فنسخ منه السكنى تعتد حيث شائت ۔(سنن بیہقی، باب من قال لاسکنی للمتوفی عنھا زوجھا، ج سابع، ص ۱۵، ۷، نمبر ۱۵۵۰۶) اس تفسیر میں ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کو وراثت میں جو حصہ ملا ہے اسی میں ہو سکے تو عدت گزارے۔

﴿کن مجبوریوں سے دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے﴾

مطلقہ رجعیہ، مبتوتہ، اور متوفی عنھا زوجھا کو اسی گھر میں عدت گزانی چاہئے جس میں وہ رہتی تھی، اور جس میں طلاق واقع ہوئی ہے، یا شوہر کی وفات ہوئی ہے۔ لیکن شدید قسم کی مجبوریاں ہوں تو دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے۔ مجبوریاں یہ ہیں ۔

[۱] عورت کو اس بات کا زبردست خطرہ ہو کہ اس گھر میں عدت گزارے گی تو شوہر یا اس کا خاندان والا جسمانی، یا جنسی حملہ کرے گا تو دوسری اطمینان کی جگہ میں عدت گزار سکتی ہے۔ [یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر کے طلاق دینے کے بعد عورت کا اس گھر میں رہنا مشکل ہوتا ہے، یا شوہر کے انتقال کے بعد عورت کے بچے نہ ہوں تو شوہر کے خاندان میں عدت گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے ایسی مجبوری میں وہ دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے]۔ اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن فاطمة بنت قيس قالت قلت يا رسول الله ! زوجي طلقني ثلاثا و أخاف ان يقتحم على قال فأمر ها فتحولت .** (مسلم شریف، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ص ۶۴۳، نمبر ۱۴۸۲/۳۷۱۸) اس حدیث میں ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ مجھ پر حملہ نہ کردے، اس لئے حضور ؐ نے دوسرے گھر میں رہنے کی اجازت دی۔

[۲] یا گھر چھوٹا ہو، یا اس میں ڈر لگتا ہو، یا رہنے کے قابل نہ ہو تو دوسری جگہ عدت گزارے گی۔ اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عابت عائشة ؓ اشد العيب و قالت ان فاطمة كانت في مكان وحش فخيف على ناحيتها فلذالک ا رخص لها النبي ﷺ** ۔ (بخاری شریف، باب قصة فاطمة بنت قيس، الخ ص ۹۵۲، نمبر ۵۳۲۵/ ابوداود شریف، باب من انکر ذالک علی فاطمة بنت قيس، ص ۳۳۳، نمبر ۲۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ ایسی مجبوری ہو کہ گھر میں رہنا مشکل ہو تو منتقل ہو سکتی ہے۔

[۳] عورت شوہر کو یا شوہر کے خاندان کو برا بھلا کہتی ہو جس سے وہاں رہنا مشکل ہو ہو تب بھی اس کو دوسرے گھر میں منتقل کر سکتے ہیں، اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس ؓ انه سئل عن هذه الآية لا تخرجوهن من بيوتهن و لا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة** (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵) **فقال ابن عباس ؓ الفاحشة المبينة ان تفحش المرأة على اهل الرجل و تؤذيهم** ۔ (سنن بیہقی، باب الا ان یأتین بفاحشة مبينة (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵)، ج سابع ص ۷۰۸، نمبر ۱۵۴۸۵) اس تفسیر میں ہے کہ شوہر کے اہل کو برا بھلا کہتی ہو تو اس کو عدت کے گھر سے نکال سکتے ہیں ۔۔ اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **حدثنا ميمون بن مهران قال قدمت المدينة فدفعت الى سعيد ، بن المسيب فقلت فاطمة بنت قيس طلقت فخرجت من بيتها فقال سعيد تلک امراة فتنت الناس انها كانت لسنة فوضعت على يدى ابن ام مكتوم** ۔ (ابوداود شریف، باب من انکر ذالک علی فاطمة بنت قيس، ص ۳۳۴، نمبر ۲۲۹۶) عورت برا بھلا کہتی تھی اس لئے دوسری جگہ عدت گزاروائی۔

[۴] عورت سفر میں ہو وہیں شوہر کا انتقال ہو گیا، یا شوہر نے اس کو طلاق دے دی اور اس جگہ عدت گزارنے کی سہولت نہ ہو تو وہاں

سے سفر کر کے گھر تک آسکتی ہے، کیونکہ وہاں عدت گزارنا مشکل ہے۔ (۱) اثر میں ہے۔ قال نقل علی ام کلثوم بعد قتل عمر بسبع لیال و قال لانها کانت فی دار الامارۃ۔ (سنن للبیہقی، باب من قال سکنی للمتوفی عنہا زوجہا سابع، ص ۷۱۶، نمبر ۱۵۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑنے پر معتدہ منتقل ہو سکتی ہے۔

[۵] نان نفقہ نہ ہو، تو وہ دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے (۱) عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس أن زوجها طلقها ثلاثا فلم یجعل لها النبی ﷺ نفقة و لا سکنی (ابوداود شریف، باب فی نفقة المبتوتة، ص ۳۳۲، نمبر ۲۲۸۸) اور اسی حدیث کے دوسرے حصے میں ہے۔ و ان ابا حفص ابن المغیرۃ طلقها آخر ثلاث تطلیقات فزعمت انها جائت رسول الله ﷺ فاستفتته فی خروجها من بیتها فأمرها ان تنتقل الی ابن ام مکتوم الاعمی۔ (ابوداود شریف، باب فی نفقة المبتوتة، ص ۳۳۲، نمبر ۲۲۸۹) ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہ کو نفقہ اور سکنی نہیں ملا تو دوسری جگہ عدت گزارنے کی گنجائش دی گئی، جس سے معلوم ہوا کہ عدت کی جگہ میں رہائش اور نفقہ کی سہولت بالکل نہ ہو تو دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے (۲) اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ عن عمته زینب بنت کعب بن عجرۃ ... اخبرتها انها جاء ت رسول الله ﷺ تسأله ان ترجع الی اهلها فی بنی عجرۃ و ان زوجها خرج فی طلب اعبد له ابقوا حتی اذا کان بطرف القدوم لحقهم فقتلوہ قالت فسألت رسول الله ان ارجع الی اهلی فان زوجی لم یترک لی مسکنا یملکه و لا نفقة قالت فقال رسول الله ﷺ نعم، قالت فانصرفت حتی اذا کنت فی الحجرۃ او فی المسجد نادانی رسول الله او امر بی فنودیت له فقال کیف قلت؟ قالت فرددت علیه القصة التی ذکرت له من شان زوجی قال امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتب اجله۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا، ص ۲۲۷، نمبر ۱۲۰۴ / ابوداؤد شریف، باب فی المتوفی عنہا تنتقل، ص ۳۲۱، نمبر ۲۳۰۰) اس حدیث سے شوہر کے پاس گھر نہیں تھا، اور نہ نان نفقہ تھا، اس لئے آپؐ نے پہلے دوسری جگہ عدت گزارنے کی اجازت، بعد میں منع فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ مجبوری ہو تو دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ سفر میں شوہر کا انتقال ہوا تھا تو آپ نے دوسری اطمینان کی جگہ میں عدت گزارنے کی اجازت دی

[۶] عورت خود نکل جائے تب بھی شوہر کے خاندان پر گناہ نہیں ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسهن من معروف (آیت ۲۴۰، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کو گھر سے نہ نکالے۔ البتہ وہ خود نکل جائے تو اور بات ہے۔

[۷] مبتوتہ عدت کے گھر میں رہ رہی ہو اس کے پاس نفقہ ہو لیکن پورا نفقہ نہ ہو تو پورا نفقہ کمانے کے لئے دن کے وقت گھر سے نکل سکتی ہے۔ اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ سمع جابر بن عبد الله یقول طلقت خالتی فارادت ان تجد نخلها

(۲۱۰۲) ثم ان وقعت الفرقة بطلاق بائن اوثلث لابدمن سترة بينهما ثم لابأس ﴾ ۱ لانه معترف بالحرمة الاان يكون فاسقا يخاف عليها منه فحينئذ تخرج لانه عذر ولاتخرج عما انتقلت اليه

فزجرها رجل ان تخرج فاتت النبی ﷺ فقال بلی فجدی نخلک فانک عسی ان تصدقی او تفعلی معروفا. (مسلم شریف، باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفی عنہا زوجہا فی النہار لحاجتہا ص۶۴۸، نمبر۱۴۸۳/۳۷۲۱/ابوداؤد شریف، باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار، ص۳۲۰، نمبر۲۲۹۷) اس حدیث میں ہے کہ نفقہ حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے۔

[۸] متوفی عنھا زوجھا عدت کے گھر میں رہ رہی ہو اس کے پاس نفقہ ہو لیکن پورا نفقہ نہ ہو تو پورا نفقہ کمانے کے لئے دن کے وقت گھر سے نکل سکتی ہے۔اس کے لئے ۔ اثر میں ہے۔ عن ابن عمر قال المطلقة والمتوفی عنها زوجها تخرجان بالنهار ولا تبيتان ليلة تامة غير بيوتهما. (سنن للبیہقی، باب کیفیۃ سکنی المطلقۃ والمتوفی عنہا، ج سابع، ص۷۱۷، نمبر۱۵۵۱۴/مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۶۹ ما قالوا این تعتد من قال فی بیتہا، ج رابع، ص۱۵۸، نمبر۱۸۸۳۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں گزارے اور دن کو نکل سکتی ہے۔

ترجمہ : (۲۱۰۲) پھر اگر فرقت طلاق بائن کی وجہ سے ہوئی ہو، یا تین طلاق سے ہوئی ہو تو مرد اور عورت کے درمیان سترہ ضروری ہے، پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ وہ حرمت کا معترف ہے، مگر یہ کہ اگر شوہر فاسق ہو اور عورت پر حملے کا خوف ہو تو اس وقت عورت نکل جائے، اس لئے کہ یہ عذر ہے، اور جہاں وہ منتقل ہوئی ہے وہاں سے دوبارہ منتقل نہ ہو۔

تشریح :اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق بائنہ ہوئی ہو یا طلاق مغلظہ ہوئی ہو اب بغیر نکاح کے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے، پردہ ضروری ہے، اس لئے اس گھر میں عدت گزارتے وقت دونوں کے درمیان پردہ ضروری ہے، اگر پردہ کر لیا تو اب کوئی حرج نہیں ہے ، کیونکہ دونوں حرمت کا معترف ہے، اس لئے یقین یہ ہے کہ کوئی ناخوشگوار معاملہ پیش نہیں آئے گا، لیکن اگر شوہر فاسق ہو تو اور کسی ناجائز تعلقات کا خوف ہو تو اس وقت خود عورت اس گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ ناجائز میں پھسنے کا عذر ہے، لیکن عورت جہاں ایک مرتبہ منتقل ہوگئی تو اب بغیر کسی شدید عذر کے وہاں سے منتقل نہ ہو، کیونکہ اب یہی گھر عدت گزارنے کے لئے متعین ہو گیا۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں پردہ کے لئے نابینا کے گھر میں عدت گزارنے کے لئے کہا۔و ان ابا حفص ابن المغيرة طلقها آخر ثلاث تطليقات فزعمت انها جائت رسول الله ﷺ فاستفتته فی خروجها من بيتها فأمرها ان تنتقل الى ابن ام مكتوم الاعمى ۔(ابوداود شریف، باب فی نفقۃ المبتوتۃ، ص۳۳۲، نمبر۲۲۸۹)

۲؎ والاولیٰ ان یخرج هوویترکها (۲۱۰۳) وان جعلابینهما امرأة ثقة تقدرعلیٰ الحیلولة فحسن وان ضاق علیهما المنزل فلتخرج والاولیٰ خروجه ﴾(۲۱۰۴)واذاخرجت المرأة مع زوجها الی مکة فطلقهاثلثا اومات عنها فی غیر مصر فان کان بینهاوبین مصرها اقل من ثلثة ایام رجعت الی مصرها (لانه لیس بابتداء الخروج معنی بل هوبناء)وان کانت مسیرة ثلثة ایام ان شاء ت رجعت وان شاء ت مضت ﴾ ۱؎ سواء کان معهاولی اولم یکن معناه اذا کان الی المقصد ثلثة ایام ایضاً لان المکث فی ذٰلک المکان اخوف علیها من الخروج الاان الرجوع اولیٰ لیکون الاعتداد فی منزل الزوج

ترجمہ: ۲؎ زیادہ بہتر یہ ہے کہ خود شوہر نکل جائے اور عورت کو گھر میں چھوڑ دے۔

تشریح: آیت کی وجہ سے عورت کو گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے اور شوہر کو گھر میں رہنا ضروری نہیں صرف مباح ہے اس لئے بہتر ہے کہ خود شوہر نکل جائے۔

ترجمہ: (۲۱۰۳) اور اگر دونوں کے درمیان میں ثقہ عورت رکھ لے جو حیلولت پر قدرت رکھتی ہو تو بہتر ہے، اور اگر دونوں پر رہنے کی تنگی ہو تو عورت گھر سے نکل جائے، اور زیادہ بہتر ہے کہ شوہر نکلے۔

تشریح: زیادہ بہتر یہ ہے کہ میاں بیوی اپنے درمیان کوئی ثقہ عورت کو رکھ لے تا کہ کوئی ناخوشگوار معاملہ نہ پیش آئے۔ اور اگر گھر اتنا تنگ ہو کہ تین آدمی نہ رہ سکتے ہوں تو عورت اس گھر سے نکل جائے، اور بہتر یہ ہے کہ خود شوہر گھر سے نکل جائے، اس کی وجہ اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۲۱۰۴) اگر عورت شوہر کے ساتھ مکہ مکرمہ نکلی پھر اس کو تین طلاق دی، یا اس کا شوہر ویرانے میں مر گیا، پس اگر عورت کے درمیان اور اس کے شہر کے درمیان تین دن سے کم مدت ہو تو اپنے شہر کی طرف لوٹ آئے، [اس لئے کہ یہ شروع سے نکلنا نہیں ہے بلکہ بناء نکلنا ہے] اور اگر تین دن کی مسافت ہو تو اگر چاہے تو اپنے شہر کی طرف لوٹ آئے، اور چاہے تو اپنے مقصد کی طرف چلی جائے [مکہ مکرمہ چلی جائے]،

ترجمہ: ۱؎ چاہے اس کے ساتھ ولی ہو یا نہ ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مقصد کی طرف بھی تین دن کی مسافت ہو، اس لئے کہ اس جگہ ٹھہرنا نکلنے سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر یہ کہ گھر لوٹنا زیادہ بہتر ہے تا کہ شوہر کے گھر میں عدت گزارنا ہو جائے۔

تشریح: مثلا کوفہ کی عورت شوہر کے ساتھ مکہ مکرمہ جارہی تھی کہ کسی ویرانے میں جہاں کوئی آبادی نہیں تھی، اور رہکر عدت گزارنے کی کوئی سہولت نہیں تھی وہاں اس کو تین طلاق دی، یا شوہر کا انتقال ہو گیا تو یہاں تین صورتیں ہیں [۱] جس جگہ پر طلاق ہوئی ہے وہ کوفہ سے مدت سفر تین دن سے کم کی مسافت ہے [۴۸ میل سے کم کی مسافت ہے] تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے شہر کوفہ

(۲۱۰۵) قال الا ان یکون طلقها اومات عنها زوجها فی مصر فانها لا تخرج حتی تعتدثم تخرج ان کان لها محرم ﴾ ۱ وھذا عندابی حنیفةؒ

لوٹ آئے۔

وجہ : (۱)اس کی تین وجہ ہیں ایک یہ کہ اپنے گھر میں آ کر عدت گزارے گی جو اس پر واجب ہے، (۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مدت سفر سے کم ہے اس لئے بغیر ذی رحم محرم کے بھی معتدہ کے لئے اتنا سفر کرنا جائز ہے۔ (۳) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جگہ خوفناک ہے یہاں عدت گزارنا ناممکن ہے اس لئے عذر کی بنا پر منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ (۴) اور چوتھی وجہ صاحب ہدایہ نے لانہ لیس بابتداء الخروج الخ سے پیش کی ہے کہ یہ سفر شروع کا نہیں ہے، شروع کا سفر تو شوہر کے ساتھ تھا جو ہر طرح جائز تھا، اس میں طلاق دینے یا وفات کی وجہ سے اس پر بنا کرتے ہوئے یہ دوسرا سفر مجبوری کے درجے میں ہے۔ اس لئے یہ بدرجہ اولی جائز ہونا چاہئے۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ جہاں موت واقع ہوئی ہے وہاں سے کوفہ مدت سفر تین دن سے زیادہ ہے، اور جہاں جانا ہے [مکہ مکرمہ] وہ بھی تین دن سے زیادہ کا سفر ہے، تو اس کے لئے دونوں اختیار ہیں، اپنا شہر کوفہ لوٹ آئے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ مقصد مکہ مکرمہ چلی جائے، چاہے اس کے ساتھ ذی رحم محرم ہو یا نہ ہو۔ البتہ گھر آنا زیادہ بہتر ہے تا کہ اپنے گھر میں عدت گزار سکے۔

وجہ :(۱) وہ جگہ تو ویرانہ ہے اسلئے وہاں سے منتقل تو ہونا ہی ہوگا، اور دونوں طرف مدت سفر ہے اس لئے جدھر جائے اس کے لئے گنجائش ہے۔

[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ جہاں سے چلی ہے یعنی کوفہ تین دن سے زیادہ کی مسافت ہو اور جہاں جانا ہے یعنی مکہ مکرمہ تین دن سے کم کی مسافت ہو تو عورت کو مکہ مکرمہ جانا چاہئے، کیونکہ اس کے لئے کم مسافت طے کی گنجائش ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس صورت کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

نوٹ : یہ تینوں صورت اس وقت ہے جبکہ ٹکٹ اور ہوائی جہاز کی پریشانی نہ ہو، لیکن اگر ٹکٹ ایسا ہو کہ جہاں جانا ہے وہیں جا سکتا ہو واپس نہیں آ سکتا ہو تو مقصد پر جانا جائز ہے کیونکہ مجبوری ہے۔

ترجمہ :(۲۱۰۵) مگر یہ کہ طلاق دی ہو یا اس کا شوہر شہر میں مرا ہو تو عورت نہیں نکلے گی یہاں تک کہ عدت گزار لے پھر نکلے اگر اس کے ساتھ محرم ہو۔

ترجمہ: ۱ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح :اس مسئلے میں تین شرطیں ہیں [۱] جہاں سے نکلی ہو اور جہاں جا رہی ہو دونوں میں تین دن کی مسافت ہو، [۲] ساتھ ذی رحم محرم ہو، [۳] جس جگہ پر وفات ہوئی ہے، یا طلاق بائنہ ہوئی ہے وہاں شہر ہے، اور عدت گزارنے کی تھوڑی بہت سہولت ہے تو امام

(۲۱۰۶) وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ ان کان معهامحرم فلابأس بأن تخرج من المصر قبل ان تعتد ﴿ لهمـاان نـفـس الـخـروج مباح دفعا لاذى الغربة ووحشة الوحدة وهٰذا عذر وانما لحرمة للسفر وقدارتفعت بالمحرم

ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ وہیں عدت گزارنی چاہئے ،اور چاہے ذی رحم محرم کے ساتھ مدت سفر کی مسافت طے کرنے کی گنجائش ہے،لیکن اسی مقام پر عدت گزارنا ایک اہم کام ہے اس لئے وہیں عدت گزارے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں عدت گزار سکتی ہے اس لئے اس کے لئے وہاں سے نکلنا ٹھیک نہیں، باقی غربت اور سفر کی وحشت تو اس پر صبر کرنا ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ عورت طرف القدوم میں تھی اور عدت گزارنے کے لئے مناسب گھر نہیں تھا پھر بھی حضورؐ نے وہیں عدت گزارنے کے لئے فرمایا۔عن فريعة اخت ابى سعيد انها كانت مع زوجها فى قرية من قرى المدينة فتبع اعلاجا فقتلوه فأتت النبى ﷺ فشكت الوحشة فى منزلها و ذكرت انها فى منزل ليس لها و استأذنت ان تأتى منزل اخواتها بالمدينة فاذن لها ثم دعا او دعيت له فقال اسكنى فى البيت الذى أتاک فيه نعى زوجک حتى يبلغ الكتاب أجله ۔(سنن بیہقی، باب سکنی المتوفی عنھا زوجھا، ج سابع ،ص ۷۲۳،نمبر ۱۵۵۰۰ ارترمذی شریف، باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا،ص ۲۲۷،نمبر ۱۲۰۴ ارابوداؤدشریف، باب فی المتوفی عنہا تنتقل،ص ۳۲۱،نمبر ۲۳۰۰)اس حدیث میں ہے کہ عورت سفر میں تھی اور عدت گزارنے کے لئے گھر تو تھا لیکن مناسب گھر نہیں تھا تب بھی اسی گھر میں عدت گزارنے کے لئے حضورؐ نے فرمایا۔

ترجمہ : (۲۱۰۶) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا اگر اس کے ساتھ ذی رحم محرم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ عدت گزارنے سے پہلے شہر سے نکلے ۔

ترجمہ : ﴿ ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ غربت کی تکلیف دور کرنے کے لئے اور تنہائی کی وحشت کو دور کرنے کے لئے نفس نکلنا مباح ہے،اور یہ عذر ہے،صرف حرمت سفر کی وجہ سے ہے جو محرم ہونے کی وجہ سے اٹھ گئی۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے وطن سے دور ہے اس لئے وطن سے دوری اور تنہائی کی وحشت بہت بڑا عذر ہے، جسکی بنا پر عورت کے لئے گھر آ کر وہاں عدت گزارنے کی گنجائش ہے، باقی رہا کہ مدت سفر ہے اس لئے عورت کیسے سفر کرے گی تو یہاں ذی رحم محرم ساتھ ہے اس لئے اس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے۔

اصول: صاحبین کے نزدیک مقام وفات اور مقام طلاق پر عدت گزارنے سے اہم غربت کی تکلیف ہے۔

اصول:امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقام وفات،اور مقام طلاق پر عدت گزارنا غربت کی تکلیف سے اہم ہے۔

۲؎ وله ان العدة امنع من الخروج من عدم المحرم فان للمرأة ان تخرج الى مادون السفر بغير محرم وليس للمعتدة ذلک فلما حرم عليها الخروج الى سفر بغير المحرم ففى العدة اولىٰ

لغت: غربۃ: اردو میں مسکین اور غریب ہونے کو غربت کہتے ہیں، عربی میں بے وطن ہونے کو غربۃ کہتے ہیں، دونوں زبانوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ محرم ساتھ نہ ہو اس کو باہر نکلنے میں منع ہے عدت والی کو اس سے بھی زیادہ منع ہے، اس لئے کہ سفر سے کم مسافت میں بغیر محرم کے نکلے یہ جائز ہے، اور عدت گزارنے والی کو یہ بھی جائز نہیں ہے، عورت کو بغیر محرم کے سفر میں نکلنا حرام ہے تو عدت میں بدرجہ اولی حرام ہوگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہ ؒ کی دلیل یہ ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے مدت سفر میں نکلے تو یہ ممنوع ہے، لیکن یہ ممانعت کم درجے کی ہے، کیونکہ مدت سفر سے کم میں نکل سکتی ہے، اور عدت گزارنے والی کے لئے تو گھر سے نکلنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اس سے بھی سخت ہے ، اس لئے محرم ساتھ ہو تب بھی عدت گزارنے کیلئے اس جگہ سے منتقل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

نوٹ: یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں عدت گزارنے کی سہولت ہو، اور اگر بالکل سہولت نہ ہو یا ویزے، یا ہوائی جہاز کی مشکلات ہو تو اس کے لئے گھر آنا جائز ہے، کیونکہ عذر شدید ہے۔

﴿باب ثبوت النسب﴾

﴿ ثبوت نسب کا بیان ﴾

ضروری نوٹ : شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کی بیوی ہوگی بچے کا نسب اسی سے ثابت کیا جائے گا، چاہے وہ شوہر بیوی سے کتنا ہی دور کیوں نہ رہتا ہو یا کتنا ہی ناممکن کیوں نہ ہو، کیونکہ بچے کا نسب ثابت نہ کریں تو وہ حرامی ہوگا جو اس کی زندگی بھر کے لئے عار کی چیز ہوگی، پھر اس کے کھانے، پینے کا مسئلہ کھڑا ہوگا، اس کی وراثت کا مسئلہ کھڑا ہوگا، اس لئے بچہ بیوی والے کا ہوگا، اور اگر وہ انکار کرتا ہے تو لعان کرے۔ دلیل یہ آیت ہے۔(۱) **هو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهرا** ۔(آیت ۵۴، سورۃ الفرقان ۲۵)اس آیت میں فرمایا کہ پانی سے انسان پیدا کیا اور اور نسب اور دامادی کا رشتہ قائم کیا۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ بچہ بیوی والے کا ہے، اور زانی کو کچھ نہیں ملے گا اس کے لئے تو پتھر ہے۔ **عن عائشة انها قالت اختصم سعد بن ابی وقاص و عبد بن زمعة فی غلام فقال سعد هذا یا رسول الله ! ابن اخی عتبة بن ابی وقاص ، عهد الی انه ابنه انظر الی شبهه و قال عبد بن زمعة هذا اخی یا رسول الله ! ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول الله الی شبهه فرأی شبها بینا بعتبة فقال هو لک یا عبد ! الولد للفراش وللعاهر الحجر ،و احتجبی منه یا سودة بنت زمعة .** (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوقی الشبهات، ص ۶۲۰، نمبر ۱۴۵۷ / ۳۶۱۳ / بخاری شریف، باب للعاھر الحجر، ص ۱۱۷۴، نمبر ۶۸۱۸ / ابوداؤد شریف، باب الولد للفراش، ص ۳۱۷، نمبر ۲۲۷۳) اس حدیث میں ہے کہ جسکی بیوی ہوگی نسب اسی سے ثابت کیا جائے گا۔

﴿ثبوت نسب کب ہوگا﴾

نمبر	مبتوتہ یا رجعیہ	کتنی مدت میں بچہ پیدا ہوا	ثبوت نسب ہوگا	رجعت ہوگی
(۱)	رجعیہ	دوسال سے زیادہ	نسب ثابت ہوگا	رجعت ہوگی
(۲)		دوسال کے اندر	نسب ثابت ہوگا	
(۳)	مبتوتہ	دوسال سے زیادہ	نسب ثابت نہیں ہوگا	
(۴)		دوسال کے اندر	نسب ثابت ہوگا	

(۲۱۰۷)ومن قال ان تزوجت فلانة فهي طالق فتزوجها فولدت ولداً لستة اشهر من يوم تزوجها فهو ابنه وعليه المهر﴾

ترجمه: (۲۱۰۷) کسی شخص نے کہا اگر میں فلاں سے نکاح کروں تو اس کو طلاق، پس اس سے نکاح کیا اور شادی کرنے کے دن سے چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا بیٹا ہے۔ اور اس پر پورا مہر ہے۔

تشریح: اس مسئلے میں دو باتیں بتانا چاہتے ہیں [۱] ایک تو یہ کہ وطی کا کچھ بھی امکان ہو تو اس میں وطی ثابت کر کے نسب ثابت کیا جائے گا، چاہے عقلی اعتبار سے ناممکن کیوں نہ ہو۔ [۲] اور دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے، اب نکاح کے چھ ماہ پر بچہ دیا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔ باقی رہا کہ یہاں تو نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی تو وطی کیسے کرے گا، کیونکہ نکاح سے پہلے وطی کرنے سے زنا ہوگا، اور اس سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، اور نکاح ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے بیوی باقی نہیں رہی، اب اس حال میں وطی کرے گا تو بھی زنا ہوگا اور للعاھر الحجر، حدیث کی وجہ سے نسب ثابت نہیں ہوگا تو بچہ ہونے کی شکل کیا ہو گی۔ تو مصنف نے ایک بعید صورت یہ نکالی ہے کہ بالکل دخول کے قریب ہے، اور دو گواہ پردے میں ہیں اور میاں بیوی نے نکاح کیا، اور قبلت ہوتے ہی شرمگاہ میں منی ٹپکا دی جس سے حمل ٹھہر گیا، تو حمل ٹھہرنا نکاح کے وقت پایا گیا اس لئے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ عورت شوہر کا فراش رہی ہے اس لئے بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عائشة ..... فقال هو لک یا عبد ! الولد للفراش وللعاهر الحجر، و احتجبی منه یا سودة بنت زمعة .** (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوقی الشبہات، ص ۶۲۰، نمبر ۱۴۵۷/۳۶۱۳/ بخاری شریف، باب للعاھر الحجر، ص ۱۱۷۴، نمبر ۶۸۱۸/ ابوداؤد شریف، باب الولد للفراش ص ۳۱۷، نمبر ۲۲۷۳) اس حدیث میں ہے کہ جسکی بیوی ہوگی نسب اسی سے ثابت کیا جائے گا۔ (۲) اثر میں ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہیں۔ **ان عمر اتی بامرأة قد ولدت لستة اشهر فهم برجمها فبلغ ذلک علیاً فقال لیس علیها رجم فبلغ ذلک عمر فارسل الیه فسأله فقال والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وقال تعالی وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، فستة اشهر حمله وحولین تمام لاحد علیها او قال لا رجم علیها فخلی عنها ثم ولدت.** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقل الحمل ج سابع، ص ۷۲۷، نمبر ۱۵۵۴۹) اس اثر میں ہے کہ قرآن کریم میں دودھ پلانے اور حمل کی مجموعی مدت تیس مہینے قرار دی ہے۔ اور دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت دو سال بتائی ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ رہ گئی۔ اس لئے

۱؎ واما النسب فلانها فراشه لانها لماجاء ت بالولد لستة اشهر من وقت النكاح فقد جاء ت به لا قل منها من وقت الطلاق فكان العلوق قبله فی حالةالنکاح ۲؎ والتصور ثابت بان تزوجها وهويخالطها فوافق الانزال النكاح والنسب يحتاط فی اثباته واماالمهر فلانه لما ثبت النسب منه جعل واطيا حكما فتاكدالمهر به

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

ترجمه : ۱؎ بہرحال نسب ثابت ہونا تو اس لئے کہ عورت اس کی فراش ہے، اسلئے کہ جب نکاح کے وقت سے چھ مہینے میں بچہ دیا تو طلاق کے وقت سے حمل کی کم مدت میں بچہ جنا، اس لئے علوق طلاق سے پہلے نکاح کی حالت میں ہوا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ نسب اس لئے ثابت کیا جائے گا کہ یہ عورت علوق کے وقت شوہر کی فراش ہے، کیونکہ جب نکاح کے وقت سے چھ مہینے میں بچہ جنا تو حمل کی کم سے کم مدت میں بچہ جنا تو معلوم ہوا کہ طلاق واقع ہونے سے پہلے نکاح کی حالت میں بچے کا حمل ٹھہرا ہے، اس لئے بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔

لغت : علوق: حمل ٹھہرنا۔ فراش: بیوی کا نکاح میں ہونا۔ یخالط: خلط ملط کرنا، یہاں مراد ہے دخول کرنے کے قریب ہونا۔

ترجمه : ۲؎ اور نکاح میں حمل کا تصور ثابت ہے، اس طرح کہ مرد نے اس عورت سے وطی کرنے کی حالت میں نکاح کیا، اور نکاح ہوجانے پر انزال ہوکر نطفہ ٹھہر گیا، اور نسب ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے۔

تشریح : نکاح کی حالت میں حمل ٹھہرنے کا امکان اس طرح ہے کہ وطی کرنے کے قریب تھا اور پردے میں دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا، اور قبلت کرتے ہی منی ٹپکا دی جس سے حمل ٹھہر گیا، تو حمل ٹھہرنا نکاح کی حالت میں ہے، اس کے فورا بعد وعدے کے مطابق طلاق واقع ہوئی، اس لئے نسب ثابت ہوگا۔ کیونکہ نسب ثابت کرنے میں احتیاط کیا جاتا ہے، اور کوشش کی جاتی ہے کہ نسب ثابت ہوجائے تا کہ بچہ حرامی نہ رہ جائے جس سے زندگی بھر عار ہو، پھر پرورش کا معاملہ کھڑا ہو، اور وراثت کا معاملہ کھڑا ہو۔ اس لئے وطی کا دور کا بھی امکان ہو تو نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

ترجمه : ۳؎ بہرحال پورا مہر تو اس لئے کہ جب اس سے نسب ثابت ہوا تو اس کو حکما وطی کرنے والا قرار دیا، اس لئے مہر مؤکد ہوگیا۔

تشریح : پورا مہر شوہر پر اس لئے واجب ہوگا کہ جب اس سے نسب ثابت ہوا تو اس کو حکما وطی کرنے والا قرار دیا، اور جب وطی کرلیا تو اس سے پورا مہر لازم ہوگا۔

(۲۱۰۸) قال ويثبت نسب ولد المطلقة الرجعية اذاجاء ت به لسنتين او اكثر مالم تقر بانقضاء عدتها﴾ لے لاحتمال العلوق فی حالة العدة لجواز انها تكون ممتدة الطهر (۲۱۰۹) وان جاء ت به لاقل من سنتين بانت من زوجها بانقضاء العدة﴾

ترجمہ: (۲۱۰۸) ثابت ہوگا مطلقہ رجعیہ کے بچے کا نسب جب وہ جنے دوسال یا زیادہ میں جب تک کہ وہ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرے۔

ترجمہ: لے عدت کی حالت میں حمل ٹھرنے کے احتمال کی وجہ سے کیونکہ جائز ہے کہ عورت لمبی طہر والی ہو۔

تشریح: بیوی کو طلاق رجعی دی۔ وہ عدت گزار رہی تھی، دوسال یا اس سے زیادہ تک عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا۔ اس درمیان اس نے بچہ دیا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔ اور چونکہ عدت کے درمیان وطی کی اس لئے رجعت ثابت ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) یہاں چار باتیں یاد رکھیں [۱] ایک تو یہ کہ مطلقہ رجعیہ سے عدت کے درمیان وطی کر سکتا ہے۔ [۲] اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جیسے ہی وطی کرے گا اس سے رجعت ہو جائے گی [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دوسال ہے، اس سے زیادہ نہیں [۴] اور چوتھی بات یہ ہے کہ بعض عورت کو کئی کئی سال کے بعد حیض آتا ہے، اس کو ممتد الطہر کہتے ہیں۔۔ اس عورت نے دوسال کے بعد بچہ دیا ہے اس لئے یہ یقینی ہے کہ طلاق کے بعد عدت کے درمیان وطی کی ہے تب ہی تو دوسال کے بعد بچہ پیدا ہوا، اور مطلقہ رجعیہ سے عدت کے درمیان وطی کی تو اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی، اور عورت چونکہ ابھی تک فراش ہے اس لئے شوہر سے نسب ثابت ہوگا۔ (۲) مدت حمل زیادہ سے زیادہ دوسال ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عائشة قالت ما تزيد المرأة فی الحمل على سنتين ولا قدر ما يتحول ظل عود المغزل** ۔ (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل، ج سابع، ص ۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دوسال ہے۔

ترجمہ: (۲۱۰۹) اگر دوسال سے کم میں جنا تو شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔ عدت ختم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: طلاق کے بعد دوسال سے کم میں بچہ جنا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور عورت کی عدت گزر جائے گی جس کی وجہ سے بائنہ ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) بچہ زیادہ سے زیادہ دوسال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اس لئے اگر دوسال کے اندر بچہ جنا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورت طلاق کے وقت حاملہ تھی، اس لئے وضع حمل اس کی عدت تھی، اس لئے وضع حمل سے اس کی عدت گزر گئی، اور چونکہ طلاق سے پہلے علوق ہوا ہے اس لئے بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

۱؎ وثبت نسبه لوجود العلوق فی النکاح اوفی العدة ۲؎ ولایصیر مراجعاً لانه یحتمل العلوق قبل الطلاق ویحتمل بعده فلایصیر مراجعاً بالشک (۲۱۱۰) وان جاء ت به لاکثر من سنتین کانت رجعة﴾ ۱؎ لان العلوق بعدالطلاق والظاهر انه منه لانتفاء الزنا ء منها فیصیر بالوطی مراجعاً (۲۱۱۱) والمبتوتة یثبت نسب ولدها اذاجاء ت به لاقل من سنتین﴾

ترجمه: ۱؎ نسب ثابت ہوگا نکاح میں علوق پائے جانے کی وجہ سے، یاعدت میں علوق پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح : بچے کا نسب اس لئے ثابت ہوگا کہ یا تو طلاق سے پہلے نکاح کی حالت میں علوق ہوا ہے، اس لئے اس سے بھی نسب ثابت ہوگا، یا پھر طلاق رجعی کے بعد عدت کے زمانے میں وطی کیا اس سے بچہ پیدا ہوا اس لئے اس سے بھی نسب ثابت ہوگا، کیونکہ طلاق رجعی میں عدت کے زمانے میں وطی تو کرسکتا ہے۔

ترجمه : ۲؎ شوہر رجعت کرنے والا نہیں ہوگا، اس لئے کہ احتمال رکھتا ہے کہ طلاق سے پہلے علوق ہوا ہو، اور احتمال رکھتا ہے کہ طلاق کے بعد علوق ہوا ہو اس لئے شک کی وجہ سے رجعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: رجعت اس لئے ثابت نہیں ہوگی کہ اس بات کا احتمال ہے کہ طلاق سے پہلے علوق ہوا ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ طلاق کے بعد وطی سے علوق ہوا ہو، اس لئے اس میں شک ہوگیا، اس لئے شک سے رجعت ثابت نہیں ہوگی، اور یہی کہا جائے گا کہ طلاق سے پہلے نکاح کی حالت ہی میں وطی کی ہے اور اس سے علوق ہوا ہے۔

ترجمه:(۲۱۱۰) اور اگر جنا دو سال سے زیادہ میں تو رجعت ہوگی۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ علوق طلاق کے بعد ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ علوق شوہر ہی سے ہے، عورت کی طرف سے زنا منتفی ہے، اس لئے وطی کرنے سے رجعت کرنے والا ہوگا۔

تشریح: مطلقہ رجعیہ نے دو سال کے بعد بچہ جنا تو شوہر سے نسب ثابت ہوگا لیکن بچہ ہونا رجعت شمار ہوگی۔

وجه : دو سال سے زیادہ میں بچہ جنا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق کے وقت عورت حاملہ نہیں تھی، کیونکہ طلاق کے وقت حاملہ ہوتی تو دو سال کے اندر بچہ جن دیتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ طلاق کے بعد شوہر نے عورت سے وطی کی ہے۔ اور مطلقہ رجعیہ سے عدت میں وطی کرے تو رجعت ہوجائے گی اس لئے عورت سے رجعت بھی ہوگئی۔ اور چونکہ شوہر کی وطی سے بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے شوہر سے نسب ثابت ہوگا۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ عورت نے زنا کرایا ہے، کیونکہ ایک مسلمان عورت سے یہ نہیں ہوسکتا، اس لئے عدت کے اندر ہی شوہر سے وطی مانی جائے گی۔

ترجمه:(۲۱۱۱) بائنہ طلاق والی کے بچے کا نسب ثابت ہوگا جبکہ بچہ جنے دو سال سے کم میں۔

لے لانہ یحتمل ان یکون الولدقائماً وقت الطلاق فلایتیقن بزوال الفراش قبل العلوق فیثبت النسب احتیاطاً (۲۱۱۲) واذاجاء ت بہ لتمام سنتین من وقت الفرقة لم یثبت ﴾(لان الحمل حادث بعدالطلاق فلایکون منہ لان وطیها حرام) الا ان یدعیه ﴾ لے لانہ التزمه وله وجه بان وطیها بشبهة فی

تشریح : طلاق بائنہ دی ہوتو دوسال کے اندراندر بچہ دے تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔اور دوسال کے بعد دے تو شوہر کے دعوے کے بعد ثابت ہوگا۔

وجه : طلاق بائنہ کی عدت گزار رہی ہے اس لئے وہ شوہر کی بیوی نہیں رہی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عدت کے زمانے میں اس سے وطی کی ہوگی کیونکہ وہ حرام ہے۔البتہ یہ ہوگا کہ طلاق کے سے پہلے وطی سے عورت حاملہ تھی اس لئے دوسال کے اندراندر بچہ دے گی تو باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

ترجمه : لے اس لئے کہ احتمال رکھتا ہے کہ طلاق کے وقت قائم ہوا اس لئے علوق سے پہلے فراش کا زائل ہونا متیقن نہیں ہے، اس لئے احتیاطا نسب ثابت کیا جائے گا۔

تشریح: طلاق بائنہ کے بعد سے دوسال کے اندراندر بچہ دیا ہے اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ طلاق سے پہلے ہی بچہ پیٹ میں موجود تھا اس لئے حمل ٹھہرتے وقت فراش کا زائل ہونا یقینی نہیں ہے اور جب کسی نہ کسی درجے میں فراش شمار کی جا سکتی ہے تو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ باپ سے نسب ثابت کیا جائے۔

ترجمه:(۲۱۱۲) اور اگر پورے دوسال میں جنے فرقت کے دن سے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا [اس لئے کہ حمل طلاق کے بعد پیدا ہوا، اس لئے شوہر سے حمل نہیں ہوگا اس لئے کہ عورت سے وطی حرام ہے۔] مگر یہ کہ اس کا شوہر دعوی کرے۔

تشریح: طلاق بائنہ کے دوسال بعد عورت نے بچہ دیا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

وجه :(۱) دوسال کے بعد بچہ دیا تو یہ طے ہے کہ طلاق کے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا اور بائنہ ہونے کی وجہ سے طلاق کے بعد شوہر وطی کر نہیں سکتا اس لئے شوہر سے نسب ثابت نہیں ہوگا (۲) پہلے اثر گزر چکا ہے کہ بچہ دوسال تک ہی پیٹ میں رہ سکتا ہے۔عن عائشة قالت ماتزید المرأة فی الحمل علی سنتین ولا قدر ما یتحول ظل عود المغزل ۔(سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی اکثر الحمل ، ج سابع ،ص ۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل زیادہ سے زیادہ دوسال رہ سکتا ہے۔البتہ اگر شوہر دعوی کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس سے نسب ثابت کر دیا جائے گا اور یوں تاویل کی جائے گی کہ عدت کے زمانے میں شوہر نے عورت سے شبہ میں وطی کی ہوگی جس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا اور یہ بچہ ہوگیا۔اس لئے دعوی کرنے کے بعد باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

ترجمه :لے اس لئے کہ شوہر نے نسب کو اپنے اوپر لازم کیا۔اور اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ عورت سے عدت میں شبہ میں وطی کی

العدة (۲۱۱۳)فان کانت المتبوتة صغیرة یجامع مثلها فجاء ت بولدلتسعة اشهر لم یلزمه حتی تاتی به لاقل من تسعة اشهر عندابی حنیفةؒ ومحمدؒ

ہو۔

تشریح : جب شوہر نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس سے نسب ثابت کیا جائے گا، اور نسب ثابت کرنے کی ایک شرعی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ عدت گزارتے وقت حلال سمجھ کر اس سے وطی کر لی جس سے یہ حمل ٹھہر گیا، اس لئے وطی بالشبہ سے نسب ثابت کیا جائے گا۔ کیونکہ عدت ختم ہونے تک من وجہ اس کی بیوی ہے۔

ترجمہ :(۲۱۱۳) ایسی چھوٹی بچی جس سے جماع کیا جاسکتا ہو اس کو طلاق بائنہ دی پس اس نے نو مہینے میں بچہ دیا تو شوہر کو لازم نہیں ہوگا، یہاں تک کہ نو مہینے سے کم میں بچہ دے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک۔

تشریح : یہاں پانچ باتیں یاد رکھیں تب مسئلہ سمجھ میں آئے گا [۱] یہ مسئلہ ایسی چھوٹی بچی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جو قریب البلوغ ہو اور اس سے وطی کی جاسکتی ہو[۲] اور دوسری بات یہ فرض کی گئی ہے کہ اس سے دخول کر چکا ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ نکاح کی حالت ہی میں اس کو حمل ٹھہر چکا ہے۔[۳] تیسری بات یہ ہے کہ یہ صغیرہ ہے اس کو حیض نہیں آتا ہے اس لئے اس کی عدت تین ماہ متعین ہے۔ طلاق کے بعد تین ماہ گزرتے ہی اس کی عدت گزر جائے گی، چاہے عدت گزرنے کا اقرار کرے یا نہ کرے۔ [۴] یہاں اصول یہ ہے جو آگے آرہا ہے کہ کوئی بھی عورت عدت گزر جانے کا اقرار کرلے اور اس اقرار کے چھ مہینے کے اندر بچہ دے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عدت گزرنے کے اقرار کرتے وقت عورت حاملہ تھی تب ہی تو چھ مہینے سے کم میں بچہ دیا، اس لئے عورت کا اقرار کرنا غلط تھا، اور جب عدت نہیں گزری اور بچہ دیا تو یہ بچہ شوہر کا ہوگا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے شریعت کی متعین کردہ عدت تین مہینے گزر گئے، اور اس کے چھ مہینے کے اندر بچہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عدت کے اندر عورت حاملہ تھی، اس لئے گویا کہ عدت گزری ہی نہیں اس لئے یہ بچہ شوہر کا ہوگا۔ اور اگر چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ عورت عدت کے اندر حاملہ تھی اس لئے یہ بچہ شوہر کا نہیں ہوگا۔ اسی اصول پر یہ مسئلہ متفرع ہے۔[۵] امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کا رجحان یہ ہے کہ صغیرہ کو حیض نہیں آتا ہے اس لئے شوہر کا حمل ٹھہرنا ناممکن سا ہے اس لئے چھ ماہ کے اندر بچہ ہو تو شوہر کا ہوگا ورنہ نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ کا رجحان یہ ہے کہ یہ شوہر کی فراش ہے، اور قریب البلوغ ہے اس لئے حمل ٹھہرنے کا کافی امکان ہے اس لئے اس کا حکم بالغ عورت کی طرح ہوگا۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ مراہقہ صغیرہ کو طلاق بائنہ دی تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نو مہینے کی اندر بچہ دیا تو شوہر کا ہوگا، اور نو مہینے کے بعد بچہ دیا تو شوہر کا نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صغیرہ ہے اس کو حیض نہیں آتا ہے اس لئے اس کی عدت تین ماہ متعین ہے، تین ماہ پورے ہوتے

(۲۱۱۴) وقال ابویوسفؒ یثبت النسب منه الی سنتین﴾ ۱ لانها معتدة یحتمل ان تکون حاملاولم تقر بانقضاء العدة فاشبهت الکبیرة

ہی اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔اس لئے دوصورتیں فرض کی جاسکتی ہیں[۱] طلاق سے پہلے وطی سے حمل ٹھہرااورنو مہینے کے اندراندر بچہ دیا،اس لئے شوہر کا ہوگا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق سے پہلے حمل نہیں ٹھہرا، بلکہ طلاق کے بعد تین مہینے عدت کے درمیان وطی بالشبہ ہوئی اوراس سے حمل ٹھہرا،اورحمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے میں بچہ دیا تب نسب ثابت ہوگا۔[۳] اوراگرنو مہینے کے بعد بچہ ہواتو یہ بچہ تین ماہ عدت گزرنے کے بعد پیٹ میں آیا ہے،اورعدت گزرنے کے بعد شوہر کے لئے وطی کرنا حرام ہےاس لئے یہ شوہر کا نہیں ہے،اس لئے اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

اصول :(۱)عدت کے اندر جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا ہوگا، کیونکہ عورت ابھی بھی من وجہ اس کی بیوی ہے۔(۲)امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد حمل کی اقل مدت چھ ماہ کے اندر بچہ دے تو شوہر کا ہوگا،ورنہ نہیں۔

وجه :اس اثر سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی امیة ان امرأة هلک عنها زوجها فاعتدت أربعة أشهر و عشرا ثم تزوجت حین حلت فمکثت عند زوجها أربعة اشهر و نصف ثم ولدت ولدا تاما فجاء زوجها عمر بن الخطابؓ فذکر ذالک فدعا عمرؓ نسوة من نساء الجاهلیة قدماء فسألهن عن ذالک فقالت امرأة منهن انا اخبرک عن هذه المرأة هلک زوجها حین حملت فاهریقت الدماء فحش ولدها فی بطنها فلما أصابها زوجها الذی نکحت و اصاب الولد الماء تحرک الولد فی بطنها و کبر فصدقها عمر بن الخطابؓ و فرق بینهما و قال عمرؓ اما انه لم یبلغنی عنکما الا خیر و ألحق الولد بالاول ۔ (سنن بیہقی، باب الرجل یتزوج المرأۃ بولد لاقل من ستۃ اشہر یوم النکاح، ج سابع ص۷۳۰،نمبر ۱۵۵۵۹)اس اثر میں ہے کہ عدت گزرنے کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ دے تو وہ بچہ شوہر کا ہوگا۔

اصول :امام ابویوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد حمل کی اکثر مدت دوسال کے اندر بچہ دے تو شوہر کا ہوگا،ورنہ نہیں۔

ترجمه: (۲۱۱۴)امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دوسال تک اس کا نسب ثابت ہوگا۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ وہ ایسی عدت گزارنے والی ہے کہ احتمال رکھتا ہے کہ وہ حاملہ ہو،اورعدت گزرنے کا اقرار نہیں کررہی ہے اس لئے بالغہ کے مشابہ ہوگئی۔

تشریح : امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ صغیرہ طلاق بائنہ کے بعد دوسال تک بھی بچہ دے گی تو وہ شوہر کا شمار کیا جائے گا،اس لئے کہ

۲؎ ولهما ان لانقضاء عدتها جهة معينة وهو الاشهر فبمضيها يحكم الشرع بالانقضاء وهوفی الدلالة فوق اقرارها لانه لايحتمل الخلاف والاقرار يحتمله ۳؎ وان كانت مطلقة طلاقا رجعياً فكذلک الجواب عندهما

اس نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا ہے، اور یہ مدخول بھا اور قریب البلوغ ہے اس لئے یہ شبہ ہے کہ طلاق سے پہلے ہی حاملہ ہو چکی ہے، اور حیض کے بجائے حمل سے ہی بالغ ہو چکی ہو، اس لئے یہ کبیرہ کی طرح ہو گئی، اور کبیرہ کے بارے مسئلہ نمبر ۲۱۱۱ میں حکم گزرا کہ اس کو طلاق بائنہ دی ہو تو دو سال تک بچہ شوہر کا شمار کیا جائے گا، اس لئے جب یہ عورت کبیرہ کے حکم میں ہے تو اس کا بھی دو سال کے اندر نسب شوہر سے ثابت کیا جائے گا۔ اور وضع حمل سے اس کی عدت گزرے گی۔

وجه: یہ قریب البلوغ ہے اس لئے ممکن ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو اور کبیرہ کے حکم میں ہو گئی ہو، اس لئے دو سال تک نسب ثابت ہوگا۔

لغت: عورت تین طرح سے بالغ شمار کی جاتی ہے [۱] حیض آ جائے تو بالغ ہو گی۔ [۲] حیض نہ آئے اور پندرہ سال عمر ہو جائے تو بالغ شمار کی جاتی ہے۔ [۳] حیض نہ آئے لیکن حمل ٹھہر جائے تو حمل ٹھہرنے سے بالغ شمار کی جاتی ہے، یہاں حمل ٹھہرنے سے بالغ شمار کی گئی ہے۔

ترجمه: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس عورت کی عدت ختم ہونے کی جہت متعین ہے، اور وہ ہے تین مہینے، اس لئے اس کے گزرنے سے شریعت عدت گزر جانے کا حکم لگائے گی، اور شریعت کی یہ دلالت عورت کے اقرار سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شریعت کا حکم خلاف کا احتمال نہیں رکھتا ہے، اور اقرار خلاف کا احتمال رکھتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ صغیرہ ہے اس کو حیض نہیں آتا ہے شریعت نے تین مہینے کی حد متعین کر دی ہے، اور تین مہینے میں اس کی عدت گزر ہی جائے گی، کیونکہ عورت اقرار کرے کہ میری عدت گزر گئی، شریعت کا حکم اس سے بڑھ کر ہے، کیونکہ عورت کے اقرار میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے، جبکہ شریعت کے حکم میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہے، اور جب تین مہینے پر عدت گزر گئی تو قاعدے کے اعتبار سے اس کے چھ ماہ کے اندر اندر نسب ثابت ہوگا، اس کے بعد نہیں، اس لئے مجموعہ نو ماہ ہوئے۔

ترجمه: ۳؎ اور اگر طلاق رجعی دی ہوئی ہو تو بھی طرفین کے یہاں ایسے ہی جواب ہے۔

تشریح: اگر صغیرہ کو طلاق رجعی دی تو بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اوپر والا ہی حکم ہے۔ یعنی نو ماہ کے اندر بچہ ہو تو باپ سے نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دو صورتیں ہوں گی [۱] طلاق سے پہلے حمل ٹھہرا ہے، اور تین ماہ عدت گزرنے کے بعد چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا، اس صورت میں رجعت نہیں ہوگی۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ عدت کے اندر وطی کی اور چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا، مجموعہ نو

۴ و عنده يثبت الى سبعة وعشرين شهرا لانه يجعل واطيا فی اٰخره العدة وهی الثلثة الاشهر ثم تأتی به لاکثرمدةالحمل وهوسنتان ۵ وان كانت الصغيرةادعت الحبل فی العدة فالجواب فيها وفی الكبيرة سواء لان باقرارها يحكم ببلوغها (۲۱۱۵) ويثبت نسب ولدالمتوفی عنها زوجها مابين الوفاة وبين السنتين﴾

ماہ ہوئے ،اس صورت میں وطی کرنے سے رجعت ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۴ اورامام ابو یوسفؒ کے نزدیک نسب ثابت ہوگا ستائیس مہینے تک اس لئے کہ آخری عدت میں وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا،اور وہ تین مہینے ہیں، پھر حمل کے اکثر مدت میں بچہ دیا اور وہ دو سال ہے۔

تشریح :طلاق رجعی میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ستائیس مہینے تک نسب ثابت کیا جائے گا،اس کی صورت یہ ہوگی کہ طلاق کے وقت وہ حاملہ نہیں تھی، بلکہ طلاق رجعی ہے اس لئے تین مہینے عدت کے آخیر میں وطی کی اور اس سے حمل ٹھہرا،اور حمل کا اکثر مدت دو سال میں بچہ دیا تو مجموعہ ستائیس مہینے ہوئے۔

ترجمہ : ۵ اگر صغیرہ نے عدت کے درمیان حمل ہونے کا دعوی کیا تو اس میں اور کبیرہ کے حکم میں جواب برابر ہوگا،اس لئے کہ اس کے اقرار کرنے سے بالغ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

تشریح :صغیرہ نے عدت کے درمیان دعوی کیا کہ وہ حاملہ ہے تو یہ اب بالغہ کے حکم ہوگئی، کیونکہ حمل کے ثبوت سے، یا حمل کے اقرار سے بالغہ کا حکم لگا دیا جائے گا،[ا] اس لئے اگر طلاق بائنہ ہے تو طلاق سے دو سال تک بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔[۲] اور اگر طلاق رجعی ہے تو تین ماہ عدت کے درمیان وطی مانی جائے گی اور اس کے بعد دو سال تک نسب ثابت کیا جائے گا ،مجموعہ ستائیس مہینے کے اندر اندر بچہ دے گی تو باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۱۱۵)اور ثابت ہوگا متوفی عنہا زوجہا کے بچے کا نسب وفات اور دو سال کے درمیان۔

تشریح: شوہر کے انتقال کے دن سے دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور اس کے بعد ہوا تو باپ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

وجہ:(۱) دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا تو یہی سمجھا جائے گا کہ وفات کے وقت عورت حاملہ تھی اور یہ حمل شوہر ہی کا ہے۔اور وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہوگی ،اور وضع حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اس لئے وفات کے وقت سے دو سال تک بچہ باپ کا ہوگا۔اور اگر دو سال کے بعد بچہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفات کے وقت عورت حاملہ نہیں تھی بعد میں کسی اور سے حاملہ ہوئی ہے، اس لئے باپ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔(۲) اس آیت میں ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کی عدت چاہے حاملہ ہو وضع حمل ہے۔

ل وقال زفرؒ اذاجاء ت به بعدانقضاء عدة الوفاة لستة اشهر لايثبت النسب لان الشرع حكم بانقضاء عدتها بالشهور لتعين الجهة فصار كما اذااقرت بالانقضاء كما بينا فى الصغيرة ٢ الاانانقول لانقضاء عدتها جهة اخرىٰ وهو وضع الحمل بخلاف الصغيرة لان الاصل فيها عدم الحمل لانها ليست بمحل قبل البلوغ وفيه شك

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن . (آیت ۴،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں ہے کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

ترجمہ : ل امام زفرؒ نے فرمایا کہ عدت وفات کے ختم ہونے کے چھ مہینے پر بچہ دیا تو باپ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔اس لئے کہ شریعت نے مہینے کے ساتھ اس کی عدت کے ختم ہونے کا حکم لگا دیا جہت کے متعین ہونے کی وجہ سے،تو ایسا ہوا کہ عدت ختم ہونے کا اقرار کر لیا ہو،جیسا کہ ہم نے صغیرہ کے سلسلے میں بیان کیا۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ متوفی عنھا کی عدت چار ماہ دس دن کے ختم ہونے کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ دیا تو بچے کا نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے متوفی عنھا زوجھا کی عدت چار ماہ دس دن متعین کر دیا ہے اس لئے وہ گزرتے ہی عدت گزر گئی،اور گویا کہ عورت نے عدت گزرنے کا اقرار کر لیا،اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ عدت گزرنے کے اقرار کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ دے تو شوہر کا ہوگا،اس کے بعد نہیں ہے،اس لئے یہاں بھی عدت وفات گزرنے کے چھ مہینے کے اندر بچہ دے تو شوہر کا ہوگا ورنہ نہیں۔اس کی ایک مثال دی ہے کہ،جس طرح صغیرہ میں تھا کہ تین مہینے گزرنے کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ دے تو نسب ثابت ہوتا ہے ورنہ نہیں،اس لئے یہاں بھی عدت وفات گزرنے کے بعد چھ مہینے کے اندر بچہ دے تو شوہر کا ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : ٢ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس کی عدت گزرنے کی ایک دوسری صورت ہے،وہ وضع حمل ہے۔برخلاف صغیرہ کے اس لئے کہ اصل اس میں حمل نہ ہونا ہے،اس لئے کہ بالغ ہونے سے پہلے وہ حمل کا محل نہیں ہے،اور بالغ ہونے میں شک ہے [اس لئے صرف مہینے سے عدت گزارنا متعین ہے]

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے،کہ یہ عورت متوفی عنھا زوجھا بالغہ ہے،اس لئے اگر یہ حاملہ ہے تو اس کی عدت گزرنے کا طریقہ چار ماہ دس دن گزرنا ہی نہیں ہے بلکہ وضع حمل اس کی عدت ہے،اور حمل دو سال تک رہ سکتا ہے،اس لئے دو سال کے اندر بچہ دے تو باپ کا ہوگا۔اس کے برخلاف صغیرہ کا حال یہ ہے کہ حیض نہ ہونے کی وجہ سے حمل کا محل نہیں ہے اس لئے طلاق سے پہلے حمل میں شک ہے اس لئے مہینے کے ساتھ عدت گزارنا متعین ہے۔اور جب مہینے سے عدت گزر گئی تو اس کے چھ مہینے میں بچہ دے گی تو

(۲۱۱٦)واذااعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جاء ت بالولدلاقل من ستة اشهر يثبت نسبه﴾ ل لانه ظهر كذبها بيقين فبطل الاقرار (۲۱۱۷)وان جازت به لستة اشهر لم يثبت﴾ ل لانالم نعلم ببطلان الاقرار لاحتمال الحدوث بعده ۲ وهٰذا اللفظ باطلاقه يتناول كل معتدة

باپ کا ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۱۱٦)اگر معتدہ نے اعتراف کیا عدت کے ختم ہونے کا پھر بچہ دیا چھ ماہ سے کم میں تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ عورت کا جھوٹ یقینی طور پر ظاہر ہو گیا، اس لئے اس کا اقرار باطل ہو گیا۔

تشریح :معتدہ نے عدت ختم ہونے کا اعتراف کر لیا تو وہ اب شوہر کی بیوی نہیں رہی۔لیکن اعتراف کرنے کے چھ ماہ کے اندر اندر بچہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعتراف کرتے وقت عورت یقیناً حاملہ تھی اور حاملہ کی عدت وضع حمل تھی اس لئے عدت گزرنے کا اعتراف کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

وجہ :اس اثر سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی امیۃ ان امرأۃ ھلک عنھا زوجھا فاعتدت أربعۃ أشھر و عشرا ثم تزوجت حین حلت فمکثت عند زوجھا أربعۃ اشھر و نصف ثم ولدت ولدا تاما فجاء زوجھا عمر بن الخطابؓ فذکر ذالک فدعا عمرؓ نسوۃ من نساء الجاھلیۃ قدماء فسألھن عن ذالک فقالت امرأۃ منھن انا اخبرک عن ھذہ المرأۃ ھلک زوجھا حین حملت فاھریقت الدماء فحش ولدھا فی بطنھا فلما أصابھا زوجھا الذی نکحت و اصاب الولد الماء تحرک الولد فی بطنھا و کبر فصدقھا عمر بن الخطابؓ و فرق بینھما و قال عمرؓ اما انہ لم یبلغنی عنکما الا خیر و ألحق الولد بالاول۔(سنن بیہقی، باب الرجل یتزوج المرأۃ بولد لاقل من ستۃ أشھر یوم النکاح، ج سابع، ص ۷۳۰، نمبر ۱۵۵۵۹)اس اثر میں ہے کہ عدت گزرنے کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ دے تو وہ بچہ شوہر کا ہوگا۔

ترجمہ:(۲۱۱۷) اور اگر بچہ دیا چھ مہینے پر تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اقرار باطل ہونے کا پکا یقین نہیں ہے، کیونکہ بعد میں حمل پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

تشریح :عدت گزرنے کے اقرار کے بعد، دو صورتیں پہلے بیان کی کہ چھ مہینے سے کم ہو تو نسب ثابت ہوگا، اور چھ مہینے سے زیادہ ہو تو نسب ثابت نہیں ہوگا، لیکن مکمل چھ مہینے پر بچہ دے تو فرماتے ہیں کہ پھر بھی نسب ثابت نہیں ہوگا، اس لئے کہ یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ حمل طلاق سے پہلے کا ہے یا بعد کا، بلکہ غالب گمان ہے کہ یہ بچہ بعد کا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہونے کے لئے مکمل چھ مہینے چاہئے اس لئے یہ ممکن ہے کہ طلاق کے بعد کسی اور کا حمل ٹھہرا ہو اس لئے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۲ یہ لفظ ,اذا اعترفت المعتدۃ، اپنے مطلق ہونے کی وجہ سے ہر معتدہ کو شامل ہے۔

(۲۱۱۸) واذا ولدت المعتدة ولدالم يثبت نسبه عندابی حنيفة الا ان يشهد بولادتها رجلان اورجل وامرأتان الاان يكون هناک حبل ظاهر اواعتراف من قبل الزوج فيثبت النسب من غير شهادة﴾

تشریح : تین قسم کی عدت گزارنے والی ہوتی ہے[۱] معتدہ رجعیہ [۲] معتدہ بائنہ [۳] معتدہ وفات۔ اذا اعترفت المعتدة، کالفظ اپنے مطلق ہونے کی وجہ سے ان تینوں معتدہ کوشامل ہے۔ان تینوں قسم کی معتدہ یہ اقرار کرلے کہ میری عدت گزر گئی ہے،اوراس کے چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔اوراس سے پہلے بچہ دیا تو نسب ثابت ہوگا۔

ترجمہ : (۲۱۱۸) جب معتدہ بچہ دے تو نہیں ثابت ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مگر یہ کہ اس کی ولادت کی گواہی دے دومرد، یا ایک مرداوردوعورتیں، مگر یہ کہ حمل ظاہر ہو یا شوہر کی جانب سے اعتراف ہوتو اس کا نسب ثابت ہوگا بغیر شہادت کے۔

تشریح : جوعورت طلاق بائن، یاطلاق رجعی کی عدت گزاررہی ہے وہ مکمل فراش نہیں ہے عدت کی وجہ سے من وجہ فراش ہے،اوروضع حمل کے بعد عدت گزرجائے گی تو وہ مکمل اجنبیہ ہوجائے گی،اوراس کا معاملہ عام معاملے کی طرح ہوجائے گا،اوراس کو ثابت کرنے کے لئے شہادت کاملہ کی ضرورت ہوگی، یعنی دومرد، یا ایک مرداور دوعورتیں۔[۱] اس لئے اگر پہلے سے شوہر کا اعتراف ہو کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس کے اعتراف کی وجہ سے ولادت سے پہلے ہی نسب ثابت ہوجائے گا،اس میں شہادت کاملہ کی ضرورت نہیں ہوگی،صرف ایک دایہ کی گواہی اس بات کا تعین کرنے کے لئے کافی ہوگی کہ یہ یہی وہ بچہ ہے جواس عورت سے پیدا ہوا ہے۔[۲] یا عدت کے زمانے میں حمل ظاہر ہوتب بھی پہلے سے نسب ثابت ہوجائے گا،اورشہادت کاملہ کی ضرورت نہیں پڑے گی، کیونکہ نسب ثابت ہونے کے لئے یہ علامت ظاہرہ ہے۔[۳] لیکن اگر پہلے سے حمل ظاہر نہ ہو،اورشوہر بچہ ہونے کا اقرار بھی نہ کرے، بلکہ انکار کردے تو دومرد، یا ایک مرداور دوعورتوں کی گواہی ہوتو نسب ثابت کیا جائے گا۔

وجہ : (۱) وضع حمل کے اقرار سے عدت ختم ہوگئی،اوروہ عورت اس کا بالکل فراش باقی نہیں رہی، بلکہ اجنبیہ ہوگئی ہے اس لئے یہ عام معاملات کی طرح ہوگیا اس لئے بچہ ثابت کرنے کے لئے مکمل گواہ چاہئے،صرف دایہ کی گواہی سے نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ دایہ کی گواہی شہادت کاملہ نہیں ہے۔ (۲) اثر میں ہے۔عن علی قال لاتجوز شهادة النساء بحتا فی درهم حتی يكون معهن رجل۔ (مصنف عبدالرزاق، باب شہادۃ المرأۃ فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۲۵۶، نمبر ۱۵۴۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صرف عورت کی گواہی ولادت کے بارے میں بھی قابل قبول نہیں ہے (۳) آیت میں ہے کہ معاملات میں دومرد یا ایک مرداور دو عورتوں کی گواہی چاہئے۔واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء. (آیت ۲۸۲، سورۃ البقرۃ ۲) اور یہ چونکہ معاملہ ہے اس لئے دومرد یا ایک مرداور دوعورتوں کی گواہی چاہئے، یا پھر حمل

(۲۱۱۹)وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ یثبت فی الجمیع بشهادة امرأة واحدة ﴾ لے لان الفراش قائم بقیام العدة وهو ملزم للنسب والحاجة الیٰ تعیین الولدانه منها فیتعین بشهادتها کما فی حال قیام النکاح

ظاہر ہو، یا شوہر اعتراف کرے تو نسب ثابت ہوگا۔

ترجمہ:(۲۱۱۹)اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا ثابت ہوگا تمام میں ایک عورت کی گواہی سے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ عدت قائم ہونے کی وجہ سے فراش قائم ہے، اور وہی فراش نسب کو لازم کرنے والی ہے، اب صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ بچہ اسی عورت سے ہے، اس لئے دایہ کی شہادت سے متعین ہو جائے گا، جیسا کہ نکاح کے قائم ہونے کی حالت میں دایہ کی شہادت سے تعین ہو جاتا ہے۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ وضع حمل سے پہلے عورت عدت میں تھی اور فراش قائم تھی اور یہ بچہ اسی فراش کا ہے اس لئے اسی فراش ہی سے نسب ثابت ہوگا، الگ سے گواہی کی ضرورت نہیں ہے، صرف یہ تعین کرنے کے لئے کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے ایک دایہ کی گواہی کی ضرورت پڑے گی، اس لئے تمام صورتوں میں بچے کے تعین کے لئے ایک دایہ کی گواہی کافی ہے۔ جیسے کہ نکاح قائم ہوتا تو ایک عورت بچہ پیدا ہونے کی گواہی دیتی تو نسب ثابت ہو جاتا، اسی طرح یہاں فراش موجود ہے اس لئے ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) عدت گزار رہی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ فراش باقی ہے اس لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے (۲) نسب تو فراش سے ثابت ہوگا، دایہ سے بچے کا تعین ہوگا جو ایک دایہ سے ہو جائے گا۔ (۳) حدیث میں ہے۔ عن حذیفة ان رسول الله ﷺ اجاز شهادة القابلة. (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی عدد هن الی عدد النساء ج عاشر، ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) (۴) اثر میں ہے۔ عن الشعبی والحسن قالا تجوز شهادة المرأة الواحدة فیما لا یطلع علیه الرجال (مصنف عبد الرزاق، باب شہادة امرأة فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۲۵۷، نمبر ۱۵۵۰۵ سنن للبیہقی، باب شہادة النساء لا رجل معهن فی الولادة وعیوب النساء ج عاشر، ص ۲۵۳، نمبر ۲۰۵۳۹) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ولادت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہے (۵) حضورؐ نے دودھ پلانے کے سلسلے میں ایک عورت کی گواہی پر نکاح توڑنے کا مشورہ دیا۔ پوری حدیث بخاری شریف میں ہے۔ عن عقبة بن الحارث قال تزوجت امرأة فجائت امرأة فقالت انی قد ارضعتکما فاتیت النبی ﷺ فقال وکیف وقد قیل ؟ دعها عنک او نحوه (بخاری شریف، باب شہادة المرضعة، ص ۳۶۳، نمبر ۲۶۶۰) اس حدیث میں ایک عورت کی گواہی پر نکاح کے توڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

۲؎ ولابی حنیفةؒ ان العدة تنقضی باقرارها بوضع الحمل والمنقضی لیس بحجة فمست الحاجة الی اثبات النسب ابتداء فیشترط کمال الحجة ۳؎ بخلاف مااذاکان ظهر الحبل اوصدرالاعتراف من الزوج لان النسب ثابت قبل الولادة والتعین یثبت بشهادتها (۲۱۲۰) **فان کانت معتدةعن وفاة فصدقهاالورثة فی الولادة ولم یشهد علی الولادة احد فهو ابنه فی قولهم جمیعا﴾**

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے اقرار کیا کہ وضع حمل ہو گیا اسی سے عدت ختم ہو گئی، اور جو گزر گئی وہ حجت نہیں بنتی، اس لئے شروع سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پڑی، اس لئے پوری حجت شرط لگائی گئی۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب بچہ جن دیا اور عورت نے بچہ جننے کا اقرار کر لیا تو عدت ختم ہو گئی، اور اب عورت فراش بھی نہیں رہی، اور پچھلی فراش کام نہیں آئے گی، کیونکہ ابھی نسب ثابت کرنے کے لئے اس وقت کی فراش چاہئے، اور وہ نہیں ہے، اس لئے شروع سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پڑے گی، اس لئے اس کے لئے شہادت کاملہ چاہئے، جسکو کمال حجت کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف جبکہ حمل ظاہر ہو، یا شوہر کی جانب سے اعتراف ظاہر ہوا ہو، اس لئے کہ نسب ولادت پہلے ثابت ہو گیا ہے، اور عورت کی شہادت سے صرف بچے کا تعین ہوگا۔

تشریح: عدت کے اندر حمل ظاہر ہو گیا، یا شوہر نے اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے، یا کم سے کم اپنا بچہ ہونے کا انکار نہیں کیا، تو یہ بھی اقرار کے درجے میں ہے، تو اسی سے ولادت سے پہلے ہی بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اب صرف بچے کے تعین کے لئے ایک دایہ کی گواہی کی ضرورت پڑے گی، جس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۱۲۰) اگر وفات کی عدت گزارنے والی ہو اور ورثہ نے ولادت میں اس کی تصدیق کر دی، مگر ولادت پر کسی نے گواہی نہیں دی۔ تو بالاتفاق یہ اس کے شوہر کا بیٹا ہے۔

تشریح: ایک عورت وفات کی عدت گزار رہی تھی اور دو سال کے اندر بچہ دیا، کچھ ورثہ نے بچہ پیدا ہونے کی تصدیق کر دی، لیکن کسی اور نے بچہ پیدا ہونے کی گواہی نہیں دی، پھر بھی اس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔ یہاں جن ورثہ نے تصدیق کی ان کا حصہ کاٹ دینا اور ان کے حق میں بیٹا ماننا تو سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے تصدیق کی ہے، لیکن باپ جو مر چکا ہے ان لوگوں کی تصدیق اس پر ڈالنا کیسے صحیح ہوگا، اور ان کی تصدیق سے دوسرے سے نسب ثابت کرنا کیسے درست ہوگا؟

وجہ: ورثہ کی تصدیق کی وجہ سے باپ کے ساتھ نسب ثابت کرنے کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں (۱) عورت دو سال تک مرنے والے کی فراش ہے اس فراش ہی کی وجہ سے باپ سے بچے کا نسب ثابت ہوا، اور ورثہ کی تصدیق کا مطلب صرف اتنا ہے کی بچے کا تعین کر دیا، جس طرح دایہ کی گواہی سے بچے کا تعین ہوتا ہے۔ (۲) بعض حضرات نے فرمایا کہ ورثہ اہل شہادت ہوں، یعنی دو مرد ہوں، یا ایک

۱؎ وهذا فی حق الارث ظاهر لانه خالص حقهم فیقبل فیه تصدیقهم ۲؎ اما فی حق النسب هل یثبت فی حق غیرهم قالوا اذا کانوا من اهل الشهادة یثبت لقیام الحجة ولهٰذا قیل تشترط لفظة الشهادة وقیل لاتشترط فنی لان الثبوت فی حق غیرهم تبع لثبوت حقهم باقرارهم وما ثبت تبعا لایراعی فیه الشرائط

مرد اور دو عورتیں ہوں، تو یہ شہادت کاملہ اس لئے اس سے باپ سے نسب ثابت کر دیا جائے گا، چنانچہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ لفظ شہادت سے ورثہ گواہی دیں تب نسب ثابت ہوگا، لیکن صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ لفظ شہادت سے گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ورثہ کے حق میں اصل ہے اور باقی کے حق میں تابع ہے، اور ورثہ کے حق میں نسب ثابت کرنے کے لئے لفظ شہادت کی ضرورت نہیں ہے تو تابع کے حق میں بھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل بات ہے کہ فراش سے نسب ثابت ہوا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ اقرار وارثین کے حق میں تو ظاہر ہے، اس لئے کہ خالص ان کا حق ہے اس لئے انکی تصدیق انکے حق میں قبول کی جائے گی۔

تشریح: جن ورثہ نے بچہ پیدا ہونے کی تصدیق کی ہے انکے حق میں تو ظاہر ہے کہ نسب ثابت کر دیا جائے گا، اور ان کا حصہ انکو دے دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے اقرار کیا ہے، اور یہ ان کا خالص حق ہے۔ لیکن دوسروں کے حق میں کیا ہوگا، اس کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن نسب کے حق میں! تو کیا غیر کے حق میں نسب ثابت کیا جائے گا؟ تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر تصدیق کرنے والے ورثہ اہل شہادت میں سے ہوں تو نسب ہو جائے گا، کیونکہ حجت شرعیہ قائم ہوگئی ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ لفظ شہادت شرط ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرط نہیں ہے، کیونکہ تصدیق کرنے والوں کے علاوہ کے حق میں نسب ثابت ہونا تابع ہے ان کے اقرار کی وجہ سے، اور جو تابع تابع ہو کر ثابت ہوتا ہے اس میں سب شرائط کی رعایت نہیں کی جاتی۔

تشریح: ان ورثہ کے اقرار سے دوسروں کے حق میں نسب ثابت ہوگا، اس کے لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر یہ ورثہ اہل شہادت ہوں، یعنی دو مرد ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو انکے اقرار سے دوسروں کے حق میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا، ورنہ نہیں، کیونکہ یہ حجت کاملہ ہوگی، پھر ان حضرات نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ یہ ورثہ لفظ شہادت سے گواہی دیں تا کہ مکمل شہادت ہو جائے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ لفظ شہادت سے گواہی دینا شرط نہیں ہے، کیونکہ دوسروں کے حق میں تابع ہے، اور ورثہ کے حق میں اصل ہے، پس جب اصل کے حق میں شہادت کی ضرورت نہیں ہے تو تابع کے حق میں بھی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲۱۲۱) واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل من ستةاشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه﴾
۱ لان العلوق سابق علی النکاح فلایکون منه

ترجمہ:(۲۱۲۱) اگر آدمی نے شادی کی کسی عورت سے اور بچہ جنا چھ مہینے سے کم میں جس دن سے شادی ہوئی ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ حمل ٹھہرنا نکاح سے بھی پہلے ہے اس لئے شوہر کا نہیں ہوگا۔

تشریح: مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔اور شادی کے دن سے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا۔

وجہ:(۱) اوپر گزرا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔اور یہاں چھ ماہ سے پہلے سالم بچہ جنا تو اس کا مطلب ہوا کہ شادی سے پہلے عورت کسی اور مرد سے حاملہ ہو چکی تھی۔اور یہ حمل اس شوہر کا نہیں ہے اس لئے اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔(۲) اس اثر میں ہے .عن عبد الله بن عبد الله بن ابی امیة ان امرأة هلک عنها زوجها فاعتدت أربعة أشهر و عشرا ثم تزوجت حین حلت فمکثت عند زوجها أربعة اشهر و نصف ثم ولدت ولدا تاما فجاء زوجها عمر بن الخطابؓ فذکر ذالک فدعا عمرؓ نسوة من نساء الجاهلیة قدماء فسألهن عن ذالک فقالت امراة منهن انا اخبرک عن هذه المرأة هلک زوجها حین حملت فاهریقت الدماء فحش ولدها فی بطنها فلما أصابها زوجها الذی نکحت و اصاب الولد الماء تحرک الولد فی بطنها و کبر فصدقها عمر بن الخطابؓ و فرق بینهما و قال عمرؓ اما انه لم یبلغنی عنکما الا خیر و ألحق الولد بالاول ۔(سنن بیہقی، باب الرجل یتزوج المرأة بولد لاقل من ستة اشهر یوم النکاح، ج سابع، ص ۷۳۰، نمبر ۱۵۵۵۹) اس اثر میں ہے کہ دوسرے شوہر سے شادی کے ساڑھے چار مہینے میں ہی پورا بچہ دے دیا تو وہ بچہ اس شوہر کا شمار نہیں کیا گیا بلکہ پہلے شوہر کا شمار کیا گیا ہے۔(۳) اس اثر میں ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔۔ان عمر اتی بامرأة قد ولدت لستةاشهر فهم برجمها فبلغ ذلک علیا فقال لیس علیها رجم فبلغ ذلک عمر فارسل الیه فسأله فقال والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ،وقال : وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، فستة اشهر حمله وحولین تمام لا حد علیها او قال لا رجم علیها فخلی عنها ثم ولدت . (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقل الحمل، ج سابع، ص ۷۲۷، نمبر ۱۵۵۴۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

(۲۱۲۲) وان جاء ت به لستة اشهر فصاعدايثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسكت ﴾ ۱؎ لان الفراش قائم والمدة تامة (۲۱۲۳) فان جحد الولادة يثبت بشهادة امرأة واحدة تشهدبالولادة حتى لونفاه الزوج يلاعن﴾ ۱؎ لان النسب يثبت بالفراش القائم

ترجمه: (۲۱۲۲) اوراگر بچہ جنا چھ مہینے میں یا زیادہ میں تو اس کا نسب ثابت ہوگا، شوہر اس کا اعتراف کرے یا چپ رہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ شوہر کی فراش قائم ہے اور مدت بھی پوری ہے۔

تشریح: نکاح سے ٹھیک چھ مہینے پر بچہ دیا تب بھی باپ سے نسب ثابت کیا جائے گا، کیونکہ فراش بھی ہے اور حدیث کی بنا پر مدت بھی پوری ہے، اور اگر چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تب تو بدرجہ اولی نسب ثابت ہوگا۔

وجه: (۱) چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ شادی کے بعد حمل ٹھہرا ہے اسلئے یہ بچہ شوہر کا ہے۔ اس لئے اس سے نسب ثابت کیا جائے گا۔ اگر وہ اعتراف کرتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو واضح ہے۔ اور اگر چپ رہتا ہے تب بھی نسب ثابت کیا جائے گا۔ کیونکہ بیوی اس کی فراش ہے۔ اور فراش والے سے نسب ثابت کیا جائے گا۔ (۲) حدیث میں گزر چکا ہے۔ فقال الولد للفراش وللعاهر الحجر، واحتجبی منه یا سودة. (ابوداؤد شریف، باب الولد للفراش، ص ۳۱۷، نمبر ۲۲۷۳)

ترجمه: (۲۱۲۳) اوراگر ولادت کا انکار کیا تو ثابت کیا جائے گا نسب ایک عورت کی گواہی سے جو گواہی دے ولادت کی۔ یہاں تک کہ اگر شوہر نے بچے کی نفی کی تو لعان کیا جائے گا۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نسب قائم شدہ فراش سے ثابت ہوتا ہے۔

تشریح: عورت نے نکاح سے چھ مہینے پر بچہ دیا اور شوہر نے ولادت کا انکار کیا تو یہاں دو مرد کی گواہی کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک عورت بچہ پیدا ہونے کی گواہی دے اسی سے نسب ثابت کر دیا جائے گا۔ اور اس پر بھی بچے کا انکار کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو لعان کیا جائے گا۔

وجه: (۱) فراش چونکہ پہلے سے قائم ہے اور مدت بھی پوری ہے، اس لئے اسی سے نسب ثابت ہو جائے گا، اور ایک عورت کی گواہی بچے کے تعین کے لئے ہے کہ واقعی اسی عورت سے یہی بچہ پیدا ہوا ہے، اور اس پر بھی شوہر انکار کرے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو اس سے عورت پر زنا کی تہمت ہوئی اس لئے شوہر کو لعان کرنا ہوگا۔ (۲) حدیث گزر چکی ہے۔ عن حذيفة ان رسول الله اجاز شهادة القابلة۔ (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی عدد ھن الی شہادۃ النساء، ج عاشر، ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

۲ والـلـعـان انـمـا يـجب بالقذف وليس من ضرورته وجود الولد فانه يصح بدونه (۲۱۲۴) فان ولدت ثم اختلفا فقال الزوج تزوجتک منذ اربعة وقالت هی منذ ستة اشهر فالقوقولها وهوابنه﴾

۱ لان الـظـاهـر شـاهدلها فانهاتلد ظاهراً من نكاح لامن سفاح ۲ ولـم يذكر الاستحلاف وهوعلی الاختلاف

ترجمه: ۲ اورلعان واجب ہوتا ہے زنا کی تہمت لگانے سے اوراس کے لئے بچے کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ بغیر بچے کے بھی لعان ہوتا ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ بچہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت کیا گیا ہے، اوراس کے انکار کرنے پر لعان واجب ہوا تو حاصل یہ ہوا کہ ایک عورت کی گواہی پر لعان واجب کیا گیا، حالانکہ لعان حد کے درجے میں ہے اس لئے دومرد کی گواہی چاہئے، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ یہاں عورت کی گواہی پر لعان نہیں ہوا ہے اور نہ بچے کے انکار پر لعان واجب ہوا ہے، بلکہ بچے کے انکار کرنے کی وجہ سے عورت پر زنا کی تہمت ڈالی، اس تہمت کی بنا پر لعان واجب ہوا، چنانچہ بچہ نہ بھی ہوا اور عورت پر زنا کی تہمت ڈالے تو لعان واجب ہوتا ہے، یہاں ایسا ہی ہے۔

ترجمه: (۲۱۲۴) اگر بچہ پیدا ہوا پھر اختلاف ہوا، پس شوہر نے کہا میں نے چار مہینے پہلے شادی کی ہے اور عورت نے کہا چھ مہینے پہلے شادی کی ہے، تو عورت کی بات مانی جائے گی، اور بچہ اس کا بیٹا ہوگا۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ ظاہر عورت کا شاہد ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ نکاح سے بچہ دیا ہے نہ کہ زنا سے۔

تشریح: بچہ پیدا ہونے کے بعد میاں بیوی میں اختلاف ہوا، شوہر کہتا ہے کہ چار مہینے پہلے نکاح ہوا تھا، جس مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، اور عورت کہتی ہے کہ چھ مہینے پہلے نکاح ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ شوہر کا ہے، اور چار ماہ پہلے نکاح ہونے پر شوہر کے پاس گواہ نہیں ہے، اس لئے عورت کی بات مانی جائے گی۔

وجه: (۱) کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ نکاح سے ہی بچہ ہوا ہوگا زنا سے نہیں ہوا ہوگا۔ (۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت شوہر کی فراش ہے، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ بچہ شوہر ہی کا ہے اس لئے نسب ثابت ہوگا، جب تک کہ اس کے خلاف شوہر کوئی قوی گواہی پیش نہ کرے۔

ترجمه: ۲ اور عورت سے قسم کھلانے کا ذکر نہیں کیا، اور یہ مسئلہ اختلاف پر ہے۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ کسی کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی ہے، لیکن یہاں متن میں عورت کی بات ماننے کے لئے قسم کھلانے کا تذکرہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح اور طلاق کے چھ معاملہ ایسے ہیں جن میں منکر کی بات مانی جاتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے

(۲۱۲۵) وان قال لامرأته اذا ولدت ولدافانت طالق فشهدت امرأة علیٰ الولادة لم تطلق عندابی حنیفةؒ ﴾ (۲۱۲۶) وقال ابویوسفؒ ومحمدؒ تطلق ﴾ ۱؎ لان شهادتها حجةفی ذلک قال علیه السلام شهادة النساء جائز فیما لایستطیع الرجال النظر الیه ولانها لما قبلت فی الولادة تقبل فیما یبتنی علیها وهو الطلاق

نزدیک قسم نہیں کھلائی جاتی، اور صاحبینؒ کے نزدیک قسم کھلائی جاتی ہے، یہ معاملہ بھی انہیں چھ میں سے ہے اس لئے یہاں قسم کھلانے کا تذکرہ نہیں ہے۔۔استحلاف: حلف سے مشتق ہے، قسم کھلانا۔

ترجمہ : (۲۱۲۵) اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم نے بچہ دیا تو تم کو طلاق ہے، پھر ایک عورت نے بچہ جننے کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، ایک چیز ہو اس پر دوسری اہم چیز کا مدار ہو، اور پہلی چیز شہادت، ناقصہ [یعنی ایک عورت کی گواہی سے ثات ہوتی] ہو تو کیا دوسری چیز بھی شہادت ناقصہ سے ثابت ہو جائے گی؟ یا دوسری چیز کے لئے شہادت کاملہ چاہئے۔

امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ دوسری چیز اہم معاملات میں سے ہو تو اس کے لئے الگ سے شہادت کاملہ چاہئے، اور صاحبینؒ کی رائے ہے کہ پہلی چیز ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہوئی تو اسی پر مدار رکھ کر دوسری چیز بھی اسی شہادت ناقصہ ہی سے ثابت ہو جائے گی۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تم کو بچہ ہو تو تم کو طلاق، اور نہ حمل ظاہر ہے، اور نہ شوہر کا اعتراف ہے کہ بچہ میرا ہے، اور ایک عورت نے گواہی دی کہ بچہ پیدا ہوا تو اس سے بچے کا تعین ہو جائے گا، اور نسب بھی ثابت ہو جائے گا، لیکن اس پر مدار رکھکر عورت کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ طلاق واقع ہونے سے عورت پر ملکیت ختم ہو جائے گی جو اہم معاملہ ہے اس لئے ملکیت ختم ہونے کے لئے شہادت کاملہ [دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی] چاہئے۔اور صاحبینؒ کی رائے ہے کہ نسب شہادت ناقصہ سے ثابت ہوا تو اس پر مدار رکھتے ہوئے طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۱۲۶) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ اس بارے میں ایک عورت کی شہادت حجت ہے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جہاں مرد مطلع نہ ہو سکتا ہو وہاں عورت کی گواہی جائز ہے، اور اس لئے کہ جب ولادت کے بارے میں عورت کی گواہی قبول کی جائے گی تو اس پر جس کا مدار ہے اس میں بھی قبول کی جائے گی، یعنی طلاق میں۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایک عورت کی گواہی سے بچے کا تعین بھی ہو جائے گا اور نسب بھی ثابت ہو جائے گا، اور شوہر کے کہنے کے مطابق جب بچے کی ولادت ثابت ہوگی تو طلاق بھی اسی

۲ ولابی حنیفةؒ انہاادعت الحنث فلا یثبت الا بحجة تا مةوهذالان شهادتهن ضرورية فی حق الولادة

سے واقع ہوجائے گی۔اوراثر میں ہے کہ جن مقامات پر مرد کا دیکھنا جائز نہیں ہے وہاں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔

وجه:(۱) صاحب ہدایہ کااثر یہ ہے۔عن الشعبی والحسن قالا تجوز شهادة المرأة الواحدة فيما لا يطلع عليه الرجال (مصنف عبدالرزاق، باب شہادة امرأة فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۲۵۷، نمبر ۱۵۵۰۵ رسنن للبیہقی، باب شهادة النساء لا رجل معھن فی الولادة وعیوب النساء ج عاشر، ص ۲۵۳، نمبر ۲۰۵۳۹) اس اثر میں ہے کہ جہاں مرد کا دیکھنا جائز نہیں ہے وہاں صرف عورت کی گواہی جائز ہے۔(۲) اس اثر میں بھی ہے۔ عن ابن عمر قال لا تجوز شهادة النساء الا على مالا يطلع عليه الا هن من عورات النساء ، و ما يشبه ذالک من حملهن و حيضهن (مصنف عبدالرزاق، باب شہادة امرأة فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۲۵۸، نمبر ۱۵۵۰۷ رسنن للبیہقی، باب شهادة النساء لا رجل معھن فی الولادة وعیوب النساء ج عاشر، ص ۲۵۳، نمبر ۲۰۵۳۹) (۳) اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔عن حذيفة ان رسول الله ﷺ اجاز شهادة القابلة. (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی عدد ھن ای عدد النساء ج عاشر، ص ۲۵۴، نمبر ۲۰۵۴۲) اس حدیث میں ہے کہ ولادت میں دایہ کی گواہی کافی ہے، اس لئے اس کو مرد نہیں دیکھ سکتا۔(۴) عن الحسن قال تجوز شهادة المرأة وحدها فی الاستهلال ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب شہادة امرأة فی الرضاع والنفاس، ج ثامن، ص ۲۵۸، نمبر ۱۵۵۰۶) اس اثر میں بھی ہے کہ ولادت کے لئے ایک گواہی کافی ہے۔

ترجمه: ۲ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے شوہر کے حانث ہونے کا دعوی کیا ہے اس لئے حجت تامہ کے بغیر ثابت نہیں ہوگا، اور عورت کی یہ شہادت مجبوری کے درجے میں ولادت کے حق میں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے حنث کا یعنی طلاق واقع کرنے کا دعوی کیا ہے جو اہم معاملہ ہے اس لئے اس کے لئے حجت تامہ یعنی شہادت کاملہ چاہئے، اور ولادت کے حق میں ایک دایہ کی گواہی مجبوری کی وجہ سے قبول کی گئی ہے، کیونکہ بچہ پیدا ہوتے وقت اجنبی آدمی اس کو دیکھ نہیں سکتا، اس لئے طلاق کے حق میں اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ضروری چیز بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے۔

لغت: ادعت الحنث: شوہر نے بیوی سے کہا تھا کہ اگر تم کو بچہ پیدا ہوا تو تم کو طلاق، اب عورت دعوی کر رہی ہے کہ مجھکو بچہ پیدا ہوا ہے، اس لئے مجھے طلاق واقع ہوئی ہے، اور آپ قسم میں حانث ہو گئے ہیں، اسی کا نام ادعت الحنث ہے۔ ضرورية: مجبوری کے درجے میں اسی کو ضروریۃ کہتے ہیں، یہ بقدر ضرورت ثابت ہوتا ہے۔ ینفک: جدا ہوتا ہے۔ حجة تامة: دو مرد، یا ایک مرد اور دو

۳؎ فلا تظهر فی حق الطلاق لانه ینفک عنها (۲۱۲۷) وان کان الزوج قد اقر بالحبل طلقت من غیر شهادة عند ابی حنیفةؒ وعندهما تشترط شهادة القابلة ﴾ ا؎ لانه لابد من حجة لدعواها الحنث وشهادتها حجة فیه علیٰ مابینا ۲؎ وله ان الاقرار بالحبل اقرار بما یفضی الیه وهو الولادة

عورتوں کی گواہی کو حجت تامہ کہتے ہیں، اور ایک دایہ کی گواہی کو حجت ناقصہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اس لئے طلاق کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا، اس لئے کہ طلاق ولادت سے الگ ہو سکتی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں یہ بتا رہے ہیں کہ ولادت اور طلاق میں تلازم نہیں ہے کہ ولادت ہو تو طلاق بھی لازمی طور پر ہو، کیونکہ کہیں طلاق ہوتی ہے اور ولادت نہیں ہوتی، اور کبھی ولادت ہوتی ہے اور طلاق نہیں ہوتی، اس لئے ولادت ایک دایہ کی گواہی سے ثابت ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ طلاق بھی اسی سے ثابت کی جائے، اس لئے طلاق کے لئے شہادت کاملہ چاہئے۔

ترجمہ: (۲۱۲۷) اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر شہادت کے طلاق واقع ہو جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک دایہ کی شہادت کی شرط لگائی جائے گی۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ عورت کا یہ دعوی کرنا کہ حانث ہو گیا ہے اس کے لئے حجت ضروری ہے، اور دایہ کی شہادت اس میں حجت ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

تشریح: اگر شوہر نے کہا تھا کہ تم کو بچہ ہو تو طلاق، اور حمل کا اقرار بھی کر لیا ہے، پس عورت نے دعوی کیا کہ بچہ پیدا ہو گیا ہے اور شوہر نے تکذیب کی تو عورت کی بات مان کر طلاق واقع ہو جائے گی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلاق کے لئے مزید دایہ کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: اس کی دو وجہ بیان فرماتے ہیں (۱) ایک یہ کہ حمل کیلئے بچے کی پیدائش لازم ہے اس لئے شوہر نے حمل کا اقرار کیا تو گویا کہ ولادت کا اقرار کیا، اس لئے اب دایہ کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے، اسی سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ حمل کا اقرار کیا تو عورت کو اس بارے میں امین قرار دیا اس لئے ولادت کے بارے میں اس کی بات مان لی جائے گی۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عورت نے طلاق واقع ہونے کا دعوی کیا ہے شوہر کے خلاف اس لئے حجت چاہئے، اور یہاں ایک دایہ کی گواہی حجت ہے اس لئے دایہ کی گواہی ضرور چاہئے، صرف شوہر کے حمل کا اقرار کافی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حاملہ ہونے کا اقرار کر اس چیز کا اقرار ہے جس کی طرف وہ پہنچے گا اور وہ ولادت ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے حمل کا اقرار کیا تو گویا کہ بچہ پیدا ہونے کا بھی اقرار کیا، کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہے، اور جب شوہر نے بچہ پیدا ہونیکا اقرار کر لیا تو اب اس سے انکار کرنے کا اعتبار نہیں ہے اس لئے دایہ کی گواہی کی ضرورت

۳؎ ولانه اقربکونها مؤتمنة فیقبل قولها فی ردالامانة (۲۱۲۸) قال واکثر مدةالحمل سنتان﴾

۱؎ لقول عائشةؓ الولد لا یبقی فی البطن اکثر من سنتین ولوبظل مغزل

نہیں ہےاس کے بغیر بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اوراس لئے کہ شوہر نے اقرار کیا کہ عورت امانت دار ہے،اس لئے امانت کے لوٹانے میں عورت کی بات قبول کی جائے گی۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی دوسری دلیل ہے کہ جب شوہر نے اقرار کیا کہ عورت کے پیٹ میں میرا حمل ہے تو بیوی کو اپنے حمل کا امانت دار قرار دیا، اب بچہ پیدا کر کے وہ امانت کو واپس کر رہی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ امانت کے سلسلے میں امانت دار کی بات قبول جاتی ہےاس لئے بغیر کسی گواہی کے عورت کی بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۱۲۸) حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

ترجمہ:۱؎ حضرت عائشہؓ کےقول کی وجہ سے کہ بچہ پیٹ میں دو برس سے زیادہ نہیں رہتا،اگر چہ تکلے کے سایہ بھر ہو۔

تشریح : آدمی کا بچہ عموما نو ماہ میں پورا ہو کر پیدا ہوجاتا ہے، چاہے وہ حمل ٹھہرتے وقت اتنا ہلکا اور باریک تھا کہ تکلے کی سایہ کی طرح تھا تب بھی بڑھتے بڑھتے دو سال میں پورا بچہ ہوجائے گا اور پیدا ہوجائے گا اس سے زیادہ مدت پیٹ میں نہیں رہ سکتا،اس لئے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہےاس سے زیادہ نہیں۔

وجہ: (۱)صاحب ہدایہ کا اثر یہ ہے۔عن عائشة قالت ما تزید المرأة فی الحمل علی سنتین ولا قدر ما یتحول ظل عود المغزل (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی اکثر الحمل ، ج سابع ،ص ۷۲۸،نمبر ۱۵۵۵۲)(۲)اس اثر میں بھی ہے۔عن عمر انه رفعت له امراة قد غاب عنها زوجها سنتین فجاء و هی حبلی فهم عمر برجمها فقال له معاذ بن جبل یا امیر المؤمنین ان یک لک السبیل علیها فلا سبیل لک علی ما فی بطنها فترکها عمر حتی ولدت غلاما قد نبتت ثنایاه فعرف زوجها شبهه به قال عمر عجز النساء ان یلدن مثل معاذ ، لولامعاذ هلک عمر ۔(مصنف عبدالرزاق ، باب التی تضع سنتین ، ج سابع ،ص ۳۸۳،نمبر ۱۳۵۲۴رسنن للبیہقی ، باب ماجاء فی اکثر الحمل ، ج سابع ،ص ۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۸)اس اثر میں بھی ہے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔

لغت : مغزل: غزل سے مشتق ہے، دھاگا، دھاگا کاتنے کے لئے گول سی تکلی ہوتی ہے اس کے درمیان لوہے کی سلاخ ہوتی ہے، جب وہ گھومتی ہے تو اس کا سایہ نہیں ہوتا، ظل مغزل کا مطلب یہ ہے کہ حمل اتنا چھوٹا اور باریک ہے کہ تکلے کے سائے کی طرح ہے پھر بھی دو سال میں بڑا ہو کر باہر نکل جائے گا۔

(٢١٢٩) واقله ستةاشهر ﴾ ١؎ لقوله تعالیٰ ﴿ وحمله وفصاله ثلثون شهراً﴾ ثم قال وفصاله فی عامین فبقی للحمل ستة اشهر ٢؎ والشافعیؒ یقدر الاکثر باربع سنین

ترجمه: (۲۱۲۹) اورکم سے کم مدت چھ مہینے ہیں۔

ترجمه: ١؎ اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے ﴿ و حمله و فصاله ثلاثون شهر ا﴾، پھر کہا وفصالہ فی عامین، تو چھ مہینے باقی رہ گئے۔

تشریح: اورکم سے کم چھ ماہ میں سالم بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اگر اس سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ سے پہلے حمل ٹھہرا ہے۔ البتہ اس سے پہلے سقط پیدا ہوسکتا ہے جو ناقص بچہ ہوتا ہے۔

وجه: (۱) اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ حمل کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں آیت یہ ہے۔ وحمله وفصاله ثلاثون شهرا۔ (آیت ۱۵، سورۃ الاحقاف ۴۶)، پھر دوسری آیت میں فرمایا کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے، آیت یہ ہے۔ وفصاله فی عامین۔ (آیت ۱۴، سورۃ لقمان ۳۱) دوسری آیت میں بھی ہے۔ والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) کہ والدہ دو سال تک دودھ پلائے، تو تیس مہینے میں چوبیس مہینے دودھ پلانے کے کم ہو گئے تو حمل کی مدت چھ ماہ رہ گئی، اس لئے آیت سے ثابت ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہیں۔ (۲) اس اثر میں بھی اس کی تفصیل ہے۔ ان عمر اتی بامرأة قد ولدت لستةاشهر فهم برجمها فبلغ ذلک علیا فقال لیس علیها رجم فبلغ ذلک عمر فارسل الیه فسأله فقال والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ،وقال : وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، فستة اشهر حمله وحولین تمام لا حد علیها او قال لا رجم علیها فخلی عنها ثم ولدت . (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقل الحمل ج سابع ص ۷۲۷، نمبر ۱۵۵۴۹ / مصنف عبدالرزاق، باب التی تضع لستة أشهر، ج سابع ص ۲۷۹، نمبر ۱۳۵۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ (۳) اس اثر میں بھی ہے۔ مولی عبد الرحمن بن عوف قال رفعت الی عثمان امراة ولدت لستة اشهر فقال انها رفعت الی امراة ....ولدت ستة اشهر فقال له ابن عباس : اذا أتمت الرضاع کان الحمل ستة أشهر قال و تلا ابن عباس و حمله و فصاله ثلاثون شهر (آیت ۱۵، سورۃ الاحقاف ۴۶) فاذا أتمت الرضاع کان الحمل ستة أشهر۔ (مصنف عبدالرزاق، باب التی تضع لستة أشهر، ج سابع ص ۲۷۹، نمبر ۱۳۵۱۶ / سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اقل الحمل ج سابع ص ۷۲۷، نمبر ۱۵۵۴۸) اس اثر میں ہے کہ کم سے کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔

ترجمه: ٢؎ امام شافعیؒ حمل کی اکثر مدت چار سال متعین کرتے ہیں۔

۳ والحجة عليه ماروينا ه والظاهر انهاقالته سماعا اذالعقل لايهتدى اليه (۲۱۳۰)ومن تزوج امةفطلقها ثم اشتراها فان جاء ت بولد لاقل من ستةاشهر منذيوم اشتراها لزمه والالم يلزمه﴾

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہوسکتی ہے۔

وجه : (۱)انکی دلیل یہ اثر ہے۔نا المبارک بن مجاهد قال مشهور عندنا امراة محمد بن عجلان تحمل و تضع فی اربع سنین و كانت تسمی حاملة الفيل ۔ (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل، ج سابع، ص۷۲۸، نمبر ۱۵۵۵۴) اس اثر میں ہے کہ حمل کی مدت چار سال ہوسکتی ہے۔(۲)اس اثر۴ میں بھی ہے۔ بینما مالک بن دينار يوما جالس اذ جائه رجل فقال يا ابا يحيى اد ع لامرأة حبلى منذ أربع سنين ....حتى طلع الرجل من باب المسجد على رقبته غلام جعد قطط ابن أربع سنين قد استوت أسنانه ما قطعت اسراره ۔(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی اکثر الحمل، ج سابع، ص۷۲۸، نمبر۱۵۵۵۷) اس اثر میں ہے کہ حمل کی مدت چار سال ہوسکتی ہے۔

ترجمه: ۳ اور انکے خلاف حجت وہ روایت ہے جو ہم نے بیان کی، اور ظاہر یہ ہے کہ حضورؐ سے سن کر فرمائی ہوں گیں اس لئے کہ عقل وہاں تک نہیں پہونچتی۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ کے خلاف اوپر کی حضرت عائشہؓ والی روایت حجت ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے سن کر کہا ہوگا اس لئے یہ اثر حدیث کے درجے میں ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

ترجمه : (۲۱۳۰) کسی نے باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو خرید لیا، پس اگر خریدنے سے چھ مہینے کے اندر بچہ ہوا تو شوہر کو لازم ہوگا، اور اگر چھ مہینے کے بعد ہوا تو اس کو لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ مسئلہ تین اصلوں پر ہے [۱] پہلا اصول یہ ہے کہ بیوی عدت میں ہو تو شوہر اپنا بچہ ہونے کا دعوی نہ بھی کرے تب بھی وہ اس کا بچہ ہے۔ اور آقا ہونے کی حالت میں بچہ ہو تو آقا کو دعوی کرنا پڑے گا کہ یہ بچہ میرا ہے تب اس کا بچہ ہوگا ورنہ نہیں۔[۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ باندی بیوی ہو اور اس کو دو طلاق دے دے تو اس سے مغلظہ ہو جاتی ہے، اب اس کو خرید لے تب بھی ملک یمین کے تحت اس سے وطی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ حلالہ نہ کروالے۔[۳] تیسرا اصول یہ ہے کہ مسلمان کو حرام سے بچانے کے لئے کوئی جائز والا راستہ نکالنا بہتر ہے، چاہے وہ راستہ دور کا کیوں نہ ہو۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مثلا خالد نے زید کی باندی سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی پھر اس کو ایک طلاق رجعی، یا ایک طلاق بائنہ دی، یا فسخ نکاح ہوا، اس کی عدت گزار رہی تھی کہ خالد نے زید سے باندی خرید لی، اور خالد اس باندی کا آقا بن گیا، خریدنے کے چھ مہینے کے اندر اندر باندی نے بچہ دیا تو یقین ہے کہ یہ بچہ خریدنے کے بعد کا نہیں ہے بلکہ خریدنے سے پہلے کا حمل ٹھہرا ہوا ہے اس سے ہے، اور خالد اس زمانے میں اس باندی کا شوہر تھا، اس لئے بغیر

۱ لانه فی الوجه الاول ولد المعتدة فان العلوق سابق علیٰ الشراء ۲ وفی الوجه الثانی ولدالمملوکة لانہ یضاف الحادث الی اقرب وقته فلا بدمن دعوة ۳ وھذااذاکان الطلاق واحداً بائناً اوخلعاً اورجعیاًامااذا کان اثنتین یثبت النسب الی سنتین من وقت الطلاق لانها حرمت علیه حرمة غلیظة فلایضاف العلوق الاالی ماقبله لانها لا تحل بالشراء

دعوی کئے ہوئے بھی بچے کا نسب خالد سے ثابت ہو جائے گا۔اور اگر خریدنے سے چھ مہینے کے بعد بچہ دیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ خریدنے کے بعد وطی کرنے سے حمل ٹھہرا ہے اس لئے خالد کے آقا ہونے کی حالت میں بچہ ہوا ہے اس لئے خالد اپنا بچہ ہونے کا دعوی کرے گا اس سے نسب ثابت ہوگا،اور دعوی نہیں کرے گا تو نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ آقا سے پہلی مرتبہ نسب ثابت کرنے کے لئے اس کا دعوی ضروری ہے، اورشوہر ہونے کی حالت میں حمل ٹھہرا ہے یہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کیونکہ حمل قریب کے زمانے کی طرف زیادہ تر پھیرا جاتا ہے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ پہلی صورت میں یہ عدت گزارنے والے کا بچہ ہے،اس لئے کہ حمل ٹھہرنا خریدنے سے بھی پہلے ہے۔

تشریح: پہلی صورت سے مراد ہے کہ خریدنے سے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ دیا تو یہ عدت گزارنے والی باندی کا بچہ ہے،اس لئے کہ خریدے ہوئے کو ابھی چھ مہینے بھی نہیں ہوئے ہیں اس لئے خریدنے کے بعد کا بچہ نہیں ہوسکتا ہے بلکہ خریدنے سے پہلے جو عدت گازر رہی تھی اس حال کا بچہ ہے۔اور مثال مذکور میں خالد کی عدت گزار رہی تھی اس لئے بغیر دعوی کئے ہوئے بھی خالد کا بچہ ہو جائے گا۔

ترجمه : ۲ اور دوسری صورت میں باندی کا بچہ ہے اس لئے کہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ قریب زمانے کی طرف پھیرا جائے گا،اس لئے دعوی ضروری ہے۔

تشریح : دوسری صورت سے مراد ہے کہ خریدنے سے چھ مہینے کے بعد بچہ دیا ہے،تو شریعت میں قریب زمانے کی طرف پھیرا جاتا ہے،اس لئے یہ سمجھا جائے گا کہ خریدنے کے بعد جب خالد کی باندی ہوگئی تھی اس وقت کی وطی سے بچہ پیدا ہوا ہے،اور آقا کی وطی سے پہلی مرتبہ بچہ پیدا ہوا ہوتو اس کا دعوی کرنا ضروری ہے تب بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا۔

ترجمه: ۳ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ ایک طلاق بائنہ، ہوئی ہو، یا خلع ہوا ہو، یا ایک طلاق رجعی ہوئی ہو، بہر حال اگر دو طلاق ہوئی ہوتو طلاق کے وقت سے دو سال تک نسب ثابت ہوگا،اس لئے کہ آقا پر حرمت غلیظہ ثابت ہو چکی ہے اس لئے خریدنے سے پہلے ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا،اس لئے کہ خریدنے سے باندی حلال نہیں ہوگی۔

تشریح: اگر خالد نے باندی بیوی کو ایک طلاق بائنہ دی ہو، یا خلع ہوا ہو، یا ایک طلاق رجعی دی ہوتب تو خریدنے کے بعد اس

(۲۱۳۱) ومن قال لامته ان كان في بطنك ولدفهو مني فشهدت على الولادةامرأة فهي ام ولده ﴾

۱؎ لان الحاجة الى تعين الولدويثبت ذٰلك بشهادةالقابلة بالاجماع (۲۱۳۲)ومن قال لغلام هو ابني ثم مات فجاء ت ام الغلام وقالت انا امرأته فهي امرأته وهو ابنه ترثانه ﴾

سے ملک یمین کے تحت وطی کرسکتا ہے اس لئے خریدنے کے بعد بھی وطی ثابت کر کے بچہ آقا کا قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر خالد نے دوطلاق دی ہوتو باندی اس سے مغلظہ ہو جائے گی، اور خریدنے کے بعد بھی ملک یمین کے تحت وطی کرنا حرام ہوگا اس لئے یہی کہا جائے گا کہ جب یہ باندی خالد کی بیوی تھی اس وقت وطی کیا ہے اور اس سے حمل ٹھہرا ہے، اور قاعدہ یہ گزرا کہ طلاق کے بعد دوسال تک بچے کا نسب ثابت کیا جائے گا اس لئے اس باندی کے طلاق کے بعد سے دوسال تک خالد شوہر سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

وجه: ایک آیت میں ہے کہ اپنی باندی سے وطی کرسکتا ہے۔ آیت یہ ہے۔ الا علی ازواجهم او ما ملكت أيمانهم فانهم غير ملومين۔ (آیت ۶، سورۃ المؤمنون ۲۳) لیکن دوسری آیت میں ہے کہ بیوی کو طلاق مغلظہ دینے کے بعد اس سے حلالہ کے بغیر وطی نہیں کرسکتا، آیت یہ ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره. (آیت ۲۳۰، سورۃ البقرۃ ۲) اور یہ ابھی خالد کی باندی ہے لیکن پہلے بیوی کی حالت میں طلاق مغلظہ دے چکا ہے اس لئے باندی ہونے کے باوجود حلالہ کے بغیر وطی کرنا حلال نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۲۱۳۱) اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تمہارے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ میرا ہے، پھر ایک عورت نے بچہ ہونے پر گواہی دی تو باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ ضرورت بچے کو متعین کرنا ہے اور بالاجماع یہ دایہ کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا۔

تشریح: آقا نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تمہارے پیٹ میں بچہ ہے تو یہ میرا بچہ ہے تو اس سے بچے کا اقرار بھی ہوا اور دعوی بھی ہو گیا اس لئے اب صرف ایک دایہ کی گواہی سے بچے کا تعین ہو جائے تو بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ بالاتفاق ہے۔

ترجمه: (۲۱۳۲) کسی نے ایک بچے سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، پھر کہنے والا مر گیا، پھر بچے کی ماں آئی اور کہا کہ میں مرنے والے کی بیوی ہوں اور یہ بچہ میرا بیٹا ہے، تو ماں بیٹا دونوں مرنے والے کے وارث ہوں گے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ [۱] مطلق نکاح سے نکاح صحیح مراد ہوگا۔ [۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ بچے کے اقرار سے اس کے لوازم، یعنی وراثت بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور بچے کی حقیقت میں جو ماں ہے وہ بھی مرنے والے کی بیوی ہو جائے گی اور وہ بھی وارث ہوگی، کیونکہ یہ سارے بچے کے لوازم ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے ایک بچے کے بارے میں اقرار کیا کہ

ل وفی النواد رجعل هذا جواب الاستحسان والقیاس ان لایکون لهاالمیراث لان النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد وبالوطی عن شبهة وبملک الیمین فلم یکن قوله اقرار بالنکاح ٢ وجه الاستحسان ان المسألة فیما اذاکانت معروفة بالحریه وبکونه ام الغلام والنکاح الصحیح هوالمتعین لذلک وضعا وعادةً

یہ میرا بچہ ہے، اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، پھر ایک عورت آئی اور دعوی کیا کہ میں مرنے والے کی بیوی ہوں، اور یہ میرا بچہ ہے، تو باپ سے اس کا نسب بھی ثابت ہوگا، اور بچہ اور ماں دونوں مرنے والے کے وارث ہوں گے۔

وجہ: (۱) مرنے والے نے یہ تو اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے، اس لئے اس بچے کا نسب مرنے والے سے تو یوں ہی ہو جائے گا۔ پھر یقینی بات ہے کہ بچے کی کوئی ماں بھی ہوگی، اس لئے جو عورت کہتی ہے کہ میں اس کی ماں ہوں، اور لوگ جانتے بھی ہیں کہ وہ اس کی ماں ہے، تو وہ مرنے والے کی بیوی ہو جائے گی، اور بچہ اور بیوی ہوئی تو ان دونوں کو وراثت بھی ملے گی۔

ترجمہ: ل نوادر کتاب میں ہے کہ یہ حکم استحسان کے طور پر ہے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کو میراث نہ ملے، اس لئے کہ نسب جس طرح نکاح صحیح سے ثابت ہوتا ہے، اسی طرح نکاح فاسد سے بھی ثابت ہوتا ہے، اور وطی بالشبہ سے بھی ثابت ہوتا ہے، اور ملک یمین سے بھی ثابت ہوتا ہے، اس لئے مرنے والے کا قول نکاح صحیح کا اقرار نہیں ہوگا۔

تشریح: نوادر میں یہ لکھا ہے کہ عورت کا بیوی بننا اور مرنے والے کا وارث بننا استحسان کے طور پر ہے، قیاس کے طور پر نہیں ہے، کیونکہ مرنے والے نے جب یہ کہا کہ یہ بچہ میرا ہے تو صرف بچے کا نسب ثابت ہوگا، اس میں وراثت اور بیوی ہونے کا اقرار نہیں ہے، کیونکہ اور تین طریقے سے بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے۔[۱] نکاح فاسد ہو تب بھی بچے کا نسب ثابت ہوتا [۲] شبہ میں وطی کی ہو تب بھی نسب ثابت ہوتا ہے۔[۳] اپنی باندی ہو تب بھی نسب ثابت ہوتا ہے، اور ان تینوں صورتوں میں عورت وارث نہیں بنتی، اس لئے بچے کا اقرار کرنا وراثت کا اقرار نہیں ہے اور نہ نکاح صحیح کا اقرار ہے کہ عورت اس کی بیوی بن جائے۔

ترجمہ: ٢ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ اس صورت میں فرض کیا گیا ہے کہ مشہور ہو کہ عورت آزاد ہے، اور یہ بھی مشہور ہو کہ عورت بچے کی ماں ہے، اور نسب کے لئے وضع کے اعتبار سے اور عادت کے اعتبار سے نکاح صحیح متعین ہے۔

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں فرض کیا گیا ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو کہ یہ عورت آزاد ہے، اس لئے باندی بن کر بچہ پیدا نہیں کیا ہے، اور یہ بھی مشہور ہو کہ یہ بچے کی ماں ہے، اس لئے یہ مرنے والے کی بیوی بن جائے گی۔ باقی رہا کہ نکاح فاسد ہوا ہو یا وطی بالشبہ ہوئی ہو تو اس کا جواب دیا کہ وضع کے اعتبار سے اور عادت کے اعتبار سے نکاح صحیح ہی مراد لیتے ہیں، اس لئے مرنے والے نے جب کہا کہ یہ میرا بچہ ہے تو وضع اور عادت کے اعتبار سے یہی مراد لی جائے گی کہ نکاح صحیح سے یہ میرا بچہ ہے،

(۲۱۳۳) ولولم يعلم بانها حرة فقالت الورثة انت ام ولد فلاميراث لها ﴾ ١ لان ظهور الحرية باعتبار الدار حجة فی دفع الرق لا فی استحقاق الميراث

نکاح فاسد یا وطی بالشبہ سے نہیں،اور جب نکاح صحیح مراد لی تو عورت اور بچہ دونوں وارث ہوں گے۔

اصول: عام حالات میں نکاح سے مراد نکاح صحیح ہی ہوگا۔

ترجمہ : (۲۱۳۳) اگر لوگوں میں مشہور نہ ہو کہ عورت آزاد ہے،اور ورثہ نے کہا کہ تم مرنے والے کی ام ولد ہو تو عورت کے لئے میراث نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ مسئلہ دو اصولوں پر متفرع ہے۔[۱] اگر عورت آزادگی میں مشہور نہ ہو،اور باندی ہونے میں بھی مشہور نہ ہو تو دار الاسلام ہونے کی وجہ سے اس کو آزاد قرار دیا جائے گا، کیونکہ دار الاسلام میں لوگ عموما آزاد ہوتے ہیں،لیکن اس کی وجہ سے اگر کسی کی وراثت کا حقدار ہوتی ہو تو وراثت کا حقدار قرار نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے لئے حجت کاملہ نہ ہو۔[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ ام ولد سے بچہ ہو تو یہ آقا کے مال کا وارث نہیں ہوگی، ہاں آزاد عورت سے بچہ ہو اور نکاح صحیح ہو تو یہ شوہر کے مال کا وارث ہوگی۔ ۔ یہ مسئلہ اوپر کے مسئلے کا حصہ ہے۔ ۔ مرنے والے نے ایک بچے کے بارے میں اقرار کیا تھا کہ یہ بچہ میرا ہے،اور اس کی ماں کے بارے میں لوگوں میں مشہور نہیں تھا کہ یہ عورت آزاد ہے،اب اسکے ورثہ نے کہا کہ بچہ تو مرنے والے کے اقرار سے اس کا بیٹا ہے لیکن عورت اس کی بیوی نہیں ہے بلکہ ام ولد ہے اور باندی کی حالت میں وطی کر کے اس سے بچہ پیدا کیا ہے اس لئے یہ باندی مرنے والے کا وارث نہیں ہوگی ۔تو چونکہ عورت نہ آزاد ہونے میں مشہور ہے اور نہ باندی ہونے میں مشہور ہے اس لئے دار الاسلام ہونے کی وجہ سے آزاد شمار کی جائے گی،لیکن دوسرے کے مال میں حصے دار بننا ایک اہم معاملہ ہے اس کے لئے عورت کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی علامت ظاہرہ ہے،اور ورثہ نے عورت کے آزاد ہونے کی تکذیب کی ہے اس لئے وہ عورت وارث نہیں بنے گی۔ کیونکہ دار الاسلام کی وجہ آزادگی کا اعتبار کیا جائے کسی کی میراث میں استحقاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ دار الاسلام کے اعتبار سے آزادگی کا ظہور رقیت کے دفع کرنے میں حجت ہے، میراث کے استحقاق میں حجت نہیں ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ دار الاسلام ہونے کا اتنا فائدہ ہوگا کہ عورت آزاد شمار کی جائے گی اور رقیت،یعنی غلامیت دفع ہو جائے گی،لیکن اس کی وجہ سے دوسرے کے مال میں میراث کا مستحق نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کے لئے شہادت کاملہ چاہئے۔

﴿باب حضانة الولد ومن احق به﴾

(۲۱۳۴) واذاوقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق بالولد﴾ ل لماروی ان امرأة قالت يارسول الله صلى الله عليه وسلم ا بنی هذا کان بطنی له وعاء وحجری له حوی وثدی له سقاء وزعم ابوه انه ينزعه منی فقال عليه السلام انت احق به مالم تتزوجی

﴿ حضانت کا بیان ﴾

ضروری نوٹ : ماں کو بچے کی پرورش کا حق ملتا ہے، وہ نہ ہوتو یہ حق نانی کی طرف جاتا ہے اس کو حضانت کہتے ہیں۔(۱) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ بن عمر ان امرأة قالت یا رسول الله ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء وثدی له سقاء وحجری له حواء وان اباه طلقنی و اراد ان ینتزعه منی فقال لها رسول الله انت احق به مالم تنکحی ۔(ابوداؤدشریف، باب من احق بالولد،ص ۳۱۷،نمبر ۲۲۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔(۲)اس آیت میں حضانت کا اشارہ ہے۔ والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة(آیت ۲۳۳،سورة البقرة ۲)

ترجمہ: (۲۱۳۴) اگر جدائیگی واقع ہو میاں بیوی کے درمیان تو ماں زیادہ حقدار ہے بچے کی۔

ترجمہ: ل اس حدیث کی بنا پر جو روایت کی گئی ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یہ میرا بیٹا، میرا پیٹ اس کے لئے ظرف رہا ہے، میری گود اس کے لئے خیمہ رہی ہے اور میری چھاتی اس کے لئے پینے کا ڈول رہی ہے اور اب اس کا باپ کہتا ہے، وہ اس کو مجھ سے چھین لے گا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو ہی اس بچے کی زیادہ حقدار ہے، جب تک کہ تو اپنا نکاح نہ کر لے۔

تشریح: میاں بیوی کے درمیان جدائیگی ہو جائے تو نابالغی کی عمر میں بیوی پرورش کرنے کی زیادہ حقدار ہے۔

وجہ :(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن عبد اللہ بن عمر ان امرأة قالت یا رسول الله ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء وثدی له سقاء وحجری له حواء وان اباه طلقنی و اراد ان ینتزعه منی فقال لها رسول الله انت احق به مالم تنکحی. (ابوداؤدشریف، باب من احق بالولد،ص ۳۱۷،نمبر ۲۲۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔(۲)اس آیت میں اشارہ ہے کہ والدہ کو پرورش کا زیادہ حق ہے۔ والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة (آیت ۲۳۳،سورة البقرة ۲)اس آیت میں ہے کہ والدہ دو سال تک دودھ پلائے جس سے معلوم ہوا کہ اس کو زیادہ حق ہے۔

۲؎ ولان الام اشفق واقدرعلى الحضانة فكان الدفع اليها انظر ۳؎ واليه اشار الصديقؓ ريقهاخيرله من شهدوعسل عندک یاعمر قال حين وقعت الفرقة بينه وبين امرأته والصحابة حاضرون متوافرون (۲۱۳۵) والنفقة علىٰ الاب علىٰ ماذكره ولا تجبر الام عليه﴾

ترجمه : ۲؎ اوراسلئے کہ ماں کی شفقت زیادہ ہوتی ہےاوروہ پرورش پرزیادہ قادر ہے،توماں کودینا بچے کےحق میں زیادہ بہتر ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ ماں کوشفقت زیادہ ہوتی ہے،اوراس کو پرورش پربھی زیادہ قدرت ہےاس لئے بچہ اس کودینازیادہ بہتر ہے۔

وجه : (ا) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔قال خصم عمر ام عاصم فی عاصم الی ابی بکر فقضی لها به ما لم یکبر او یتزوج فیختار لنفسه قال هی أعطف و الطف و أرق و أرضی و ارحم ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب ما قالوافی الرجل یطلق امراته ولھاولدصغیر،ج رابع ،ص۱۸۶،نمبر۱۹۱۰۷) اس اثر میں ہے کہ ماں زیادہ مہربان ہوتی ہے۔

ترجمه : ۳؎ اوراسی کی طرف حضرت ابوبکرصدیقؓ نے اشارہ کیا،اےعمر تیرے شہد مصفی کھلانے سے ماں کاتھوک زیادہ بہتر ہے،اس وقت کہاجب ان کے درمیان اوران کی بیوی کے درمیان فرقت ہوئی درانحالیکہ کثرت سے صحابہ موجود تھے۔

تشریح: حضرت عمرؓ کاانکی بیوی کیساتھ اختلاف ہوااورفرقت ہوئی اوروہ اپنے بیٹے کواپنے پاس رکھنا چاہاتو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تمہارے شہد کھلانے سے ماں کاتھوک بچے کے لئے بہتر ہےاور بچہ ماں کوعنایت فرمایا۔

وجه:(ا)صاحب ہدایہ کااثر تقریبا یہ ہے۔ ان عمر بن الخطاب طلق ام عاصم ثم اتی علیها و فی حجرها عاصم فأراد ان یاخذ ہ منها فتجاذباه بینهما حتی بلی الغلام فانطلقا الی ابی بکر فقال له ابو بکر یا عمر مسحها و حجرها و ریحها خیر له منک حتی یشب الصبی فیختار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب ما قالوافی الرجل یطلق امراته ولھاولدصغیر،ج رابع ،ص۱۸۵،نمبر۱۹۱۱۶)(۲)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ان عمر بن الخطاب حین خاصم الی ابی بکر فی ابنه فقضی به ابو بکرؓ لامه ثم قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا توله والدة عن ولدها۔(سنن بیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقھا من حضانۃ الولد وینتقل الی جدتہ، ج ثامن ،ص۸،نمبر۱۵۷۶۷رموطاءامام مالک، کتاب الوصیۃ،باب ماجاءفی المؤنث من الرجال ومن احق بالولد،ص۶۵۱)اس اثر میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ماں کے لئے فیصلہ فرمایا۔

ترجمه: (۲۱۳۵) اس دوران کا نفقہ باپ کے ذمے ہے،اور ماں پرورش پرمجبورنہیں کی جائے گی۔

ل لانها عست تعجز عن الحضانة (۲۱۳۶) فان لم تكن له ام فام الام اولیٰ من ام الاب وان بعدت﴾ ل لان هٰذه الولاية تستفاد من قبل الامهات

ترجمہ: ل اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ پرورش سے عاجز ہو۔

تشریح: بچہ پرورش کرنے کے زمانے تک بچے کا نفقہ والد پر ہوگا، اس کی تفصیل آگے باب النفقات میں آرہی ہے۔ پرورش کرنے کا حق ماں کا ہے لیکن اگر وہ نہ کرے تو اس پر مجبور نہیں کی جاسکتی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو مجبوری ہو۔

وجہ: و الوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة و على المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها و لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده ۔(آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ والدہ کا نفقہ باپ کے ذمے ہے، اور یہ بھی ہے کہ والدہ کو دودھ پلانے میں تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمہ: (۲۱۳۶) پس اگر ماں نہ ہو تو نانی زیادہ بہتر ہے دادی سے چاہے دور کی ہو۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ ولایت ماں کی جانب سے مستفاد ہے۔

تشریح: اگر ماں موجود نہ ہو تو پرورش کا حق نانی کا ہے، چاہے دور کی نانی ہو اور یہ دادی سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ حق ماں کے رشتہ دار کی طرف جاتا ہے۔ کیونکہ ماں کے رشتہ دار کو زیادہ محبت ہوتی ہے۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ہے۔ ان عمر طلق ام عاصم فكان فى حجر جدته فخاصمته الى ابى بكر فقضى ان يكون الولد مع جدته والنفقة على عمرو قال هى احق به ۔(سنن للبیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقها من حضانۃ الولد وینتقل الی جدتہ ج، ثامن، ص ۸، نمبر ۱۵۷۶۶) اس اثر میں حضرت ابو بکر نے بچے کی پرورش کا فیصلہ نانی کے لئے کیا۔ (۲) اس حدیث میں بچے کی پرورش کا فیصلہ خالہ کے لئے کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حق والدہ کے رشتہ دار کی طرف جاتا ہے۔ حدیث یہ ہے ۔حضرت حمزہ کی بیٹی لینے کے لئے حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ نے مطالبہ کیا تو آپؐ نے جعفرؓ کو دی اور فرمایا وہاں لڑکی کی خالہ ہے اور خالہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے ۔عن البراء قال اعتمر النبى ذى القعدة ... فقضى بها النبى لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام ۔(بخاری شریف، باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان وفلان بن فلان وان لم ینسبہ الی قبیلتہ اونسبہ، ص ۴۷۱، نمبر ۲۶۹۹، کتاب الصلح رابوداؤد شریف، باب من احق بالولد ص ۳۳۱، نمبر ۲۲۷۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ پرورش کی زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ وہ ماں کے درجے میں ہے۔

(۲۱۳۷) فان لم تكن ام الام فام الاب اولىٰ من ا لاخوات ﴾ ل لانهامن الامهات ولهذا تحرز ميراثهن السدس ولانها اوفر شفقةً للاولاد (۲۱۳۸)فان لم تكن له جدة فالاخوات ا ولى من العمات والخالات ﴾ ل لانهن بنات الابوين ولهذا قدمن فى الميراث ٢ وفى رواية الخالةاولىٰ من الاخت لاب لقوله عليه السلام الخالة والدة وقيل فى قوله تعالىٰ ورفع ابويه علىٰ العرش انها كانت خالته

ترجمه: (۲۱۳۷) پس اگر نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی زیادہ بہتر ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ دادی ماں کے درجے میں ہے، اسی لئے اس کو میراث کا چھٹا حصہ ملتا ہے، اور اس لئے بھی کہ وہ بچے کے لئے زیادہ مہربان ہے۔

تشریح: اگر نانی موجود نہ ہو، یا موجود ہو لیکن وہ لینا نہیں چاہتی ہو تو اب دادی کا حق ہے، بہنوں کے مقابلے میں انکو ترجیح ہوگی۔

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمر میں ماں کے درجے میں ہے۔(۲) تجربہ کار ہونے کی وجہ سے وہ بچے کے لئے زیادہ مہربان ہے،(۳) یہی وجہ ہے کہ ماں نہ ہو تو دادی کو چھٹا حصہ وراثت ملتی ہے، اس لئے اس کو پرورش کا زیادہ حق ہے۔(۴) حضرت ابوبکر کے اس اثر میں جدتہ کا لفظ ہے جس کا معنی دادی کر دیا جائے تو دادی کے لئے بھی دلیل ہو جائے گی۔ان عمر طلق ام عاصم فكان فى حجر جدته فخاصمته الى ابى بكر فقضى ان يكون الولد مع جدته والنفقة على عمرو قال هى احق به۔(سنن للبیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقھا من حصانۃ الولد وینتقل الی جدتہ ج، ثامن، ص ۸، نمبر ۱۵۷۶۶)

ترجمه: (۲۱۳۸) اگر دادی نہ ہو تو بہنیں پھوپھیوں اور خالاؤں سے زیادہ بہتر ہیں۔

ترجمه: ل اس لئے کہ وہ والدین کی بیٹیاں ہیں، اسی لئے وہ میراث میں مقدم کی گئیں ہیں

تشریح: اگر دادی نہ ہو، تو پھوپھی اور خالہ سے زیادہ حقدار بہن ہے۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ والدن کی بیٹی ہے اس لئے قریب کا نسب ہے۔(۲) یہی وجہ ہے کہ میراث میں بہنوں کو پھوپھی اور خالہ سے مقدم رکھا گیا ہے، یعنی اگر بہن موجود ہو تو پھوپھی اور خالہ کو وراثت نہیں ملتی ہے اس لئے پرورش کا حق بھی اسی کو ملے گا۔

لغت: العمات : پھوپیاں۔

ترجمه: ٢ ایک روایت میں ہے کہ بہنوں سے خالہ بہتر ہے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ خالہ والدہ کے درجے میں ہے۔اور اللہ تعالی کے قول میں کہا گیا ہے کہ رفع ابویہ علی العرش، حالانکہ وہ خالہ تھی۔

تشریح : ایک روایت میں ہے کہ اگر دادی نہ ہو تو بہن سے زیادہ حقدار خالہ ہے۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں خالہ کو ماں کے درجے میں کہا گیا ہے، اور ماں کا حق بہن سے زیادہ ہے اس لئے خالہ کا

(۲۱۳۹) وتقدم الاخت لاب وام ﴾ ۱؎ **لانها اشفق ثم الاخت من الام ثم الاخت من الاب لأن الحق لهن من قبل الأم**

حق بھی بہن سے زیادہ ہوگا، حدیث یہ ہے۔ **عن البراء قال اعتمر النبی ذی القعدة ... فخرج النبی ﷺ فتبعتهم ابنة حمزة یا عم یا عم فتناولها علیؓ فأخذ بیدها و قال لفاطمة دونک ابنة عمک احمیلها فاختصم فیها علی و زید و جعفر فقال علی انا احق بها و هی ابنة عمی ، و قال جعفر ابنة عمی و خالتها تحتی و قال زید ابنة اخی فقضی بها النبی ﷺ لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام** ۔(بخاری شریف، باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان وفلان بن فلان وان لم ینسبہ الی قبیلتہ اونسبہ، ص ۳۷۱، نمبر ۲۶۹۹، کتاب الصلح رابو داؤد شریف، باب من احق بالولد ص ۳۳۱، نمبر ۲۲۷۸) اس حدیث میں بھائی یا چچازاد بہن کے لئے فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ خالہ کے لئے فیصلہ فرمایا اور کہا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔(۲) **ورفع ابویه علی العرش و خروا له سجدا** ۔(آیت ۱۰۰، سورۃ یوسف ۱۲) اس آیت میں فرمایہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو عرش پر اٹھایا، حالانکہ والدہ نہیں تھیں بلکہ خالہ تھیں، تو معلوم ہوا کہ خالہ کو والدہ کہا، اس لئے دادی نہ ہوتو بہن کے بجائے خالہ کو پرورش کا حق ہے۔

ترجمہ: (۲۱۳۹) اور مقدم ہوگی حقیقی بہن

ترجمہ: ۱؎ [اس لئے کہ وہ زیادہ مہربان ہے] پھر ماں شریک بہن پھر باپ شریک بہن، اس لئے کہ ماں کی جانب سے اس کو زیادہ حق ہے۔

تشریح: تین قسم کی بہنیں موجود ہوں تو [۱] جو ماں باپ دونوں شریک بہن ہو [جسکو اپنی بہن کہتے ہیں] اس کو زیادہ حق ہوگا، کیونکہ وہ دونوں شریک بہن ہے، اور اس کو محبت بھی زیادہ ہوتی ہے [۲] اس کے بعد صرف ماں شریک بہن ہو [جسکو اخیافی بہن کہتے ہیں] اس کو زیادہ حق ہوگا، کیونکہ ماں کی جانب سے اس کی رشتہ داری ہے اس لئے اس کو زیادہ محبت ہوگی [۳] اور اس کے بعد صرف باپ شریک بہن کو حق ہوگا [جسکو سوتیلی بہن کہتے ہیں] کیونکہ اس کو پہلے دونوں بہنوں سے کم محبت ہوتی ہے۔ یہی حال ہے، پھوپھی اور خالہ میں بھی، کہ پہلے اپنی خالہ، پھر ماں شریک خالہ، پھر صرف باپ شریک خالہ کا حق ہے، یہی حال پھوپھی کا ہے کہ، پہلے اپنی پھوپھی، پھر ماں شریک پھوپھی، پھر باپ شریک پھوپھی کا حق ہوگا۔

وجہ: حقیقی بہن ماں اور باپ دونوں جانب سے رشتہ دار ہوئی اس لئے وہ سوتیلی بہن اور ماں شریک بہن جس کو اخیافی کہتے ہیں دونوں سے پرورش کرنے میں مقدم ہوگی۔ اور ماں شریک بہن کو باپ شریک بہن سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لئے وہ باپ شریک بہن پر مقدم ہوگی۔

(۲۱۴۰) ثم الخالات أولی من العمات ﴾ ۱؎ ترجیحاً لقرابة الأم وینزلن کما نزلنا الأخوات معناه ترجیح ذات قرابتین ثم قرابة الأم (۲۱۴۱) ثم العمات ینزلن کذلک﴾ (۲۱۴۲) وکل من تزوجت من هؤلآء یسقط حقها﴾ ۱؎ لما روینا

ترجمه: (۲۱۴۰) پھر خالائیں زیادہ بہتر ہیں پھوپیوں سے۔

ترجمه : ۱؎ ماں کی قرابت کو ترجیح دینے کے لئے ،اور ایسے ہی ترتیب ہوگی جیسے کہ بہنوں میں،اس کا معنی یہ ہے کہ دونوں قرابتوں کو ترجیح دینے کے لئے ، پھر ماں کی قرابت قابل ترجیح ہے۔

تشریح : اگر پرورش میں لینے والی خالہ اور پھوپی ہو تو خالہ کو دیا جائے گا۔اور ان میں بھی وہی ترتیب ہوگی ، جو بہنوں میں ہوئی ، یعنی۔ پہلے اپنی خالہ ، پھر ماں شریک خالہ ، پھر صرف باپ شریک خالہ کا حق ہے ، یہی حال پھوپھی کا ہے کہ ، پہلے اپنی پھوپھی ، پھر ماں شریک پھوپھی ، پھر باپ شریک پھوپھی کا حق ہوگا۔ یہی ترجمہ ہے ,ینزلن کما نزلنا اخوات ، کا ، کہ جیسے بہنوں میں اتارا اسی طرح خالہ اور پھوپیوں میں بھی اتارا جائے گا ، یہی وہی ترتیب رکھی جائے گی۔

وجه : (۱)اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ۔قال الخالة بمنزلة الام. (بخاری شریف، نمبر ۲۶۹۹)اس لئے خالہ پھوپی سے زیادہ حقدار ہوگی (۲)یوں بھی خالہ میں پھوپی کے مقابلے میں زیادہ محبت ہوتی ہے۔اس لئے وہ زیادہ حقدار ہوگی۔

ترجمه: (۲۱۴۱) پھر پھوپیوں کی ترتیب بھی ایسی ہی ہوگی۔

تشریح: یعنی پہلے اپنی پھوپی ، پھر صرف ماں شریک پھوپی ، پھر صرف باپ شریک پھوپی کو پرورش کا حق ہوگا۔

ترجمه: (۲۱۴۲)جس نے شادی کی ان میں سے اس کا حق ساقط ہو جائے گا پرورش میں۔

ترجمه: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح : اوپر کی عورتوں میں سے کسی نے بچے کے اجنبی آدمی سے شادی کر لی تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا۔لیکن اگر بچے کے ذی رحم محرم سے شادی کی تو حق پرورش ساقط نہیں ہوگا۔مثلا نانی نے بچے کے دادا سے شادی کر لی تو پرورش کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

وجه : (۱)اجنبی سے شادی کرنے کے بعد اس لئے پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا کیوں کہ اس کو بچے سے محبت نہیں ہوگی تو وہ بچے کو تکلیف دے گا۔اور عورت شوہر کے تحت میں ہوتی ہے اس لئے اس کو روک بھی نہیں سکے گی۔اس لئے اجنبی سے شادی کرنے کے بعد مذکورہ عورت کا حق ساقط ہو جائے گا (۲) حدیث میں موجود ہے۔فقال لها رسول الله ﷺ انت احق به مالم تنکحی. (ابوداؤد شریف، باب من احق بالولد، ص ۳۱۷ ،نمبر ۲۲۷۶)اس حدیث میں ہے کہ جب تک نکاح نہ کرو تم کو پرورش کا حق ہے۔اس لئے نکاح کے بعد پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا (۳) حضرت عمرؓ کی بیوی ام عاصم نے اجنبی سے شادی کر لی تھی اس

۲ ولأن زوج الأم إذا كان أجنبيا يعطيه نزرا وينظر إليه شزرا فلا نظر (۲۱۴۳) قال إلا الجدة إذا كان زوجها الجد﴾ ۱ لأنه قائم مقام أبيه فينظر له (۲۱۴۴) وكذلک كل زوج هو ذو رحم محرم منه﴾ ۱ لقيام الشفقة نظراً إلى القرابة القريبة

لئے اس کا حق پرورش ساقط ہو گیا تھا اور بچہ نانی کے پاس پرورش میں تھا۔ اثر یہ ہے۔ عن الفقهاء الذين ينتهى الى قولهم من اهل المدينة انهم كانوا يقولون قضى ابو بكر الصديق على عمر بن الخطاب لجدة ابنه عاصم بن عمر بحضانته حتى يبلغ و ام عاصم يومئذ حية متزوجة ۔(سنن للبیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقها من حضانۃ الولد وینتقل الی جدتہ، ج ثامن، ص ۷، نمبر ۱۵۷۶۴) اس اثر میں ہے عاصم کی ماں نے اجنبی سے شادی کی تھی اس لئے اس کا حق پرورش ساقط ہو گیا اور بچہ اس کی نانی کی پرورش میں چلا گیا۔ (۴) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ قال حصم عمر ام عاصم فى عاصم الى ابى بكر فقضى لها به ما لم يكبر او يتزوج فيختار لنفسه قال هى أعطف و الطف و أرق و أرضى و ارحم ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ ولها ولد صغیر، ج رابع، ص ۱۸۶، نمبر ۱۹۱۰۷) اس اثر میں ہے کہ ماں جب تک کہ نکاح نہ کرے تو اس کو پرورش کا حق ہے۔

ترجمہ : ۲ اور اس لئے کہ ماں کا شوہر جب اجنبی ہو تو اس کو حقیر چیز دیگا اور اس کو تیز نگاہ سے دیکھے گا، اس لئے بچہ کے حق میں کوئی نگاہ داشت نہیں ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اگر اجنبی آدمی ماں کا شوہر ہوگا اور بچہ بھی وہیں ہوگا تو وہ بچے کو حقیر چیز دیگا، اور ہر وقت سختی کرے گا، جو بچے کے لئے فائدہ مند نہیں ہے اس لئے ماں نے بچے کے اجنبی مرد سے نکاح کر لیا ہو تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

لغت : نزر: کم دینا۔ شزرا: غصہ میں ترچھی نظر سے دیکھنا۔

ترجمہ: (۲۱۴۳) مگر نانی جب کہ اس کا شوہر دادا ہو۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ دادا باپ کے قائم مقام ہے اس لئے اس بچے پر نظر شفقت رکھے گا۔

تشریح : دادی کو پرورش کا حق تھا اور اس نے بچے کے دادا سے نکاح کر لیا تو چونکہ یہ آدمی دادا ہے اور دادا باپ کے درجے میں ہوتا ہے اور بچے پر مہربان ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں دادی کا حق پرورش ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۱۴۴) ایسے ہی ہر شوہر جو بچے کا ذی رحم محرم ہو۔

ترجمہ: ۱ قریب کی رشتہ داری کو دیکھتے ہوئے شفقت کے قائم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : جن عورتوں کو حضانت کا حق ہے اس نے بچے کے ذی رحم محرم سے نکاح کر لیا تو اس کا حق ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ اس

(۲۱۴۵) ومن سقط حقها بالتزوج يعود إذا ارتفعت الزوجية﴾ ل لأن المانع قد زال

(۲۱۴۶) فان لم تكن الصبى امرأة من أهله فاختصم فيه الرجال فأولاهم أقربهم تعصيبا ﴾ ل لأن الولاية للأقرب

صورت میں بچے کا رشتہ دار اس پر ضرور شفقت کرے گا، اس لئے اس عورت کا حق حضانت ساقط نہیں ہوگا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

ترجمہ: (۲۱۴۵) جس عورت کا حق نکاح کرنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا تو وہ نکاح ختم ہونے سے حق لوٹ آئے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ مانع زائل ہو گیا۔

تشریح: کسی عورت نے بچے کے اجنبی آدمی سے نکاح کرنے کی وجہ سے پرورش کا حق ساقط ہو گیا تھا، بعد میں اس نے طلاق دے دی، یا وہ مر گیا اور یہ نکاح ختم ہو گیا تو اس عورت کا حق واپس لوٹ آئے گا، کیونکہ جو مانع حق تھا وہ ختم ہو گیا۔

﴿حق پرورش کی ترتیب یہ ہے﴾

پہلے ماں، پھر نانی، پھر دادی، پھر بہن پھر صرف ماں شریک بہن ہو [جسکو اخیافی بہن کہتے ہیں] پھر صرف باپ شریک بہن جسکو سوتیلی بہن کہتے ہیں پھر اپنی خالہ، پھر ماں شریک خالہ، پھر صرف باپ شریک خالہ کا حق ہے، پھر اپنی پھوپھی، پھر ماں شریک پھوپھی، پھر باپ شریک پھوپھی کا حق ہوگا۔

﴿عصبات میں ترتیب یہ ہے﴾

باپ پھر دادا پھر اگر چہ اوپر کا ہو پھر حقیقی بھائی پھر باپ شریک بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر باپ شریک بھائی کا بیٹا پھر وہ چچا جو باپ کا حقیقی بھائی ہو، پھر وہ چچا جو باپ کا باپ شریک بھائی ہو، پھر چچا کا بیٹا مستحق ہوگا جو اس بچے کے باپ کا حقیقی بھائی ہو۔ پھر اس کا بیٹا جو اس بچہ کے باپ کا باپ شریک بھائی ہے۔

ترجمہ: (۲۱۴۶) پس اگر نہ ہو بچے کے لئے اسکے رشتہ داروں میں سے کوئی عورت اور اس کے لئے مرد جھگڑیں تو ان میں سے زیادہ حقدار قریبی عصبہ ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ ولایت قریب والے کو ہوتی ہے۔

تشریح: بچے کے رشتہ داروں میں سے کوئی عورت نہیں ہے جو اس کو لیکر پرورش کر سکے۔ البتہ کچھ مرد ہیں جو لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو مرد میں ترتیب یہ ہوگی کہ عصبہ کے اعتبار سے جس کو پہلے وراثت ملتی ہے بچہ اس کو پہلے ملے گا۔ اور وہ نہ ہو تو اس کے بعد جس کو وراثت ملتی ہے اس کو بچہ ملے گا۔ اس کے نہ ہونے پر تیسرے کو ملے گا۔ اسی ترتیب سے بچہ ملے گا۔ عصبہ کی ترتیب یہ ہے۔ پہلے بیٹا کو وراثت ملتی ہے، پھر باپ، پھر دادا، پھر چچا، پھر بھائی، پھر چچا زاد بھائی کو عصبہ کے اعتبار سے وراثت ملتی ہے۔ اسی ترتیب سے بچہ

۲ وقد عرف الترتيب في موضعه غير أن الصغيرة لا تدفع إلى عصبةٍ غير محرم كمولى العتاقة وابن العم تحرزا عن الفتنة

پرورش کے لئے ملے گا۔

وجه: (۱) وراثت میں جو زیادہ حقدار ہوگا وہ بچے کی پرورش کا بھی زیادہ حقدار ہوگا۔ عصبات کو لینے کا حق ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے لئے حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور جعفرؓ نے مطالبہ کیا اور یہ سب عصبہ تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ عورت نہ ہو تو مرد عصبات کو لینے کا حق ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ فقال علی انا احق بها وهی ابنة عمی وقال جعفر ابنة عمی وخالتها تحتی وقال زید ابنة اخی فقضی بها النبی ﷺ لخالتها . (بخاری شریف، باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان بن فلان الخ، ص ۴۳۷، نمبر ۲۶۹۹) یہاں حضرت علی، اور حضرت جعفرؓ بچی کے چچا زاد بھائی تھی، اور حضرت زید بچی کے چچا ہوئے، اور یہ سب مرد عصبات تھے جو لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن ان حضرات سے زیادہ حقدار بچی کا خالہ تھی اس لئے انکو دے دی گئی۔ (۲) اور اثر میں ہے۔ عن الضحاک فی هذه الآية وعلى الوارث مثل ذلک ،قال الوالد يموت ويترک ولدا صغيرا فان كان له مال فرضاعه فی ماله وان لم يكن له مال فرضاعه على عصبته ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۲۸ فی قوله علی الوارث مثل ذلک، ج رابع، ص ۱۸۹، نمبر ۱۹۱۴۷) اس اثر میں ہے کہ دودھ پلانے کی ذمہ داری عصبات پر ہے۔ اس لئے پرورش کا حق بھی عصبات پر ہوگا۔

ترجمه: ۲ اور اس کی ترتیب اپنی جگہ پر پہچانی گئی، علاوہ یہ کہ چھوٹی بچی کو غیر محرم عصبہ کو نہ دیا جائے جیسے آزاد کرنے والے آقا، اور چچا زاد بھائی فتنہ سے بچنے کے لئے۔

تشریح: عصبات کی ترتیب یہ ہے۔ باپ پھر دادا پھر اگر چہ اوپر کا ہو پھر حقیقی بھائی پھر باپ شریک بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر باپ شریک بھائی کا بیٹا پھر وہ چچا جو باپ کا حقیقی بھائی ہو، پھر وہ چچا جو باپ کا باپ شریک بھائی ہو، اور رہی چچا کی اولاد تو ان کی پرورش میں لڑکا دیا جا سکتا ہے اور ان میں ترتیب یہ ہوگی۔ پہلی اس کا چچا کا بیٹا مستحق ہوگا جو اس بچے کے باپ کا حقیقی بھائی ہو۔ پھر اس کا بیٹا جو اس بچہ کے باپ کا باپ شریک بھائی ہے۔

وہ عصبات جو بچی کا ذی رحم محرم نہیں ہیں، جیسے آزاد کرنے والا آقا عصبہ ہوتا ہے لیکن وہ بچی کا ذی رحم محرم نہیں ہے جس کے لئے نکاح کرنا حرام ہو اس لئے خطرہ ہے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے اس لئے لڑکا تو اس کی پرورش میں دیا جا سکتا ہے، لیکن لڑکی نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح چچا زاد بھائی عصبہ ہو تو بچی اس کی پرورش میں نہیں دی جائے گی، کیونکہ اس کے لئے اس بچی سے نکاح کرنا جائز ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ پرورش کرنے کے بجائے اس سے نکاح کر لے اور بچی کو بے وقت پریشان کرے۔

(۲۱۴۷) والأم والجدة أحق بالغلام حتى يأكل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده ويستنجي وحده وفي الجامع الصغير حتى يستغني فيأكل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده ﴾ ل والمعنى واحد لأن تمام الاستغناء بالقدرة على الاستنجاء

ترجمه : (۲۱۴۷) ماں اور نانی لڑکے کے حقدار ہیں اس وقت تک کہ وہ خود کھانے لگے اور خود پینے لگے اور خود استنجاء کرنے لگے۔ اور جامع صغیر میں ہے یہاں تک کہ لڑکا بے پرواہو جائے کہ اکیلا کھائے، اور اکیلا پئے، اور اکیلا پہن لے، اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

ترجمه: ل کیونکہ پورا استغناء تو استنجاء پر قادر ہونے سے ہوتا ہے۔

تشریح : قانونی حیثیت سے ماں اور نانی لڑکے کی پرورش کا اس وقت تک حقدار ہیں کہ اپنے آپ خود اپنا ذاتی کام کرنے لگے اور پرورش کرنے والوں سے ایک حد تک بے نیاز ہو جائے۔ مثلا خود کھانے پینے، کپڑا پہننے اور استنجاء کرنے لگے عموما یہ سات سالی کی عمر میں ہوتا ہے۔ اس لئے سات آٹھ سال تک ماں اور نانی کو لڑکے کی پرورش کا حق ہوگا۔ اس کے بعد لڑکا باپ کی نگرانی میں چلا جائے تا کہ مردانہ کام کاج سیکھ سکے اور زندگی گزار سکے۔ اگر باپ کی رضامندی سے زیادہ دنوں تک رہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن دونوں میں اختلاف ہو تو قاضی سات سال کی عمر تک ماں اور نانی کے پاس رکھے گا اور اس کے بعد باپ کے حوالے کر دے گا۔ اس کے بعد اگر عورت ملکی قانون کا سہارا لیکر اپنے پاس رکھتی ہے تو یہ گناہ گار ہوگی۔

وجه : (۱) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ سات سال میں لڑکے قوی ہو جاتے ہیں اسی لئے اس کو نماز کا حکم دیا جائے گا۔ حدیث یہ ہے۔ عن ربیع بن سبرة قال قال النبی ﷺ مروا الصبی بالصلوة اذا بلغ سبع سنین و اذا بلغ عشر سنین فاضربوه علیها۔ (ابو داؤد شریف، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ، ص ۷۷، نمبر ۴۹۴ رترمذی شریف، باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلوۃ، ص ۹۲، نمبر ۴۰۷) اس حدیث میں ہے کہ سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو جس کا مطلب یہ ہوا کہ سات سال کی عمر میں بچہ بہت حد تک پرورش کرنے والے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (۲) اثر میں ہے۔ عن عمارة الجرمی قال خیرنی علیؓ بین امی و عمی ثم قال لاخ لی اصغر منی وھذا ایضا لو قد بلغ مبلغ ھذا لخیرته ... وقال فی الحدیث وکنت ابن سبع او ثمان سنین۔ (سنن للبیہقی، باب الابوین اذا افترقا وھما فی قریۃ واحدۃ فالام احق بولدھا مالم تتزوج، ج ثامن، ص ۶، نمبر ۱۵۷۶۱، نمبر ۱۵۷۶۲) اس اثر میں حضرت علیؓ نے آٹھ سال کے بچے کو اختیار دیا اور اس سے چھوٹے کو اختیار نہیں دیا، جس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل تو لازمی طور پر ماں کے پاس رہے گا اور اس کے بعد بچے کو اختیار دیا جائے گا۔

۲ ووجهه أنه إذا استغنى يحتاج الى التأدب والتخلق بآداب الرجال وأخلاقهم والأب أقدر على التأديب والتثقيف ۳ و الخصاف قدر الاستغناء بسبع سنين اعتبارا للغالب (۲۱۴۸) والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض ﴾ ۱ لأن بعد الاستغناء تحتاج الى معرفة آداب النساء والمرأة على ذلك أقدر وبعد البلوغ تحتاج الى التحصين والحفظ والأب فيه أقوى وأهدى

ترجمه: ۲ سات سال کے بعد باپ کے پاس جانے کی وجہ یہ ہے کہ، جب لڑکا بے پرواہو گیا تو اس کو مردوں کے آداب اور اخلاق سیکھنے کی حاجت ہے، اور ادب سکھلانے میں اور مہذب کرنے کی باپ کو زیادہ قدرت ہے [اس لئے اب باپ زیادہ حقدار ہے]

تشریح: سات سال کے بعد اب لڑکا ماں کی خدمت سے تقریبا بے پرواہو گیا اب مردوں کے عادات واتوار سیکھنے کی ضرورت ہے، اور یہ سیکھلانے کے لئے باپ زیادہ قدرت رکھتا ہے، اس لئے اب باپ کا حق ہوگا۔

لغت: تأدب: ادب سکھلانا۔ اسی سے ہے التادیب: ادب دینا۔ التثقیف: ثقف سے مشتق ہے، مہذب بنانا۔

ترجمہ: ۳ حضرت خصافؒ نے مستغنی ہو جانے کا اندازہ سات برس سے کیا ہے، کیونکہ غالب حالت یہی ہے۔

تشریح: حضرت شیخ خصافؒ نے فرمایا کہ لڑکا عموما سات سال میں ماں کی خدمت سے مستغنی ہو جاتا ہے، اس لئے سات سال کے بعد باپ لے سکتا ہے۔ اس کی دلیل کے لئے اوپر حدیث اور اثر گزر گیا۔

ترجمہ: (۲۱۴۸) اور ماں اور دادی لڑکی کی حقدار ہے حیض آنے تک۔

تشریح: یعنی جب تک لڑکی کو حیض نہ آجائے اور بالغ نہ ہو جائے ماں اور نانی اس کی پرورش کرنے کی حقدار ہیں۔

وجہ: (۱) سات آٹھ سال میں تو وہ بے نیاز ہوگی، اس کے بعد عورتوں کے کام کاج سیکھنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے جو ماں اور نانی کے پاس سیکھے گی۔ اس لئے بالغ ہونے تک ماں اور نانی کے پاس رہے گی۔ اور بالغ ہونے کے بعد اس کی نگرانی کی ضرورت ہے اور شادی کرانے کی ضرورت ہے جو باپ اچھی طرح کرسکتا ہے۔ اس لئے بالغ ہونے کے بعد باپ لڑکی کا زیادہ حقدار ہے۔

وجہ: اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ قال خصم عمر ام عاصم فی عاصم الی ابی بکر فقضی لها به ما لم یکبر او یتزوج فیختار لنفسه قال هی أعطف و الطف و أرق و أرضی و ارحم ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ ولھا ولد صغیر، ج رابع، ص ۱۸۶، نمبر ۱۹۱۰۷) اس اثر میں ہے کہ ماں جب تک بڑی نہ ہو جائے تب تک اس کو پرورش کا حق ہے، بالغ ہونے کے بعد بڑی ہونا شمار کیا جاتا ہے اس لئے بالغ ہونے تک حقدار ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مستغنی ہونے کے بعد اس کو عورتوں کے آداب سیکھنے کی ضرورت ہے اور عورت اس کو سکھانے پر زیادہ

۲؎ وعن محمدؒ أنها تدفع الى الأب إذا بلغت حد الشهوة لتحقق الحاجة الى الصيانة (۲۱۴۹) ومن سوى الأم والجدة أحق بالجارية حتى تبلغ حدا تشتهى وفي الجامع الصغير حتى تستغني﴾

قدرت رکھتی ہے، اور بالغ ہونے کے بعد اس کو محصنہ کرنے اور زنا سے حفاظت کرنے کی ضرورت ہے، اور اس کام پر باپ کو زیادہ قوت اور رہنمائی ہے [اس لئے باپ کو دیا جائے گا]

تشریح : ماں کی خدمت سے بے نیاز ہونے کے بعد بچی کو آداب نسوانی سکھلانے کی ضرورت ہے، اور اس پر عورت کو زیادہ مہارت ہوتی ہے، اس لئے سات سال کے بعد سے حیض آنے تک ماں اور نانی کے پاس رہے گی، اور حیض آنے کے بعد محصنہ رکھنے اور زنا سے محفوظ رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے اور اس پر باپ زیادہ قوی ہے اس لئے بالغ ہونے کے بعد باپ کے پاس رکھنا زیادہ بہتر ہے اس لئے اس کا حق ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جیسے ہی حد شہوت کو پہو نچے تو باپ کو دے دی جائے کیونکہ اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

تشریح : امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ لڑکی شہوت کو پہنچ جائے تو باپ کو حوالہ کر دے، کیونکہ ابھی اس کو زنا سے بچانے کی ضرورت ہے اور باپ کو اس پر زیادہ قوت ہے اس لئے نو دس سال کی عمر میں باپ کو دے دی جائے۔

وجہ: اس اثر سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ان عمر بن الخطاب طلق ام عاصم ثم اتى عليها و فى حجرها عاصم فأراد ان ياخذ ه منها فتجاذباه بينهما حتى بلى الغلام فانطلقا الى ابى بكر فقال له ابو بكر يا عمر مسحها و حجرها و ريحها خير له منک حتى يشب الصبى فيختار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ ولھا ولد صغیر، ج رابع، ص ۱۸۵، نمبر ۱۹۱۱۶) (۲) اس اثر میں ہے حتی یشب، کہ سیانے ہونے تک ماں بچے کو رکھ سکتی ہے اور اس کے بعد باپ کا حق ہے۔

ترجمہ : (۲۱۴۹) ماں اور نانی علاوہ عورتیں لڑکی کی حقدار ہیں قابل شہوت ہونے تک۔ اور جامع صغیر میں ہے یہاں تک کہ بے نیاز ہو جائے۔

تشریح : اگر ماں اور نانی کے علاوہ کوئی عورت بچی کی پرورش کر رہی ہو تو اس کو اس وقت تک اپنے پاس رکھنے کا حق ہے جب تک اس کو شہوت نہ ہونے لگے۔ جب قابل شہوت ہو جائے تو باپ کے پاس واپس کر دے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ جب تک کہ مستغنی نہ ہو جائے، اس وقت تک دوسری عورتیں اپنے پاس رکھ سکتی ہیں۔

وجہ :(۱) عورت کی خدمت سے مستغنی ہونے کے بعد بچی کو آداب نسوانیت سکھلانے کے لئے اپنے پاس رکھ سکتی ہے، لیکن اس

ل لأنها لا تقدر على استخدامها ولهذا لا تؤاجرها للخدمة فلا يحصل المقصود بخلاف الأم والجدة لقدرتهما عليه شرعاً (۲۱۵۰) قال والأمة إذا أعتقها مولاها وأم الولد إذا أعتقت كالحرة في حق الولد ﴾ ل لأنهما حرتان أو ان ثبوت الحق (۲۱۵۱) وليس لهما قبل العتق حق في الولد ﴾ ل لعجزهما عن الحضانة بالاشتغال بخدمة المولى

کے لئے تھوڑی بہت خدمت لینی ضروری ہے، مثلا روٹی پکانا سکھانا ہے تو روٹی پکانے کی خدمت لینی ہوگی تب ہی لڑکی کو روٹے پکانے آئے گا، اور ماں اور نانی کے علاوہ کے لئے خدمت لینے کا حق نہیں ہے اس لئے وہ آداب نسوانی سکھلا بھی نہیں سکے گی اس لئے سات سال کے بعد رکھنے کی بھی گنجائش نہیں ہوگی۔ صاحب ہدایہ نے یہی دلیل پیش کی ہے۔ (۲) ماں اور نانی کے علاوہ کو اتنی محبت نہیں ہوتی اس لئے وہ کام بھی اچھی طرح نہیں سکھا سکے گی اس لئے بھی اس کے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے۔

لغت : تشتھی: شہوت ہونے لگے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ اور عورت اس سے خدمت لینے کی قدرت نہیں رکھتی اسی لئے لڑکی کو خدمت کے لئے اجرت پر نہیں رکھ سکتی، اس لئے سیکھنے کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، بخلاف ماں اور دادی کے اس لئے کہ ان دونوں کو شرعا خدمت لینے کی اجازت ہے۔

تشریح : یہ اوپر کی دلیل ہے کہ ماں اور نانی کے علاوہ دوسری عورتیں بچی سے خدمت نہیں لے سکتی، یہی وجہ ہے کہ خدمت کے لئے اجرت پر رکھنا چاہے تو نہیں رکھ سکتی، اب جب خدمت نہیں لے سکے گی تو نسوانی کام سکھلا بھی نہیں سکے گی، اس لئے مستغنی ہونے کے بعد رکھنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۱۵۰) اگر باندی کو مولی نے آزاد کر دیا یا ام ولد کو آزاد کر دیا تو وہ بچے کے معاملے میں آزاد کی طرح ہیں۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ حق کے ثابت ہوتے وقت دونوں آزاد ہیں۔

تشریح : باندی کو مولی نے آزاد کر دیا، یا ام ولد کو مولی نے آزاد کر دیا تو وہ اب آزاد کی طرح ہوگئیں، اور پرورش کے حق کے وقت دونوں آزاد ہیں۔ اس لئے وہ آزاد کی طرح بچے کی پرورش کرنے کے حقدار ہوں گی۔

ترجمہ: (۲۱۵۱) اور نہیں ہے باندی کے لئے اور ام ولد کے لئے آزادگی سے پہلے بچے میں کوئی حق۔

ترجمہ: ل آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پرورش سے وہ عاجز ہے۔

تشریح: ماں باندی ہو یا ام ولد ہو اور باپ سے جدا ہو گئی ہو تو ان کو آزاد ہونے سے پہلے پرورش کا حق قانونی طور پر نہیں ہے۔

وجہ : یہ دونوں مولی کی خدمت میں مشغول رہیں گی اس لئے صحیح طور پر بچے کی پرورش کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے ان کو پرورش کا حق نہیں ہے۔ البتہ باپ پرورش کے لئے دے تو بہتر ہے کیونکہ ماں ہے۔

(۲۱۵۲) والذمية أحق بولدها المسلم مالم يعقل الأديان أو يخاف أن يألف الكفر﴾ لـ للنظر قبل ذلک واحتمال الضرر بعده (۲۱۵۳) ولا خيار للغلام والجارية﴾

ترجمه : (۲۱۵۲) ذمیہ عورت زیادہ حقدار ہے اپنے مسلمان بچے کی جب تک کہ دین نہ سمجھنے لگے اور اس پر خوف نہ ہو کہ کفر سے مانوس ہو جائے۔

ترجمه: لـ اس سے پہلے اس کے لئے مصلحت ہے، اور اس کے بعد ضرر کا احتمال ہے۔

تشریح : باپ مسلمان ہے اور اس کے تحت میں بچہ بھی مسلمان ہے۔ اب نصرانیہ یا یہودیہ یا کافرہ بیوی سے جدائیگی ہوئی تو جب تک بچہ دین کو نہ سمجھتا ہو اور کفر کے ساتھ مانوس ہونے کا خطرہ نہ ہو تو سات سال کے اندر اندر وہ ماں کی پرورش میں رہ سکتا ہے۔ اور اگر سات سال کے اندر اندر دین کو سمجھنے لگا ہے اور کفر کے ساتھ مانوس ہونے کا خطرہ ہو جائے تو ماں سے واپس لے لیا جائے گا۔

وجه : (۱) ایک طرف چھوٹے ہونے کی وجہ سے پرورش کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف کفر سے مانوس ہونے کا معاملہ ہے اس لئے دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ (۲) حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ کفر کی وجہ سے بچپنے ہی میں حضورؐ نے باپ کو دے دیا۔ عن جدی رافع بن سنان انه اسلم وابت امرأته ان تسلم فاتت النبی ﷺ فقالت ابنتی وهی فطیم او شبهه۔ وقال رافع ابنتی۔ فقال له النبی ﷺ اقعد ناحية وقال لها اقعدی ناحية واقعد الصبية بينهما ثم قال ادعواها فمالت الصبية الی امها فقال النبی ﷺ اللهم اهدها فمالت الصبية الی ابيها فاخذها . (ابوداؤد شریف، باب اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد؟ ص ۳۱۲، نمبر ۲۲۴۴ رنسائی شریف، باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد، ص ۴۹۱، نمبر ۳۵۲۵) اس حدیث میں والدہ کی کفر کی وجہ سے حضورؐ نے دعا کی اور دعا کی برکت سے بچی باپ کے پاس چلی گئی۔ البتہ پرورش کی بھی ضرورت ہے اس لئے دین کے سمجھنے سے پہلے پہلے تک ماں کے پاس رکھا جائے گا۔

ترجمه: (۲۱۵۳) لڑکا کو یا لڑکی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

تشریح: جتنی عمر تک ماں وغیرہ کے پاس پرورش کا حق ہے اتنی عمر تک بچے کو ماں وغیرہ کے پاس رہنا ہوگا، اس درمیان میں لڑکا یا لڑکی کو ماں کے پاس یا باپ کے پاس رہنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور بچے کو اختیار دینے کا جو واقعہ ہے وہ بڑا ہونے کے بعد ہے۔

وجه : (۱) بچہ چھوٹا ہے اس کو عقل نہیں ہے اس لئے اگر اسکو انتخاب کرنے کا اختیار دیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ غلط انتخاب کر لے اس لئے اسکو انتخاب کرنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔ (۲) اس حدیث کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سال کے بعد بچے کو اختیار ملا ہے۔ قال بينما انا جالس مع ابی هريرة جائته امرأة فارسية معها ابن لها... فقالت يا رسول الله ان زوجی يريد ان يذهب بابنی وقد سقانی من بئر ابی عنبة وقد نفعنی فقال رسول الله استهما عليه فقال زوجها من يحاقنی فی ولدی ؟ فقال النبی ﷺ هذا ابوک وهذه امک فخذ بيد ايهما شئت فاخذ بيد امه

۱؎ وقال الشافعيؒ لهما الخيار لأن النبي عليه السلام خير ۲؎ ولنا إنه لقصور عقله يختار من عنده الدعة لتخليته بينه وبين اللعب فلا يتحقق النظر ۳؎ وقد صح أن الصحابةؓ لم يخيروا

فانطلقت به (ابوداؤد شریف، باب من احق بالولد،ص ۳۱۷،نمبر ۲۲۷۷) اس حدیث میں عبارت ہے کہ لڑکے نے مجھے بیر ابی عنبہ سے پانی پلایا اور نفع دیا جس سے معلوم ہوا کہ لڑکا آٹھ نو سال کا تھا جس کو ماں یا باپ کے ساتھ رہنے کا حضورؐ نے اختیار دیا۔(۳) اس اثر میں ہے کہ بڑا ہو جائے تب بچے کو اختیار ہوگا۔ ان عمر بن الخطاب طلق ام عاصم ثم اتی علیها و فی حجرها عاصم فأراد ان یاخذ ه منها فتجاذباه بینهما حتی بلی الغلام فانطلقا الی ابی بکر فقال له ابو بکر یا عمر مسحها و حجرها و ریحها خیر له منک حتی یشب الصبی فیختار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراته ولها ولد صغیر، ج رابع،ص ۱۸۵،نمبر ۱۹۱۱۶) اس اثر میں ہے ,یشب فیختار، بڑا ہو جائے تب اس کو اختیار ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان دونوں کو اختیار ہوگا، اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اختیار دیا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے بچے کو اختیار دیا اس لئے بچے کو اختیار دیا جائے گا، انکی حدیث یہ ہے۔ عن جدی رافع بن سنان انه اسلم وابت امرأته ان تسلم فاتت النبی ﷺ فقالت ابنتی وهی فطیم او شبهه۔ وقال رافع ابنتی۔ فقال له النبی ﷺ اقعد ناحية وقال لها اقعدی ناحية واقعد الصبية بينهما ثم قال ادعواها فمالت الصبية الى امها فقال النبی ﷺ اللهم اهدها فمالت الصبية الى ابيها فاخذها . (ابوداؤد شریف، باب اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد؟ ص ۳۱۲،نمبر ۲۲۴۴ رنسائی شریف، باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد،ص ۴۹۱،نمبر ۳۵۲۵) اس حدیث میں کہ حضورؐ نے بچے کو باپ یا ماں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ بچہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے اسی کو اختیار کرے گا جس کے پاس اس کو آرام ملے گا، بچہ اور کھیل کے درمیان تخلیہ کر دینے کی وجہ سے، پس شفقت کی نظر متحقق نہیں ہوگی۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ بچے کو جہاں آرام ملے گا اور کھیل ملے گا اسی کو منتخب کرے گا، زندگی کے لئے بہتر کون ہے وہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کا انتخاب نہیں کر سکے گا، اس لئے بچے کو اختیار دینا مناسب نہیں ہے۔

لغت: الدعۃ: آرام۔

ترجمہ: ۳؎ صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ صحابہ نے بچے کو اختیار نہیں دیا

تشریح: صحیح روایت میں ہے کہ صحابہ نے بچپنے میں اختیار نہیں دیا بلکہ ماں کے لئے فیصلہ فرمایا اور بڑا ہونے کے بعد اختیار دیا۔ صحابہ کی روایت یہ ہے۔(۱) ان عمر بن الخطاب طلق ام عاصم ثم اتی علیها و فی حجرها عاصم فأراد ان یاخذ

۴؎ وأمـا الحديث فقلنا قد قال عليه السلام اللهم أهده فـوفق لاختياره الأنظر بدعائه عليه السلام أو يحمل على ما إذا كان بالغا

ه منهـا فتـجـاذبـاه بيـنهـما حتى بلى الغلام فانطلقا الى ابى بكر فقال له ابو بكر يا عمر مسحها و حجرها و ريـحها خير له منک حتى يشب الصبي فيختار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ ولھا ولد صغیر، ج رابع، ص۱۸۵، نمبر ۱۹۱۱۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بچپنے میں ماں کے لئے فیصلہ کیا اور بڑا ہونے کے بعد اختیار دینے کے لئے فرمایا۔(۲) اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ان عـمـر بـن الـخـطـاب حين خاصم الى ابى بكر في ابنه فـقـضـى به ابو بكرؓ لامه ثم قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا توله والدة عن ولدها ۔(سنن بیہقی، باب الام تتزوج فیسقط حقھا من حضانۃ الولد و ینتقل الی جدتہ، ج ثامن، ص۸، نمبر ۱۵۷۶۷/ مؤطا امام مالک، کتاب الوصیۃ، باب ما جاء فی المؤنث من الرجال و من احق بالولد، ص ۶۵۱) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ماں کے لئے فیصلہ فرمایا۔

ترجمه : ۴؎ بہر حال حدیث کے بارے میں تو ہم کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا , **اللهم اهده**، اس لئے حضورؐ کی دعا سے بچہ کو اپنی پسند میں ٹھیک توفیق مل گئی، یا یہ حدیث ایسی صورت پر محمول ہے کہ بچہ بالغ ہو جائے۔

تشریح : یہ امام شافعی کو جواب ہے کہ، آپ نے جو حدیث پیش کی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس میں حضورؐ نے بچے کے لئے دعا کی ہے کہ ,فـقـال النبي ﷺ اللهم اهدها فمالت الصبية الى ابيها فاخذها .(ابوداؤد شریف، نمبر ۲۲۴۴) اور اس دعا کی وجہ سے بچے کو ایسے آدمی کے انتخاب کی توفیق ملی جو اس کی زندگی کے لئے بہتر تھا، ورنہ وہ تو ماں کی طرف مائل ہو رہا تھا، اور ایسی پر اثر دعا کوئی اور نہیں کر سکتا اس لئے بچے کو اختیار بھی نہیں دیا جا سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ وہ بچہ بالغ تھا اس لئے آپؐ نے اسکو اختیار دیا، اور بالغ ہونے کے بعد تو ہم بھی اختیار دینے کے قائل ہیں۔یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

﴿فصل﴾

(۲۱۵۴) وإذا ارادت المطلقة أن تخرج بولدها من المصر فليس لها ذلک (لما فيه من الاضرار بالأب) إلا أن تخرج به الى وطنها وقد كان الزوج تزوجها فيه﴾ ١؎ لأنه التزم المقام فيه عرفا وشرعا قال عليه السلام من تأهل ببلدة فهو منهم

﴿فصل بچے کو باہر لیجانے کے بیان میں﴾

ترجمہ: (۲۱۵۴) اگر مطلقہ اپنے لڑکے کو شہر سے باہر لے جانا چاہے تو اس کے لئے یہ حق نہیں ہے [اس لئے کہ اس میں باپ کو ضرر ہے] مگر یہ کہ اس کو اپنے وطن کی طرف لے جائے جہاں شوہر نے اس سے شادی کی تھی۔

تشریح: مطلقہ عورت کے پاس بچہ پرورش میں تھا۔ وہ بچے کو شوہر کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر لے جانا چاہتی ہے تو نہیں لے جا سکتی۔ البتہ جس شہر میں شادی ہوئی تھی اس گاؤں میں لے جا سکتی ہے۔

وجہ: (۱) شوہر کی اجازت کے بغیر عورت بچے کو باہر لے جائے گی تو شوہر کو تکلیف ہوگی اور آیت کے اعتبار سے بلا وجہ باپ کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے اس لئے شوہر کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر لے جانا جائز نہیں۔ آیت یہ ہے۔ لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده۔ (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) (۲) عن الشعبی فی جارية ارادت امها ان تخرج بها من الكوفة فقال عصبتها احق بها من امها ان خرجت۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الاولیاء والاعمام ایھم احق بالولد؟، ج رابع، ص ۱۸۶، نمبر ۱۹۱۱۹) اس اثر میں ہے کہ ماں بچے کو شہر سے نہیں نکال سکتی۔ (۳) عن ابراهيم قال اذا طلق الرجل امراته فهى احق بولدها مالم تتزوج او تخرج به من الارض۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الرجل یطلق امراتہ ولھا ولد صغیر، ج رابع، ص ۱۸۶، نمبر ۱۹۱۱۲) اس اثر میں ہے کہ ماں بچے کو شہر سے نہیں نکال سکتی۔

البتہ جہاں شوہر نے بیوی سے شادی کی تھی وہ عورت کا میکا ہے وہاں عورت کا خاندان ہے اس لئے وہاں عورت جائے گی اور جب خود جائے گی تو بچے کو بھی ساتھ لے جانے کا حق رکھے گی۔ ورنہ ماں کو تکلیف ہوگی۔ اور اوپر کی آیت گزری کہ بچے کی وجہ سے ماں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے اپنے میکے لیجانے کا حق رکھے گی۔

ترجمہ: ١؎ کیونکہ اس نے عرفا اور شرعا وہیں قیام کرنا لازم کر لیا تھا، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس مرد نے کسی شہر میں بیاہ کیا تو یہ بھی انہیں میں سے ہے۔

تشریح: شادی کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ جہاں عورت کے اہل خانہ کا وطن ہو وہاں نکاح کرے تو یہ نکاح کا مقام بھی ہے اور اہل خانہ کا وطن بھی ہے، اس لئے بچے کو وہاں لیجانے کی بالاتفاق اجازت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اجنبی مقام پر نکاح کیا تو

۲؎ ولهذا يصير الحربي به ذميا ۳؎ وان أرادت الخروج الى مصر غير وطنها وقد كان التزوج فيه أشار في الكتاب الى أنه ليس لها ذلک وهذه رواية كتاب الطلاق ۴؎ وذكر في الجامع الصغير أن لها ذلک لأن العقد متى وجد في مكان يوجب أحكامه فيه كما يوجب البيع التسليم في مكانه ومن جملة ذلک حق امساک الأولاد

اس جگہ پر بچے کو لیجانے کی اجازت ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے، جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے کہ جہاں نکاح کیا وہ اہل بن گیا اور وہاں پوری نماز پڑھ سکتا ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ ان عثمان بن عفانؓ صلى بمنى اربع ركعات فانكره الناس عليه فقال يا ايها الناس انى تأهلت بمكة منذ قدمت و انى سمعت رسول الله ﷺ يقول من تأهل فى بلد فليصل صلاة المقيم ۔(مسند احمد، باب مسند عثمان بن عفانؓ، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۴۵) اس حدیث میں ہے کہ کوئی کہیں کا اہل بن جائے تو وہ اس کی جگہ بن جاتی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اسی لئے نکاح کرنے سے حربی ذمی بن جاتا ہے۔

تشریح : دارالحرب کا آدمی دارالاسلام میں آکر نکاح کرلے تو صرف نکاح کرنے سے یہاں کا اہل بن جائے گا، اور وہ خود بخود ذمی ہو جائے گا، جس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنیسے وہ جگہ وطن بن گئی اس لئے وہاں بچے کو لیجاسکتی ہے۔ لیکن بعض روایت میں ہے کہ ذمی نہیں بنے گا اس لئے یہ دلیل کاتب کا سہو ہے۔

ترجمہ: ۳؎ جو شہر وطن نہیں تھا اور اس میں شادی کی تھی بچے کو وہاں لیجانا چاہے، تو متن میں اشارہ ہے کہ عورت کے لئے اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ روایت کتاب الطلاق کی ہے۔

تشریح: متن میں بچے کو لیجانے کے لئے دو شرطیں ہیں [۱] ایک یہ کہ عورت کے اہل خانہ کا وطن ہو، [۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہاں نکاح کیا ہو، متن کی عبارت یہ ہے ,الی وطنھا وقد کان الزوج تزوجھا، کہ اس وطن میں لیجائے جہاں اس نے نکاح کیا ہے۔ اور یہاں اجنبی جگہ پر نکاح کر کے لیجانا چاہتی ہے اس لئے نہیں لیجاسکتی۔ یہ روایت مبسوط میں کتاب الطلاق کی ہے۔

ترجمہ: ۴؎ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ عورت کے لئے لیجانے کا حق ہے اس لئے کہ عقد جب کسی جگہ میں پایا جاتا ہے تو عقد کے احکام بھی اسی مقام میں واجب ہوتے ہیں، جیسے بیع جس جگہ واقع ہو وہیں مبیع سپرد کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور عقد کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ اولاد کو اپنے ساتھ رکھ کر پرورش کرے۔

تشریح : جامع صغیر میں ہے کہ عورت کو اجنبی جگہ لیجانے کی گنجائش ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں بیع کا عقد ہوتا ہے بیع کے احکام اسی جگہ سے متعلق ہوتے ہیں اور مبیع وہیں سپرد کرنا واجب ہوتا ہے، اس لئے جہاں نکاح ہوا بچے کو وہاں لیجا کر پرورش کرنے کا

۵ وجه الأول أن التزوج في دار الغربة ليس التزاما للمكث فيه عرفا وهذا أصح والحاصل أنه لا بد من الأمرين جميعا الوطن ووجود النكاح ۶ وهذا كله إذا كان بين المصرين تفاوت أما إذا تقاربا بحيث يمكن للوالد أن يطالع ولده ويبيت في بيته فلا بأس به وكذا الجواب في القريتين ۷ ولو انتقلت من قرية المصر الى المصر لا بأس به لأن فيه نظرا للصغير حيث يتخلق بأخلاق أهل المصر وليس فيه ضررٌ بالأب وفي عكسه ضررٌ بالصغير لتخلقه بأخلاق أهل السواد فليس لها ذلك.

حق ہے۔

ترجمہ: ۵ پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ اجنبی شہر میں نکاح کرنے سے عرفا وہاں ٹھہرنا لازم نہیں آتا، اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے، اور حاصل یہ ہے کہ لیجانے کے لئے دونوں امر ضروری ہیں [۱] وطن [۲] اور نکاح کا پایا جانا۔

تشریح: پہلی روایت یہ ہے کہ جس جگہ صرف نکاح ہوا ہو وہاں نہیں لیجا سکتی، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اجنبی جگہ پر نکاح تو کیا ہے لیکن عرف میں یہی ہے کہ وہاں ہمیشہ ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے وہ جگہ اہل اور وطن نہیں ہوا اس لئے وہاں نہیں لیجا سکتی۔ اور اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وطن بھی ہو اور وہاں نکاح بھی ہوا ہو تب وہاں لیجا سکتی ہے ورنہ نہیں۔

ترجمہ: ۶ یہ کل تفصیل جب ہے کہ دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ ہو، بہر حال اتنا قریب ہو کہ والد کے لئے ممکن ہو کہ اپنے بچے کو دیکھ لے اور اپنے گھر میں رات گزار سکے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ایسے ہی جواب ہے دو گاؤں کے درمیان۔

تشریح: باپ جہاں رہتا ہے وہاں سے ماں جس اجنبی شہر میں لیجانا چاہتی ہے ان دونوں کے درمیان اتنی دوری ہے کہ کہ وہاں جائے اور بچے کو دیکھے اور واپس آکر گھر رات نہ گزار سکے تب تو اوپر والی تفصیل ہے، لیکن اگر وہ شہر چھ سات میل کی دوری پر ہے کہ باپ اپنے گھر سے بچے دیکھنے جائے اور واپس آکر گھر میں رات گزار سکے تو اجنبی شہر میں ماں باپ کی بغیر اجازت کے لیجا سکتی ہے، کیونکہ اس صورت میں باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اوپر میں دو شہر کی بات ہوئی، اگر شوہر کا گاؤں، اور جس اجنبی گاؤں میں عورت لیجانا چاہتی ہے دونوں میں کم فاصلہ ہو کہ رات واپس گھر آکر گزار سکتا ہے تو بغیر اجازت کے بھی لیجا سکتی ہے، اور اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو اہل خانہ کے وطن لیجا سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں۔

لغت: امساک الاولاد: اولاد کو روکنا، اولاد کی پرورش کرنا۔ دار الغربۃ: اجنبی شہر، جہاں وطن نہ ہو۔ مکث: ٹھہرنا، قیام کرنا۔

ترجمہ: ۷ اگر شہر کے گاؤں سے شہر کی طرف منتقل ہوئی تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بچے کا فائدہ ہے کہ شہر والوں کے اخلاق سیکھ جائے گا اور اس میں باپ کا کوئی نقصان نہیں ہے، اور اس کے الٹے میں بچے کا نقصان ہے اس لئے کہ بچہ گنواروں کے اخلاق سیکھے گا، اس لئے ماں کو ایسا اختیار نہیں ہے۔

تشریح : کسی شہر کے قریب گاؤں تھا بچہ اس میں تھا اس کی ماں بغیر باپ کی اجازت کے وہاں سے شہر لے گئی تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ بچہ شہر والوں کے اخلاق سیکھے گا اور اچھی زندگی گزارے گا اس میں بچے کا زبردست فائدہ ہے اور باپ کا نقصان نہیں ہے۔ لیکن اگر عورت شہر میں رہ رہی تھی اور بچے کو لیکر گاؤں چلی گئی تو اب بچہ گنواروں کے اخلاق وعادات سیکھے گا جو بچے کی زندگی کے لئے نقصان دہ ہے، اس لئے باپ کی بغیر اجازت کے وہاں قیام پذیر ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔

﴿باب النفقة﴾

(۲۱۵۵) قال النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها الى منزلة فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها ﴾ ل والأصل في ذلک قوله تعالى لِيُنفق ذو سعةٍ من سعته و قوله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقوله عليه السلام في حديث حجة الوداع ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف

﴿ كتاب النفقات ﴾

ضروری نوٹ : کسی کو کھانا وغیرہ دینے کو نفقہ کہتے ہیں۔ نفقہ بیوی کے لئے ہوتا ہے، مطلقہ کے لئے ہوتا ہے اور اولاد کے لئے ہوتا ہے، والدین کے لئے ہوتا ہے اور ذوی الارحام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن وان كن اولات حمل فانفقو عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى ० لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا مآتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا ۔ (آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں تفصیل کے ساتھ حاملہ کے سکنی اور نفقے کا تذکرہ ہے (۲) دوسری آیت میں ہے۔ وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں دودھ پلانے والی عورت کے نان ونفقے اور کپڑا دینے کا تذکرہ ہے (۳) حضورؐ نے حجۃ الوداع میں لمبی تقریر فرمائی جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے. عن جعفر بن محمد عن ابيه قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتى انتهى الى ...... ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۴، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۶۹، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے لئے شوہر پر مناسب روزی اور کپڑا لازم ہے۔

ترجمہ: (۲۱۵۵) نفقہ واجب ہے بیوی کے لئے شوہر پر مسلمان ہو یا کافرہ ہو جب کہ اپنے آپ کو سپرد کر دے شوہر کے گھر میں تو اس پر اس کا نفقہ ہے، اور اس کا لباس ہے اور اس کی رہائش ہے۔

ترجمہ: ل اصل میں اللہ تعالی کا قول ہے۔ لينفق ذوسعة من سعته ۔ (آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵) و على المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) حدیث میں ہے تمہارے اوپر عورت کا کھانا اور کپڑا ہے۔

تشریح : بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو جب اس نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا تو شوہر پر بیوی کا نفقہ، اس کا لباس اور اس کی رہائش لازم ہیں۔

۲؎ ولأن النفقة جزاء الاحتباس وكل من كان محبوساً بحقٍّ مقصود لغيره كانت نفقته عليه أصله القاضي والعامل في الصدقات ۳؎ وهذه الدلائل لا فصل فيها فتستوي فيها المسلمة والكافرة

وجه : (۱)نفقہ احتباس کا بدلہ ہے۔اس لئے عورت نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تو شوہر پر اس کا بدلہ نفقہ، سکنی اور کپڑا لازم ہو گیا جو اس معاشرے میں چلتا ہے(۲) اس آیت میں بھی ہے۔ اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن وان كن اولات حمل فانفقو عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى o لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا مآتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا ۔(آیت ۷،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں تفصیل کے ساتھ حاملہ کے سکنی اور نفقے کا تذکرہ ہے(۳) دوسری آیت میں ہے۔وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف (آیت ۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں دودھ پلانے والی عورت کے نان ونفقے اور کپڑا دینے کا تذکرہ ہے(۴)حضورؐ نے حجۃ الوداع میں لمبی تقریر فرمائی جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے .عن جعفر بن محمد عن ابيه قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتى انتهى الى ......ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ؐص ۳۹۴،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ؐص ۲۶۹،نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے لئے شوہر پر مناسب روزی اور کپڑا لازم ہے۔(۵) اپنے آپ کو سپرد کرنے پر نفقہ لازم ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن عطاء فی الرجل یتزوج المرأة قال لا نفقة لها حتی یدخل بها .(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۹مقالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھاھل لھا ذلک، ج رابع ،ص ۱۷۵،نمبر ۱۹۰۱۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ سپرد کرنے سے پہلے بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔

ترجمہ : ۲؎ اوراس لئے کہ نفقہ روکنے کا عوض ہے اور جو کوئی دوسرے کے حق مقصود کی وجہ سے محبوس ہو تو نفقہ اسی پر واجب ہوگا۔، اس کی اصل قاضی ہے اور جو شخص زکوۃ کے واسطے عامل ہو۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ نفقہ احتباس کا بدلہ ہے، چنانچہ کوئی آدمی کسی کے مقصد کے لئے محبوس ہو تو اس کا نفقہ اس آدمی پر واجب ہے، جیسے قاضی اور زکوۃ کو وصول کرنے والا عامل لوگوں کے لئے محبوس ہے تو ان دونوں کا نفقہ عوام مسلمانوں پر ہے،اسی طرح بیوی شوہر کے لئے اس کے گھر میں محبوس ہے تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اوران دلائل میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے مسلمان اور کافرہ بیوی دونوں برابر ہیں۔

تشریح :اوپر کے دلائل میں مسلمان بیوی یا کافرہ یعنی یہودیہ اور نصرانیہ بیوی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے دونوں قسم کی بیویوں

(۲۱۵۶) ويعتبر في ذلک حالهما جميعاً ﴾ ل قال العبد الضعيف وهذا اختيار الخصاف وعليه الفتوى وتفسيره أنهما إذا كان موسرين تجب نفقة اليسار وإن كانا معسرين فنفقة الاعسار ۲ وقال الكرخيؒ يعتبر حال الزوج وهو قول الشافعيؒ لقوله تعالى لينفق ذو سعة من سعته.

کے لئے نفقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۲۱۵۶) نفقے کا اعتبار کیا جائے گا دونوں کی حالتوں سے [مالدار ہو شوہر یا تنگدست]

تشریح: حنفیہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ شوہر مالدار ہے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مالدار کا نفقہ لازم ہو بلکہ دونوں کے درمیان کا نفقہ لازم ہوگا۔ مثلا شوہر مالدار ہے اور عورت غریب ہو تو مالدار سے کم اور غریب سے زیادہ کا نفقہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ قالت هند يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح فهل على جناح ان آخذ من ماله ما يكفيني وبني ؟ قال خذى بالمعروف . (بخاری شریف، باب وعلی الوارث مثل ذلک، ص ۸۰۸، نمبر ۵۳۷۰) اس حدیث میں عورت کی حیثیت زیادہ تھی اور شوہر کم دے رہے تھے تو آپؐ نے معروف کے ساتھ زیادہ نفقہ لینے کی اجازت دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ درمیانہ نفقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ل عبد الضعیف، یعنی مصنف نے یہ فرمایا کہ یہ حضرت امام خصافؒ کا اختیار کردہ ہے، اور اسی پر فتوی ہے، اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالدار کا نفقہ واجب ہوگا، اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو تنگدست کا نفقہ واجب ہوگا، اور اگر عورت تنگدست ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت کا نفقہ مالدار کے نفقے سے کم ہوگا اور تنگدست کے نفقے سے اوپر ہوگا۔

تشریح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے نفقہ لازم ہوگا اور اسی پر فتوی ہے، اس کی تفسیر یہ ہے کہ دونوں مالدار ہوں تو مالدار کا نفقہ لازم ہوگا، اور دونوں تنگدست ہوں تو تنگدست کا نفقہ لازم ہوگا، اور عورت مالدار ہو اور شوہر غریب ہو تو دونوں کے درمیان نفقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ امام کرخیؒ نے فرمایا کہ شوہر کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا، اور وہی قول امام شافعیؒ کا ہے، اللہ تعالی کا قول لينفق ذو سعة من سعته، کی وجہ سے۔

تشریح: امام کرخیؒ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ صرف شوہر کی حالت کے اعتبار سے نفقہ لازم ہوگا، یعنی وہ مالدار ہے تو مالدار، اور وہ غریب ہے تو غریب کا نفقہ لازم ہوگا۔ موسوعہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ نفقہ کی تین قسمیں ہیں اور موقع محل کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے عبارت یہ ہے۔ قال: و النفقة نفقتان نفقة الموسر و نفقة المقتر عليه رزقه و هو الفقير ....قال: و اقل ما يلزم االمقتر من نفقة امراته المعروف ببلدهما.....قال و ان كان زوجها موسعا عليه

۳؎ وجه الأول قوله عليه السلام لهند امرأة أبي سفيان خذي من مال زوجک ما يکفيک وولدک بالمعروف اعتبر حالها ۴؎ وهو الفقه فان النفقة تجب بطريق الکفاية والفقيرة لا تفتقر الى کفاية الموسرات فلا معنى للزيادة

فرض لها مدين بمد النبی ﷺ .....قال :و الفرض على الوسط الذى ليس بالموسع و لا بالمقتر ما بينهما مد و نصف للمرأة و مد للخادم ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب کتاب النفقات، باب قدر النفقۃ، ج عاشر، ص ۳۰۲، نمبر ۱۶۵۱۳، ۱۶۵۲۴، ۱۶۵۳۵)

وجه: (۱)وان تعاسرتم فسترضع له اخرى o لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا مآتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا ۔(آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں , ذو سعة من سعته ، مذکر کا صیغہ ہے کہ شوہر کی گنجائش کے مطابق نفقہ لازم ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔عن جده معاوية القشيرى قال اتيت رسول الله قال فقلت ما تقول فى نسائنا قال اطعموهن مما تأكلون واكسوهن مما تكتسون ۔(ابوداؤد شریف، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، ص ۲۹۸، نمبر ۲۱۴۴)اس حدیث میں ہے کہ جو کھاتے ہو وہ کھلاؤ جس سے معلوم ہوا کہ مرد کا اعتبار ہے۔

ترجمه: ۳؎ پہلے قول کی وجہ حضور علیہ السلام کا قول حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہند کے لئے اپنے شوہر کے مال میں سے اتنا لو جتنا تم کو اور تمہارے بچے کو معروف کے ساتھ کافی ہو،اس میں عورت کی حالت کا اعتبار کیا۔

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ جتنا تمکو کافی ہو اور تمہاری اولاد کو کافی ہو اتنا لے لو جس سے معلوم ہوا کہ عورت کی حالت کا اعتبار ہے۔قالت هند يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح فهل على جناح ان آخذ من ماله ما يكفينى وبنى ؟ قال خذى بالمعروف . (بخاری شریف، باب وعلی الوارث مثل ذلک، ص ۸۰۸، نمبر ۵۳۷۰/مسلم شریف، باب قضیۃ ھند، ص ۷۶۰، نمبر ۱۷۱۴/۴۴۷۷)

ترجمه: ۴؎ اور فقہ [سمجھ کی بات] بھی یہی ہے،اس لئے کہ نفقہ کفایت کے طور پر واجب ہوتا ہے،اور جو عورت فقیر ہے اس کو مالدار عورت کی کفایت درکار نہیں ہوتی،اس لئے زیادہ واجب کرنے کا کچھ معنی نہیں رہا۔

تشریح: فقہ اور سمجھ کی بات بھی یہی ہے کہ جو عورت جس مقدار کی ہو اسی مقدار کا نفقہ دیا جائے،اس لئے کہ جتنی کفایت کرے اتنا نفقہ واجب ہوتا ہے،اب ایک عورت غریب ہے اس لئے اس کو غریب کا نفقہ کافی ہے،اس لئے اس کو مالدار کا نفقہ دینے کا فائدہ کیا ہے،اس لئے نفقہ دینے میں عورت کی حالت کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

۵ؒ وأما النص فنحن نقول بموجبه أنه يخاطب بقدر وسعه والباقي دين في ذمته ٦ؒ ومعنى قوله بالمعروف الوسط وهو الواجب ۷ؒ وبه يتبين أنه لا معنى للتقدير كما ذهب اليه الشافعيؒ أنه على الموسر مدّان وعلى المعسر مد وعلى المتوسط مد ونصف مد لأن ما وجب كفاية لا يتقدر شرعا في نفسه

ترجمه: ۵ؒ رہا نص کا حکم تو ہم اس کے حکم کے قائل ہیں کہ اس کو اپنی وسعت کے لائق دینے کا حکم ہے اور جس قدر باقی رہا وہ اس کے ذمے قرض رہے گا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے آیت لینفق ذو سعۃ من سعتہ سے استدلال فرمایا تھا کہ آیت میں مرد کی حالت کا اعتبار ہے، اب عورت کی حالت کا اعتبار کر کے غریب آدمی پر اوپر کا نفقہ واجب کر بھی دیں تو اس سے فائدہ کیا ہوگا، مثلا مالدار عورت کا نفقہ ہر دن آٹھ درہم ہے، اور یہ آدمی ہر دن صرف پانچ درہم کماتا ہے تو باقی تین درہم وہ کہاں سے دے گا، اور اس پر واجب کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ یہ تو مرد پر تکلیف مالا یطاق ہو جائے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کے حکم کے قائل ہیں، کہ مرد پر اپنی وسعت کے مطابق ابھی نفقہ ادا کرے گا اور باقی اس پر قرض رہے گا، مثلا مالدار عورت کا نفقہ ہر دن آٹھ درہم ہے اور شوہر ہر دن پانچ درہم ادا کر رہا ہے تو ہر دن تین درہم اس پر قرض ہوتا رہے گا اور جب وہ مالدار ہوگا تو اس وقت عورت اس سے وصول کرے گی۔

ترجمه: ٦ؒ آیت ،وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف. (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) میں معروف سے اوسط نفقہ مراد ہے اور وہی واجب ہے۔

تشریح: اوپر والی آیت میں ہے کہ معروف نفقہ خرچ کرو، اور معروف کا ترجمہ ہے کہ اوسط نفقہ خرچ کرو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عورت مالدار ہے، اور شوہر غریب ہے تو دونوں کے درمیان جو نفقہ ہوگا وہ اوسط ہوگا وہی واجب ہوگا۔

ترجمه: ۷ؒ لفظ معروف سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کوئی خاص مقدار متعین کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، جیسا کہ اس کی طرف امام شافعیؒ گئے ہیں کہ مالدار پر دو مد ہیں اور تنگدست پر ایک مد ہے اور متوسط پر ایک مد اور آدھا مد ہے اس لئے کہ جو چیز بطور کفایت واجب ہوتی ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے شرعا متعین نہیں ہوتی۔

لغت: معروف: کا ایک معنی اوسط، درمیان، نہ اعلی ہو اور نہ ادنی ہو دونوں کے درمیان میں ہو۔ دوسرا ترجمہ ہے جو اس وقت کے حالات کے مناسب ہو، مثلا ایک عورت کا جوانی میں، اس معاشرے میں ماہانہ خرچ آٹھ درہم ہے تو یہ اس وقت کے لئے معروف نفقہ ہے، اور اسی عورت کا بڑھاپے میں خرچ ہے پانچ درہم تو یہ اس وقت کا معروف نفقہ ہے، معروف میں ہر وقت کے لئے اور ہر حال کے لئے کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔

(۲۱۵۷) وان امتنعت من تسليم نفسها حتى يعطيها مهرها فلها النفقة﴾ ۱؎ لانه منعٌ بحق فكان فوت الاحتباس بمعنى من قبله فيجعل كلا فائت

تشریح: آیت اور حدیث میں گزرا کہ عورتوں کو معروف نفقہ دو اور معروف کا مطلب ہوتا ہے کہ اس وقت اور اس حالت کے مناسب اور یہ ہر جگہ اور ہر حال کے لئے الگ الگ ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے کوئی ایک مقدار متعین نہیں کیا جا سکتا، اور امام شافعیؒ نے جو مالدار عورت کے لئے دو مد، اور غریب کے لئے ایک مد، اور اوسط کے لئے ڈیڑھ مد متعین کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ شریعت میں ہے کافی نفقہ دو تو ہر حال کے لئے الگ الگ کافی ہوتا ہے اس لئے کوئی ایک مقدار متعین نہیں ہو سکتا، موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔

۔موسوعہ کی عبارت سے۔ قال: و النفقة نفقتان نفقة الموسر و نفقة المقتر عليه رزقه و هو الفقير ....قال: و اقل ما يلزم االمقتر من نفقة امراته المعروف ببلدهما.....و ذالک مد بمد النبی ﷺ لها فی كل يوم من طعام البلد الذی يقتاتون . اس عبارت میں ہے کہ غریب کے لئے ایک مد

مالدار کے لئے دو مد :قال و ان كان زوجها موسعا عليه فرض لها مدين بمد النبی ﷺ

اوسط کے لئے ڈیڑھ مد.قال :و الفرض على الوسط الذی ليس بالموسع و لا بالمقتر ما بينهما مد و نصف للمرأة و مد للخادم ۔(موسوعة امام شافعی، باب کتاب النفقات، باب قدر النفقة، ج عاشر ص ۳۰۲، نمبر ۱۶۵۱۳، ۱۶۵۲۴، ۱۶۵۳۵)

ترجمہ: (۲۱۵۷) اگر عورت باز رہے اپنے آپ کو سپرد کرنے سے یہاں تک کہ اس کو مہر دے تو اس کے لئے نفقہ ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ حق لینے کے لئے عورت نے روکا ہے تو ایسا ہو گیا کہ مرد ہی کی وجہ سے احتباس فوت ہوا ہے، اس لئے ایسا قرار دیا جائے گا کہ محبوس کرنا فوت نہیں ہوا۔

تشریح: عورت اپنے آپ کو اس لئے سپرد نہیں کر رہی ہے کہ مہر دے تب اپنے آپ کو سپرد کروں گی تو اس صورت میں عورت کو نفقہ ملے گا۔ کیونکہ شوہر کے مہر نہ دینے کی وجہ سے بضع سپرد نہیں کیا ہے، تو ایسا سمجھو کہ شوہر کی شرارت کی وجہ سے احتباس ختم ہوا ہے، تو گویا کہ احتباس ختم نہیں ہوا اس لئے عورت کو نفقہ ملے گا۔

وجہ: اس لئے کہ عورت اپنے حق کی وجہ سے سپرد نہیں کر رہی ہے اس لئے وہ ناشزہ نہیں ہوئی اور گویا کہ سپرد کر دیا اس لئے اس کو نفقہ ملے گا۔

لغت : احتباس: اسی سے ہے محبوس، بیوی اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں رکھے اور اس کو جماع کرنے دے اس کو احتباس کہتے ہیں، اسی احتباس سے عورت نفقہ کا حقدار بنتی ہے۔

(۲۱۵۸) وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله ﴾ ۱؎ لأن فوت الاحتباس منها ۲؎ وإذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة ۳؎ بخلاف ما إذا امتنعت من التمكين في بيت الزوج لأن الاحتباس قائم والزوج يقدر على الوطى كرها

ترجمه: (۲۱۵۸) اوراگر نافرمانی کی تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے یہاں تک کہ گھر نہ لوٹ آئے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ احتباس کا فوت کرنا عورت کی جانب سے ہے۔

تشریح: کوئی شرعی عذر نہیں ہے اور عورت نے نافرمانی کی اور گھر سے نکل گئی تو اب اس کے لئے نفقہ نہیں ہے جب تک کہ گھر واپس نہ آئے۔

وجه: (۱) نافرمان عورت کا احتباس نہیں رہا اور نفقہ احتباس کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا (۲) ایک عورت نے نافرمانی کی تو اس کو نفقہ نہیں ملا۔حدیث میں ہے۔عن فاطمة بنت قيس ان ابا عمرو بن الحفص طلقها البتة وهو غائب فارسل اليها وكيله بشعير فتسخطته فقال والله مالک علينا من شيء فجائت رسول الله فذكرت ذلک له فقال لها ليس لک عليه نفقة ۔(ابوداؤد شریف، باب فی نفقۃ المبتوتۃ،ص۳۳۲،نمبر ۲۲۸۴) دوسرے اثر میں ہے۔عن سليمان ابن يسار فی خروج فاطمة قال انما كان ذلک من سوء الخلق . ابوداؤد شریف،باب من انکر ذلک علی فاطمۃ بنت قیس،ص۳۳۲،نمبر ۲۲۹۴ رمسلم شریف، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا ص۴۸۳ نمبر ۱۴۸۰ر ۳۶۹۷) اس حدیث میں عورت نے شوہر کے وکیل کے ساتھ بدزبانی کی تو اس کو نفقہ نہیں دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ نافرمان عورت کے لئے نفقہ نہیں ہے، ہاں! گھر واپس آجائے تو اس کو نفقہ ملے گا (۲) اثر میں ہے۔عن الشعبی انه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها الها نفقة ؟ قال لا وان مكثت عشرين سنة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،۲۰۰ ما قالوا فی المرأۃ تخرج من بیتھا وھی عاصیۃ لزوجھا الھا النفقۃ، ج رابع،ص ۱۷۶،نمبر ۱۹۰۲۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نافرمانی کر کے نکل جائے تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

لغت: نشزت : نافرمانی کرنا، تعود : واپس لوٹنا۔

ترجمه: ۲؎ اور جب عورت واپس آجائے تو احتباس آ گیا اس لئے نفقہ واجب ہو جائے گا۔

تشریح: عورت نافرمانی کر کے گھر سے نکل گئی تھی اس لئے نفقہ ختم ہو گیا، اب وہ گھر واپس آ گئی تو نفقہ دوبارہ ملنا شروع ہو جائے گا، اس لئے کہ احتباس شروع ہو گیا۔

ترجمه: ۳؎ بخلاف جبکہ شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے قدرت دینے سے رک گئی [تو نفقہ ملے گا] اس لئے کہ احتباس قائم ہے

(۲۱۵۹) وان كانت صغيرة لا يستمتع بها فلا نفقة لها ﴾

اور شوہر زبردستی کر کے وطی پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح : شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے جماع کرنے نہیں دے رہی ہے تو نفقہ ملے گا، کیونکہ گھر میں رہنے کی وجہ سے احتباس موجود ہے، اور زبردستی کر کے جماع کر سکتا ہے اس لئے عورت نفقہ کا حقدار ہوگی۔ لیکن اگر عورت اتنی قویہ ہو جماع نہیں کر سکتا، یا ملکی قانون ایسا ہو کہ عورت پر زبردستی نہیں کر سکتا، اور عورت کسی حال میں جماع کرنے نہ دے تو گھر میں رہتے ہوئے بھی نفقہ نہیں ملے گا، کیونکہ حقیقت میں احتباس نہیں رہا۔

ترجمہ :(۲۱۵۹) اور اگر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہو تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے اگر چہ اپنے آپ کو حوالے کر دی ہو۔

تشریح :مثلا چھ سات سال کی بچی ہو جس سے صحبت کرنا ناممکن ہو۔ اگر اس نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا پھر بھی اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

وجہ :(۱) حوالے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو۔ اور جب اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہو تو گویا کہ احتباس نہیں ہوا اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔(۲) اثر میں ہے۔ عن ابراهيم فى الرجل يتزوج المرأة فلا يبنى بها قال ان كان الحبس من قبل الرجل فعليه النفقة ، و ان كان من قبل المرأة فلا نفقة لها، قال محمد و به ناخذ ، اذا كانت صغيرة لا تجامع مثلها فلا نفقة لها ، و ان كانت كبيرة و الزوج صغير لا يجامع مثله فلها النفقة عليه فى ماله ، و هو قول ابى حنيفةؒ (کتاب الآثار لامام محمد، باب نفقۃ التی لم یدخل بھا ص ۱۱۲، نمبر ۵۱۹) اس اثر میں ہے کہ ایسی چھوٹی ہو کہ جماع نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔(۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن عطاء فى الرجل يتزوج المرأة قال لا نفقة لها حتى يدخل بها. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھا ھل لھا ذلک؟ ج رابع ص ۱۷۵، نمبر ۱۹۰۱۸) اس اثر میں ہے کہ دخول سے پہلے نفقہ نہیں ہے اور یہاں تو چھوٹی ہونے کی وجہ سے دخول کر ہی نہیں سکتا ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔(۴) عن عامر قال ليس للرجل ان ينفق على امرأته اذا كان بالحبس من قبلها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھا ھل لھا ذلک؟ ج رابع، ص ۱۷۶، نمبر ۱۹۰۲۲/ مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلا ینفق علیھا، ج سابع، ص ۷۱، نمبر ۱۲۴۰۱) اس اثر میں ہے کہ عورت کی جانب سے حبس ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا، اور یہاں چھوٹی کی جانب سے دخول سے روکنا ہے اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

۱؎ لأن امتناع الاستمتاع لمعنى فيها والاحتباس الموجب ما يكون وسيلة الى مقصود مستحق بالنكاح ولم يوجد بخلاف المريضة على ما نبين ۲؎ وقال الشافعيؒ لها النفقة لأنها عوض عن الملك عنده كما في المملوكة بملك اليمين ۳؎ ولنا أن المهر عوضٌ عن الملك ولا يجتمع العوضان عن معوض واحد فلها المهر دون النفقة.

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ عورت کی وجہ سے وطی ممتنع ہے، اور جو احتباس نفقہ واجب کرتا ہے وہ احتباس ہے نکاح کا مقصد حاصل ہوتا ہو، اور وہ نہیں پایا گیا بخلاف بیمار عورت کے۔

تشریح: وطی سے رکنا چھوٹی عورت کی وجہ سے ہے، اور یہاں احتباس تو ہے، لیکن وہ احتباس مقصود ہے جو وطی کا وسیلہ ہو اور یہاں وطی نہیں کر سکتا اس لئے اس احتباس کی وجہ نفقہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔ اور بیمار عورت سے بھی وطی نہیں کر سکتا پھر بھی وہ نفقہ کی مستحق ہے اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چھوٹی کے لئے نفقہ ہے، کیونکہ نفقہ انکے یہاں شوہر کی ملک کا عوض ہے جیسا کہ اس عورت کا نفقہ جسکی ذات کا مالک ہوتا ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کہ چھوٹی کے لئے نفقہ ہے، اور صاحب ہدایہ نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ انکے یہاں ملک کے بدلے میں ہے جیسے باندی پر ملکیت ہوتی ہے تو اس کا نفقہ دینا پڑتا ہے، اور یہاں بھی ملک نکاح ہے اور شوہر کے گھر میں ہے اس لئے اس کو نفقہ دینا ہوگا چاہے جماع نہ کر سکتا ہو۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ یہ بعض شوافع کا قول ہے ورنہ اکثر کا قول یہی ہے کہ اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے۔ قال و اذا نكح الصغيرة التى لا يجامع مثلها و هو صغير او كبير فقد قيل ليس عليه نفقتها لانه لا يستمتع بها و اكثر ما ينكح له الستمتاع بها و هذا قول عدد من علماء اهل زماننا ۔ (موسوعہ امام شافعی، باب وجوب نفقة المرأة، ج عاشر، ص ۳۳۰، نمبر ۱۶۵۰۵) اس عبارت میں ہے کہ اکثر شوافع کا قول ہے کہ چھوٹی کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

وجہ: انکی دلیل یہ حدیث بن سکتی ہے۔ عن جعفر بن محمد عن ابيه قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتى انتهى الى ...... ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف. (مسلم شریف، باب حجة النبی، ص ۳۹۴، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی، ص ۲۶۹، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں بالغ اور نابالغ بیوی کا فرق نہیں کیا بلکہ ہر قسم کی بیوی کے لئے نفقہ لازم کیا اس لئے صغیرہ کے لئے بھی نفقہ ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ملک کا عوض مہر ہے، اور ایک معوض کے بدلے دو عوض جمع نہیں ہو سکتے، اس لئے عورت کے

(۲۱۶۰) وان كان الزوج صغيرا لا يقدر على الوطى وهي كبيرة فلها النفقة من ماله ﴾ ل لأن التسليم تحقق منها وانما العجز من قبله فصار كالمجبوب والعنين. (۲۱۶۱) وإذا حبست المرأة في دين فلا نفقة لها ﴾ ل لأن فوت الاحتباس منها بالمماطلة ان لم يكن منها بأن كانت عاجزة فليس منه

لئے مہر ہے نفقہ نہیں ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ ملک نکاح کے بدلے میں مہر ہے اور اب ملک نکاح کے بدلے میں نفقہ نہیں ہوسکتا ورنہ ایک معوض کے بدلے دو عوض جمع ہو جائیں گے اس لئے جب جماع نہیں ہوسکتا تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۱۶۰) اور اگر شوہر چھوٹا ہو، صحبت پر قدرت نہ رکھتا ہو اور عورت بڑی ہو تو اس کے لئے نفقہ ہوگا شوہر کے مال سے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ عورت کی جانب سے سپرد کرنا متحقق ہو گیا، اور عاجزی شوہر کی جانب سے ہے، اس لئے ذکر کٹے ہوئے اور عنین کی طرح ہو گیا۔

تشریح : شوہر اتنا چھوٹا ہے کہ صحبت پر قدرت نہیں رکھتا ہے اور بیوی بالغ ہے اور اپنے آپ کو سپرد کر چکی ہو تو اس کو شوہر کے مال سے نفقہ ملے گا۔

وجہ: (۱) بیوی نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے اس لئے اس کو نفقہ ملے گا چاہے شوہر اس سے استفادہ نہ کر سکتا ہو۔ کیونکہ بیوی کی جانب سے احتباس ہو گیا ہے (۲) عن ابراهيم فى الرجل يتزوج المرأة فلا يبنى بها قال : ان كان الحبس من قبل الرجل فعليه النفقة وان كان من قبل المرأة فلا نفقة لها، قال محمد: وبه ناخذ،اذا كانت صغيرة لا تجامع مثلها فلا نفقة لها. وان كانت كبيرة والزوج صغير لا يجامع مثله فلها النفقة عليه فى ماله وهو قول ابى حنيفة رحمة الله عليه۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب نفقة التي لم يدخل بها، ص ۱۱۲، نمبر ۵۱۹)

ترجمہ: (۲۱۶۱) اگر بیوی قرض میں قید ہوگئی تو اس کے لئے نفقہ ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ احتباس کا فوت ہونا ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے اس کی جانب سے ہے، اور اگر اس کی جانب سے نہ ہو اس طرح کہ وہ قرض دینے سے عاجز ہے تب بھی مرد کی جانب سے نہیں ہے [اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے]

تشریح :اگر عورت قرض نہ ادا کرنے سے قید ہوگئی تو اب عورت کو نفقہ نہیں ملے گا، کیونکہ اگر قرض ادا کرنے پر قادر تھی پھر بھی ٹال مٹول کرتی رہی تو احتباس عورت کی غلطی سے فوت ہوئی اس لئے نفقہ نہیں ہوگا۔ اور اگر قرض ادا کرنے سے عاجز تھی اس کی وجہ سے قید ہوئی تب بھی مرد کی جانب سے احتباس فوت نہیں ہوئی بلکہ عورت کی جانب سے فوت ہوئی ہے اس لئے بھی نفقہ نہیں ملے گا۔

۲؎ وكذا إذا غصبها رجل كرها فذهب بها وعن أبي يوسفؒ أن لها النفقة والفتوى على الأول لأن فوت الاحتباس ليس منه ليجعل باقيا تقديرا ۳؎ وكذا إذا حجت مع محرم لأن فوت الاحتباس منها وعن أبي يوسفؒ أن لها النفقة لأن اقامة الفرض عذر ولكن تجب عليه نفقة الحضر دون السفر لأنها هي المستحقة عليه

اصول: عورت کی غلطی سے احتباس فوت ہوتو اس کو نفقہ نہیں ملے گا، اور مرد کی غلطی سے احتباس فوت ہوتو عورت کو نفقہ ملے گا۔

ترجمہ: ۲؎ ایسے ہی اگر کسی آدمی نے عورت کو زبردستی غصب کر لیا اور اس کو لے گیا [تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا] اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ عورت کے لئے نفقہ ہے، لیکن فتوی پہلی روایت پر ہے اس لئے احتباس کا فوت ہونا مرد کی جانب سے نہیں ہے کہ تقدیرا احتباس باقی قرار دیا جائے۔

تشریح: اس مسئلے کا اصول یہ ہے کہ نہ عورت نے احتباس فوت کیا اور نہ مرد نے احتباس فوت کیا بلکہ کسی اور نے زبردستی فوت کر دیا تو نفقہ ملے گا یا نہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ عورت کو کسی آدمی نے زبردستی غصب کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ نفقہ نہیں ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ چاہے اس میں عورت کی غلطی نہیں ہے، لیکن مرد کی غلطی سے احتباس فوت نہیں ہوا ہے، کیونکہ مرد کی غلطی سے احتباس فوت ہو جائے تو حکم کے اعتبار سے یہ مانا جاتا ہے کہ ابھی عورت مرد کے یہاں محبوس ہے، اور یہاں ایسا نہیں ہے، اس لئے عورت کو نفقہ نہیں ملے گا، اور اسی پر فتوی ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کو نفقہ ملے گا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت نے خود نہیں روکا، یہ تو کسی اور نے زبردستی روکا ہے، اس لئے اس کو نفقہ ملنا چاہئے۔

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی اگر محرم کے ساتھ عورت نے حج کیا [تو نفقہ نہیں ملے گا] اس لئے کہ احتباس کا فوت ہونا عورت کی جانب سے ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کے لئے نفقہ ہے اس لئے کہ فرض کا قائم کرنا عذر ہے، لیکن شوہر پر حضر کا نفقہ لازم ہوگا سفر کا نفقہ نہیں اس لئے کہ شوہر پر حضر کے نفقے کا ہی مستحق ہے۔

تشریح: اگر عورت کسی محرم کے ساتھ حج فرض کے لئے چلی گئی تو امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس کو نفقہ نہیں ملے گا کیونکہ عورت کی جانب سے احتباس فوت ہوا ہے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کو نفقہ ملے گا، البتہ حضر کا نفقہ ملے گا سفر کا نفقہ نہیں، اس لئے کہ شوہر پر حضر کا نفقہ ہی واجب ہے، سفر کا اعلی نفقہ واجب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی کے لئے عورت کی جانب سے احتباس فوت ہوا ہے اس نے اپنے طور پر فوت نہیں کیا ہے اس لئے اس میں وہ مجبور ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ ہوگا۔

۴ ولو سافر معها الزوج تجب النفقة بالاتفاق لأن الاحتباس قائم لقيامه عليها وتجب نفقة الحضر دون السفر ولا تجب الكراء لما قلنا. (۲۱۶۲) وان مرضت في منزل الزوج فلها النفقة ﴾

۱ والقياس أن لانفقة لها إذا كان مريضا يمنع من الجماع لفوت الاحتباس للاستمتاع ۲ وجه الاستحسان أن الاحتباس قائم فانه يستأنس بها ويمسها وتحفظ البيت والمانع بعارض فاشبه الحيض

ترجمہ: ۴ اور اگر عورت نے شوہر کے ساتھ سفر کیا تو بالاتفاق نفقہ واجب ہوگا اس لئے کہ احتباس قائم ہے کیونکہ شوہر عورت کے ساتھ قائم ہے، اور حضر کا نفقہ واجب ہوگا سفر کا نفقہ واجب نہیں ہوگا، اور کرایہ بھی واجب نہیں ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح: اگر عورت نے شوہر کے ساتھ سفر کیا تو اس کو ن بالاتفاق نفقہ ملے گا، کیونکہ شوہر ہر وقت عورت کے ساتھ ہے اس لئے احتباس موجود ہے، البتہ حضر کا نفقہ لازم ہوگا سفر کا نفقہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ شرعی اعتبار سے حضر ہی کا نفقہ اس پر واجب ہے، البتہ وہ خود سفر کا نفقہ ادا کر دے تو اس کی مرضی ہے، اسی طرح شوہر پر سفر کا کرایہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۱۶۲) اگر عورت شوہر کے گھر میں بیمار ہو جائے تو اس لئے نفقہ ہے۔

ترجمہ: ۱ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لئے نفقہ نہ ہو جب کہ ایسی بیمار ہو جو جماع سے مانع ہو کیونکہ جماع کے لئے احتباس فوت ہو گیا۔

تشریح: عورت شوہر کے گھر پر رہتے ہوئے ایسی بیمار ہو گئی کہ اس سے جماع نہیں کر سکتا تب بھی اس کو نفقہ ملے گا، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب جماع نہیں کر سکتا تو جماع کا احتباس فوت ہو گیا اس لئے نفقہ نہیں ملنا چاہئے۔ لیکن استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ نفقہ ملے۔

ترجمہ: ۲ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ احتباس قائم ہے، اس لئے کہ شوہر عورت سے انسیت حاصل کرے گا، اور اس کو چھوئے گا اور عورت گھر کی حفاظت کرتی ہے، اور جماع سے مانع عارض کی وجہ سے ہے، اس لئے حیض کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہیں کہ (۱) عورت شوہر کے گھر پر محبوس ہے اس لئے شوہر اس سے موانست کرتا ہے، اور اس کو چھوتا ہے اور جماع کے علاوہ ہر جگہ سے استمتاع کرتا ہے۔ (۲) عورت شوہر کے گھر کی حفاظت کرتی ہے جو احتباس کا ایک بڑا جزو ہے اس لئے نفقہ بند نہیں ہونا چاہئے۔ (۳) مرض عارضی چیز ہے جس میں عورت کو دخل نہیں ہے اس لئے جس طرح حیض من جانب اللہ ہوتا ہے اور عارضی ہے تو اس سے نفقہ بند نہیں ہوتا اسی طرح بیماری بھی عارضی ہے اور من جانب اللہ ہے اس لئے اس سے بھی نفقہ بند نہیں ہونا

۳؎ وعن أبي يوسفؒ أنها إذا سلمت نفسها ثم مرضت تجب النفقة لتحقق التسليم ولو مرضت ثم سلمت لا تجب لأن التسليم لم يصح قالوا هذا حسن وفي لفظ الكتاب ما يشير اليه (۲۱۶۳) قال وتفرض على الزوج النفقة إذا كان موسرا ونفقة خادمها﴾

چاہئے۔

ترجمہ : ۳؎ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا پھر بیمار ہوئی تو نفقہ واجب ہوگا سپرد کرنا متحقق ہونے کی وجہ سے، اور اگر بیمار ہوئی پھر سپرد کیا تو واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ سپرد کرنا صحیح نہیں ہے، علماء فرماتے ہیں کہ یہ بات اچھی ہے اور متن میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے کہ اگر پہلے شوہر کو سپرد کر دیا پھر بیمار ہوئی تو اسکو نفقہ ملے گا، اور متن میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ متن میں , مرضت فی منزل الزوج، ہے، کہ شوہر کے گھر میں بیمار ہوئی ہو جس سے اشارہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے پھر بیمار ہوئی ہے تو نفقہ ملے گا، کیونکہ سپرد کر دیا ہے اور ناگہانی آفت کی وجہ سے صرف جماع سے رکی ہے۔

وجہ : (۱) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ عن عطاء فی الرجل یتزوج المرأة قال لا نفقة لها حتی یدخل بها. (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأة فتطلب النفقة قبل ان یدخل بها هل لها ذلک؟ ج رابع، ص ۱۷۵، نمبر ۱۹۰۱۸) اس اثر میں ہے کہ جب تک دخول نہ ہو عورت کے لئے نفقہ نہیں ہے، اس لئے سپرد کرنے سے پہلے بیمار ہوگئی تو سپرد کرنا نہیں پایا گیا اس لئے نفقہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۱۶۳) نفقہ فرض کیا جائے گا شوہر پر جبکہ مالدار ہو اور عورت کے خادم کا نفقہ بھی۔

تشریح: شوہر مالدار ہو تو عورت کے ساتھ اس کے ایک خادم کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے۔

وجہ : (۱) عورت کو خدمت کی ضرورت ہو اور شوہر کے پاس مال ہو تو عورت کی خدمت کروانا چاہئے اس لئے اس کے اوپر خادم کا نفقہ لازم ہوگا۔ اور چونکہ ایک خادم سے کام چل جائے گا وہ اندر اور باہر دونوں خدمتیں کرے گا اس لئے ایک خادم کافی ہے (۲) اس حدیث سے اس کا استدلال ہے۔ عن علی ان فاطمة علیها السلام شکت ما تلقی فی یدها من الرحی فاتت النبی ﷺ تسأله خادما فلم تجده فذکرت ذلک لعائشة الخ۔ (بخاری شریف، باب التکبیر والتسبیح عند المنام ص ۹۳۵ نمبر ۶۳۱۸، کتاب الدعوات / مسلم شریف، باب الدعاء عند النوم ص ۳۴۸، نمبر ۶۸۹۱/۲۷۱۳) اس حدیث میں حضرت فاطمہ نے حضورؐ سے خادم مانگا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا نفقہ اس کے شوہر پر ہوگا۔ (۳) عن ابی هریرة ان رسول الله حث علی الصدقة فجاء رجل فقال عندی دینار قال انفقه علی نفسک قال عندی آخر قال انفقه علی ولدک قال

ل والمراد بهذا بيان نفقة الخادم ولهذا ذكر في بعض النسخ وتفرض على الزوج إذا كان موسرا نفقة خادمها ٢ ووجهه أن كفايتها واجبة عليه وهذا من تمامها اذ لا بد لها منه (۲۱۶۴) ولا تفرض لأكثر من نفقة خادم واحد ﴾ ل وهذا عند أبي حنيفةؒ و محمدؒ

عندی آخر قال انفقه علی زوجتک ، قال عندی آخر قال انفقه علی خادمک قال عندی آخر قال انت ابصر ۔(سنن بیہقی، باب النفقۃ علی الاولاد، ج سابع ،ص ۷۸۴،نمبر ۱۵۷۳۴)اس حدیث میں ہے کہ خادم پرخرچ کرو جس سے خادم کے نفقے کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔(۴)اس اثر میں ہے۔ عن علیؓ انه فرض لامرأة و خادمها اثنی عشرة درهما للمرأة ثمانية و للخادم اربعة و درهما من الثمانية للقطن و الكتان . (سنن بیہقی،باب من لینفق ذو سعۃ من سعتہ و من قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ (آیت ۷،سورۃ الطلاق ۶۵)، ج سابع ،ص ۷۷۱،نمبر ۱۵۷۰۵)اس اثر میں ہے کہ عورت کے خادم کے لئے چار درہم ہے جس سے معلوم ہوا کہ خادم کا خرچ بھی شوہر پر ہے۔

ترجمه: ل اوراس عبارت سے خادم کا نفقہ بیان کرنا مقصود ہے،اسی لئے بعض نسخے میں ذکر کیا گیا ہے, وتفرض علی الزوج اذا کان موسرا نفقۃ خادمھا۔

تشریح : بیوی کے نفقے کے بارے میں پہلے عبارت گزر چکی ہے اب دوبارہ بیوی کے نفقے کے بارے میں عبارت آئی اس لئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہاں بیوی کا نفقہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ وہ ضمنا آیا ہے اصل مقصد خادم کے نفقے کو بیان کرنا ہے اسی لئے بعض نسخے میں عورت کا ذکر نہیں ہے بلکہ یوں ہے کہ اگر شوہر مالدار ہو تو اس پر خادم کا نفقہ بھی لازم ہے۔

ترجمه: ٢ اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کی کفایت واجب ہے،اور خادم کا نفقہ عورت کی کفایت پورا کرنے میں سے ہے اس لئے کہ عورت کے واسطے خادم کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح :خادم کے نفقہ کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شوہر پر عورت کی کفایت ضروری ہے،اور عورت کی خدمت کرنا کفایت میں سے ہے اس لئے خادم رکھ کر اس کا نفقہ دینا واجب ہوگا۔

ترجمه: (۲۱۶۴) ایک خادم سے زیادہ کا نفقہ فرض نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: ل یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے،

تشریح :امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی خادم کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ خود شوہر اگر عورت کا کام کر لے تو کافی ہے تو اس کے بدلے میں ایک خادم کر لے تب بھی کافی ہو جائے گا،اور وہی اندر اور باہر کے کام کے لئے کافی ہو سکتا ہے اس لئے ایک خادم کا نفقہ واجب ہوگا۔

۲ وقال أبو يوسفؒ تفرض لخادمين لأنها تحتاج الى أحدهما لمصالح الداخل والى الآخر لمصالح الخارج ۳ ولهما أن الواحد يقوم بالأمرين فلا ضرورة الى اثنين ولأنه لو تولى كفايتها بنفسه كان كافيا فكذا إذا قام الواحد مقام نفسه ۴ وقالوا ان الزوج الموسر يلزمه من نفقة الخادم ما يلزم المعسر من نفقة امرأته وهو أدنى الكفاية

ترجمه: ۲ اورامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فرض کیا جائے گا دو خادم کا نفقہ، کیونکہ عورت کو ضرورت ہوگی ان میں سے ایک گھر کی ضروریات پوری کرے، اور دوسرا باہر کا کام بجالائے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر زیادہ مالدار ہو تو دو خادم کا نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ ایک خادم گھر کے کام کے لئے چاہئے اور دوسرا خادم باہر کی خدمت کرے گا۔

ترجمه: ۳ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ایک خادم دونوں کاموں کو پورا کر سکتا ہے اس لئے دو کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ شوہر خود اپنی بیوی کی کفایت کرے تو کافی ہو جائے گا پس ایسے ہی جب اس نے اپنی جگہ پر ایک شخص کو مقرر کیا تو بھی کافی ہو جائے گا۔

تشریح: طرفین کی [۱] ایک دلیل یہ ہے کہ ایک ہی خادم اندر اور باہر دونوں کاموں کو کر لیگا اس لئے دو خادموں کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲] اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خود شوہر عورت کا کام کر لے تو کافی ہوتا ہے تو اپنی جگہ پر ایک خادم کو مقرر کر لے تب بھی کافی ہو جائے گا، کیونکہ ایک کے بدلے میں ایک ہی ہونا چاہئے۔

ترجمه: ۴ مشائخ فرماتے ہیں کہ مالدار شوہر پر خادم کا نفقہ اتنا ہی لازم ہوگا جتنا تنگدست شوہر پر اس کی بیوی کا نفقہ لازم ہوتا ہے، اور وہ ادنی درجے کا نفقہ ہے جو کافی ہو جائے۔

تشریح: مشائخ فرماتے ہیں کہ خادم کا نفقہ اعلی درجے والا لازم نہیں ہوگا بلکہ ادنی درجے والا لازم ہوگا، جیسے کہ تنگدست شوہر پر بیوی کا ادنی نفقہ لازم ہوتا ہے، یعنی روٹی کے ساتھ نمک، یا دودھ۔۔ روٹی اور گوشت اعلی درجے کا نفقہ شمار کیا جاتا ہے، اور روٹی اور زیتون کا تیل اوسط درجے کا نفقہ ہے، اور روٹی اور نمک اور دودھ ادنی درجے کا نفقہ ہے۔

وجه: (۱) اس اثر میں ہے۔ عن علیؓ انه فرض لامرأة و خادمها اثنی عشرة درهما للمرأة ثمانية و للخادم اربعة و درهما من الثمانية للقطن و الكتان . (سنن بیہقی، باب من لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ (آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵)، ج سابع ص ۷۷۱، نمبر ۱۵۷۰۵) اس اثر میں ہے کہ عورت کے لئے آٹھ درہم اور اس کے خادم کے لئے چار درہم ہے جس سے معلوم ہوا کہ خادم کا نفقہ ادنی درجے کا ہے۔

۵ وقوله في الكتاب إذا كان موسرا اشارة الى أنه لا تجب نفقةُ الخادم عند اعساره وهو رواية الحسن عن أبي حنيفةؒ وهو الأصح ۶ خلافا لما قاله محمدؒ ۷ لأن الواجب على المعسر أدنى الكفاية وهي قد تكتفي بخدمة نفسها (۲۱۶۵) ومن أعسر بنفقة امرأته لم يفرق بينهما ويقال لها استديني عليه ﴾

ترجمہ : ۵ متن کا یہ جملہ ,اذا کان موسرا،اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شوہر کے تنگدست ہوتے وقت خادم کا نفقہ لازم نہیں ہوگا، یہی روایت امام ابوحنیفہؒ سے حضرت حسنؒ کی ہے اور وہی صحیح ہے،

تشریح : متن میں ہے کہ اذا کان موسرا، کہ شوہر مالدار ہو تب اس پر خادم کا نفقہ واجب ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک شوہر تنگدست ہو تو چاہے بیوی کے پاس پہلے سے خادم موجود ہو پھر بھی اس پر خادم کا نفقہ واجب نہیں ہے، اور صحیح روایت یہی ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شوہر پر ادنی نفقہ واجب ہے جو مشکل سے عورت کو کفایت کر جائے، اور عورت اپنا کام خود بھی کر سکتی ہے اس لئے خادم کے نفقے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۶ برخلاف جو امام محمدؒ نے کہا۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورت کے پاس پہلے سے خادم ہو تو اس کا نفقہ تنگدست شوہر پر بھی لازم ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس عورت کے پاس خادم موجود ہے تو یہ عورت سست ہے اس لئے خود اپنا کام نہیں کر سکتی ہوگی، تو اس عورت کے لئے خادم کی خدمت بھی کفایت میں سے ہوگئی، اور شوہر پر کفایت نفقہ واجب ہے اس لئے اس خادم کا نفقہ بھی لازم ہو گا، ہاں اگر اس کے پاس پہلے سے خادم نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عورت چست ہے اور اپنا کام خود کر لیتی ہے اس لئے اس کو خادم کی چنداں ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کے لئے خادم کے نفقہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اس لئے کہ تنگدست پر ادنی کفایت واجب ہے، اور بیوی کبھی بذات خود اپنے کاموں کی کفایت کر لیتی ہے [اس لئے خادم کے نفقے کی ضرورت نہیں ہے]

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل ہے۔ کہ عورت خود اپنا کام کر لیتی ہے اس لئے خادم کے نفقے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۱۶۵) کوئی شخص عاجز ہو جائے بیوی کے نفقے سے تو دونوں میں تفریق نہیں کی جائے اور بیوی سے کہا جائے گا کہ تو اس کے ذمہ قرض لیتی رہ۔

ل وقال الشافعيؒ يفرق لأنه عجز عن الامساك بالمعروف فينوب القاضي منابه في التفريق كما في الجب والعنة بل أولى لأن الحاجة الى النفقة أقوى

تشریح : کوی آدمی بیوی کونفقہ دینے سے عاجز ہوجائے تو دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی بلکہ عورت کو کہا جائے گا کہ شوہر کے ذمے قرض لیتی رہے اور زندگی گزارتی رہے۔

وجه : (۱) تفریق کرنے سے شوہر کا نقصان ہے جو نفقہ نہ ادا کرنے سے زیادہ بڑا نقصان ہے۔اس لئے تفریق نہیں کی جائے گی اور نفقہ کا نقصان قرض لینے سے پورا ہوجائے گا۔اس لئے عورت کو کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا (۲) اثر میں ہے۔عن الحسن قال اذا عجز الرجل عن نفقة امرأته لم يفرق بها .وقال الزهری تستأنی به ،قال وبلغنی ان عمر بن عبد العزيز قال ذلک. (مصنف ابن ابی شیبة ،۱۹۷ ما قالوا فی الرجل يعجز عن نفقة امرأته يجبر علی ان يطلق امرأته ام لا واختلافهما فی ذلک، ج رابع، ص ۱۷۵، نمبر ۱۹۰۰۹/۱۹۰۰۸/مصنف عبد الرزاق، باب الرجل لا يجد ماينفق علی امرأته، ج سابع ص ۷۱، نمبر ۱۲۴۰۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق نہ کرائے بلکہ عورت شوہر کے ذمے قرض لیتی رہے (۳) حضرت ابوسفیان کی بیوی کی حدیث بھی مستدل بن سکتی ہے جس میں حضرت ابوسفیان پورا نفقہ نہیں دیتے تھے تو آپؐ نے فرمایا۔قالت هند يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح فهل علی جناح ان آخذ من ماله ما يكفينی وبنی ؟ قال خذی بالمعروف . (بخاری شریف، باب وعلی الوارث مثل ذلک، ص ۸۰۸، نمبر ۵۳۷۰/مسلم شریف، باب قضية هند، ص ۷۶۰، نمبر ۱۷۱۴/۴۴۷۷) اس حدیث میں ہے کہ شوہر نے پورا نفقہ نہیں دیا تو تفریق نہیں کرائی، بلکہ چپکے سے لینے کے لئے کہا۔

ترجمه : ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تفریق کردی جائے گی، اس لئے کہ امساک بالمعروف سے عاجز ہوگیا اسلئے قاضی تفریق کرانے میں اس کا نائب بنے گا، جیسے کہ ذکر کٹے ہوئے اور عنین میں ہوتا ہے، بلکہ زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ نفقے کی ضرورت زیادہ قوی ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہوجائے تو قاضی تفریق کردے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ فاحتمل اذا لم يجد ما ينفق عليها ان تخير المرأة بين المقام معه و فراقه فان اختارت فراقه فهی فرقة بلا طلاق لانها ليست شيئا اوقعه الزوج و لا جعل الی احد ايقاعه ـ(موسوعہ امام شافعی، باب الرجل لا يجد ماينفق علی امرأته، ج عاشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۶۵۱۷) اس عبارت میں ہے کہ نفقہ نہ ہو تو عورت کو علیحدہ ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔

وجه : (۱) دلیل عقلی یہ ہے کہ شوہر امساک بالمعروف سے عاجز ہوگیا ہے اس لئے قاضی شوہر کے قائم مقام ہوکر تسریح بالاحسان کر دے گا، یعنی تفریق کرادے گا، جیسے ذکر کٹا ہوا ہو یا شوہر عنین ہو تو قاضی شوہر کا نائب بنکر تفریق کرادیتا ہے اسی طرح یہاں بھی تفریق کرادے گا، کیونکہ جماع کے بغیر آدمی زندہ رہ سکتا ہے لیکن نفقہ کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے، اس لئے یہاں تفریق کرانا زیادہ اولی

۲؎ ولنا أن حقه يبطل وحقها يتأخر والأول أقوى في الضرر وهذا لأن النفقة تصير دينا بفرض القاضي فتستوفي في الزمان الثاني ۳؎ وفوت المال وهو تابع في النكاح لا يلحق بما هو المقصود وهو التناسل

ہے(۲) اثر میں ہے۔سألت سعيد ابن المسيب عن الرجل يعجز عن نفقة امرأته فقال يفرق بينهما فقلت سنة ؟ فقال سنة. (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۷ما قالوا فی الرجل یعجز عن نفقۃ امرأتہ یجبر علی ان یطلق امرأتہ ام لا واختلافھما فی ذلک، ج رابع ،ص۴۷۱،نمبر۱۹۰۰۶ رمصنف عبد الرزاق ، باب الرجل لا یجد ماینفق علی امرؤتہ ج سابع ،ص۷۱،نمبر۱۲۴۰۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ تفریق کرادے(۳)ان عمر بن الخطابؓ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائهم فامرهم ان يأخذوا بان ينفقوا او يطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقة ما حبسوا ۔(سنن بیہقی، باب الرجل لا یجد نفقۃ امراتہ، ج سابع ،ص۷۷۳،نمبر۱۵۷۰۶رمصنف عبد الرزاق ، باب الرجل لا یجد ماینفق علی امرأتہ ج سابع ،ص۷۰،نمبر۱۲۳۹۴)اس اثر میں ہے کہ یا تو نفقہ دیں یا طلاق دے دیں۔(۴)اس دور میں شوہر کے ذمے قرض لینا مشکل ہے اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے عورت مجبور ہوتی ہے اس لئے حالات سنگین ہو تو تفریق کرادے۔

لغت : استدینی : قرض لے لیں۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ تفریق کرانے سے مرد کا حق باطل ہو جائے گا اور عورت کا حق مؤخر ہو سکتا ہے، اور نقصان میں پہلا زیادہ قوی ہے، اور یہ اس لئے کہ نفقہ قاضی کے متعین کرنے سے قرض ہو سکتا ہے اس لئے دوسرے وقت میں وصول کر سکتی ہے۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ تفریق کرانے سے شوہر کا حق باطل ہو جائے گا، اور تفریق نہ کرائیں اور قاضی کے ذریعہ شوہر کے ذمے قرض متعین کروادیں تو عورت ابھی اس کے سر پر قرض لیتی رہے گی اور بعد میں جب شوہر کے پاس مال آئے گا تو عورت یہ قرض وصول کر لے تو یہ درمیانی شکل ہے اس لئے نفقہ میں عاجز ہونے سے تفریق نہ کرائی جائے۔اس آیت میں اشارہ ہے کہ تنگدست کو مالدار ہونے تک مہلت ملنی چاہئے آیت یہ ہے۔و ان كان ذوعسرة فنظرة الى ميسرة ۔(آیت ۲۸۰،سورۃ البقرۃ۲) کہ تنگدست کو مالدار ہونے تک مہلت ملنی چاہئے۔

ترجمہ: ۳؎ اور مال کا فوت ہونا حالانکہ وہ نکاح میں تابع ہے اس کے ساتھ لاحق نہیں کیا جا سکتا جو مقصود اصلی ہے اور وہ توالد و تناسل ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ جماع نہ کرنے پر عنین اور مقطوع الذکر میں تفریق ہو سکتی ہے تو نفقہ نہ دینے پر بھی تفریق کرادی جائے،اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ نکاح میں مال یعنی نفقہ تابع ہے، اور جماع یعنی توالد و تناسل اصل ہے

۴؎ وفائدة الأمر بالاستدانة مع الفرض أن يمكنها احالة الغريم على الزوج فأما إذا كانت الاستدانة بغير أمر القاضي كانت المطالبة عليها دون الزوج (٢١٦٦) وإذا قضى القاضي لها بنفقة الاعسار ثم أيسر فخاصمته تمم لها نفقة الموسر ﴾

اس لئے تابع کو اصل کے ساتھ لاحق نہیں کیا جا سکتا ،یعنی اگر جماع نہ کرنے سے تفریق کرائی جاتی ہوتو نفقہ نہ دینے سے بھی تفریق کرانا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور نفقہ فرض کرنے کے ساتھ قرضہ لینے کا حکم دینے کا فائدہ یہ ہے کہ عورت اپنے قرضخواہ کو اپنے شوہر پر حوالہ کرسکتی ہے۔اور اگر قرض لینا بغیر قاضی کے حکم کے ہوتو قرضخواہ کا مطالبہ عورت پر ہوگا نہ کہ شوہر پر۔

تشریح: متن میں ہے کہ قاضی صاحب دو باتیں کریں گے [۱] ایک تو عورت کے لئے نفقہ متعین کریں گے [۲] اور دوسرا یہ کہ اس کو باضابطہ حکم دینے گے کہ ,استدینی علیہ، شوہر کے سر پر قرض لیتی رہ۔نفقہ متعین کرنے کے ساتھ شوہر کے ذمے قرض لینے کا حکم دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنا قرض عورت لے گی قرض خواہ وہ رقم براہ راست شوہر سے وصول کر سکے گا اور یہ قرض شوہر پر احالہ ہو جائے گا ،اور اگر قرض لینے کا حکم نہ دے تو قرض خواہ وہ رقم عورت سے ہی لے گا شوہر سے نہیں لے سکے گا ،اس لئے متن میں یہ فرمایا کہ قاضی ,استدینی علیہ، کا بھی حکم دے۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے کہ قرض کا فیصلہ کرے تب شوہر سے لیا جائے گا ،اثر یہ ہے۔ عن ابراهيم قال : ما ادانت فهو عليه ۔(مصنف عبد الرزاق ،باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلا ینفق علیہا ،ج سابع ،ص ۰ ۷ ،نمبر ۱۲۳۹۷) اور اگر قاضی شوہر کے نام پر قرض لینے کا حکم نہ دے تو یہ قرض خود عورت ادا کرے گی اس کے لئے یہ اثر ہے۔عن الشعبي قال أتت امراة شريحا فقالت ان زوجي غاب و انى استدنت دينارا فأنفقت على نفسي ؟قال ان كان أمرك بذالك ؟ قالت لا قال فاقضي دينك ۔(مصنف عبد الرزاق ،باب الرجل یغیب عن امرأتہ فلا ینفق علیہا ،ج سابع ،ص ۷۱ ،نمبر ۱۲۳۹۹) اس اثر میں ہے کہ قاضی شریح نے دین لینے کے لئے نہیں کہا تھا تو عورت کو خود قرض ادا کرنا پڑا۔

لغت : احالۃ :مثلا قرض زید نے لیا ہو اس کو خالد پر ڈال دیا جائے تو اس کو احالۃ کہتے ہیں ،اور اسی کو حوالہ کہتے ہیں ،احالۃ الغریم علی الزوج ،کا مطلب یہ ہے کہ قرض دینے والا اب عورت سے نہ لے بلکہ براہ راست شوہر سے لے اس کو احالۃ الغریم علی الزوج ،کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۱۶۶) اگر فیصلہ کر دیا قاضی نے ناداری کے نفقے کا پھر مالدار ہو گیا پس بیوی نے دعوی کیا تو پورا کرے اس کے لئے مالداری کا نفقہ۔

۱؎ لأن النـفقة تختلف بحسب اليسار والاعسار ۲؎ ومـا قـضـى به تقديرٌ لنفقةٍ لم يجب فإذا تبدل حـالـه لها المطالبة بتمام حقها. (۲۱۶۷) وإذا مـضـت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذلک فلا شيء لها الا أن يكون القاضي فرض لها النفقة أو صالحت الزوج على مقدار نفقتها فيقضي لها بنفقة ما مضى﴾

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نفقہ غربت اور مالداری کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔

تشـــریح : شوہر پہلے غریب تھا جس کی وجہ سے غربت کے نفقے کا قاضی نے فیصلہ کیا۔ بعد میں وہ مالدر ہو گیا اور بیوی نے قاضی کے پاس دعوی دائر کیا کہ مالدار ہے اور ثابت بھی کر دیا تو قاضی اب مالداری کے نفقے کا فیصلہ کرے۔

وجـه : (۱) غربت کا نفقہ غربت کی مجبوری کی وجہ سے تھا اب مالدار ہو گیا تو مالداری کا نفقہ لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ جو تم کھاتے ہو بیوی کو وہ کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو بیوی کو وہ پہناؤ۔ پس جب شوہر مالدار ہو کر مالدار کا کھانا کھاتا ہے اور پہنتا ہے تو عورت کو بھی مالدار کا کھانا کھلائے اور مالدار کا کپڑا پہنائے۔ حدیث میں ہے۔عن معاوية القشيرى قال اتيت رسول الله قال فقلت ماتقول فى نسائنا؟ قال اطعموهن مما تأكلون واكسوهن مما تكتسون . (ابوداؤد شریف، باب فی حق المرأة على زوجها، ص ۲۹۸، نمبر ۲۱۴۴) حدیث میں ہے مرد اپنی قدرت کے مطابق نفقہ دے۔ پس جب وہ مالدار ہو گیا تو مالدار کا نفقہ دے۔(۳) آیت یہ ہے. لينفق ذو سعة من سعته (آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت سے بھی مالداری کے فیصلے کا پتہ چلتا ہے۔ آدمی مالدار ہے تو مالداری کا نفقہ لازم ہوگا۔

لغت : الاعسار : تنگدست، الموسر : مالدار۔

تـــرجـمـــه: ۲؎ جو فیصلہ ہوا ہے وہ ایسے نفقے کا اندازہ ہے جو ابھی واجب نہیں ہوا ہے اس لئے جب شوہر کی حالت بدل گئی تو عورت کو پورے حق کے مطالبے کا اختیار ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ قاضی نے آگے کے لئے جس نفقے کا فیصلہ کیا تھا اور جو اندازہ لگایا تھا وہ نفقہ ابھی واجب نہیں ہوا تھا، وہ مستقبل میں واجب ہوگا، اور شوہر کے حالات کے مطابق ہوگا، اس لئے جب حالت بدل گئی تو عورت کو اپنا پورا حق مانگنے کا حق ہے۔

اصـــول : ہر دن کا نفقہ شوہر کی حالت کے مطابق واجب ہوتا ہے اس لئے اس کی حالت بدل گئی تو نفقے کی مقدار بدلوانے کا حقدار ہے۔

ترجمه : (۲۱۶۷) اگر گزر گئی کچھ مدت اور شوہر نے اس پر خرچ نہیں کیا اور عورت نے اس کا مطالبہ کیا تو اس کے لئے کچھ نہیں ہوگا مگر یہ کہ قاضی نے اس کے لئے نفقہ مقرر کیا ہو یا شوہر سے کسی مقدار پر صلح کر لی ہو تو فیصلہ ہوگا اس کے لئے گزشتہ نفقہ کا۔

۱؎ لأن النفقة صلة وليست بعوض عندنا على مر من قبل فلا يستحكم الوجوب فيها إلا بقضاء كالهبة لا توجب الملك إلا بمؤكد وهو القبض ۲؎ والصلح بمنزل القضاء لأن ولايته على نفسه أقوى من ولاية القاضي بخلاف المهر لأنه عوض

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نفقہ ہمارے نزدیک صلہ رحمی ہے بدلہ نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا اس لئے قاضی کے فیصلے بغیر وجوب کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ ہبہ ملک مؤکد سے پہلے واجب نہیں ہوتا اور وہ قبضہ ہے۔

تشریح: بیوی نے ایک مدت تک شوہر سے نفقہ نہیں لیا اب گذشتہ مہینوں کا نفقہ لینا چاہتی ہے، تو فرماتے ہیں کہ [۱] اگر قاضی نے گذشتہ مہینوں کے نفقے کا فیصلہ کیا تھا تب تو وہ ان مہینوں کا نفقہ وصول کر سکتی ہے۔ [۲] یا شوہر نے کسی مقدار پر صلح کر لی تھی تب تو وہ مقدار وصول کر سکتی ہے۔ اور اگر نہ قاضی نے فیصلہ کیا تھا اور نہ صلح ہوئی تھی تو عورت گذشتہ مہینوں کا نفقہ وصول نہیں کر سکتی۔ اس کی مثال دیتے ہیں جیسے کہ ہبہ عطیہ ہے اس لئے ہبہ کرنے والے نے ہبہ کیا تو اس سے موہوب لہ کی ملکیت نہیں ہوگی، جب تک کہ اس چیز پر قبضہ نہ ہو جائے، اسی طرح یہاں نفقہ صلہ رحمی ہے اس لئے یا قاضی کا فیصلہ ہو یا کسی مقدار پر شوہر سے صلح ہو گئی ہو تب گزشتہ زمانے کا نفقہ وصول کر سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

وجہ: (۱) نفقہ ہمارے یہاں مزدوری نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی ہے۔ اور صلہ رحمی میں فیصلہ یا صلح کے بغیر لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے قانونی طور پر گذشتہ مہینوں کا نفقہ وصول نہیں کر سکتی۔ البتہ شوہر دیدے تو بہتر ہے (۲) اثر میں ہے۔ **عن النخعي قال اذا ادانت اخذ به حتى يقضى عنها وان لم تستدن فلا شيء لها عليه اذا اكلت من مالها.... قال معمر ويقول آخرون من يوم ترفع امرها الى السلطان** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها، ج سابع ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جب بادشاہ کے پاس معاملہ لے گئی اس وقت سے عورت نفقہ لینے کا حقدار ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور صلح کرنا بھی قضا کے درجے میں ہے اس لئے کہ آدمی کی ولایت اپنے نفس پر زیادہ قوی ہے قاضی کی ولایت سے، بخلاف مہر کے اس لئے کہ وہ بضع کا بدلہ ہے۔

تشریح: اگر عورت نے شوہر سے کسی مقدار پر صلح کر لی تھی اس کے باوجود گزشتہ زمانے کا نفقہ نہیں دیا تو اب وہ نفقہ دینا ہوگا، کیونکہ صلح بھی قضاء کے درجے میں ہے، کیونکہ قاضی کی جتنی ولایت ایک آدمی پر ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آدمی کا اپنے اوپر ولایت ہوتی ہے، پس جب قاضی کے فیصلے سے گزشتہ نفقہ لازم ہو سکتا ہے تو خود اپنے اوپر لازم کرنے سے بھی لازم ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ صلح کرنا ایک قسم کا وعدہ ہے اس لئے شوہر کو وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے برخلاف مہر بضع کا بدلہ ہے اس لئے اس کے لئے قاضی فیصلہ نہ بھی کرے تب بھی شوہر پر مہر لازم ہوگا۔

(۲۱۶۸) وإن مات الزوج بعد ما قضى عليه بالنفقة ومضى شهور سقطت النفقة ﴾ ﴿ وكذا إذا ماتت الزوجة لأن النفقة صلة والصلات تسقط بالموت كالهبة تبطل بالموت قبل القبض ۲ وقال الشافعيؒ تصير دينا قبل القضاء ولا تسقط بالموت لأنه عوض عنده فصار كسائر الديون وجوابه قد بيناه

ترجمه: (۲۱۶۸) اگر نفقے کے فیصلے کے بعد شوہر مر گیا اور کچھ مہینے گزر گئے تو نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه: ۱ ایسے ہی اگر بیوی مر گئی [تو نفقہ ساقط ہو جائے گا] اس لئے کہ نفقہ صلہ رحمی ہے اور صلہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے، جیسے قبضے سے پہلے موت ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔

تشریح: قاضی نے نفقے کا فیصلہ کیا اس کے بعد شوہر مثلا تین ماہ تک زندہ رہا لیکن اس مدت کا نفقہ ادا نہیں کیا اور شوہر مر گیا تو ان تین مہینوں کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ شوہر کے چھوڑے ہوئے مال سے وصول نہیں کر سکے گی۔ اسی طرح تین مہینے کا نفقہ عورت نے نہیں لیا تھا اور عورت کا انتقال ہو گیا تو یہ نفقہ ساقط ہو جائے گا، عورت کے ورثہ شوہر سے نفقہ وصول نہیں کر پائیں گے۔

وجه: (۱) نفقہ صلہ ہے اور صلہ پر قبضہ نہ کرے تو وہ اس کا نہیں ہوتا ہے۔ اگر شوہر مر گیا تو اس سے وصول نہیں کر سکتی، اور عورت مر گئی تو شوہر سے وصول کون کرے، اس لئے کہ قبضہ نہیں ہو سکا اس لئے ہبہ کی طرح یہ نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ (۲) اثر میں ہے کہ قبضہ سے پہلے موہوب لہ کی ملکیت نہیں ہوگی۔ عن ابی موسی اشعری قال قال عمر بن الخطاب الانحال میراث مالم یقبض وعن عثمان وابن عمر وابن عباس قالوا لا تجوز صدقة حتی تقبض وعن معاذ بن جبل وشریح انهما کانا لا یجیز انها حتی تقبض (سنن للبیهقی، باب شرط القبض فی الهبة، ج سادس، ص ۲۸۱، نمبر ۱۱۹۵۱) ان اقوال میں ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے موہوب لہ کی ملکیت نہیں ہوگی بلکہ اگر واہب مر گیا تو اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگی (۳) اثر میں ہے۔ عن النخعی قال اذا ادانت اخذ به حتی یقضی عنها وان لم تستدن فلا شیء لها علیه اذا اکلت من مالها۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها، ج سابع ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوہر کے نام قرض لے گی تب شوہر کے ذمے ہوگا اور اپنا مال خرچ کیا تو شوہر سے وصول نہیں کر سکے گی۔ اسی طرح وصول کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگا تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فیصلے سے پہلے بھی نفقہ دین ہوگا، اور موت سے ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ انکے نزدیک بدلہ ہے، اسلئے اور دیون کی طرح ہو گیا، اور اس کا جواب ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کا نفقہ صلہ نہیں ہے بلکہ حبس کا بدلہ ہے اس لئے جس طرح مہر یا دوسرے دیون قاضی کے

(۲۱۶۹) وان أسلفها نفقة السنة أي عجّلها ثم مات لم يسترجع منها بشيء وهذا عند أبي حنيفة و أبي يوسف ؒ ۱؎ وقال محمد ؒ يحتسب لها نفقة ما مضى وما بقي للزوج وهو قول الشافعي ؒ وعلى هذا الخلاف الكسوة لأنها استعجلت عوضا عما تستحقه عليه بالاحتباس وقد بطل الاستحقاق بالموت فيبطل العوض بقدره كرزق القاضي وعطاء المقاتلة

فیصلے سے پہلے شوہر پر قرض ہوتے ہیں اسی طرح نفقہ بھی قاضی کے فیصلے سے پہلے شوہر پر قرض ہوگا، اور شوہر یا بیوی کے مرنے سے گزشتہ مہینوں کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن اس کا جواب بیان کیا جا چکا ہے کہ مہر ملک بضع کا بدل ہو چکا تو نفقہ بھی اس کا بدل ہو جائے گا تو ایک چیز کے دو بدل ہو جائیں گے اس لئے نفقہ کو بدل نہ مانیں اس کو صلہ مان لیں۔

ترجمہ : (۲۱۶۹) اگر پیشگی دیدے ایک سال کا نفقہ پھر شوہر مر جائے تو اس سے کچھ واپس نہیں لے گا امام ابو حنیفہ ؒ اور امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک۔

تشریح: مثلا شوہر نے ایک سال کا نفقہ بیوی کو دے دیا پھر چھ ماہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو باقی چھ ماہ کا نفقہ واپس نہیں لے گا، وہ بیوی کے پاس ہی رہے گا یہ امام ابو حنیفہ ؒ اور امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک ہے۔

وجہ : (۱) بیوی کا نفقہ صلہ ہے اور ہدیہ ہے۔ اور ہدیہ دینے کے بعد وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اس لئے واپس نہیں لے گا (۲) حدیث میں ہے کہ آپ ؐ سال بھر کا نفقہ بیویوں کے لئے روکتے تھے اور عطا کرتے تھے۔ اور جس سال آپ ؐ کا وصال ہوا اس سال ازواج مطہرات سے باقی نفقہ واپس لینے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے باقی نفقہ بیوی کے پاس رہے گا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال عمر فاني احدثكم عن هذا ... فكان رسول الله ينفق على اهله نفقة سنتهم من هذا المال. (بخاری شریف، باب حبس الرجل قوت سنة على اهله وكيف نفقات العيال؟ ص ۸۰۶، نمبر ۵۳۵۷) اس حدیث میں بیوی کو سال بھر کا نفقہ دینے کا ثبوت ہے۔ (۳) اس اثر میں ہے کہ واپس نہ لے۔ قال سليمان بن موسى لعطاء و انا اسمع أتعود المرأة في اعطائها زوجها مهرها او غيره ؟ قال لا ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الهبة المرأة لزوجها، ج تاسع، ص ۴۷، نمبر ۱۶۸۶۵) اس اثر میں کہ عورت ہبہ کرے تو واپس نہیں لے سکتی ہے، اسی پر قیاس کر کے مرد نفقہ دے تو واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: ۱؎ اور فرمایا امام محمد نے اس کے نفقے کا حساب کیا جائے گا جو گزر گیا اور جو شوہر کے لئے باقی رہا، اور یہی امام شافعی ؒ کا قول ہے، اسی اختلاف پر کپڑا ہے اس لئے کہ احتباس کے بدلے میں جو مستحق تھی اس کو جلدی کیا، اور موت کی وجہ سے استحقاق باطل ہو گیا اس لئے اس کے مطابق عوض باطل ہو جائے گا، جیسے قاضی کا وظیفہ اور مجاہدوں کا عطیہ۔

تشریح: امام محمد فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے کے بعد شوہر جب تک زندہ رہا اس کا حساب کیا جائے گا۔ مثلا سال بھر کا نفقہ دیا اور چھ

۲؎ ولهما أنه صلة وقد اتصل به القبض ولا رجوع في الصلات بعد الموت لإنتهاء حكمها كما في الهبة ولهذا لو هلكت من غير استهلاک لا يسترد بشيء منه بالاجماع

ماہ کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا تو باقی چھ ماہ کا نفقہ واپس لے گا۔ جیسے قاضی کا وظیفہ سال بھر کا دیا، یا مجاہد کا وظیفہ سال بھر کا دیا اور چھ ماہ کے بعد قاضی کو یا مجاہد کو کام سے الگ کر دیا تو وظیفہ واپس دیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں سال بھر کا نفقہ دیا اور درمیان میں موت ہو گئی تو باقی نفقہ واپس دینا ہوگا۔

وجہ: (۱) وہ فرماتے ہیں کہ نفقہ احتباس کا بدلہ ہے۔ اس لئے جتنے دنوں احتباس رہا اتنے دنوں کا نفقہ ساقط ہوگا اور جتنے دنوں کا احتباس نہیں رہا اتنے دنوں کا نفقہ واپس لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ صلہ ہے اور اس کے ساتھ قبضہ ہو گیا ہے اور موت کے بعد صلے میں رجوع نہیں ہے کیونکہ اس کو حکم انتہاء کو پہنچ گیا جیسے کہ ہبہ میں ہوتا ہے اسی لئے اگر یہ نفقہ بغیر ہلاک کئے ہوئے ہلاک ہو گیا تو بالا جماع عورت سے واپس نہیں لیا جائے گا۔

تشریح: شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ صلہ ہے اور اس پر قبضہ بھی ہو گیا ہے، اور صلہ کا حکم ہبہ کی طرح ہے اور ہبہ کا قاعدہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کی موت ہو جائے تو واپس نہیں ہوتا کیونکہ موت کی وجہ سے اس کا حکم پورا ہو گیا اور انتہاء کو پہنچ گیا اسی طرح نفقہ میں بھی بیوی یا شوہر کی موت ہو جائے تو واپس نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ عورت نے نفقہ ہلاک نہیں کیا لیکن خود بخود ہلاک ہو گیا تو بالا جماع عورت سے واپس نہیں لیا جاتا ہے، کیونکہ نفقہ ہلاک ہونے کے بعد اس کا حکم انتہاء کو پہنچ گیا۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ہے کہ ہبہ کی چیز ہلاک ہو جائے تو اس کو واپس نہیں لے سکتا۔ عن طاؤس عن الشعبی قالا فی الهبة اذا استهلکت فلا رجوع منها. (مصنف عبد الرزاق، باب الھبۃ اذا استھلکت، ج تاسع، ص ۴۷، نمبر ۱۶۸۶۱ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۱۱ فی الرجل یھب الھبۃ فیرید ان یرجع فیھا، ج خامس، ص ۴۲۵، نمبر ۲۱۷۰۲) (۳) اور اس اثر میں ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جائے تب بھی ہبہ واپس نہیں ہو سکتا، اسی طرح نفقہ بھی واپس نہیں ہو سکتا، اثر یہ ہے۔ عن عمر مثله یعنی مثل حدیثه الذی ذکرنا فی الفصل الذی قبل هذا الفصل وزاد یستهلکها او یموت احدهما (شرح معانی الآثار (طحاوی) ج ثانی، ص ۲۲۳) اس اثر میں ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو ہبہ واپس نہیں لے سکتا۔ (۴) اس اثر میں بھی ہے۔ عن الشعبی عن شریح انه کان یقول ترجع المرأة فیما اعطت زوجها ما کان حیین فاذا ماتا فلا رجعة لهما (مصنف عبد الرزاق، باب الھبۃ المرأۃ لزوجھا، ج تاسع، ص ۴۹، نمبر ۱۶۸۷۴) اس اثر میں ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا۔

۳؎ وعن محمدؒ أنها إذا قبضت نفقة الشهر أو ما دونه لا يسترجع منها بشيء لأنه يسير فصار في حكم الحال (۲۱۷۰) وإذا تزوج العبد حرة فنفقتها دين عليه يباع فيها ﴾ ۱؎ ومعناه إذا تزوج بإذن المولى لأنه دين وجب في ذمته لوجود سببه وقد ظهر وجوبه في حق المولى فيتعلق برقبته كدين التجارة في العبد التاجر

لغت : لانتہاء حکمھا: یہ فقہ کا ایک محاورہ ہے، واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے ایک کی موت کے بعد ایک معاملہ آخر کو پہنچ جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے، یا شیء ہبہ ہلاک ہونے کے بعد وہ معاملہ ختم ہو گیا تو اس کو، انتہاء حکمھا، کہتے ہیں، کہ اس کا معاملہ ختم ہو گیا۔

ترجمہ : ۳؎ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک مہینے کے نفقے پر قبضہ کیا یا اس سے کم پر تو عورت سے کچھ نہیں لے گا اس لئے کہ یہ تھوڑی سی چیز ہے اس لئے فی الحال کے نفقہ دینے کے حکم میں ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اگر عورت نے ایک مہینے کے نفقے پر قبضہ کیا، یا اس سے کم کے نفقے پر قبضہ کیا دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا تو یہ نفقہ واپس نہیں لیا جائے گا، کیونکہ ایک مہینے کا نفقہ بہت تھوڑا مال ہے، اور ہر روز نفقہ دینا مشکل ہوتا ہے اس لئے عموما ایک ماہ کا نفقہ دیتے ہی ہیں، اس لئے یوں سمجھا جائے گا آج کا واجب نفقہ دیا اس لئے واپس نہیں لیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۱۷۰) اگر غلام آزاد عورت سے شادی کرے تو اس کا نفقہ غلام پر دین ہوگا اس میں وہ بیچا جا سکتا ہے۔

تشریح :غلام نے آقا کی اجازت سے آزاد عورت سے شادی کی۔ اب اس کا نفقہ اس کے ذمے واجب ہوگا لیکن چونکہ اس کے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ مولی کا مال ہے۔ اس لئے نفقہ اس کے ذمہ دین ہوگا۔ اور اگر ادا نہ کر سکا تو اس میں وہ بیچا جائے گا۔

وجہ: چونکہ مولی کی اجازت سے غلام نے شادی کی ہے اس لئے نفقہ میں وہ بیچا جا سکتا ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ غلام نے نکاح کیا آقا کی اجازت سے، اس لئے کہ یہ قرض ہے جو غلام کے ذمے واجب ہوا اس کے سبب کے پائے جانے کی وجہ سے، اور اس کا وجوب آقا کے حق میں بھی ظاہر ہوگا، اس لئے یہ قرض غلام کی گردن سے متعلق ہوگا جیسے تاجر غلام میں تجارت کا دین [غلام کی گردن کے ساتھ متعلق ہوتا ہے]

تشریح : اس عبارت میں تین باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] پہلی بات یہ ہے کہ آقا کی اجازت سے نکاح کیا ہو تو نکاح درست ہوگا اور نفقے میں بیچا جائے گا، اور اس کی اجازت کے بغیر غلام نے نکاح کیا تو نکاح ہی درست نہیں ہوگا اس لئے نفقے میں بیچے جانے کا سوال نہیں ہوتا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ نفقہ غلام کی گردن میں دین ہوگا، کیونکہ اس کا سبب یعنی عقد نکاح پایا گیا۔ [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ دین آقا کے حق میں بھی ظاہر ہوگا کیونکہ آقا کی اجازت سے نکاح ہوا ہے، پس جس طرح آقا نے غلام کو تجارت

۲؎ ولـه أن يـفتدى لأن حقها في النفقة لا في عين الرقبة ۳؎ ولـو مـا ت العبد سقطت كذا إذا قتل في الصحيح لأنه صلة (۱۷۱۲) وان تـزوج الـحر أمة فبوأها مولاها معه منزلا فعليه النفقة (لأنه تحقق الاحتباس)وإن لم يُبوِّءْ هَا فلا نفقة لها﴾ ۱؎ لعدم الاحتباس

کرنے کی اجازت دیا اور غلام نے بہت سارا قرض لے لیا تو اس قرض میں غلام بیچا جائے گا اسی طرح یہاں نفقے کے قرض میں غلام بیچا جائے گا۔

ترجمه: ۲؎ آقا کے لئے یہ جائز ہے کہ فدیہ دے دے،اس لئے کہ عورت کا حق نفقے میں ہے عین غلام میں نہیں ہے۔

تشریح:اگر آقا نہیں چاہتا ہے کہ غلام فروخت ہو تو اس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ عورت کا جتنا نفقہ بنتا ہے وہ ادا کر دے، کیونکہ عورت کا حق نفقے میں ہے غلام کی گردن میں نہیں ہے کہ اس کو بیچنا ہی ضروری ہو۔

ترجمه: ۳؎ اور اگر غلام مر گیا تو نفقہ ساقط ہو جائے گا،ایسے ہی اگر قتل کر دیا گیا صحیح تر روایت میں،اس لئے کہ نفقہ صلہ ہے۔

تشریح : غلام پر نفقہ کافی ہو گیا تھا اس میں وہ بکنے والا تھا،لیکن ابھی بکا نہیں تھا کہ غلام مر گیا یا اس کو کسی نے قتل کر دیا تو عورت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا،اب وہ آقا سے نہیں لے سکتی، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ نفقہ صلہ رحمی ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اگر بیوی شوہر میں سے کوئی ایک مر جائے تو گزشتہ زمانے کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے،اس لئے یہ نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه : (۲۱۷۱) اگر آزاد آدمی نے باندی سے شادی کی، پس اس کے مولی نے اس کے ساتھ ٹھہرنے کے لئے بھیج دیا تو اس پر اس کا نفقہ ہے۔[اس لئے کہ احتباس متحقق ہو گیا] اور اگر نہیں ٹھہرایا تو اس کے لئے اس پر نفقہ نہیں ہے۔

ترجمه: ۱؎ احتباس نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : باندی سے شادی کی تو مولی پر ضروری نہیں ہے کہ اپنی خدمت ترک کروا کر شوہر کی خدمت میں بھیجے۔ بلکہ شوہر کو جب موقع ملے بیوی سے مل لے۔اس لئے جب بیوی شوہر کے گھر ٹھہرے گی تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔اور نہیں ٹھہرے گی تو اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) اثر میں ہے کہ عورت کی جانب سے شوہر کے یہاں قیام کرنے سے کوتاہی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا اور یہاں مولی کے روکنے کی وجہ سے قیام کرنا مشکل ہے اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔عن عامر قال ليس للرجل ان ينفق على امرأته اذا كان الحبس من قبلها . (مصنف ابن ابی شیبة ،۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأة فتطلب النفقة قبل ان یدخل بھا من اهل لها ذلک ؟ ج رابع ،ص ۱۷۶،نمبر ۱۹۰۲۲ / مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیه ، ج سابع ص ،۷۱،نمبر ۱۲۴۰۱) اور چونکہ حبس عورت کی جانب سے ہے اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔اور اگر شوہر کے یہاں قیام کرنا شروع کر دیا تو اس کو نفقہ ملے گا۔

۲؎ والتبوية أن يخلي بينها وبينه في منزله ولا يستخدمها ۳؎ ولو استخدمها بعد التبوية سقطت النفقة لأنه فات الاحتباس والتبوية غير لازمة على ما مر في النكاح ۴؎ ولو خدمته الجارية أحيانا من غير أن يستخدمها لا يسقط النفقة لأنه لم يستخدمها ليكون استردادا ۵؎ والمدبرة وأم الولد في هذا كالأمة.

لغت : بواً : ٹھہرانا،شوہر کے یہاں قیام کروانا۔

ترجمہ: ۲؎ رات بسانے سے مراد یہ ہے کہ آقا باندی کوشوہر کے ساتھ اس کے گھر میں تنہا چھوڑ دے اور باندی سے اپنی خدمت نہ لے۔

تشریح: تبویہ،گھر میں بسانے کا مطلب یہ ہے کہ باندی کوشوہر کے گھر رہنے کے لئے چھوڑ دے اوراس سے خدمت نہ لے۔

ترجمہ : ۳؎ گھر بسانے کے بعد آقا نے خدمت لے لی تو نفقہ ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ احتباس فوت ہو گیا،اور گھر بسانا آقا پر لازم نہیں ہے جیسا کہ کتاب النکاح میں گزرا۔

تشریح : آقا نے گھر بسایا تھا بعد میں باندی سے خدمت لینے لگا تو تو گھر بسانا ختم ہو گیا اس لئے نفقے کا مستحق نہیں رہے گا،اور یہ بات کتاب النکاح میں گزر چکی ہے کہ آقا پر گھر بسانا لازم نہیں ہے۔

ترجمہ : ۴؎ اگر باندی نے کبھی کبھی آقا کی خدمت کر لی آقا کی خدمت لئے بغیر تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ آقا نے اس کو واپس لینے کے طور پر خدمت نہیں لی۔

تشریح: آقا جس طرح اپنے یہاں رکھ کر خدمت لیا کرتا تھا اس طرح خدمت نہیں لی بلکہ کبھی کبھار خود ہی باندی نے آقا کی خدمت کر لی تو اس سے اس کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا ،کیونکہ آقا نے خدمت نہیں لی ہے بلکہ خود باندی نے کبھی کبھار خدمت کی ہے جس سے گھر بسانے میں کوئی فرق نہیں آتا ہے اس لئے نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ مدبرہ اورام ولد باندی اس حکم میں باندی کی طرح ہیں۔

تشریح : جتنے احکام خالص باندی کے گزرے وہ سب مدبرہ باندی اورام ولد باندی کے لئے بھی ہیں۔اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔کیونکہ آزاد ہونے سے پہلے یہ بھی باندی ہی ہیں۔

﴿ فصل ﴾

(۲۱۷۲) وعلی الزوج أن يسكنها في دار مفردة ليس فيها أحدٌ من أهله اِلاان تختار ذلک﴾

ل لأن السكنى من كفايتها فتجب لها كالنفقة وقد أوجبه اللّٰه تعالى مقرونا بالنفقة

﴿فصل کس طرح کا گھر ہو﴾

ضروری نوٹ : بیوی کے لئے ایک ایسے کمرے کا انتظام کرنا ضروری ہے جس میں میاں بیوی لیٹ سکے اور کوئی دوسرا آدمی اس کا ستر نہ دیکھے۔اس کے لئے یہ آیت ہے(۱) لاتخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة. (آیت ۱،سورۃ الطلاق ۶۵)(۲) اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن۔(آیت ۷،سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ جہاں رہو وہیں بیوی کو رکھو۔

ترجمہ :(۲۱۷۲) شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو علیحدہ مکان میں رکھے جس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو،مگر یہ کہ عورت ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو۔

تشریح: شوہر پر ایسا گھر لازم ہے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو اور علیحدہ گھر ہو۔البتہ عورت شوہر کے رشتہ دار کے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو اس کی مرضی ہے، کیونکہ اس نے اپنا حق خود ساقط کر دیا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن ۔(آیت ۷، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ جہاں رہو وہیں بیوی کو رکھو۔(۲) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔لاتخرجوهن من بيوتهن ۔(آیت ۱،سورۃ الطلاق ۶۵) بیوت کا مطلب ایسا گھر ہے جس میں آدمی رہ سکے۔اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ ایسے گھر میں رکھے جو علیحدہ ہو تا کہ عورت اپنا سامان وغیرہ حفاظت سے رکھ سکے (۳) حضورؐ نے اپنے ازواج مطہرات کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں رکھا تھا۔جس سے معلوم ہوا کہ علیحدہ کمروں میں رکھے۔اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة انها قالت صلى رسول الله ﷺ العصر و الشمس فى حجرتها لم يظهر الفيء من حجرتها۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی تعجیل العصر،ص ۴۵،نمبر ۱۵۹) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کی بیویوں کے لئے الگ الگ کمرہ تھا۔(۴) اگر علیحدہ کمرہ نہ ہو تو جماع وغیرہ میں مشکلات کا سامنا ہوگا،اس لئے علیحدہ کمرہ ضروری ہے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ سکنی نفقے کی کفایت میں سے ہے اس لئے نفقے کی طرح سکنی بھی واجب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالی نے نفقے کے ساتھ ہی اس کو واجب کیا ہے۔

تشریح: شوہر پر ایسا نفقہ واجب ہے جو عورت کی زندگی کے لئے کافی ہو جائے،اور سکنی کفایت میں سے ہے اس لئے وہ بھی

۲؎ وإذا وجب حقا لها ليس له أن يشرك غيرها فيه لأنها تتضرر به فانها لا تأمن على متاعها ويمنعها عن المعاشرة مع زوجها ومن الاستمتاع الا أن تختار لأنها رضيت بانتقاص حقها (۲۱۷۳) وان كان لـه ولد من غيرها فليس له أن يسكنه معها ﴾ ۱؎ لما بينا ۲؎ ولو أسكنها في بيت من الدار مفردٍ وله غلق كفاها لأن المقصود قد حصل

واجب ہوگا، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی قرأت میں نفقہ کے ساتھ سکنی کا بھی ذکر ہے اس لئے سکنی بھی واجب ہوگا۔عبداللہ ابن مسعود کی قرأت یہ ہے۔اسكنوهن من حيث سكنتم و انفقوا عليهن من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن۔(آیت ۷،سورۃ الطلاق ۶۵)اس آیت میں سکنتم کے ساتھ انفقوا ہے،نفقہ بھی دو اور سکنی بھی دو۔

ترجمه : ۲؎ اور جب ایک کمرہ عورت کا واجبی حق ہے،تو شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ دوسرے کو اس میں شریک کرے اس لئے کہ اس سے عورت کو ضرر ہوگا، کہ اس کا سامان محفوظ نہیں رہے گا،اور شوہر کے ساتھ کھلنے ملنے سے روکے گا،اور جماع سے روکے گا ،مگر یہ کہ عورت ساتھ رہنے کو پسند کرلے اس لئے کہ اپنا حق کم کرنے پر راضی ہوگئی۔

تشریح : اوپر کی دلیل سے پتہ چلا ایک کمرہ عورت کا حق واجبی ہے تو اس میں شوہر غیر کو شریک نہیں کرسکتا،اس لئے کہ اس شرکت سے عورت کو نقصان ہوگا، کہ ہر وقت اپنے مال واسباب کی چوری ہونے کا خطرہ رہے گا،اور شوہر کے ساتھ گھل مل کر بھی نہیں رہ سکے گی،اور جماع میں بھی مشکلات کا سامنا ہوگا اس لئے رشتہ دار سے علیحدہ کمرہ چاہئے۔ہاں عورت خود شوہر کے رشتہ دار کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنے پر راضی ہوجائے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ اس نے خود اپنا حق ساقط کردیا۔

لغت: تتضرر:نقصان اٹھائے گی۔لا تامن:امن نہیں رہے گا، یعنی ہر وقت سامان ضائع ہونے کا خوف رہے گا۔انتقاص حقھا: اپنے حق کے کم کرنے پر۔

ترجمه: (۲۱۷۳) اگر شوہر کا بچہ ہو اس بیوی کے علاوہ سے تو شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس بیوی کے ساتھ ٹھہرائے۔

ترجمه: ۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : دوسری بیوی سے شوہر کا بچہ ہو تو وہ اس بیوی کا رشتہ دار نہیں ہوا بلکہ شوہر کا رشتہ دار ہوا،اس لئے عورت کو استمتاع میں نقصان ہوگا اور سامان کا بھی خوف ہوگا اس لئے شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر اس بیوی کی رضامندی کے اس کو اس کمرے میں رکھے۔

ترجمه: ۲؎ اگر عورت کو بڑے گھر کے ایک الگ کمرے میں رکھا جسکو بند کرنے کا دروازہ موجود ہے تو کافی ہے اس لئے کہ اس کے لئے مقصود حاصل ہوگیا۔

(۲۱۷۴) وله أن يمنع والديها وولدها من غيره وأهلها من الدخول عليها ﴾ ۱ لأن المنزل ملكه فله حق المنع من دخول ملكه (۲۱۷۵) ولا يمنعهم من النظر اليها وكلامها في أي وقت اختاروا ﴾ ۱ لما فيه من قطيعة الرحم وليس له في ذلک ضرر

تشــــريح : بڑا گھر تھا جس میں کئی کمرے تھے ان میں سے ایک کمرے میں عورت کو ٹھہرنے کے لئے دیا جس میں بند کرنے کا دروازہ موجود تھا تو کافی ہے، کیونکہ اس کا مقصد ہے سامان رکھنا اور اور گھل مل کر رہنا اور بند کمرے میں یہ کر سکتی ہے اس لئے سکنی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تــرجــمــه : (۲۱۷۴) شوہر کو حق ہے کہ روکے اس کے والدین کو، دوسرے شوہر کی اولاد اور بیوی کے اعزاء کو اس کے پاس آنے سے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ یہ گھر شوہر کی ملکیت ہے اس لئے اسکو اپنی ملکیت میں داخل ہونے سے روکے۔

تشريح : شوہر کو حق ہے کہ بیوی کے والدین، یا دوسرے شوہر سے بیوی کی اولاد اور بیوی کے رشتہ دار کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روکے۔

وجه : کیونکہ گھر شوہر کا ہے بیوی کا نہیں ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو۔

ترجمه: (۲۱۷۵) اور نہ روکے ان کو بیوی کی طرف دیکھنے سے اور ان کے ساتھ بات کرنے سے جب چاہیں۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ اس میں قطع رحمی ہے، اور شوہر کو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

تشــريح : بیوی کے رشتہ دار بیوی سے بات کرنا چاہے تو شوہر اس کو روک نہیں سکتا۔ ہاں شوہر کے خلاف کوئی سازش کر رہی ہو تو روک سکتا ہے۔

وجه : (۱) رشتہ داروں سے بات کرنے میں شوہر کا کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے لئے گھر میں داخل ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے رشتہ داروں سے بات کرنے سے نہیں روک سکتا (۲) بات کرنے سے روکنے سے قطع رحمی ہے جس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے اس لئے بات کرنے سے نہیں روک سکتا۔ (۳) اس آیت میں ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہئے۔ **لا تعبدون الا الله و بالوالدين احسانا** ۔ (آیت ۸۳، سورۃ البقرۃ ۲) (۴) اس آیت میں ہے کہ والدین کے ساتھ نرمی سے بات کرنی چاہئے۔ **وقضى ربک الا تعبدوا الا اياه و بالوالدين احسانا اما يبلغن عند الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف و لا تنهرهما و قل لهما قولا كريما o و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما**

۲؎ وقيل لا يمنع من الدخول والكلام وانما يمنعهم من القرار لأن الفتنة في ا للباث وتطويل الكلام ۳؎ وقيل لا يمنعها من الخروج الى الوالدين ولا يمنعهما من الدخول عليها في كل جمعة وفي غيرهما من المحارم التقدير بسنة وهو الصحيح(۲۱۷۶) وإذا غاب الرجل وله مال في يد رجل يعترف به وبالزوجية فرض القاضي في ذلك المال نفقة زوجة الغائب وولده الصغار ووالديه وكذا إذا علم القاضي ذلك ولم يعترف به﴾

كما ربياني صغيرا ۔(آیت۲۳،۲۴،سورۃ الاسراء۱۷)

ترجمہ : ۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ والدین کو داخل ہونے اور کلام کرنے سے نہیں روک سکتا، البتہ انکو ٹھہرنے سے روک سکتا ہے، اس لئے کہ ٹھہرنے اور دیر تک باتیں کرنے میں فتنہ ہوتا ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ والدین گھر میں آجائیں اور تھوڑی دیر تک بات کرلیں تو اس سے نہیں روک سکتا، کیونکہ اس کے روکنے میں قطع رحمی ہوگی، البتہ والدین رات میں ٹھہرے، یا دیر دیر تک باتیں کرے اس سے روک سکتا ہے کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔۔لبث :ٹھہرنا، قیام کرنا۔

ترجمہ : ۳؎ مشائخ نے فرمایا کہ بیوی کو والدین کی طرف جانے سے نہیں روک سکتا، اور نہ ان دونوں کو ہر جمعہ کو عورت (بیوی) کے پاس آنے سے روک سکتا ہے، اور ان دونوں کے علاوہ ذی رحم محرم کا اندازہ ایک سال کا ہے، اور یہی صحیح ہے۔

تشریح: مشائخ فرماتے ہیں کہ عورت ہر ہفتے میں ایک بار والدین کے پاس جائے، یا والدین ہر ہفتے میں ایک بار لڑکی کے پاس آئے اور ملاقات کرے تو شوہر اس کو نہیں روک سکتا، کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔اور والدین کے علاوہ جو رشتہ دار ہیں انکے پاس سال بھر میں ایک بار جانے سے اور ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا، یا سال بھر میں ایک بار وہ شوہر کے گھر آئیں اور ملاقات کریں تو اس سے نہیں روک سکتا، کیونکہ سال بھر کا عرصہ لمبا ہے اس سے زیادہ مدت گزرے گی تو قطع رحمی کا شائبہ ہوگا اس لئے اس سے نہیں روک سکتا۔

ترجمہ: (۲۱۷۶) اگر آدمی غائب ہو جائے اور اس کا مال کسی آدمی کے پاس ہو جو اس کا اقرار کرتا ہو اور بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہو تو قاضی مقرر کرے اس کے مال میں غائب کی بیوی کا نفقہ اور اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ اور اس کے والدین کا نفقہ۔ایسے ہی اگر قاضی کو نفقہ ہونے کا علم ہو اور وہ آدمی اعتراف نہ کرتا ہو [تب بھی نفقہ لازم ہوگا]

تشریح : آدمی غائب ہو لیکن کسی کے پاس اس کا مال ہو، وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہو کہ میرے پاس فلاں کا مال ہے اور یہ بھی اعتراف کرتا ہو کہ یہ فلاں غائب کی بیوی ہے۔اب اس اعتراف کے بعد شہادت کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی

ل لأنه لما أقر بالزوجية والوديعة فقد أقران حقَّ الأخذ لها لأن لها أن تأخذ من مال الزوج حقها من غير رضاه

کہ میں اس کی بیوی ہوں۔اس لئے قاضی غائب کے مال میں بیوی کا نفقہ،اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ اور والدین کا نفقہ مقرر کرے گا اور ان کو دلوائے گا۔اسی طرح قاضی کو یہ معلوم ہے کہ یہ اس کی بیوی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ شوہر کا مال فلاں کے پاس امانت کے طور پر موجود ہے تو بیوی اور اولاد اور والدین کو بچانے کے لئے قاضی کو یہ حق ہے کہ بغیر امین کے اعتراف کے بھی ان لوگوں کے نفقے کا فیصلہ کردے۔

وجہ : (۱) بیوی بچوں کا معاملہ ایسا ہے کہ نفقہ دے کر بچانا ہے اس لئے بہت سی ایسی صورتیں جن میں قاضی غائب پر فیصلہ نہیں کر سکتا بیوی کے نفقے کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔(۲) اثر میں ہے۔عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائهم فامرهم ان یأخذوهم بان ینفقوا او یطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقة ما حبسوا . (سنن بیہقی، باب الرجل لا یجد نفقة امراته، ج سابع ،ص ۷۷۳،نمبر ۱۵۷۰۶رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل لا یجد ما ینفق علی امرٲته ج سابع ،ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۴رمصنف ابن ابی شیبة ،۱۹۸ من قال علی الغائب نفقة فان بعث والاطلق ، ج رابع ،ص ۱۷۵،نمبر ۱۹۰۱۳)اس سے معلوم ہوا کہ غائب آدمی کے مال میں بیوی کا نفقہ ہے۔(۳)اور قرض لے اس کے لئے یہ اثر ہے۔عن ابراهیم قال اذا ادانت فهو علیه وما اکلت من مالها فلیس علیه (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امرٲته فلا ینفق علیها، ج سابع ،ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاضی غائب کے مال میں نفقے کا فیصلہ کرے گا۔(۴)اور شوہر مناسب نفقہ ادا نہ کرتا ہو تو عورت کو اپنا اور اپنی اولاد کا مناسب نفقہ لے لینے کا حق ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشة ان هند بنت عتبة قالت یا رسول الله ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وهو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف . (بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل للمرٲۃ ان تأ خذ بغیر علمه ما یکفیها وولدها بالمعروف ،ص ۸۰۸، نمبر ۵۳۶۴رمسلم شریف، باب قضیة هند،ص ۷۶۰، نمبر ۱۷۱۴ر۴۴۷۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے پاس مال ہو اور وہ مناسب نفقہ نہ دیتا ہو تو عورت اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مناسب نفقہ شوہر کے مال سے نکال سکتی ہے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ جب امین نے بیوی ہونے کا اقرار کیا اور امانت رکھنے کا اقرار کیا تو عورت کے لئے لینے کا بھی اقرار کیا،اس لئے کہ بغیر رضا مندی کے بھی عورت کو شوہر کے مال میں سے لینے کا حق ہے۔

تشریح :غائب شوہر کے اوپر نفقے کے فیصلے کرنے کے لئے یہ دلیل عقلی ہے۔یہاں دو اصول ہیں [۱] ایک اصول تو یہ ہے کہ غائب پر کسی چیز کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مدعی علیہ انکار کرے یا اسکی کوئی بات سامنے آئے تب فیصلہ کیا جا سکتا ہے،اور یہاں شوہر

۲؎ واقرار صاحب اليد قبول في حق نفسه ۳؎ لا سيماههنا فانه لو أنكر أحد الأمرين لا تقبل بينة المرأة فيه لأن المودع ليس بخصم في اثبات الزوجية عليه ولا المرأة خصم في إثبات حقوق الغائب فإذا ثبت في حقه تعدى الى الغائب

غائب ہےاس کے باوجوداس کے خلاف نفقے کا فیصلہ کیسے کیا جارہا ہے،اس کی دلیل عقلی ہے۔[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ دوسرے کا مال بغیراس کی رضامندی کے نہیں لے سکتا،لیکن عورت اپنا مناسب نفقہ شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی لے سکتی ہے،اس کے لئے اوپر حضرت ہندہؓ کی حدیث گزر گئی ہے کہ انکے شوہر حضرت ابوسفیانؓ نے نفقہ نہیں دیا تو حضور نے چپکے سے اپنا مناسب نفقہ لے لینے کی اجازت دی۔اس لئے یہاں شوہر غائب ہےاس کے باوجود مناسب نفقہ کے لئے فیصلہ کرواسکتی ہے۔کیونکہ اس میں غائب پر شفقت ہے کہ اسکی بیوی اور بچے ضائع ہونے سے بچ جائیں گے۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔جس کے پاس شوہر نے امانت رکھا تھا اس نے جب اقرار کیا کہ میرے پاس اس کے شوہر کی امانت ہے،اور یہ بھی اقرار کیا کہ یہ اس کی بیوی ہے،تو گویا کہ اس نے اقرار کرلیا کہ اس کو اس میں سے اپنا نفقہ لینے کا حق ہے،کیونکہ اگر شوہر موجود ہوتا اور اس کے پاس مال ہوتا تو بغیر اس کی رضامندی کے بھی اپنا مناسب نفقہ لے سکتی تھی،پس جب وہ موجود نہیں ہے لیکن اس کا مال موجود ہے،اور بیوی ہونے کا بھی اقرار ہے تو اس کو اپنا نفقہ لینے کا حق ہوگا۔۔یہ حقیقت میں غائب پر فیصلہ نہیں ہے بلکہ امین کے اقرار کی وجہ سے شوہر کا مال ثابت ہو گیا،اور اوپر کی حدیث میں گزرا کہ شوہر کا مال موجود ہو تو عورت کو اس کی رضامندی کے بغیر بھی مناسب نفقہ لینے کا حق ہے،اس لئے مال ثابت ہوتے ہی وہ اپنا نفقہ متعین کروائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ قبضے والے کا اقرار اپنے حق میں قابل قبول ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے،اشکال یہ ہے کہ مال امین کا نہیں ہے بلکہ شوہر کا ہے،تو غیر کے لئے اس کا اقرار کرنا کیسے درست ہوگا،کیونکہ اس اقرار سے شوہر کو نقصان ہوگا؟ تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ یہ اقرار پہلے خود امین کے حق میں ہے،کہ اس کو اپنے پاس سے مال نکالنا پڑ رہا ہے،اور اس سے متعدی ہو کر غائب شوہر کی طرف جاتا ہے،اور آدمی اپنے حق میں اقرار کرے تو جائز ہے،اس لئے یہ اقرار جائز ہوا،اور یہ متعدی ہو کر غائب کی طرف جانا بھی جائز ہوا۔

ترجمہ: ۳؎ خاص طور سے یہاں اس لئے کہ اگر امین نے دو معاملوں میں سے ایک کا انکار کیا تو عورت کا بینہ اس کے بارے میں قبول نہیں کیا جائے گا،اس لئے کہ بیوی ثابت کرنے میں امین مدعی علیہ نہیں ہے،اور غائب کے حقوق ثابت کرنے میں عورت مدعی نہیں ہے،پس جب امین کے حق میں ثابت ہوا تو یہ غائب کی طرف متعدی ہوگا۔

تشریح: یہاں عبارت میں بہت پیچیدگی ہے۔اس عبارت میں بتانا چاہتے ہیں کہ امین مدعی علیہ ہو تب اس کا اقرار کرنا شوہر کے

۴ وكذا إذا كان المال في يده مضاربة وكذا الجواب في الدين

۵ وهذا كله إذا كان المال من جنس حقها دراهم أو دنانير أو طعاما أو كسوة من جنس حقها أما إذا

حق میں نقصان دہ ہے، اوراس کا اقرار صحیح نہیں ہے۔لیکن وہ مدعی علیہ بن ہی نہیں سکتا اس لئے اس کا اقرار درست ہے۔۔اوراقرار کے بعد اس کا حکم شوہر کی طرف منتقل ہوگا۔ امین مدعی علیہ دو امر سے بن سکتا ہے۔[۱] عورت امین پر اپنی زوجیت ثابت کرے، اوراس کو مدعی علیہ بنائے۔لیکن یہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ امین کو اس کی زوجیت سے کوئی مطلب نہیں ہے اس لئے وہ مدعی علیہ نہیں بن سکتا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی غائب شوہر پر اپنا حق ثابت کرے، اوراس کو مدعی علیہ بنائے۔لیکن یہ بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ شوہر غائب ہے اس لئے نہ وہ مدعی علیہ بنے گا اور نہ اس کے خلاف فیصلہ ہو سکے گا، جب دونوں نہیں ہو سکا تو امین شوہر سے بالکل الگ تھلگ ہو گیا، اس لئے اس کا اقرار اپنے حق میں ہوگا، شوہر کے حق میں نہیں ہوگا، اور وہاں سے منتقل ہو کر شوہر کی طرف جائے گا۔

لغت: احدالامرین: سے دو امر مراد ہیں، اور پہلے امر کی تفصیل ,لان المودع لیس بخصم، سے ہے، اور دوسرے امر کی تفصیل ,ولا المرأۃ خصم، سے ہے۔قابض: جس کے ہاتھ میں غائب شوہر کا مال ہے اس کو قابض کہتے ہیں۔الخصم: مخالف پارٹی، کبھی اس کا اطلاق مدعی پر ہوتا ہے اور کبھی مدعی علیہ پر ہوتا ہے۔یہاں ,المودع لیس بخصم، میں خصم سے مدعی علیہ مراد ہے، اور لا المرأۃ خصم میں خصم سے عورت مدعی مراد ہے۔

ترجمہ: ۴ ایسے ہی اگر قابض کے ہاتھ میں مال مضاربت کا ہو، اور ایسے ہی جواب ہے دین میں۔

تشریح: اگر قابض کے ہاتھ میں مضاربت کا مال ہو اور وہ دو باتوں کا اقرار کرے، ایک تو یہ کہ مضاربت کا مال میرے پاس ہے ، اور دوسرا یہ کہ یہ اس کی بیوی ہے تو قاضی اس کے لئے نفقہ متعین کر دے گا، کیونکہ یہ بھی اس کے ہاتھ امانت کا مال ہے۔اسی طرح قابض کے ہاتھ میں قرض ہو اور اس بات کا اقرار کرے کہ فلاں کا قرض میرے پاس ہے، اور اس بات کا بھی اقرار کرے یہ اس کی بیوی ہے تو اس کے لئے نفقہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔

وجہ: (۱) اوپر کے دونوں باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ یہ فلاں [مثلا حامد] کا مال ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اس لئے حقیقت میں بیوی کو بغیر قاضی کے فیصلے کے بھی اپنا مناسب نفقہ لے لینے کا حق ہے اس لئے وہ قاضی سے اپنا نفقہ متعین کروالے گی۔(۲) یہ اپنا حق وصول کرنا ہے، قضا علی الغائب نہیں ہے۔

لغت: مضاربۃ: ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرے آدمی کی محنت ہو اس سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہو اس کو مال مضاربت کہتے ہیں۔دین: مثلا حامد کا زید پر قرض ہو تو اس کو دین اور قرض کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۵ یہ کل تفصیل اس وقت ہے کہ مال عورت کے حق کی جنس سے ہو یعنی درہم ہو یا دینار ہو یا کھانا ہو یا کپڑا ہو، بہر حال

كان من خلاف جنسه لا تفرض النفقة فيه لأنه يحتاج الى البيع ولا يباع مال الغائب بالإتفاق ٦ أما عند أبي حنيفةؒ فلأنه لا يباع على الحاضر وكذا على الغائب وأما عندهما فلانه ان كان يقضي على الحاضر لأنه يعرف امتناعه لا يقضي على الغائب لأنه لا يعرف امتناعه

اگر خلاف جنس ہوتو نفقہ اس میں فرض نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ بیچنے کی ضرورت پڑے گی، اور غائب کا مال بالاتفاق نہیں بیچا جا سکتا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عورت کا نفقہ جس چیز میں ہے وہی چیز موجود ہے تو نفقہ کے لئے اس کو اٹھالے گی، لیکن اگر اس کو بیچنے کی ضرورت پڑی اس کے بعد نفقہ وصول کر سکتی ہے تو بیچنے کا فیصلہ نہیں کرواسکتی، کیونکہ یہ قضا علی الغائب ہو جائے گا۔ مثلا قابض کے پاس غائب شوہر کا درہم ہے، یا دینار ہے تو اس کو لے گی اور ضروریات میں صرف کرلے گی، اس کو بیچنے کی ضرورت نہیں ہے براہ راست ضروریات میں خرچ ہوسکتا ہے۔ یا قابض کے پاس کھانا ہو تو اس کو لیکر کھالے گی، یا کپڑا ہو تو اس کو لیکر پہن لے گی، اس کو بیچنے کی ضرورت نہیں ہے یہ اس کے نفقے کے جنس میں سے ہیں اس لئے ان میں نفقہ لے لے گی، لیکن نفقے کے جنس کے علاوہ میں سے کوئی چیز ہو، مثلا لوہا ہے جس کو بیچ کر نفقہ وصول کر سکتی ہے تو اس میں سے اپنا نفقہ نہیں لے سکتی ہے، کیونکہ اس کو بیچنے کی ضرورت پڑے گی، اور غائب شوہر پر بیچنے کا فیصلہ کرنا پڑے گا جو جائز نہیں ہے۔ اس لئے لوہے سے نفقہ بھی نہیں لے سکتی۔

ترجمہ: ٦ بہر حال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو اس لئے کہ حاضر پر بیچا نہیں جا سکتا تو غائب پر بھی بیچا نہیں جا سکتا۔ اور بہر حال صاحبینؒ کے نزدیک تو اس لئے کہ حاضر پر بیچنے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ حاضر کا انکار کرنا قاضی کو معلوم ہو جاتا ہے، لیکن غائب پر یہ حکم نہیں کرے گا کیونکہ اس کا انکار کرنا معلوم نہیں ہوا۔

تشریح : یہ مسئلہ بھی اصول پر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ عاقل بالغ آدمی کو قاضی بیچنے اور خریدنے سے نہیں روک سکتا، [جسکو کہتے ہیں کہ حجر نہیں کر سکتا] اس لئے اگر وہ کسی کا حق نہیں دے رہا ہے تو قاضی اس آدمی ہی کے ذریعہ سے چیز بیچوائے گا، اور حق والے کا حق ادا کرے گا، خود قاضی بیچے اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا، اور غائب آدمی تو ابھی موجود نہیں ہے اس لئے وہ حق دینے میں انکار کرے گا یا اقرار کرے گا اس کا علم نہیں ہے اس لئے اس کے سامان کو بھی قاضی بیچوا نہیں سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ نہ حاضر کے سامان بیچنے کا فیصلہ دے سکتا ہے اور نہ غائب آدمی کا۔ اور صاحبینؒ کے یہاں حاضر آدمی پر حجر کیا جا سکتا ہے، یعنی بیچنے اور خریدنے سے روکا جا سکتا ہے، اس لئے حاضر آدمی ہو اور کسی کے حق ادا کرنے کا انکار کرے تو اس کو حجر کر کے قاضی خود بیچنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر آدمی غائب ہو تو یہ نہیں پتہ چلے گا کہ وہ حق ادا کرنا چاہتا ہے یا نہیں اس لئے اس کے مال کے بارے میں بیچنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ حاضر کے مال بیچنے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، غائب کے مال بیچنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور یہاں شوہر غائب ہے اس

(۲۱۷۷) قال ويأخذ منها كفيلا بها نظرا للغائب ﴾ ۱؎ لأنها ربما استوفت النفقة أو طلقها الزوج وانقضت عدتها ۲؎ فرق بين هذا وبين الميراث إذا قسم بين ورثة حضور بالبينة ولم يقولوا لا نعلم له وارثا أخر حيث لا يؤخذ منهم الكفيل عند أبي حنيفةؒ لأن هناك المكفول له مجهول وههنا معلوم وهو الزوج

لئے بالاتفاق اس کے مال بیچنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ اس کو بیچ کر بیوی کا نفقہ دیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۱۷۷) اور قاضی عورت سے کفیل لے، غائب کے فائدے کے لئے۔

تشریح: قاضی غائب شوہر کے مال سے نفقہ لینے کا حکم دے لیکن مال زیادہ خرچ نہ کردے اور خورد برد نہ کردے اس کے لئے ایک کفیل متعین کرے جو اس پر نگرانی کرتا رہے تاکہ دونوں کے لئے اطمینان بخش ہو۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ كان ابن ابى ليلى يرسل اليها نساء فينظرن اليها (اى الى الحبل) فان عرفن ذلك وصدقنها اعطاها النفقة واخذ منها كفيلا ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الکفیل فی نفقۃ المرأۃ، ج سابع ص ۱۶، نمبر ۱۲۰۷۳) اس اثر میں ہے کہ نفقہ کا کفیل لے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ عورت نے نفقہ لے لیا ہو، یا شوہر نے طلاق دی ہو اور عدت بھی گزر گئی ہو۔

تشریح: عورت سے نفقہ لینے پر کفیل لینے کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سفر میں جاتے وقت عورت کو پیشگی نفقہ دے دیا ہو۔ یا شوہر نے طلاق دے دی ہو اور اس کی عدت بھی گزر چکی ہو اس لئے وہ نفقے کا حقدار ہی نہیں ہے، اور یہ غلط طریقے پر نفقہ لے رہی ہے، اس لئے اب کفیل کی ذمہ داری ہے کہ اگر غلط نفقہ لیا ہے تو کفیل اس کو واپس دے۔ اس لئے اس پر کفیل لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے درمیان اور میراث کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ گواہوں کے ذریعہ موجود ورثہ کے درمیان وراثت تقسیم کی جا رہی ہو، اور وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم کو دوسرے وارث کا پتہ نہیں ہے، اس طرح کہ ان سے کفیل نہیں لیا جاتا، اس لئے کہ میراث میں مکفول لہ مجہول ہے اور نفقہ میں معلوم ہے، اور وہ شوہر ہے۔

تشریح: ورثہ کے گواہوں کے ذریعہ حاضر ورثہ کے درمیان قاضی میراث تقسیم کر رہا ہو، اور ورثہ قسم کھا کے یہ نہیں کہتے ہوں کہ مزید وارث نہیں ہے، تو ورثہ نکل جائے اس کے لئے قاضی کفیل نہیں لے گا بلکہ موجود ورثہ کے درمیان میراث تقسیم کر دیں گے، اور یہاں عورت کا نفقہ دلواتے وقت عورت سے کفیل لیا جائے گا کہ غلط نفقہ لیا تو وہ واپس کرے، تو ان دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ مزید دوسرا وارث کون نکلے گا یہ متعین نہیں ہے، اور نہ یہ متعین ہے کہ نکلے گا بھی یا نہیں، اس لئے اس کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری نہیں ہے اور نفقہ کی شکل میں شوہر معلوم ہے اور یہ مال بھی شوہر کا ہی ہے، اس لئے اس کے لئے کفیل متعین کیا تاکہ غلط ہونے کی شکل میں مال اس

۳؎ ويحلفها بالله ما أعطاها النفقة نظرا للغائب (۲۱۷۸) قال ولا يقضي بنفقة في مال غائب إلا لهؤلآء ﴾

کو واپس دلوایا جا سکے۔

اصول: مکفول لہ معلوم ہو تو کفیل لیا جائے گا، اور مجہول ہو تو کفیل نہیں لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ غائب شوہر کے فائدے کے لئے عورت سے قسم لے کہ اس عورت کو نفقہ دے کر نہیں گیا ہے۔

تشریح: یہ دوسری شرط ہے کہ۔ غائب شوہر کے مال میں نفقہ متعین کرنے سے پہلے قاضی عورت سے قسم لے کہ شوہر نے اس کو نفقہ نہیں دیا ہے، تا کہ یہ نہ ہو کہ دھوکا دیکر نفقہ لے لے، اور عورت اس پر قسم کھا لے تو عورت سے کفیل بھی لے کہ اگر شوہر کا مال نکلا تو کفیل واپس کروانے کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: (۲۱۷۸) اور نہ فیصلہ کرے غائب کے مال میں نفقہ کا مگر ان لوگوں کے لئے۔

تشریح: جو آدمی غائب ہو اس کے مال میں بیوی، چھوٹی اولاد اور والدین کے نفقے کا فیصلہ کرے۔ اس کے علاوہ کے نفقے کا فیصلہ نہ کرے۔

وجہ: (۱) ان لوگوں کا نفقہ فیصلے کے پہلے ہی شریعت کی بنیاد پر واجب ہے فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ فیصلہ کرنے سے تائید ہو جائے گی تو فیصلہ کرنا تائید کے طور پر ہے فیصلے کے طور پر نہیں اس لئے ان لوگوں کے نفقے کا فیصلہ کر سکتا ہے (۲) اس کی ایک اور وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی غائب ہو اس پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے غائب آدمی کے مال میں بیوی، چھوٹی اولاد اور والدین کے علاوہ کے نفقے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ غائب پر فیصلہ نہ کرنے کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علی قال بعثنی رسول الله الی الیمن قاضیا ... فاذا جلس بین یدیک الخصمان فلا تقضین حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الاول فانه احری ان یتبین لک القضاء۔ (ابوداؤد شریف، باب کیف القضاء، ص ۱۴۸، نمبر ۳۵۸۲ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامهما، ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی بات سنے تب فیصلہ کرے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ مدعی علیہ حاضر ہو۔ اس لئے غائب پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے (۳) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن الزبیر قال قضی رسول الله ﷺ ان الخصمین یقعدان بین یدی الحکم۔ (ابوداؤد شریف، باب کیف یجلس الخصمان بین یدی القاضی، ص ۱۴۹، نمبر ۳۵۸۸) اس حدیث میں ہے کہ دونوں قاضی کے سامنے بیٹھے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دونوں حاضر ہوں۔ اس لئے قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

ل ووجه الفرق هو أن نفقة هؤلآء واجبة قبل قضاء القاضي ولهذا كان لهم أن يأخذوا قبل القضاء فكأن قضاء القاضي اعانة لهم أما غيرهم من المحارم فنفقتهم انما تجب بالقضاء لأنه مجتهد فيه والقضاء على الغائب لا يجوز ٢ ولو لم يعلم القاضي بذلك ولم يكن مقرا به فأقامت البينة على الزوجية أولم يخلف مالا فأقامت البينة ليفرض القاضي نفقتها على الغائب ويأمرها بالاستدانة لا يقضي القاضي بذلك لأن في ذلك قضاء على الغائب

ترجمه : ل فرق کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا [بیوی، نابالغ اولاد، والدین] نفقہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی واجب ہے اسی لئے ان لوگوں کو حق ہے کہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی نفقہ لے لیں اور قاضی کا فیصلہ ان لوگوں کی مدد کے طور پر ہے، بہر حال انکے علاوہ ذی رحم کا نفقہ تو قاضی کے فیصلے سے ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ مجتہد فیہ ہے، اور غائب پر فیصلہ جائز نہیں [اس لئے باقی ذی رحموں کے نفقے کا فیصلہ غائب پر نہیں کیا جائے گا]

تشریح : [۱] بیوی، [۲] چھوٹی اولاد، [۳] بڑی اولاد اپاہج ہو، [۴] یا بیٹی ہو، [۵] اور والدین کے نفقے کے لئے غائب پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اور ان کے علاوہ ذی رحم، مثلا [۱] بھائی، [۲] چچا، اور دوسرے قرابت داروں کے نفقے کے لئے غائب پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ غائب پر بیوی وغیرہ کا نفقہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی واجب ہے اور موقع ملے تو ان کو مناسب نفقہ لے لینے کا حق ہے، لیکن قابض شوہر کا مال دے گا نہیں اس لئے قاضی کا فیصلہ انکے لئے معین ہو گیا کہ ان کے حکم سے قابض دے دے گا۔ چنانچہ غائب پر قاضی کا یہ فیصلہ مستقل فیصلہ نہیں ہے بلکہ معین کے لئے ہے۔ اور دوسرے ذی رحموں کا نفقہ پہلے سے واجب نہیں ہے، کیونکہ بعض امام نے فرمایا کہ نفقہ واجب ہے اور بعض نے فرمایا کہ واجب نہیں ہے اس لئے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، اس لئے نفقے کے لئے مستقل فیصلہ کرنا پڑے گا، اور اوپر گزر چکا ہے کہ غائب پر فیصلہ جائز نہیں اس لئے ان لوگوں کے نفقے کے لئے فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه : ٢ اور اگر قاضی زوجیت کو جانتا نہ ہو اور قابض بھی زوجیت کا اقرار نہ کرتا ہو اور عورت نے زوجیت پر بینہ قائم کیا، یا شوہر نے مال نہ چھوڑا ہو اور عورت نے بینہ قائم کیا تا کہ قاضی غائب پر نفقہ فرض کرے اور عورت کو قرضہ لینے کا حکم دے، تو قاضی اس کا فیصلہ نہ کرے اس لئے کہ اس میں قضا علی الغائب ہے۔

تشریح : اوپر چار باتیں تھیں تو نفقے کا فیصلہ ہوا تھا، یہاں وہ چاروں باتیں نہ ہوں تو نفقے کا فیصلہ نہیں ہوگا، کیونکہ مستقل طور پر قضا علی الغائب ہو جاتا ہے۔ تفصیل یہ ہے۔ [۱] قابض زوجیت کا اقرار کرتا ہو۔ [۲] قابض یہ بھی اقرار کرتا ہو کہ غائب شوہر کا مال میرے پاس موجود ہے۔ [۳] یا خود قاضی زوجیت کو جانتا ہو۔ [۴] قاضی یہ جانتا ہو کہ غائب شوہر کا مال قابض کے پاس موجود ہے، تو نفقے کا

۳؎ وقال زفرؒ يقضي فيه لأن فيه نظراً لها ولا ضرر فيه على الغائب فانه لو حضر وصدقها فقد أخذت حقها وان جحد يحلف فان نكل فقد صدق وان أقامت بينة فقد ثبت حقها وان عجزت يضمن الكفيل أو المرأة وعمل القضاة اليوم على هذا أنه يقضي بالنفقة على الغائب لحاجة الناس وهو مجتهد فيه

فیصلہ کرے گا۔لیکن اگر قابض زوجیت کا اقرار نہیں کرتا، اور نہ قاضی کو زوجیت کا علم ہے کہ یہ عورت فلاں غائب کی بیوی ہے، اور عورت زوجیت پر گواہ قائم کرے تو نفقے کا کا فیصلہ نہیں کرے گا، کیونکہ زوجیت کو گواہ کے ذریعہ ثابت کرنا مستقل طور پر قضا علی الغائب ہے جو جائز نہیں ہے اس لئے نفقے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ قابض غائب کے مال کا اقرار نہیں کرتا، اور قاضی کو بھی اس کے مال کا علم نہیں ہے اب عورت گواہ قائم کر کے نفقہ متعین کروانا چاہتی ہے اور غائب شوہر پر قرض لیتے رہنے کا فیصلہ کروانا چاہتی ہے تو یہ فیصلہ نہ کرے، کیونکہ یہ مستقل طور پر قضاء علی الغائب ہے جو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ۳؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس میں نفقے کا فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں عورت کے لئے نفع ہے اور غائب پر کوئی نقصان نہیں ہے، اس لئے کہ اگر غائب واپس آیا اور عورت کی تصدیق کی تو عورت نے اپنا حق لیا، اور اگر شوہر نے انکار کیا تو قسم کھلائی جائے گی، پس اگر قسم سے انکار کیا تو گویا کہ عورت کی تصدیق کر دی، اور اگر عورت نے نفقہ نہ دینے پر بینہ قائم کیا تو عورت کا حق ثابت ہو گیا، اور اگر بینہ قائم کرنے سے عاجز ہو گئی تو کفیل نفقہ واپس کرنے کا ضامن ہوگا، یا عورت ضامن ہوگی، اور قاضیوں کا عمل اس دور میں اسی پر ہے کہ لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے غائب پر نفقے کا فیصلہ کرتے ہیں، اور مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔

تشریح :امام زفرؒ کی رائے ہے کہ اوپر کی دونوں صورتوں میں غائب پر نفقے کا فیصلہ کیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عورت کا فائدہ ہے اور شوہر کا کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ اگر شوہر آیا اور اس نے تصدیق کر دی کہ میں نے نفقہ نہیں دیا تھا تو عورت نے اپنا حق لیا، اور اگر اس نے انکار کر دیا تو کہا جائے گا کہ قسم کھا کر کہو کہ میں نے نفقہ دیا تھا، پس اگر وہ قسم کھانے سے مکر گیا تو گویا کہ عورت کی تصدیق کر دی کہ اس کا نفقہ لینا صحیح ہے، اور اگر اس نے قسم کھا کر کہا کہ نفقہ دے کر گیا تھا، تو اب عورت بینہ قائم کرے کہ نفقہ دیکر نہیں گیا رتھا، اگر اس نے اس پر بینہ قائم کر دیا تو اس کا حق ثابت ہو جائے گا اور نفقہ لینا درست ہوگا، اور اگر وہ بینہ قائم نہ کر سکی تو اس کے دئے ہوئے کفیل سے نفقہ واپس لیا جائے گا، یا خود عورت سے نفقہ واپس لیا جائے گا، بہر حال شوہر کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔اس لئے اس دور میں عورتوں کی مجبوری دیکھتے ہوئے غائب پر نفقے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے قضاء علی الغائب کر کے نفقے کے فیصلے کی گنجائش ہے۔

ؒ وفي هذه المسألة أقاويل مرجوع عنها فلم نذكرها.

﴿فصل﴾

(۲۱۷۹) وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة و السكنى في عدتها رجعيا كان أو بائنا﴾

ترجمه : ؒ اس مسئلے میں دوسرے اقوال بھی ہیں جن سے رجوع کرلیا گیا ہے اس لئے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔ تشریح واضح ہے۔

﴿فصل مطلقہ عورت کا نفقہ﴾

ترجمه: (۲۱۷۹) اگر شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو اس کے لئے نفقہ اور سکنی ہے اس کی عدت میں طلاق رجعی دی ہو یا بائنہ۔

تشریح: شوہر نے طلاق رجعی دی ہو یا بائنہ، جب تک عدت گزار رہی ہو شوہر پر نفقہ اور سکنی لازم ہے۔ چاہے حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔

وجه: (۱) آیت میں ہے کہ مطلقہ عورت کو گھر سے نہ نکالو بلکہ اس کو سکنی دو اور جب سکنی ہوگا تو نفقہ بھی ملے گا، آیت یہ ہے۔ یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة (آیت ۱، سورہ الطلاق ۶۵) (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال المطلقة ثلاثا لها السكنى والنفقة. (دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع، ص ۱۵، نمبر ۳۹۰۴) (۳) قال عمر لانترک

(۱) وقال الشافعيؒ لا نفقة للمبتوتة الا إذا كانت حاملا أما الرجعي فلأن النكاح بعده قائم لا سيما عندنا فانه يحل له الوطى وأما البائن فوجه قوله ما روي عن فاطمة بنت قيس قالت طلقني زوجي ثلاثا فلم يفرض لي رسول الله عليه السلام سكنى ولا نفقة

كتاب الله وسنة نبينا لقول امرأة لا ندرى لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة وتلا الآية قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن ، (آیت ۱، سورۃ الطلاق ۶۵) (مسلم شریف، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا، ص ۴۸۳، نمبر ۱۴۸۰/۳۷۱۰ / ابو داؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمۃ بنت قیس، ص ۳۲۰، نمبر ۲۲۹۱) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ عدت گزارنے والی عورت کے لئے نفقہ اور سکنی ہے (۴) معتدہ شوہر کے لئے عدت گزار رہی ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں اس لئے شوہر پر اس کا نفقہ لازم ہوگا ۔ (۵) اور اگر معتدہ حاملہ ہے تب تو لازمی طور پر اس کے لئے نفقہ ہے، اس آیت میں ہے ۔ وان كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن ۔ (آیت ۶، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ حمل والی عورت پر خرچ کرو ۔ (۶) مطلق رجعیہ ہے تو وہ ابھی بھی پورے طور پر بیوی ہے اس لئے اس کے لئے بالاتفاق نفقہ اور سکنی ہے ۔ حدیث یہ ہے ۔ عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال لفاطمة انما السكنى و النفقة لمن كان لزوجها عليها رجعة ۔ (دار قطنی، کتاب الطلاق، ج رابع، ص ۱۵، نمبر ۳۹۰۸) اس حدیث میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ کے لئے نفقہ اور سکنی ہے ۔

ترجمہ : (۱) امام شافعیؒ نے فرمایا کہ طلاق بائنہ والی کے لئے نفقہ نہیں ہے مگر جبکہ حاملہ ہو ۔ بہر حال طلاق رجعی تو نکاح قائم ہے ، خاص طور پر ہمارے نزدیک اس لئے کہ اس سے وطی بھی حلال ہے ۔ بہر حال بائنہ والی کا تو حضرت امام شافعیؒ کے قول کی وجہ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت ہے، کہ مجھکو میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں تو حضورؐ نے میرے لئے نہ سکنی فرض کیا اور نہ نفقہ ۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق بائنہ ہو یا تین طلاق مغلظہ ہو ان عورتوں کے لئے عدت کے زمانے میں نفقہ نہیں ہے، صرف سکنی ملے گا، اور طلاق رجعی میں عورت کا نکاح ہر اعتبار سے قائم ہے یہاں تک کہ ہمارے نزدیک بغیر رجعت کئے اس سے وطی بھی جائز ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ اور سکنی دونوں بالاتفاق واجب ہے ۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے ۔ و ان طلقها و كان يملك الرجعة فعليه نفقتها فى العدة ۔ (موسوعہ نمبر ۱۶۵۰۳) و لا ينفق عليها اذا لم يكن يملك الرجعة لانها احق بنفسها منه و لا تحل له الا بنكاح جديد ۔ (موسوعہ امام شافعیؒ، باب وجوب نفقۃ المرأۃ، ج عاشر، ص ۳۰۰، نمبر ۱۶۵۰۴) اس عبارت میں ہے کہ طلاق رجعی والی کے لئے نفقہ ہے اور بائنہ والی کے لئے نفقہ نہیں ہے ۔

وجہ : (۱) بائنہ طلاق والی کسی طرح بیوی نہیں ہے اور نہ اس کے پیٹ میں شوہر کا بچہ ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا (۲) حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی لمبی حدیث ہے جس میں ان کو نفقہ اور سکنے نہیں دیا گیا ۔ عن فاطمة بنت قيس انه طلقها

۲ ولأنه لا ملک له وهي مرتبة على الملک ولهذا لا تجب للمتوفى عنها زوجها لانعدامه
۳ بخلاف ما إذا كانت حاملا لأنا عرفناه بالنص وهو قوله تعالى وان كن أولات حمل فأنفقوا عليهن الآية ۴ ولنا أن النفقة جزاء احتباس على ما ذكرنا والاحتباس قائم في حق حكم مقصود بالنكاح وهو الولد إذ العدة واجبة لصيانة الولد فتجب النفقة ولهذا كان لها السكنى بالاجماع وصار كما إذا كانت حاملا

زوجها فی عهد النبی ﷺ ... قالت فذكرت ذلک لرسول الله فقال لا نفقة لک ولا سكنی ۔(مسلم شریف، باب المطلقة البائن لا نفقة لھا،ص ۶۳۹، نمبر ۱۴۸۰/ ۳۶۹۸/ابو داؤد شریف ، باب فی نفقة المبتوتة،ص ۳۱۹، نمبر ۲۲۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائنہ معتدہ کے لئے نفقہ اور سکنی نہیں ہے۔(۳)صاحب ہدایہ کی پیش کردہ حدیث یہ ہے، عن فاطمة بنت قيس ان زوجها طلقها ثلاثا فلم يجعل لها النبی ﷺ نفقة و لا سكنى ۔(ابوداؤد شریف،باب فی نفقة المبتوتة،ص ۳۱۹،نمبر ۲۲۸۸/مسلم شریف،باب المطلقة البائن لا نفقة لھا،ص ۶۳۹،نمبر ۱۴۸۰/۳۷۱۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائنہ معتدہ کے لئے نفقہ اور سکنی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ شوہر کی ملک نہیں رہی اور نفقہ ملک پر مرتب ہے، یہی وجہ ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی دلیل عقلی ہے کہ مطلقہ بائنہ میں اب ملک نکاح نہیں رہی اور نفقہ ملک نکاح سے واجب ہوتا ہے، اس لئے مطلقہ بائنہ کو نفقہ نہیں ملے گا، دوسری دلیل دیتے ہیں کہ جس کا شوہر مر گیا تو ملک نکاح ختم ہو گئی اس لئے اس کو بھی نفقہ نہیں ملتا ہے، اسی طرح یہاں بھی نفقہ نہیں ملے گا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف جبکہ عورت حاملہ ہو اس لئے کہ ہم نے اس کے نفقے کو آیت کی وجہ سے پہچانا، وہ اللہ تعالی کا قول ہے۔ وان كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن ۔(آیت ۶،سورۃ الطلاق ۶۵)

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ مطلقہ بائنہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب نہیں ہونا چاہئے، لیکن اوپر کی آیت میں اس کا نفقہ متعین ہے اس لئے واجب کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں شوہر کا بچہ پل رہا ہے اس لئے اس بچے کی اجرت کے طور بھی نفقہ واجب ہونا چاہئے۔ اور جو مطلقہ بائنہ حاملہ نہ ہو تو اس کے پیٹ میں شوہر کا بچہ نہیں پل رہا ہے اور نکاح بالکل منقطع ہو چکا ہے اس لئے اس کا نفقہ واجب نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۴ ہماری دلیل یہ ہے کہ نفقہ احتباس کا بدلہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، نکاح کے مقصد کے حق میں احتباس قائم ہے، اور وہ ہے بچہ اس لئے کہ عدت بچے کی حفاظت کے لئے واجب ہے، اس لئے نفقہ واجب ہوگا، اسی لئے اسکے لئے بالاجماع سکنی

۵ وحديث فاطمة بن قيس رده عمرؓ فانه قال لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا بقول امرأة لا ندري صدقت أم كذبت حفظت أم نسيت سمعت رسول اللّٰه عليه السلام يقول للمطلقة الثلاث النفقة والسكنى ما دامت في العدة ورده أيضا زيد بن ثابتؓ وأسامة بن زيد وجابر وعائشة رضي اللّٰه عنهم

ہے،اس لئے وہ عورت ایسی ہوگئی کہ حاملہ ہو۔

تشریح : اس عبارت میں مبتوتہ کا نفقہ واجب ہونے کی تین دلیلیں ہیں[۱] پہلی دلیل یہ ہے کہ نفقہ احتباس کی وجہ سے واجب ہوتا ہے،اور مبتوتہ بھی ابھی محبوس ہے،اس لئے کہ عدت گزارنے کا مقصد یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں ہے، کیونکہ حیض آئے گا تو پتہ چل جائے گا کہ پیٹ میں بچہ نہیں ہے، پس جب عدت بچے کو بچانے کے لئے ہے تو وہ محبوس بھی ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ ہوگا[۲] دوسری دلیل ہے کہ اسی احتباس کی وجہ سے اس کے لئے سکنی ہے تو اس پر قیاس کر کے نفقہ بھی واجب ہوگا ۔[۳] تیسری دلیل یہ ہے کہ مبتوتہ احتباس میں حاملہ عورت کی طرح ہوگئی،اور حاملہ کے لئے نفقہ ہے اس لئے اس کے لئے بھی نفقہ ہو گا۔

ترجمہ : ۵ حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا ہے،انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑیں گے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ سچ کہہ رہی ہے یا جھوٹ کہہ رہی ہے، یاد رکھا یا بھول گئی، میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ اور سکنی ہے جب تک عدت میں ہے،اور اس کو حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت اسامہ ابن زیدؓ اور حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ نے بھی رد کیا ہے۔

تشریح : یہ حضرت امام شافعیؒ کی حدیث کا جواب ہے کہ مطلقہ بائنہ کو نفقہ نہ دینے کے بارے میں جو فاطمہ بنت قیس کی حدیث پیش کی ہے اس کو حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت اسامہ ابن زیدؓ اور حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ نے رد کیا ہے۔اس لئے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ فحدث الشعبی بحديث فاطمة بنت قيس ان رسول الله ﷺ لم يجعل لها سكنى و لا نفقة، ثم اخذ الاسود كفا من حصى فحصبه به فقال ويلك ! تحدث مثل هذا قال عمر لانترك كتاب الله وسنة نبينا لقول امرأة لا ندرى لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة [وتلا الآية] قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة ، (آیت ۱،سورۃ الطلاق ۶۵) (مسلم شریف، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا،ص ۴۸۳،نمبر ۱۴۸۰/۳۷۱۰/ابوداؤد شریف، باب من انکر ذلک علی فاطمۃ بنت

(۲۱۸۰) ولا نفقة للمتوفى عنها زوجها ﴾ لے لأن احتباسها ليس لحق الزوج بل لحق الشرع فان التربص عبادة منها ألا ترى أن معنى التعرف عن براء ة الرحم ليس بمراعى فيه حتى لا يشترط فيه الحيض فلا تجب نفقتها عليه

قیس،ص۳۲۰،نمبر۲۲۹۱)اس حدیث میں حضرت عمرؓ نے رد کیا ہے۔(۲) صحابہؓ کے اقوال یہ ہیں۔ **و ان اصحاب عبد الله بن مسعود ليقولون : لها السكنى و النفقة** ۔(دار قطنی ،باب کتاب الطلاق ،ج رابع ،ص۱۶،نمبر۳۹۰۹) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اصحاب کی رائے ہے کہ مبتوتہ کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ **عن جابر عن النبي** ﷺ **قال المطلقة ثلاثا لها السكنى و النفقة** ۔(دار قطنی ،باب کتاب الطلاق ،ج رابع ،ص۱۵،نمبر۳۹۰۴) حضرت جابرؓ کی اس حدیث میں ہے کہ مبتوتہ کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔

ترجمہ: (۲۱۸۰) اور نفقہ نہیں ہے متوفی عنہا زوجہا کے لئے۔

تشریح: جس عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ عدت گزار رہی ہو تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱) شوہر کے حق کے لئے احتباس ہو تب عورت کے لئے نفقہ ہوتا ہے اور یہاں عورت جو عدت گزار رہی ہے وہ شوہر کے حق کے لئے نہیں ہے بلکہ شریعت کے حق کے لئے عبادت کے طور پر ہے، شوہر کے حق کے لئے ہوتا تو پیٹ صاف کرنے کے لئے حیض سے عدت گزارتی تا کہ پتہ چلے کہ پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں ہے، اور یہاں چار مہینے دس روز سے عدت گزارتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے لئے نہیں بلکہ شریعت کے لئے ہے اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا (۲) شوہر کے مرنے کے بعد جو مال وہ چھوڑتا ہے اس میں اس کی ملکیت باقی نہیں رہتی ہے بلکہ وہ دوسروں (وارثوں) کا ہو جاتا ہے۔ اور دوسروں کے اموال میں کسی کا نفقہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے بھی متوفی عنہا زوجہا کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔(۳) حدیث میں ہے۔ **عن جابر عن النبي** ﷺ **قال ليس للحامل المتوفى عنها زوجها نفقة** ۔(دار قطنی ،باب کتاب الطلاق ،ج رابع ،ص۱۵،نمبر۳۹۰۵ رسنن بیہقی ،باب عدۃ الحامل من الوفاۃ ،ج سابع ،ص۷۰۷،نمبر۱۵۴۷۷) اس حدیث میں ہے کہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تب بھی نفقہ نہیں ہے تو غیر حاملہ کے لئے کیسے نفقہ ملے گا۔(۴) اس کو میراث ملتی ہے اس لئے نفقہ نہیں ملے گا، اس اثر میں ہے۔ **عن جابر انه قال ليس للمتوفى عنها زوجها نفقة حبسها الميراث** ۔(سنن بیہقی ،باب عدۃ الحامل من الوفاۃ ،ج سابع ،ص۷۰۷،نمبر ۱۵۴۷۷) اس اثر میں ہے کہ اس کو میراث ملتی ہے اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ عورت کا احتباس شوہر کے حق کے لئے نہیں ہے بلکہ شریعت کے حق کے لئے ہے اس لئے کہ عدت گزارنا عبادت ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ برأۃ رحم کی رعایت اس میں نہیں ہے، اس لئے اس میں حیض کی شرط نہیں ہے اس

۲؎ ولأن النفقة تجب شيئا فشيئا ولا ملك له بعد الموت فلا يمكن ايجابها في ملك الورثة (۲۱۸۱) وكل فرقة جاء ت من قبل المرأة بمعصية مثل الردة وتقبيل ابن الزوج فلا نفقة لها﴾ ۱؎ لانها صارت حابسة نفسها بغير حق فصارت كما إذا كانت ناشزة

لئے شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کا عدت گزارنا رحم کو صاف کرنے کے لئے نہیں ہے، اسی لئے اس میں حیض سے عدت نہیں گزاری جاتی ہے بلکہ مہینے سے عدت گزاری جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے حق کے لئے نہیں ہے بلکہ شریعت کے حق کے لئے ہے، اس لئے شوہر پر اس کا نفقہ نہیں ہوگا۔ آیت میں اس کا شارہ ہے۔ و الذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر و عشرا ۔ (آیت ۲۳۴، سورۃ البقرۃ ۲) آیت میں ,یتربصن، سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اللہ کے لئے بطور عبادت کے عدت گزارے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا کر کے واجب ہوتا ہے، اور شوہر کی موت کے بعد اس کی ملکیت نہیں رہی اس لئے ورثہ کی ملکیت میں واجب کرنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح: یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ نفقہ شوہر کی موت کے بعد لازم ہوگا، اور موت کے بعد چیز شوہر کی نہیں رہی بلکہ ورثہ کی ہوگئی اس لئے دوسرے کی ملکیت میں نفقہ کیسے واجب کیا جائے گا، اس لئے واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۱۸۱) ہر وہ تفریق جو عورت کی جانب سے معصیت کی وجہ سے آئے، مثلا مرتد ہو جانا، یا شوہر کے لڑکے سے بوسہ لے لینا تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اپنے آپ کو بغیر حق کے حبس کرنے والی بن گئی اس لئے وہ نافرمان کی طرح ہوگئی [اس لئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہوگا۔

تشریح: عورت کی غلطی اور اس کی معصیت کی بنا پر تفریق ہوئی تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اس کی دو مثالیں دی ہیں [۱] عورت مرتد ہوگئی جس کی وجہ سے تفریق ہوئی تو اس کی عدت گزارتے وقت عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ [۲] اسی طرح عورت نے شوہر کے بیٹے کے ساتھ زنا کر لیا جس کی وجہ سے شوہر کے بیٹے سے حرمت مصاحرت ثابت ہوگئی اور شوہر سے تفریق ہوگئی تو اس کی عدت میں نفقہ نہیں ملے گا، کیونکہ غلطی عورت کی ہے۔

وجہ: (۱) چونکہ عورت کی نافرمانی کی وجہ سے فرقت ہوئی ہے، شوہر کی شرارت نہیں ہے اس لئے عورت کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا (۲) فاطمہ بنت قیس کی نافرمانی تھی اس لئے اس کو نفقہ اور سکنی نہیں ملا۔ اثر میں ہے۔ عن سلیمان بن یسار فی خروج فاطمة

۲۔ بخلاف المهر بعد الدخول لأنه وجد التسليم في حق المهر بالوطی ۳۔ وبخلاف ما إذا جاء ت الفرقة من قبلها بغير معصية كخيار العتق وخيار البلوغ و التفريق لعدم الكفاء ة لأنها حبست نفسها بحق وذلک لا يسقط النفقة كما إذا حبست نفسها لاستيفاء المهر. (۲۱۸۲) وان طلقها ثلاثا ثم ارتدت والعياذ بالله سقطت نفقتها

قال انما كان ذلک من سوء الخلق. (ابوداؤدشریف، باب من انکر ذلک علی فاطمۃ بنت قیس، ص۳۲۰، نمبر ۲۲۹۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کی نافرمانی ہو جس کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔(۳) اثر میں ہے۔ عن عامر قال ليس للرجل ان ينفق على امرأته اذا كان بالحبس من قبلها. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۹ ما قالوا فی الرجل یتزوج المرأۃ فتطلب النفقۃ قبل ان یدخل بھا من لھا ذلک؟ ج رابع، ص ۱۷۶، نمبر ۱۹۰۲۲) لیکن کسی حق کو وصول کرنے کے لئے نافرمانی کی ہو تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲۔ بخلاف دخول کے بعد مہر کے اس لئے کہ وطی کی وجہ سے مہر کے حق میں سونپنا پایا گیا۔

تشریح : دخول ہو گیا اس کے بعد عورت کی معصیت کی وہ سے نکاح ٹوٹا تو اس کو مہر ملے گا، کیونکہ مہر بضع کا بدلہ ہے اور وہ شوہر وصول کر چکا ہے اس لئے نافرمانی کے باوجود مہر ملے گا۔

ترجمہ: ۳۔ بخلاف جبکہ فرقت عورت کی جانب سے بغیر معصیت کے ہو، جیسے خیار عتق، خیار بلوغ، اور کفو نہ ہونے کی وجہ سے فرقت، اس لئے کہ عورت نے اپنے کو حق کی وجہ سے روکا ہے اس لئے یہ نفقے کو ساقط نہیں کرے گا، جیسے اپنے آپ کو مہر وصول کرنے کے لئے روکا ہو۔

تشریح: اگر عورت نے معصیت کے طور پر نکاح نہیں توڑا، بلکہ کسی مجبوری یا حق وصول کرنے کے لئے نکاح توڑا ہے تو اس کی عدت کا نفقہ ملے گا، اس کی تین مثالیں پیش کر رہے ہیں [۱] عورت کو خیار عتق تھا، اس نے خیار عتق لے لیا جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا تو اس کی عدت کا نفقہ ملے گا۔ [۲] عورت کو خیار بلوغ تھا، اس نے خیار بلوغ لے لیا جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا تو اس کی عدت کا نفقہ ملے گا۔ [۳] کفو میں عورت کا نکاح نہیں کرایا تھا، اس نے حق کفو کو لینے کے لئے قاضی سے نکاح توڑوایا تو عدت کا نفقہ ملے گا، جس طرح مہر لینے کے لئے عورت نے جماع کرنے نہیں دیا تو اس دوران کا نفقہ ملے گا، کیونکہ ان تمام میں معصیت اور گناہ کے طور پر نکاح نہیں توڑوایا بلکہ حق لینے کے لئے توڑوایا ہے اس لئے عورت کو نفقہ ملے گا۔

ترجمہ: (۲۱۸۲) اگر عورت کو تین طلاق دی پھر وہ مرتد ہوگئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) اوپر گزرا کہ عورت کی جانب سے نافرمانی ہو تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا اور یہاں مرتد ہو کر عورت نے نافرمانی کی چاہے

(۲۱۸۳) وان مکنت ابن زوجها من نفسها فلها النفقة﴾ ۱؎ معناه مکنت بعد الطلاق لأن الفرقة تثبت بالطلقات الثلاث ولا عمل فیها للردة والتمکین الا أن المرتدة تحبس حتی تتوب ولا نفقة للمحبوسة والممکنة لا تحبس فلهذا یقع الفرق.

عدت کے درمیان نافرمانی کی ہو اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا (۲) نفقہ مسلمان عورت کو ملتا ہے اور یہ کافرہ ہو گئی اس لئے اس کو کیسے نفقہ ملے گا۔

ترجمہ: (۲۱۸۳) اگر عورت نے شوہر کے بیٹے کو قدرت دی اپنی ذات پر تو اس کو نفقہ ملے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ تین طلاق کے بعد قدرت دی، اس لئے کہ فرقت تین طلاق کی وجہ سے ہو چکی ہے، اس لئے نکاح ٹوٹنے میں مرتد ہونے کو اور قدرت دینے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر یہ کہ مرتدہ جیل میں ڈال دی جائے گی یہاں تک کہ توبہ کرے، اور محبوسہ کے لئے نفقہ نہیں ہے، اور بیٹے کو قدرت دینے والی حبس نہیں کی جائے گی [اس لئے اس کو نفقہ ملے گا] یہ فرق ہے۔

تشریح: تین طلاق کے بعد عورت عدت گزار رہی تھی کہ سوتیلے بیٹے سے جماع کرا لیا، تو عدت کا نفقہ اس کو ملے گا۔

وجہ: (۱) طلاق کے بعد صحبت کرائی تو صحبت کرانے سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ طلاق بائنہ واقع ہونے سے تفریق ہو چکی ہے اور وہ عدت گزار رہی ہے اس لئے سوتیلے بیٹے سے زنا کرانا گناہ ضرور ہے لیکن چونکہ یہ تفریق کا سبب نہیں ہے اس لئے نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی نافرمانی نہیں ہوئی۔ (۲) مرتدہ کو حبس کیا جائے گا اس لئے اس کی جانب سے حبس کرنا ہوا اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملے گا، اور جس نے سوتیلے بیٹے کو قدرت دی وہ حبس نہیں کی جائے گی اس لئے اس کے لئے اس کو نفقہ ملے گا، ایک فرق یہ بھی ہے۔

اور اگر طلاق سے پہلے شوہر کے بیٹے سے صحبت کرائی تو اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔

وجہ: (۱) طلاق سے پہلے سوتیلے بیٹے سے صحبت کرائی اس لئے صحبت کی وجہ سے نکاح ٹوٹا اور وہ تفریق کا سبب بنا اور یہ عورت کی نافرمانی اور معصیت کی وجہ سے ہے اس لئے عورت کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا (۲) اس کے لئے اثر اوپر گزر چکا ہے۔ **قال انما کان ذلک من سوء الخلق** (ابو داؤد شریف، نمبر ۲۲۹۴) اس اثر میں ہے کہ عورت کی بد اخلاقی تھی اس لئے اس کو نفقہ نہیں ملا۔

اصول: یہ سب مسئلے اس اصول پر ہیں کہ عورت کی جانب سے غلطی کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو یا احتباس نہ ہوا ہو تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اور مرد کی جانب سے طلاق ہوئی ہو تو نفقہ ملے گا۔

﴿فصل﴾

(۲۱۸۴) ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة﴾

ل لقوله تعالى: وعلى المولود له رزقهن والمولود له هو الأب (۲۱۸۵) وان كان الصغير رضيعا فليس على أمه أن ترضعه ﴾

﴿فصل چھوٹے بچوں کا نفقہ﴾

ترجمه: (۲۱۸۴) چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ پر ہے اس میں کوئی شریک نہ ہو جیسے کہ شوہر شریک نہیں کرتا بیوی کے نفقے میں کسی کو۔

ترجمه: ل اور اللہ تعالی کے اس قول کی وجہ سے ۔وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف . (آیت ۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲) اور مولود لہ وہ باپ ہے۔

تشريح: جیسے بیوی کے نفقے میں اولاد کو شریک نہیں کرتا بلکہ بیوی کو مستقل نفقہ دیتا ہے اسی طرح چھوٹی اولاد کے نفقے میں کسی کو شریک نہیں کرے گا بلکہ جتنا اس کا نفقہ ہوتا ہے وہ اولاد کو مستقل طور پر دے گا۔

وجه: (۱) آیت میں ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے. و الوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها لا تضار والدة بولدها و لا مولود له بولده ،و على الوارث مثل ذالك فان اراد فصالا عن تراض منهما و تشاور فلا جناح عليهما و ان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف ۔(آیت ۲۳۳ ،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر ہے، بلکہ جو عورت بچے کو دودھ پلائے اس کی اجرت بھی باپ پر لازم ہے ۔(۲) اور حدیث میں ہے۔ان هند بنت عتبة قالت يا رسول الله ان ابا سفيان رجل شحيح وليس يعطينى ما يكفينى وولدى الا ما اخذت منه وهو لا يعلم فقال خذى ما يكفيك وولدك بالمعروف. (بخاری شریف، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تأخذ بغیر علمہ ما یکفیک وولدھا بالمعروف،ص ۸۰۸،نمبر ۵۳۶۴) اس حدیث میں ہے کہ بچے کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔اور بچے کا نفقہ مستقل طور پر واجب ہے تو اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ہاں بچہ خود دوسرے کو شریک کرلے تو یہ اس کی مرضی ہے۔

ترجمه: (۲۱۸۵) اگر بچہ دودھ پینے والا ہو تو ماں پر لازم نہیں ہے کہ اس کو دودھ پلائے۔

ا؎ لما بينا أن الكفاية على الأب وأجرة الرضاع كالنفقة ولأنها عساها لا تقدر عليه لعذر بها فلا معنى للجبر عليه ٢؎ وقيل في تأويل قوله تعالى لا تضار والدة بولدها بالزامها الارضاع مع كراهتها

ترجمہ: ا؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی کہ کفایت باپ پر ہے، اور دودھ پلانے کی اجرت نفقہ کی طرح ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ماں کسی عذر کی بنا پر دودھ پلانے پر قدرت نہ رکھتی ہو، اس لئے آیت کی بنیاد پر اس پر جبر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

تشریح : اوپر کی آیت سے پتہ چلا کہ بچے کا نفقہ باپ پر ہے، اور دودھ پلانا بھی نفقے کی طرح ہے اس لئے دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی باپ پر ہے، اس لئے قضا کے طور پر ماں دودھ پلانا واجب نہیں، ہاں دیانت کے طور پر اس کو پلانا چاہئے، البتہ کوئی دودھ پلانے والی نہ ہو، یا شوہر کے پاس اجرت کی استطاعت نہ ہو یا بچہ کسی اور کا دودھ نہ پیتا نہ ہو اور ماں کو کوئی مجبوری نہیں ہے تو اس صورت میں بچہ ضائع نہ ہو جائے اس لئے ماں پر دودھ پلانا واجب ہوگا۔

وجہ: (۱) اوپر آیت گزری کہ باپ پر بچے کا نفقہ لازم ہے۔ وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف . (آیت ۲۳۳، سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ باپ پر بچے کا نفقہ بھی اور جو عورت اس کو دودھ پلائے اس کا نفقہ بھی لازم ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ماں پر دودھ پلانے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (۲) اور ماں پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے اس کے لئے اس آیت میں اشارہ ہے۔ لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده ۔ (آیت ۲۳۳، سورة البقرة ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدہ کو دودھ پلانے میں نقصان نہ ہونا چاہئے۔ (۳) اور دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف ۔ (آیت ۲۳۳ سورة البقرة ۲) اس آیت سے پتہ چلا کہ دودھ پلانے کے لئے کسی عورت کو اجرت پر لے۔ (۴) اس آیت میں بھی ہے۔ فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن بالمعروف و أتمروا بينكم بمعروف و ان تعاسرتم فسترضع له اخرى ۔ (آیت ۶، سورة الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ دودھ پلائے تو اس کی اجرت باپ پر ہے، اور ماں نہ پلا سکے تو دوسری عورت اس کے لئے دودھ پلائے۔

ترجمہ : ٢؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول لا تضار والدة بولدها ۔ (آیت ۲۳۳، سورة البقرة ۲) کی تاویل یہ ہے کہ ماں کی کراہیت کے باوجود اس کو دودھ پلانا لازم قرار دے۔

تشریح : ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں اس لئے وہ نہ چاہے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے اس کے لئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، آیت میں ہے کہ ماں کو بچے کی وجہ سے ضرر نہیں ہونا چاہئے، اور دودھ پلانے پر مجبور کرنا ماں پر ضرر ہے اس لئے اس آیت کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ لا تضار والدة بولدها ۔ (آیت ۲۳۳، سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ بچے کی وجہ سے ماں کو ضرر نہیں ہونا چاہئے۔

۳؎ وهذا الذي ذكرنا بيان الحكم وذلک إذا كان توجد من ترضعه أما إذا كان لا يوجد من ترضعه تجبر الأم على الارضاع صيانة للصبي عن الضياع. (۲۱۸۶) قال ويستأجر الأب من ترضعه عندها ﴾ ۱؎ أما استيجار الأب فلأن الأجر عليه ۲؎ وقوله عندها معناه إذا أرادت ذلک لأن الحجر لها (۲۱۸۷) وان استأجرها وهي زوجته أو معتدته لترضع ولدها لم تجز ﴾ ۱؎ لان الارضاع مستحق عليها ديانة قال الله تعالى والوالدات يرضعن أولادهن الا أنها عذرت لاحتمال عجزها فإذا أقدمت عليه بالأجر ظهرت قدرتها فكان الفعل واجبا عليها فلا يجوز أخذ الأجر عليه

ترجمہ: ۳؎ یہ جو کچھ ذکر کیا گیا وہ حکم کا بیان تھا، یہ جب ہے کہ دودھ پلانے والی مل جائے، بہر حال جب دودھ پلانے والی نہ ملے تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا بچے کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے۔

تشریح: ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں ہے اس وقت ہے جب دودھ پلانے والی مل جائے، لیکن اگر دودھ پلانے والی نہ ملے تو بچے کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے ماں کو مجبور کیا جائے گا۔

وجہ: (۱) فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن بالمعروف و أتمروا بينكم بمعروف و ان تعاسرتم فسترضع له اخرى ۔ (آیت ۶، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ دوسری عورت دودھ پلائے تو ماں باپ دونوں مشورہ کر لے، اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ماں دودھ نہ پلا سکے تب مشورہ کر کے دوسری عورت سے دودھ پلوائے۔

ترجمہ: (۲۱۸۶) باپ ایسی عورت کو اجرت پر لے جو ماں کے پاس بچے کو دودھ پلائے۔

ترجمہ: ۱؎ اور باپ کا اجرت پر لینا یہ ہے کہ اجرت باپ پر ہے

تشریح: متن میں ہے یستاجر الاب، ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اجرت باپ پر ہے، اور یہ بھی ہے کہ باپ کسی عورت کو اجرت پر لے تا کہ وہ ماں کے پاس بچے کو رکھ کر دودھ پلائے، اور ماں کے پاس اس لئے رکھے کہ اس کو بچے کی پرورش کا حق ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور ماتن کا قول عندھا، ماں کے پاس کا مطلب یہ ہے کہ ماں بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو اس کے پاس رکھکر دودھ پلوائے، کیونکہ ماں کو پرورش کا حق ہے، اور اگر وہ اپنے پاس نہ رکھنا چاہئے تو دودھ پلانے والی کے پاس رکھکر دودھ پلائے۔

لغت: یستاجر: اجرت پر لے۔ ترضعہ: رضع سے مشتق ہے، دودھ پلائے۔ حجر: گود میں لینا، پرورش کرنا۔

ترجمہ: (۲۱۸۷) اگر اجرت پر لیا بیوی کو یا اپنی عدت گزارنے والی کو تا کہ اس کے بچے کو دودھ پلائے تو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دیانۃ ماں پر دودھ پلانا مستحق ہے۔ والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة . (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) مگر یہ کہ ماں کے عاجز ہونے کے احتمال سے معذور ہو سکتی ہے، پس جب اجرت لیکر دودھ پلانے پر اقدام کیا تو ظاہر ہوا کہ اس کو دودھ پلانے پر قدرت ہے، تو دودھ پلانا واجب ہوا، اس لئے باپ سے اجرت لینا

۲؎ وهذا في المعتدة عن طلاق رجعي رواية واحدة لأن النكاح قائم وكذا في المبتوتة في رواية وفي رواية أخرى جاز استيجارها لأن النكاح قد زال وجه الأولى أنه باق في حق بعض الأحكام.

(۲۱۸۸) ولو استأجرها وهي منكوحته أو معتدته لارضاع ابن له من غيرها جاز﴾

جائز نہیں ہے۔

تشریح : شوہر نے اپنی بیوی یا طلاق کی عدت گزارنے والی بیوی کو اجرت پر لے تو عورت کے لئے اجرت لینا جائز نہیں ہے ، کیونکہ اگر بیوی ہونے کا نفقہ لے رہی ہے، اور عدت گزار رہی ہے تو عدت کا نفقہ لے رہی ہے، اس لئے اب مزید اس کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں لینی چاہئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بچے کی ماں ہے اس پر دیانت کے طور پر دودھ پلانا لازم ہے، یہ تو ممکن ہے کہ کوئی مجبوری ہو تو یہ کہا گیا کہ اس پر دودھ پلانا واجب نہیں ہے، لیکن جب دودھ پلانے کا اقدام کیا اور اجرت مانگا تو پتہ چلا کہ کوئی مجبوری نہیں ہے، یہ صرف اجرت کے لئے ایسا کر رہی تھی اس لئے اس کو مزید کوئی اجرت نہیں ملے گی۔

وجه:(۱) آیت میں ہے کہ والدہ کو دودھ پلانا چاہئے۔ والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة . (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدہ دودھ پلائے اس لئے اپنی والدہ کو اجرت پر لینا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نفقہ وغیرہ لے رہی ہے۔(۲) و ان تعاسرتم فسترضع له اخرى ۔(آیت ۶، سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ خود ماں نہ پلا سکتی ہو تو دوسری عورت پلائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اصل میں ماں کو پلانا چاہئے، اس لئے وہ اجرت نہیں لے سکتی۔

ترجمہ : ۲؎ مطلقہ اجرت نہیں لے سکتی یہ بات ایک روایت میں ہے کہ طلاق رجعی کے بارے میں ہے، اس لئے کہ نکاح پورے طور پر قائم ہے، اور یہی حال طلاق بائنہ کے بارے میں ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ طلاق بائنہ والی کے لئے اجرت لینا جائز ہے اس لئے نکاح زائل ہو چکا ہے، اور پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ بعض احکام میں نکاح باقی ہے۔

تشریح :ایک روایت میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ کا نکاح ہر اعتبار سے قائم ہے اس لئے اس کے لئے اجرت لینا جائز نہیں ہے، جیسے بیوی کے لئے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اور طلاق بائنہ، یا طلاق مغلظہ کی عدت گزار رہی ہو تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ اس کے لئے اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اس کا نکاح زائل ہو چکا ہے۔ [۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کے لئے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابھی بعض احکام میں بیوی ہے، مثلا شوہر پر اس کا نفقہ اور سکنی لازم ہیں، یہ بغیر شوہر کی اجازت کے باہر نہیں جا سکتی، اس کا بچہ شوہر کا بچہ ہوگا۔ اس لئے اس کے لئے اجرت لینا جائز نہیں۔

ترجمہ: (۲۱۸۸) اپنی بیوی کو اجرت پر لیا یا اپنی عدت گزارنے والی کو اجرت پر لیا دوسری بیوی کے بیٹے کو دودھ پلانے کے لئے تو جائز ہے۔

ل لأنـه غير مستحق عليها. (۲۱۸۹) وان انـقـضت عدتها فاستأجرها﴾ ل يـعني لارضاع ولدها جـاز لأن الـنـكـاح قد زال بالكلية وصارت كالاجنبية. (۲۱۹۰) فـان قـال الأب لا أستأجرها وجاء بـغيـرهـا فـرضيت الأم بمثل أجر الأجنبية أو رضيت بغير أجر كانت هى أحق﴾ ل لأنهـا أشفق فكان نظرا للصبي في الدفع اليها. (۲۱۹۱) وان التمست زيادة لم يجبر الزوج عليها ﴾

ترجمه: ل اس لئے کہ اس پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے۔

تشریح: دوسری بیوی سے بچہ تھا اس کو دودھ پلانے کے لئے اجرت لے رہی ہے تو جائز ہے، کیونکہ دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلانا اس پر لازم نہیں ہے، اس لئے مزید دودھ پلانے کے لئے اجرت لے سکتی ہے۔

ترجمه:(۲۱۸۹) اور اگر اس کی عدت ختم ہوگئی اور اس کو اجرت پر لیا دودھ پلانے کے لئے تو جائز ہے۔

ترجمه: ل یعنی اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لئے تو جائز ہے اس لئے کہ نکاح بالکلیہ زائل ہو چکا ہے، اور اجنبی عورت کی طرح ہوگئی۔

تشریح :بیوی عدت گزار رہی تھی اس دوران عدت ختم ہوگئی۔ اب اس کو اپنے بچے کے دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لیا تو جائز ہے۔

وجه: اب یہ بیوی نہیں رہی اور نہ شوہر سے نفقہ لے رہی ہے بلکہ اجنبیہ بن گئی اس لئے اس کو اجرت پر لینا جائز ہے۔

ترجمه:(۲۱۹۰) اور اگر باپ نے کہا نہیں اجرت پر لوں گا والدہ کو اور کسی دوسری عورت کو لے آئے، پس ماں راضی ہوگئی اجنبیہ کی اجرت مثل پر، یا بغیر اجرت کے تو ماں اس کی زیادہ حقدار ہوگی۔

ترجمه: ل اس لئے کہ ماں زیادہ مہربان ہوتی ہے اس لئے اس کو دینا بچے کے لئے فائدہ مند ہے۔

تشریح :بچے کی والدہ عدت گزار کر اجنبیہ ہو چکی تھی۔ اب باپ کہتا ہے کہ میں بچے کو دودھ پلانے کے لئے اس کو اجرت پر نہیں لاؤں گا، دوسری عورت کو لاؤں گا۔ اب اگر والدہ اتنی ہی اجرت پر راضی ہو جاتی ہے جتنی اجنبیہ لیتی ہے تو والدہ اجرت لینے اور دودھ پلانے کی زیادہ حقدار ہے۔

وجه :(۱) والدہ کو بچے سے زیادہ محبت ہے اس لئے وہ زیادہ پیار سے پالے گی اس لئے وہ زیادہ حقدار ہے۔(۲) اور اگر اس کو نہیں دیتے ہیں تو اس کو نقصان ہوگا اور والدہ کو نقصان دینے سے منع فرمایا ہے۔ لاتـضـار والـدة بولدها ولا مولود له بولده. (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے بچے سے والدہ کو نقصان نہ ہو۔

ترجمه:(۲۱۹۱) اور اگر اجنبیہ عورت سے زیادہ اجرت مانگے تو باپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ والدہ کو زیادہ اجرت دے کر

ل دفعا للضرر عنه واليه الاشارة بقوله تعالى لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده أي بالزامه لها أكثر من أجرة الأجنبية. (٢١٩٢) ونفقة الصغير واجبة على أبيه وان خالفه في دينه كما تجب نفقة الزوجة على الزوج وان خالفته في دينه ﴾ ل أما الولد فلاطلاق ماتلونا وعلى المَوْلُوْد لَه رزقهُنَّ الآية، ولأنه جزؤه فيكون في معنى نفسه

لاؤ۔

ترجمه: ل باپ سے ضرر دفع کرنے کے لئے اسی کی طرف اللہ تعالی کے قول۔لاتضار والدة بولدها ولا مولود له بولده. (آیت۲۳۳،سورۃ البقر۲) میں اشارہ کیا یعنی باپ پر اجنبیہ کی اجرت سے زیادہ لازم کر کے نقصان دے۔

تشریح: دودھ پلانے کی جتنی اجرت اجنبیہ مانگتی ہے ماں اس سے زیادہ اجرت مانگتی ہو تو باپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ ماں کو لے اس لئے کہ اس سے باپ کو نقصان ہوگا، اور آیت میں ہے کہ بچے کی وجہ سے باپ کو نقصان نہیں ہونا چاہئے، آیت اوپر گزر گئی۔

وجه: (۱) کیونکہ اس سے والد کو نقصان ہوگا۔اور آیت میں والد کو نقصان دینے سے منع فرمایا۔اوپر آیت میں تھا۔ولا مولود له بولده اس لئے باپ کو زیادہ اجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

لغت: التمس : مانگنا، تلاش کرنا۔

ترجمه: (۲۱۹۲) چھوٹی اولاد کا نفقہ واجب ہے اس کے باپ پر اگر چہ دین میں مخالف ہو۔ جیسا کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر ہوتا ہے اگر چہ دین میں مخالف ہو۔

ترجمه: ل بہر بحال اولاد کا نفقہ تو اس آیت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جو ہم نے تلاوت کی۔وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف، اور اس لئے کہ اولاد انسان کا جز ہے تو اپنی ذات کے درجے میں ہو گیا۔

تشریح: مثلا باپ مسلمان ہے اور اولاد عیسائی ہے پھر بھی جب تک نابالغ ہے ان کا نفقہ والد پر واجب ہے۔جیسے شوہر مسلمان ہو اور بیوی عیسائی ہو پھر بھی اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔اس لئے کہ اولاد انسان کا جز ہے تو جس طرح اپنی ذات کی حفاظت کے لئے اپنا نفقہ استعمال کرنا پڑتا ہے اسی طرح اولاد کا نفقہ دینا ہوگا تا کہ اس کی حفاظت ہو جائے اور ضائع نہ ہو جائے۔

وجه: (۱) اگر بچے کا نفقہ باپ پر واجب نہ کریں تو بچہ ضائع ہو جائے گا اس لئے چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔(۲) اوپر کی آیت میں ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر ہے۔وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف . (آیت۲۳۳،سورۃ البقرۃ۲) (۳) دوسری آیت میں ہے۔فان ارضعن لكم فأتوهن اجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم

۲ وأما الزوجة فلأن السبب هو العقد الصحيح فانه بازاء الاحتباس الثابت به وقد صح العقد بين المسلم والكافرة وترتب عليه الاحتباس فوجبت النفقة ۳ وفي جميع ما ذكرنا انما تجب النفقة على الأب إذا لم يكن للصغير مال أما إذا كان فالأصل أن نفقة الانسان في مال نفسه صغيراً كان أو كبيراً.

فسترضع له اخرى. (آیت ۶،سورۃ الطلاق ۶۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔اور دین کی تفصیل نہیں ہے کہ مسلمان ہوتب ہی لازم ہوگا۔اس لئے دین میں مخالف ہوتب بھی لازم ہوگا۔(۴)عورت کا نفقہ احتباس کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اس لئے دین میں مخالف ہوتب بھی نفقہ لازم ہوگا(۵) آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کا نفقہ لازم ہے اس لئے دین کے مخالف بیوی کا بھی نفقہ لازم ہوگا کیونکہ وہ بیوی ہے۔آیت میں تھا۔۔وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف . (آیت۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ بیوی کا نفقہ اور اس کا کپڑا باپ پر ہے۔

ترجمہ : ۲ بہر حال بیوی کا نفقہ تو سبب نکاح صحیح کا عقد ہے،اس لئے کہ وہ اس حبس کے بدلے میں ہے جو عقد سے ثابت ہو، اور یہ بات صحیح ہے کہ مسلمان اور کافرہ کے درمیان نکاح کا عقد صحیح ہے اور اس پر احتباس مرتب ہے اس لئے نفقہ واجب ہوگا۔

تشریح: بیوی کا نفقہ واجب ہونے کے لئے یہ دلیل عقلی ہے۔نکاح صحیح کی وجہ سے جو احتباس ہو،وہ احتباس نفقہ واجب ہونے کا سبب ہے،اور یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح صحیح ہے اس لئے وہ گھر میں بھی بیوی بن کر رہے گی اور اس کا احتباس بھی صحیح ہوگا اور اس کا نفقہ بھی لازم ہوگا،اس لئے دین میں مخالف ہونے کے باوجود بیوی اور اولاد کا نفقہ واجب ہے۔

ترجمہ : ۳ یہ تمام جو ذکر کیا گیا باپ پر نفقہ واجب ہوتا ہے جبکہ چھوٹی اولاد کے پاس مال نہ ہو،بہر حال جب اس کے پاس مال ہو تو اصل یہ ہے کہ انسان کا نفقہ اپنے مال میں واجب ہوتا ہے آدمی چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

تشریح: اوپر جو ذکر کیا کہ چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ پر ہے،یہ اس وقت ہے جبکہ خود اولاد کے پاس اپنا مال نہ ہو،پس اگر اولاد کے پاس اپنا مال ہو تو اس کے اپنے مال میں نفقہ لازم ہوگا،باپ پر لازم نہیں ہوگا،کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان بڑا ہو یا چھوٹا اس کا نفقہ اس کے اپنے مال میں لازم ہوتا ہے،اس لئے صغیر کے پاس مال ہو تو اس کے مال میں نفقہ لازم ہوگا۔عورت کا حال یہ ہے کہ شوہر سے جو نفقہ لے رہی ہے وہ احتباس کی مزدوری ہے،اس لئے اس کا نفقہ بھی اپنے ہی مال میں ہو۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں ہے کہ پہلے اپنے اوپر خرچ کرو۔عن جابر قال اعتق رجل من بنى عذرة عبدا له عن دبر ....ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق عليها فان فضل شیء فلاهلک فان فضل عن اهلک شیء فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شیء فهکذا فهکذا يقول فبين يديک و عن يمينک و عن

شمالک ۔(مسلم شریف، باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم اھلہ ثم القرابۃ، ص۴۰۴، نمبر۹۹۷/۲۳۱۳)اس حدیث میں ہے کہ پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے کہ پہلے اپنے اوپر خرچ کرو۔ **عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ حث علی الصدقۃ فجاء رجل فقال عندی دینار قال انفقہ علی نفسک قال عندی آخر قال انفقہ علی ولدک فقال عندی آخر قال انفقہ علی زوجتک قال عندی آخر قال انفقہ علی خادمک قال عندی آخر قال انت ابصر** ۔(سنن بیہقی، باب النفقۃ علی الاولاد، ج سابع، ص۷۸۴، نمبر۱۵۷۳۴) اس حدیث میں ہے کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو۔ (۳)اس اثر میں ہے کہ صغیر کے پاس مال ہوتو اس کے ہی مال میں نفقہ لازم ہوگا. **عن ابن مغفل قال رضاع الصبی من نصیبہ** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما قالوا فی الصبی یموت ابوہ وامہ ولہ مال رضاعہ من این یکون؟، ج رابع، ص ۱۸۸، نمبر۱۹۱۳۵)اس اثر میں ہے کہ بچے کا دودھ پلانا اس کے حصے میں سے ہوگا۔

﴿فصل﴾

(۲۱۹۳) وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوه في دينه﴾

لے أما الأبوان فلقوله تعالى وصاحبهما في الدنيا معروفاً نزلت الآية في الأبوين الكافرين وليس من المعروف أن يعيش في نعم الله تعالى ويتركهما يموتان جوعاً

﴿فصل والدین کا نفقہ﴾

ترجمہ: (۲۱۹۳) اورآدمی پرلازم ہے کہ وہ خرچ کرے والدین پراوردادا پراوردادیوں پر جبکہ وہ فقیر ہوں، اگر چہ وہ اس کے دین کے مخالف ہوں۔

ترجمہ: لے بہرحال والدین کا نفقہ تو اللہ تعالی کا قول ہے۔ وصاحبهما فی الدنیا معروفا. (آیت ۱۵، سورۂ لقمان ۳۱) یہ آیت کافر والدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور معروف میں سے یہ نہیں ہے کہ خود اللہ کی نعمت میں عیش کرے اور ماں باپ کو بھوک سے مرنے چھوڑ دے۔

تشریح والدین کے پاس روزانہ کے کھانے کا نہیں ہے اورلڑکے کے پاس ہے تو لڑکے پر والدین کا نفقہ لازم ہے۔ چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو۔ اسی طرح دادا، دادی اور نانا نانی کا حکم ہے۔ کیونکہ آیت میں ہے کہ چاہے والدین کافر کیوں نہ ہوں انکے ساتھ معروف یعنی احسان کا معاملہ کرنا چاہئے، پس یہ اچھی بات نہیں ہے کہ خود اللہ کی نعمت میں عیش کرے اور والدین بھوک سے مر رہے ہوں اس لئے ان کا نفقہ بھی لڑکے پر واجب ہوگا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ و ان جاهداک علی أن تشرک بی ما لیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا. (آیت ۱۵، سورۂ لقمان ۳۱) اس آیت میں ہے کہ والدین کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں اچھا معاملہ کرو، اس لئے والدین کافر بھی ہوں تو ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور نفقہ دو (۲) دوسری آیت میں ہے۔ وعلی الوارث مثل ذلک (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) کہ والدین کی طرح وارث پر بھی نفقہ ہے۔ اور بیٹا اور پوتا وارث ہیں اس لئے ان پر بھی والدین اور دادا دادی اور نانا نانی کا نفقہ ہوگا (۳) حدیث میں ہے۔ حدثنا کلیب بن منفعة عن جده انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله من ابر ؟ قال امک و اباک و اختک واخاک ومولاک الذی یلی ذلک حقا واجبا ورحما موصولة۔ (ابوداؤد شریف، باب فی برالوالدین، ص ۳۵۲، نمبر ۵۱۴۰) (۴) نسائی شریف میں ہے۔ عن طارق المحاربی قال قدمنا المدینة فاذا رسول الله قائم علی المنبر یخطب الناس وهو یقول ید المعطی العلیا وابداء بمن تعول امک واباک واختک واخاک ثم ادناک ادناک. (نسائی شریف، باب ایتهما الید العلیا؟ ص

۲ وأما الأجداد والجدات فلأنهم من الأباء والأمهات ولهذا يقوم الجدُّ مقام الأب عند عدمه ولأنهم سبَّبوا لاحيائه فاستوجبوا عليه الاحياء بمنزلة الأبوين ۳ وشرط الفقر لأنه لو كان ذا مال فايجاب نفقته في ماله أولى من ايجابها في مال غيره

۳۵۰،نمبر۲۵۳۳۳)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے۔اور دادا دادی اور نانا نانی بھی انہیں میں داخل ہیں اس لئے ان کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔اور اگر ان لوگوں کے پاس اپنا مال ہو تو بیٹے پر نفقہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ہر آدمی کا نفقہ اپنے مال میں لازم ہوتا ہے۔اس لئے ان لوگوں کا نفقہ انہیں کے مال میں لازم ہوگا۔(۵) والدین کے ساتھ احترام کا معاملہ کرنا چاہئے۔اس لئے اس کے پاس نفقہ نہ ہو تو نفقہ دینا چاہئے۔

ترجمه : ۲ بہر حال دادا اور دادی تو اس لئے کہ بھی باپ اور ماں میں سے ہیں، اسی لئے باپ نہ ہوتے وقت دادا باپ کے قائم مقام ہیں، اور اس لئے کہ وہ باپ کے پیدا ہونے کے سبب ہیں اس لئے وہ لڑکے پر اپنی زندگی کا استحقاق رکھتے ہیں، جیسے والدین میں ہے۔

تشریح :اگر دادا، پردادا اور دادی، پردادی غریب ہوں تو لڑکے پر اس کا نفقہ واجب ہے، اس کی دو دلیلیں پیش کر رہے ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ دادا باپ کے درجے میں ہیں اور دادی ماں کے درجے میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر باپ موجود نہ ہو تو وراثت میں باپ کا حصہ دادا کو ملتا ہے، اسی طرح نکاح کرانے میں بھی دادا کو حق ملتا ہے، اسی طرح دادی ماں کے درجے میں ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں نہ ہو تو اس کا حصہ دادی کو ملتا ہے، اس لئے جس طرح باپ اور ماں کا نفقہ لازم ہے اسی طرح غریب ہوں تو دادا اور دادی کا نفقہ بھی لازم ہوگا۔[۲] دوسری دلیل ہے کہ۔دادا اور دادی اس بچے کے پیدا ہونے کے سبب ہیں جس طرح باپ اور ماں اس بچے کے پیدا ہونے کے سبب ہیں، اور سبب کی بنا پر والدین کا نفقہ لازم ہوتا ہے تو اسی طرح سبب کی بنا پر دادا اور دادی کا نفقہ بھی لازم ہوگا۔

لغت :فاستوجبوا علیہ الاحیاء: دادا دادی لڑکے کی زندگی کا سبب ہیں اس لئے دادا دادی کو بھی حق ہے کہ لڑکے سے نفقہ لیکر زندہ رہیں۔استوجب، کا ترجمہ ہے کسی سے حق طلب کرنا۔

ترجمه : ۳ اور غریب ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ اگر وہ مال والے ہوں تو نفقہ اس کے مال میں واجب کرنا زیادہ بہتر ہے دوسرے کے مال میں واجب کرنے سے۔

تشریح: ماں باپ دادا دادی غریب ہوں تب لڑکے پر نفقہ واجب ہے اس کی دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اگر اپنا مال موجود ہو تو اپنے مال میں نفقہ لازم ہوتا ہے یہ بہتر ہے، اس لئے غربت کی قید لگائی۔کہ غریب ہوں تب ہی لازم ہوگا ورنہ نہیں۔

وجه: (۱)اس حدیث میں ہے کہ محتاج ہو تب اولاد سے نفقہ لے۔ عن الاسود عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ

۴ ولا يمنع ذلک باختلاف الدين لما تلونا. (۲۱۹۴) ولا تجب النفقة مع اختلاف الدين إلا للزوجة والأبوين والأجداد والجدات والولد وولد الولد﴾

ان اولادكم هبة الله لكم ﴿يهب لمن يشاء اناثا و يهب لمن يشاء الذكور (آیت۴۹،سورۃ الشوری۴۲) فهم اموالهم لكم اذا احتجتم اليها . (سنن بیہقی، باب نفقۃ الابوین، ج سابع ،ص۷۸۸،نمبر۱۵۷۴۵)اس حدیث میں جب محتاج ہوتب اولاد سے مال لو۔ (۲)اس حدیث میں ہے کہ آدمی کے پاس اپنا مال ہوتو اپنے مال میں سے ہی نفقہ لازم ہوتا ہے۔ عن جابر قال اعتق رجل من بنی عذرة عبدا له عن دبر ....ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق عليها فان فضل شیء فلاهلک فان فضل عن اهلک شیء فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شیء فهكذا فهكذا يقول فبين يديک و عن يمينک و عن شمالک ۔(مسلم شریف، باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم اهلہ ثم القرابۃ،ص ۴۰۴،نمبر۹۹۷/۲۳۱۳)اس حدیث میں ہے کہ پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو۔

ترجمہ: ۴ اختلاف دین کے باوجود نفقہ نہیں رکے گا،اس آیت کی بنا پر جو ہم نے تلاوت کی۔

تشریح :مثلا والدین کافر ہوں یا یہودی، یا عیسائی ہوں اور غریب ہوں تب بھی نفقہ لازم ہوگا، کیونکہ اوپر کی آیت میں کافر والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے اس لئے غیر مسلم والدین کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔

وجہ:(۱) آیت میں ہے۔و ان جاهداک علی أن تشرک بی ما ليس لک به علم فلا تطعهما و صاحبهما فی الدنيا معروفا. (آیت۱۵،سورۂ لقمان۳۱)اس آیت میں ہے کہ والدین کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں اچھا معاملہ کرو یعنی نفقہ دو۔

ترجمہ :(۲۱۹۴)اور نہیں واجب ہوگا نفقہ اختلاف دین کے باوجود مگر بیوی کا اور والدین کا اور دادا کا اور دادی کا اور لڑکے کا اور پوتے کا۔

تشریح : دین اور مذہب الگ الگ ہو پھر بھی مذکورہ لوگوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ان کے علاوہ کا نفقہ اختلاف دین کے ساتھ لازم نہیں ہے۔

وجہ:(۱) بیوی کا نفقہ اصل میں احتباس کی مزدوری ہے اس لئے اگر بیوی یہودیہ یا نصرانیہ ہو پھر بھی اگر شوہر کے گھر میں رہتی ہوتو اس کا نفقہ لازم ہوگا(۲) آیت میں ہے۔وعلی المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف ۔(۳)اور بچوں کا نفقہ لازم ہے اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔(۴)اور یہ آیت بھی ہے۔والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين(آیت۲۳۳ سورۃ البقر(۲)اور ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی کا نفقہ لازم ہے اس کی دلیل مسئلہ نمبر۲۱۹۳ میں گزر چکی ہے۔

ل أما الزوجة فلما ذكرنا أنها واجبة لها بالعقد لاحتباسها لحق له مقصود وهذا لا يتعلق باتحاد الملة ٢ وأما غيرها فلأن الجزئية ثابتة وجزء المرء في معنى نفسه فكما لا يمتنع نفقة نفسه بكفره لا يمتنع نفقة جزئه ٣ الا أنهم إذا كانوا حربيين لا تجب نفقتهم على المسلم وان كانوا مستأمنين لأنا نهينا عن البر في حق من يقاتلنا في الدين.

ترجمہ : ل بیوی کے لئے نفقہ کی وجہ یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا عقد نکاح کے ذریعہ مقصود حق کی وجہ سے محبوس ہے اس کی وجہ سے نفقہ واجب ہوا ہے، اور یہ اتحاد دین کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا۔

تشریح : بیوی کے نفقے کی وجہ پہلے بیان ہوئی کہ نکاح کیا اور شوہر کے حق کے لئے وہ محبوس ہے اس کی وجہ سے نفقہ لازم ہے، تو گویا کہ یہ مزدوری ہے، اس لئے اختلاف دین بھی ہو تب بھی اگر نکاح صحیح ہے اور محبوس ہے تو اس کے لئے نفقہ لازم ہوگا، مثلا بیوی یہودیہ یا نصرانیہ ہے تو ان سے نکاح صحیح ہے اور اس کے لئے نفقہ بھی لازم ہوگا۔

ترجمہ : ٢ اور بیوی کے علاوہ تو اس لئے کہ جزئیت ثابت ہے اور انسان کا جز اپنی ذات کے درجے میں ہے، اس لئے کفر کی وجہ سے اپنی ذات پر نفقہ نہیں روک سکتا تو اپنے جز کا بھی نفقہ نہیں روک سکتا۔

تشریح : بیٹا پوتا، اور دادا دادی کا نفقہ واجب ہے اس کی یہ دلیل عقلی ہے، کہ بیٹا اور پوتا انسان کا جزو ہے کہ اس سے یہ نکلے ہیں، اور دادا اور دادی انسان کے اوپر کا جز ہے کہ انسان اس سے نکلا ہے اس لئے یہ سب جز ہیں اور آدمی کافر بھی ہو تب بھی اپنے اوپر نفقہ استعمال کرتا ہے، اسی طرح یہ سب جز کافر بھی ہوں تب بھی ان کا نفقہ لازم ہوگا۔ دلیل نقلی اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمہ : ٣ مگر یہ کہ وہ حربی ہوں تو مسلمان پر ان کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ چاہے وہ امن لیکر آئے ہوں، اس لئے کہ جو دین کے بارے میں ہم سے قتال کرتے ہیں ان پر احسان کرنے سے ہم کو روکا گیا ہے۔

تشریح : غیر مسلم کی تین قسمیں ہیں [۱] ایک یہ کہ وہ دار الاسلام میں ذمی بن کر رہتے ہیں، ایسے غیر مسلم والدین کا نفقہ واجب ہے، کیونکہ انکے ساتھ دین کی کوئی جنگ وجدال نہیں ہے۔ [۲] دوسرے وہ غیر مسلم ہیں جو دار الکفر میں رہتے ہیں، لیکن انکے ساتھ حرب یعنی جنگ جدال نہیں ہے، ایسے غیر مسلم والدین کا نفقہ بھی لازم ہے، ان دونوں کے لئے یہ آیت ہے۔ **لا ینهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين و لم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم و تقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين** (آیت ۸، سورۃ الممتحنۃ ۶۰) کہ جو لوگ جنگ نہیں کرتے ہیں اللہ ان پر احسان کرنے سے نہیں روکتا۔ [۳] تیسری قسم یہ ہے کہ دار الحرب والا دار الاسلام والوں سے دین کے لئے جنگ کر رہے ہوں، اور والدین حربی ہوں، یا دار الاسلام میں آکر امن لیا پھر بھی اس کا نفقہ مسلمان لڑکے پر واجب نہیں ہے، کیونکہ اس سے جنگ چل رہی ہے، اس کے لئے یہ آیت ہے جس میں ہے کہ جس

(۲۱۹۵) ولا تجب على النصراني نفقة أخيه المسلم وكذا لا تجب على المسلم نفقة أخيه النصراني ﴾ ل لأن النفقة متعلقة بالارث بالنص ۲ بخلاف العتق عند الملك لأنه متعلق بالقرابة والمحرمية بالحديث

سے دین کے لئے جنگ چل رہی ہو اس پر احسان مت کرو۔ انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین و أخرجوکم من دیارکم و ظاهروا علی اخراجکم ان تؤلوهم و من یتولهم فاو لیئک هم الظالمون . (آیت ۸،۹،سورۃ الممتحنۃ ۶۰) اس آیت میں ہے کہ جن سے جنگ چل رہی ہو اس پر احسان مت کرو۔

ترجمہ: (۲۱۹۵) نصرانی پر مسلمان بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہے، ایسے ہی مسلمان پر نصرانی بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ نص کی وجہ سے نفقہ وراثت کے ساتھ متعلق ہے۔

تشریح: عیسائی پر مسلمان بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہے، اور مسلمان پر عیسائی بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اوپر گزرا کہ اختلاف دین کے باوجود بیوی، بچہ اور والدین کا نفقہ واجب ہوتا ہے، اور بھائی ان میں سے نہیں ہے اس لئے اختلاف دین کے باوجود اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ صرف ذی رحم محرم ہونا کافی نہیں ہے۔ (۲) آیت میں ہے وراثت جاری ہوتا ہو تب ان لوگوں کا نفقہ واجب ہوگا، اور عیسائی اور مسلمان میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس لئے ایک دوسرے پر نفقہ بھی واجب نہیں ہوگا، آیت یہ ہے .و الوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف لا تکلف نفس الا وسعها لا تضار والدة بولدها و لا مولود له بولده ،و علی الوارث مثل ذالک ۔(آیت ۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ وارث پر بھی اسی کے مثل نفقہ واجب ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف ملک کے وقت آزادگی کے، اس لئے کہ حدیث کی بنا پر وہ قرابت اور ذی رحم محرم کے ساتھ متعلق ہے۔

تشریح: ذی محرم کے نفقہ واجب ہونے کے لئے قرابت کے ساتھ دین ایک ہونا ضروری ہے، لیکن مسلمان بھائی کافر بھائی کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا وہاں دین کا ایک ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ذی رحم محرم کا مالک بنا تو آزاد ہو جائے گا چاہے دین ایک نہ ہو۔

وجہ: عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول الله ﷺ من ملک ذا رحم محرم فهو حر ۔(ابوداود شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ ذی رحم محرم کا مالک بنا ہو تب وہ آزاد ہو گا، چاہے دین میں ایک نہ ہو۔

۳؎ ولأن القـرابة مـوجبة للصّلة ومع الاتفاق في الدين آكد ودوام ملك اليمين أعلى في القطيعة من حرمـان النفقة فاعتبرنا في الأعلى أصل العلة وفي الأدنى العلة المؤكدة فلهذا افترقا. (۲۱۹۶) ولا يشـارک الولد في نفقة أبويه أحد﴾ ۱؎ لأن لهـمـا تأويلا في مال الولد بالنص ولا تأويل لهما في مال غيره

ترجمه : ۳؎ اوراس لئے کہ قرابت جوصلہ رحمی کوواجب کرتا ہواوردین میں بھی متفق ہو یہ زیادہ مؤکد ہے،اورملک یمین کا ہمیشہ رہنا نفقہ سے محروم رکھنے سے زیادہ قطعیت ہے،اس لئے اعلی میں اصل علت کا اعتبار کیااورادنی میں علت مؤکدہ کا،اس لئے دونوں میں فرق ہوگیا۔

تشریح : نفقہ واجب ہونے اورملک یمین میں کیا فرق ہے اس کی دلیل عقلی ہے۔دونوں کا دین ایک ہو،اورقرابت بھی ہوتو مہربانی کرنے کے لئے مؤکد ہے،اورصرف قرابت ہوتو یہ اتنا مؤکد نہیں ہے،اور بھائی پرملکیت باقی رہے اس میں قطع رحم بہت زیادہ ہے،اورنفقہ نہ دینے میں بھی قطع رحمی ہے لیکن اتنا نہیں،اس لئے شریعت نے یہ اعتبار کیا کہ جہاں قطع رحمی بہت زیادہ ہے یعنی ملکیت برقراررکھنا اس میں صرف قرابت ہونا کافی قرار دیا گیا کہ صرف قرابت ہوتب بھی ملکیت ختم ہوجائے گی اوروہ آزاد ہوجائے گا،اور جس میں قطع رحمی کم تھی،یعنی نفقہ دینا اس میں یہ شرط رکھی گئی کہ قرابت بھی ہواوردین بھی ایک ہوتب نفقہ لازم ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ:(۲۱۹۶)والدین کے نفقہ میں بچے کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا۔

تشریح :بچہ لڑکا ہو یا لڑکی اس پروالدین کا نفقہ لازم ہوگا،اگرانکے پاس مال ہوتو اولاد کے علاوہ کسی اورپروالدین کا نفقہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱)حدیث میں ہے کہ بچے کا مال والدین کا مال ہے،اس لئے بچہ مالدار ہوتو اس کی وجہ سے والدین بھی مالدار شمار کئے جائیں گےاس لئے بچے کے مال میں ہی نفقہ لازم ہوگا۔حدیث یہ ہے۔عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابیک،وقال رسول الله ﷺ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم . (ابن ماجہ شریف،باب مالرجل من مال ولدہ،ص ۳۲۷،نمبر ۲۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ بچہ والدین کا مال ہےاس لئے جب بچے کے پاس مال ہوتو گویا کہ وہ اپنے مال میں سے کھارہے ہیں۔(۲)دوسری وجہ یہ ہے کہ سب سے قریب رشتہ دار بچہ ہے،اس کے ہم پلہ کوئی نہیں ہےاس لئے صرف اسی پرلازم ہوگا،ہاں اس کے پاس مال نہ ہوتب کسی اورپرلازم ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ والدین کے لئے حدیث کی وجہ سے بچے کے مال میں ایک تاویل ہے،اورغیر کے مال میں کوئی تاویل نہیں

۲ ولأنـه أقـرب الـنـاس إليهـمـا فـكـان أولى باستحقاق نفقتهما عليه ۳ وهـي على الذكور والاناث بـالسـوية فـي ظـاهـر الرواية وهو الصحيح لأن المعنى يشملهما. (۲۱۹۷) والـنفقة لكل ذي رحم محرم إذا كان صغيرا فقيرا أو كانت امرأة بالغة فقيرة أو كان ذكرا بالغا فقيرا زمنا أو أعمى﴾

ہے۔

تشریح : اوپر کی حدیث میں تھا کہ بچے کا مال والدین کا مال ہے اس کی بنا پر اس کے لئے یہ تاویل ہے کہ بچے کے مالدار ہونے کی وجہ سے یہ بھی مالدار شمار کئے جائیں، اور دوسرے کے مال میں یہ تاویل نہیں ہے کہ اس کا مال ان کا مال ہو جائے۔ اس لئے صرف بچے پر نفقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : ۲ اور اس لئے کہ بچہ سب سے زیادہ والدین کے قریب ہے اس لئے اس پر دونوں کے نفقے کے زیادہ استحقاق ہیں۔۔
تشریح واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ اور نفقہ مذکر مؤنث دونوں پر برابر ہے ظاہر روایت میں اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ بچہ ہونے کا معنی دونوں کو شامل ہے۔

تشریح : حدیث میں ,اولادکم، میں لڑکا اور لڑکی دونوں کو شامل ہیں اس لئے ظاہر روایت میں دونوں پر برابر درجے کا نفقہ لازم ہو گا، مثلا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو دونوں پر آدھا آدھا نفقہ لازم ہوگا، ایسا نہیں ہوگا کہ لڑکی پر ایک تہائی اور لڑکے پر دو تہائی لازم ہو، جس طرح لڑکے کو دو تہائی وراثت ملتی ہے اور لڑکی کو ایک تہائی وراثت ملتی ہے۔

ترجمہ :(۲۱۹۷) نفقہ واجب ہے ذی رحم محرم کے لئے جب وہ چھوٹے ہوں اور فقیر ہوں، یا عورت بالغہ ہو اور فقیر ہو، یا اپاہج مرد ہو، یا اندھا فقیر ہو۔

تشریح: قریب کے رشتہ داروں کا نفقہ تین شرطوں پر واجب ہے۔[۱] ایک تو یہ کہ نفقہ دینے والے کے پاس مال ہو، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو کیسے اس پر نفقہ واجب ہوگا؟۔[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ ذی رحم محرم کے پاس نفقہ کی مقدار مال نہ ہو، کیونکہ ان کے پاس نفقہ کی مقدار مال ہو تو دوسرے پر ان کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔[۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی کی ایسی مجبوری ہو کہ خود کام کر کے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔ جس کی چند مثالیں عبارت میں ہیں۔ مثلا[۱] ذی رحم محرم چھوٹا ہو اور فقیر ہو اور کوئی اس کی کفالت کرنے والا اس سے قریب کا نہیں ہو۔[۲] یا عورت بالغہ ہو لیکن فقیرہ ہو اور اس سے قریب کا کوئی آدمی اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو۔ اگر اس کو نفقہ نہ دیا جائے تو ضائع ہو جائے گی۔ کیونکہ باہر جا کر کام کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔[۳] یا مرد ہو لیکن اپاہج ہو یا نابینا ہو اور فقیر ہو تو یہ لوگ کام کر کے کھانے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کا نفقہ رشتہ داروں پر واجب ہوگا۔

ل أن الصلة في القرابة القريبة واجبة دون البعيدة والفاصل أن يكون ذا رحم محرم وقد قال الله تعالى وعلى الوارث مثل ذلك وفي قراء ة عبد الله بن مسعودؓ وعلى الوارث ذي الرحم المحرم مثل ذلک

وجه:(۱) آیت میں ہے کہ وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہے۔وعلى الوارث مثل ذلک ۔(آیت ۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ وارث پر نفقہ واجب ہے۔اور وارث کے لفظ سے اشارہ ہے کہ وراثت کی مقدار واجب ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔حدثنا كليب بن منفعة عن جده انه اتى النبي ﷺ فقال يا رسول الله ! من ابر ؟ قال امک واباک واختک واخاک ومولاک الذی يلی ذلک حقا واجبا ورحما موصولة.(ابوداؤد شریف، باب فی برالوالدین ص۷۲۲،نمبر ۵۱۴۰)(۳)اور نسائی میں ہے۔عن طارق المحاربي قال قدمنا المدينة فاذا رسول الله قائم على المنبر يخطب الناس وهو يقول يد المعطى العليا وابداء بمن تعول امک واباک واختک واخاک ثم ادناک ادناک. (سنن نسائی شریف، باب أيتهما اليد العليا؟ ص۳۵۰،نمبر ۲۵۳۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے۔(۴)اور خود اس آدمی کے پاس مال نہ ہوتب بھی ذی رحم محرم پر نفقہ واجب ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن الضحاک فی هذه الآية وعلى الوارث مثل ذلک ،قال الوالد يموت ويترک ولدا صغيرا فان كان له مال فرضاعه فی ماله وان لم يكن له مال فرضاعه على عصبته ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۲۲۸فی قولہ وعلی الوارث مثل ذلک، ج رابع ،ص۱۸۹،نمبر ۱۹۱۴۷)(۵)اور کفایت کی مقدار نفقہ واجب ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن قيس بن حازم قال حضرت ابا بكر الصديق فقال له رجل يا خليفة رسول الله هذا يريد ان يأخذ مالی كله ويجتاحه فقال ابو بكر انما لک من ماله ما يكفيک. (سنن للبیہقی ، باب نفقۃ الابوین، ج سابع ،ص۸۹۰،نمبر ۱۵۷۵۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ والدین کو بھی جتنی ضرورت ہو اتنا ہی لڑکے کے مال میں سے نفقہ لے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔

لغت:زمنا : اپاہج۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ صلہ رحمی قریب کے قرابت میں واجب ہے دور کی قرابت میں نہیں ،اور فصل کرنے والی چیز یہ ہے کہ ذی رحم محرم ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وعلی الوارث مثل ذالک ،اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی قرأت میں وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذالک۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ قریب کی قرابت ہو تو اس کے لئے نفقہ واجب ہے اور دور کی قرابت ہو تو اس کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے،اور اس کے لئے فصل یہ ہے کہ جو لوگ ذی رحم محرم ہوں ان کا نفقہ لازم ہے اور جو لوگ ذی رحم محرم نہ ہوں ان کا نفقہ لازم نہیں

۲؎ ثم لا بد من الحاجة والصغر والأنوثة والزمانة والعمى أمارة الحاجة لتحقق العجز فان القادر على الكسب غني بكسبه بخلاف الأبوين لأنه يلحقهما تعب الكسب والولد مأمور بدفع الضرر عنهما فتجب نفقتهما مع قدرتهما على الكسب. (۲۱۹۸) قال ويجب ذلك على مقدار الميراث ويجبر عليه ﴾ ۱؎ لأن التنصيص على الوارث تنبيه على اعتبار المقدار ولأن الغرم بالغنم والجبر لايفاء حقٍ مستحقٍ.

ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں علی الوارث کے ساتھ ذی رحم محرم کا لفظ موجود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ وارث جو ذی رحم محرم ہے ان کا نفقہ لازم ہوگا، اور جو لوگ ذی رحم محرم نہیں ہیں مثلا چچا کا بیٹا اس کا نفقہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ پھر ضرورت ہونا ضروری ہے، اور بچہ ہونا، مؤنث ہونا، اپاہج ہونا، اندھا ہونا ضرورت کی دلیل ہے تا کہ عجز متحقق ہو جائے، اس لئے کہ جو کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ اپنے کام کی وجہ سے مالدار ہے، بخلاف والدین کے اس لئے کہ ان دونوں کو کمانے میں تھکن ہوتی ہے اور بچے کو حکم دیا گیا ہے کہ والدین سے ضرر دفع کرے اس لئے کام پر قدرت کے باوجود ان دونوں کا نفقہ واجب ہوگا۔

تشریح: ذی رحم محرم کے نفقہ لازم ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے پاس مال نہ ہو اور وہ کام کر کے بھی زندگی نہ گزار سکتے ہوں، جسکو کہتے ہیں کہ وہ محتاج ہو، اب وہ بچہ ہے تو کام نہیں کر سکتا، عورت ہے تو دوسرے کے یہاں کام نہیں کر سکتی، اپاہج اور اندھے کا بھی یہی حال ہے کہ وہ کام نہیں کر سکتے، کیونکہ جو کام کر سکتا ہے تو چاہے مال نہ ہو کم سے کم کام کر کے زندگی گزار سکتا ہے تو وہ محتاج نہیں ہے۔ صرف والدین کے بارے میں ہے کہ وہ کمانے پر قادر ہوں تب بھی اس کا نفقہ اولاد پر ہے، کیونکہ بڑھاپے میں کمانے سے انکو تھکن لاحق ہوگی اور ضرر ہوگا اور قرآن میں ہے کہ انکو ضرر نہ دیں اس لئے کمانے پر قدرت کے باوجود انکا نفقہ مالدار اولاد پر ہو گا۔

وجہ: آیت یہ ہے۔ **وقضى ربك الا تعبدو الا اياه و بالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما و قل لهما قولا كريما ٥ و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا.** (آیت ۲۳،۲۴، سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں ہے کہ والدین کو ضرر نہ دو۔

ترجمہ: (۲۱۹۸) اور نفقہ واجب ہے میراث کی مقدار، اور مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وارث پر تنصیص مقدار کے اعتبار پر تنبیہ ہے، اس لئے کہ دریافت کی بقدر آدمی تاوان اٹھاتا ہے، اور واجب حق کو ادا کرنے کے لئے مجبور کرنا ہوگا۔

(۲۱۹۹) قال وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن على أبويه أثلاثا على الأب الثلثان وعلى الأم الثلث﴾ ل لأن الميراث لهما على هذا المقدار ۲ قال العبد الضعيف هذا الذي ذكره رواية

تشریح: ذی رحم کا نفقہ میراث کی مقدار لازم ہوتا ہے۔ مثلا دو بھائی ہیں تو دونوں پر آدھا آدھا نفقہ ہوگا، کیونکہ دونوں بھائیوں کو اس ذی رحم محرم کی آدھی آدھی وراثت ملے گی۔ اور اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ یہ قرابت کا حق ہے۔

وجه: (۱) وعلى الوارث مثل ذلك۔ (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ وارث پر نفقہ واجب ہے۔ اور وارث کے لفظ سے اشارہ ہے کہ وراثت کی مقدار واجب ہوگی (۲) اس اثر میں ہے۔ عن زید بن ثابت قال اذا کان عم وام فعلى الام بقدر میراثها وعلى العم بقدر میراثه۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۲۸ من قال الرضاع علی الرجال دون النساء، ج رابع، ص ۱۹۰، نمبر ۱۹۱۵۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک وارث پر اس کی وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہوگا (۳) دلیل عقلی جو صاحب نے پیش کی ہے یہ ہے کہ جتنا فائدہ اٹھاؤ گے اسی حساب سے تاوان بھی اٹھانا پڑے گا۔

لغت: الغرم بالغنم: یہ ایک محاورہ ہے۔ غرم کا معنی ہے تاوان، غنم کا معنی ہے مال غنیمت، اس محاورے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا آپ کے پاس غنیمت آتی ہے اسی کی مقدار آپ کو اس کا تاوان بھی سہنا پڑے گا یعنی جتنی وراثت ملتی ہے، اسی حساب سے نفقہ ادا کرنا ہوگا۔ الجبر: مجبور کرنا۔ حق مستحق: جس کا حق ہے اس کو ادا کرنا ہوگا۔

ترجمه: (۲۱۹۹) بالغہ بیٹی اور اپاہج بیٹے کا نفقہ واجب ہے والدین پر بطور اثلاث یعنی باپ پر دو تہائی اور ماں پر ایک تہائی۔

ترجمه: ل اس لئے کہ دونوں کی میراث اسی مقدار ہے۔

تشریح: بالغہ بیٹی کے پاس مال نہیں ہے تو اس کا نفقہ باپ اور ماں پر واجب ہے۔ اسی طرح بالغ لڑکا ہے لیکن اپاہج ہے کام نہیں کر سکتا ہے تو اس کا نفقہ والدین پر واجب ہے۔ اب چونکہ باپ بیٹے اور بیٹی کی دو تہائی کا وارث بنتا ہے اس لئے اس پر دو تہائی نفقہ واجب ہوگا۔ اور ماں اس کے آدھے یعنی ایک تہائی کا وارث بنتی ہے اس لئے اس پر ایک تہائی نفقہ واجب ہوگا۔

وجه: (۱) آیت میں ہے کہ وارث پر نفقہ لازم ہے تو جتنی وراثت ملتی ہو اس مقدار سے ہر ایک پر نفقہ واجب ہوگا۔ آیت ہے۔ وعلى الوارث مثل ذلك (آیت ۲۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) (۲) اثر میں ہے۔ عن زید بن ثابت قال اذا کان عم وام فعلى الام بقدر میراثها وعلى العم بقدر میراثه۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۲۹ من قال الرضاع علی الرجال دون النساء، ج رابع، ص ۱۹۰، نمبر ۱۹۱۵۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وارث پر اس کو وراثت ملنے کی مقدار اس پر نفقہ لازم ہے۔ چونکہ باپ کو بچے کی وراثت میں دوگنا ملتا ہے اس لئے اس پر دوگنا نفقہ لازم ہے۔ اور ماں کو اس سے آدھا ملتا ہے اس لئے اس پر آدھا نفقہ لازم ہے۔

ترجمه: ۲ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ جو ذکر کیا حضرت خصاف اور حضرت حسنؒ کی روایت ہے، اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ

الخصاف و الحسنؒ وفي ظاهر الرواية كل النفقة على الأب لقوله تعالى: وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن وصار كالولد الصغير ۳؎ ووجه الفرق على الرواية الأولى أنه اجتمعت للأب في الصغير ولاية ومؤنة حتى وجبت عليه صدقة فطره فاختص بنفقته ولا كذلك الكبير لانعدام الولاية فيه فتشاركه الأم ۴؎ وفي غير الوالد يعتبر قدر الميراث حتى تكون نفقة الصغير على الأم والجد أثلاثا ونفقة الأخ المعسر على الأخوات المتفرقات الموسرات أخماسا على قدر الميراث

پورا نفقہ باپ پر ہے، اللہ تعالی کے قول وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن، آیت کی وجہ سے اور وہ چھوٹے بچے کی طرح ہو گیا۔

تشریح :حضرت خصافؒ اور حضرت حسنؒ کی روایت یہ ہے کہ بڑی اپاہج اولاد کا نفقہ ماں اور باپ پر اثلاثا ہوگا، لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ سب نفقہ باپ پر ہی ہوگا، جس طرح یہ اولاد چھوٹی ہوتی تو اس آیت ۔ وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف ۔(آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) پورا نفقہ باپ پر ہوتا، اسی طرح بڑی ہونے کے باوجود بھی پورا نفقہ باپ پر ہی ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ پہلی روایت پر فرق کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹی اولاد میں باپ کے لئے ولایت اور مؤنت دونوں جمع ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ باپ پر صدقۃ الفطر واجب ہے، اس لئے صرف باپ پر نفقہ ہوگا، اور بڑی اولاد میں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ولایت نہیں ہے اس لئے ماں بھی اس کے نفقے میں شریک ہوگی۔

تشریح: پہلی روایت میں ہے کہ ماں باپ پر اثلاثا نفقہ ہوگا اور ظاہر روایت میں ہے کہ سب نفقہ باپ پر ہوگا۔ اور چھوٹی اور بڑی اولاد میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹی اولاد پر باپ کی ولایت بھی ہے اور مؤنت بھی ہے یعنی اس کے خرچ کا ذمہ دار بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ پر چھوٹی اولاد کا صدقہ فطرہ واجب ہے، اس لئے چھوٹی اولاد کا پورا نفقہ باپ پر ہے، اور بڑی اولاد کے لئے صرف مؤنت ہے، یعنی اس کے خرچ کا ذمہ دار ہے اس پر ولایت نہیں ہے اس لئے ماں پر بھی اس کی وراثت کی مقدار نفقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ والد کے علاوہ میں میراث کی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا یہاں تک کہ چھوٹی اولاد کا نفقہ ماں پر اور دادا پر اثلاث ہوگا ، اور تنگ دست بھائی کا مختلف مالدار بہنوں پر اخماس ہے، میراث کی مقدار۔

تشریح: والد کے بارے میں تو یہ اختلاف ہے کہ پورا نفقہ لازم ہوگا یا میراث کی مقدار، لیکن اس کے علاوہ جتنے ذی رحم محرم ہیں سب کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی وراثت کی مقدار اس پر نفقہ لازم ہوگا، چنانچہ چھوٹا بچہ ہو اور اس کا باپ زندہ نہ ہو ماں اور دادا ہو تو اس بچے کی وراثت ایک تہائی ملے گی اور دادا کو دو تہائی ملے گی، تو اس بچے کا نفقہ بھی ماں پر ایک تہائی واجب ہوگی، اور دادا پر دو تہائی، کیونکہ اسی حساب سے انکو اس بچے کی وراثت ملے گی۔ اور تنگدست بھائی ہو اور اس کی ایک اپنی بہن مالدار ہو اور ایک سوتیلی

۵ غير أن المعتبر أهلية الارث في الجملة لا احرازه فان المعسر إذا كان له خال وابن عم تكون نفقته على خاله وميراثه يحرزه ابن عمه. (۲۲۰۰) ولا تجب نفقتهم مع اختلاف الدين ﴾ ۱ لبطلان أهلية

بہن مالدار ہواور ایک ماں شریک بہن مالدار ہو، تو پورے نفقے کا پانچ حصہ کیا جائے گا، اور اپنی بہن پر اس کا تین حصہ نفقہ لازم ہوگا، اور سوتیلی بہن پر ایک حصہ اور ماں شریک بہن پر اس کا ایک حصہ نفقہ لازم ہوگا، تینوں بہنوں پر برابر نفقہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اسی حساب سے ان بہنوں کو بھائی کی وراثت ملے گی۔

وجه: اس آیت میں ہے کہ وارث یعنی ذی رحم محرم پر اس کی وراثت کی مقدار سے نفقہ لازم ہوگا۔ وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها لا تضار والدة بولدها و لا مولود له بولده ،و على الوارث مثل ذالک۔(آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲)

لغت: اخوات المتفرقات: متفرق بہنیں، یہاں تینوں قسم کی بہنیں مراد ہیں۔[۱] ماں شریک اور باپ شریک بہن کو اپنی بہن، یا حقیقی بہن کہتے ہیں۔صرف باپ شریک بہن کو سوتیلی بہن، یا علاتی بہن کہتے ہیں۔[۳] صرف ماں شرک بہن کو اخیافی بہن کہتے ہیں۔معسر: تنگ دست، موسر: مالدار۔ اخماس: خمس سے مشتق ہے، پانچ حصے میں سے ایک حصے کو اخماس کہتے ہیں۔

ترجمه: ۵ یہ اور بات ہے کہ وراثت کی لیاقت معتبر ہے نہ کہ اس کا حاصل کرنا، اس لئے کہ اگر تنگدست کا ماموں ہو اور چچا زاد بھائی ہو تو اس کا نفقہ ماموں پر ہے اور میراث اس کا چچازاد بھائی لے گا۔

تشریح: ایک ہے وراثت کا حقدار ہونا، اور دوسرا ہے وراثت وصول کرنا، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ وراثت کا حقدار ہے لیکن کسی دوسرے کی وجہ سے اس کو وراثت نہیں ملتی، دوسرے کو مل جاتی ہے، پس یہاں وراثت کا حقدار ہو چاہے وہ وصول نہ کر سکے تب بھی اس پر نفقہ واجب ہو جائے گا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی تنگدست ہے اور اس کا ماموں مالدار ہے اور اس کا چچازاد بھائی مالدار ہے، تو ماموں ذی رحم محرم ہے، کیونکہ اس سے نکاح کرنا حرام ہے اور یہ ذوی الارحام ہے اس لئے اس کو بھانجے کی وراثت بھی مل سکتی ہے لیکن چچازاد بھائی عصبہ ہے اس لئے ماموں کو وراثت نہیں ملے گی، وراثت پہلے چچازاد بھائی کو ملے گی، لیکن نفقہ ماموں پر لازم ہو جائے گا، کیونکہ ماموں ذی رحم محرم ہے، اور نفقہ کا مدار ذی رحم محرم پر ہے، اس لئے یہاں نفقہ لازم ہونے کا مدار وراثت کا حقدار ہونا ہے باضابطہ وراثت کا وصول کرنا نہیں ہے۔

لغت: اهلية الارث: وراثت پانے کا حقدار ہونا۔ احرازہ: باضابطہ وراثت وصول کرنا۔ ابن عمہ: چچا کا بیٹا، چچازاد بھائی۔

ترجمه: (۲۲۰۰) ذی رحم محرم کا نفقہ لازم نہیں ہوگا اختلاف دین کے ساتھ۔

ترجمه: ۱ وراثت کی اہلیت کے باطل ہونے کی وجہ سے، حالانکہ اہلیت کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

الارث ولا بد من اعتباره. (٢٢٠١) ولا تجب على الفقير ﴾ ۱؎ لأنهاتجب صلةً وهو يستحقها على غيره فكيف تستحق عليه ۲؎ بخلاف نفقة الزوجة وولده الصغير لأنه التزمها بالاقدام على العقد إذا المصالح لا تنتظم دونها ولا يعمل في مثلها الاعسار

تشریح : والدین،اولاداور بیوی کے علاوہ جوذی رحم محرم ہوں اگروہ دین میں مختلف ہوں مثلا یہودی یا عیسائی یا کافر ہوں توان کا نفقہ مسلمان ذی رحم محرم پرلازم نہیں ہوگا۔

وجہ :آیت میں ہے۔وعلی الوارث مثل ذلک(آیت ۲۳۳،سورۃ البقرۃ ۲)جس کا مطلب یہ ہوا کہ جووارث ہوں ان پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوگا۔اوراختلاف دین کی وجہ سے ان کاوارث نہیں ہوسکے گااس لئے ان کا نفقہ بھی لازم نہیں ہوگا۔اس لئے اختلاف دین کے ساتھ ذی رحم محرم کا نفقہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۲۰۱)اورنفقہ نہیں لازم ہوگا فقیر پر۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ یہ نفقہ صلہ رحمی کے طور پر واجب ہوتا ہے،اورفقیرخودصلہ رحمی کا مستحق ہےتواس پرنفقہ کیسے واجب کیا جائے گا۔

تشریح:آدمی خودفقیرہوتو بیوی اوراولاد کے علاوہ کا نفقہ اس پرلازم نہیں ہوگا۔

وجہ:(۱)خودفقیر ہےتواس کا نفقہ دوسرے رشتہ داروں پرلازم ہوگااس لئے اس پر کیسے لازم کریں؟اورلازم کریں تو کہاں سے دے گا؟اس کے پاس تو مال ہی نہیں ہے(۲) دوسروں کا نفقہ صلہ ہے اورصلہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کے پاس مال ہو۔اوراس کے پاس مال نہیں ہےاس لئے صلہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ بخلاف بیوی کے نفقے کے اور چھوٹے بچے کے نفقے کے،اس لئے کہ عقد نکاح پراقدام کرکے اس نفقے کوواجب کیا، اس لئے کہ بغیر نفقے کے نکاح کی مصلحت نہیں ہوسکتی۔،اوراس جیسی صورت میں تنگدستی کودخل نہیں ہوگا۔

تشریح : آدمی غریب بھی ہوتب بھی بیوی اورچھوٹی اولاد کا نفقہ اس پرواجب ہوتا ہے، کیونکہ جب اس نے نکاح کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں سے اس کے نفقے کا انتظام کرے گا کیونکہ بغیر انتظام کے نکاح کی مصلحت ہی نہیں ہوسکے گی،اس لئے اس میں تنگدستی کودخل نہیں ہے۔

وجہ : (۱)شادی پراقدام کرنااس بات کی دلیل ہے کہ اس کے پاس مال ہے یامال کما کر لائے گا۔اس لئے ان کا نفقہ فقر کی حالت میں بھی لازم ہوگا(۲) بیوی کا نفقہ تو اصل میں اس کے احتباس کی مزدوری ہےاس لئے فقیر ہوتب بھی اس کی مزدوری تو دینی ہی ہوگی،اورچھوٹی اولادضائع نہ ہوجائے اس لئے اس کا نفقہ ہرحال میں لازم ہے، چاہے آدمی مانگ کرہی لائے۔(۳) حدیث میں

۳ ثـم اليسار مقدر بالنصاب فيما روي عن أبي يوسف ۴ وعـن محمدؒ أنه قدره بما يفضل على نفقة نفسه وعياله شهرا ۵ أو بـمـا يفضل عن ذلک من كسبه الدائم كل يوم لأن المعتبر في حقوق العباد انما هو القدرة دون النصاب فانه للتيسير والفتوى على الأول لكن النصاب نصاب حرمان الصدقة.

ہے کہ ایک صحابی فقیر تھے اور رمضان میں بیوی سے صحبت کرنے کی وجہ سے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہو گیا۔ پھر بھی بیوی اور بچوں کا نفقہ ان پر لازم رہا۔ اور حضورؐ نے جو مدد کی تھی اس کے ذریعہ بیوی بچوں کا نفقہ ادا کیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن ابی هريرة قال اتى النبى ﷺ رجل فقال هلكت ... قال على احوج منا يا رسول الله ؟ فوالذى بعثک بالحق ما بين لابتيها اهل بيت احوج منا فضحک النبى ﷺ حتى بدت انيابه قال فانتم اذا.** (بخاری شریف، باب نفقة المعسر علی اہلہ، ص ۸۰۸، نمبر ۵۳۶۸) (۴) بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ **فاطعمه اهلک** (بخاری شریف، باب المجامع فی رمضان الخ، ص ۲۵۹، نمبر ۱۹۳۷) اس حدیث میں صحابی کے فقیر ہونے کے باوجود اس پر بیوی بچوں کا نفقہ لازم رکھا۔

ترجمہ: ۳ پھر مالداری نصاب کے ساتھ متعین ہے، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے۔

تشریح: آدمی کتنا مالدار ہو تو ذی رحم محرم کا نفقہ اس پر لازم ہوگا، اس کے بارے میں تین اقوال نقل کر رہے ہیں [۱] آدمی نصاب کا مالک ہو، یعنی سال بھر کھا پی کر اتنا بچ جائے کہ اس پر زکوۃ لینا حرام ہو جائے تو اس پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوگا، یہ روایت حضرت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔ [۲] حضرت امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک ماہ تک کمائے اور خود پر اور اہل عیال پر مناسب خرچ کرے پھر بھی نفقہ دینے کا خرچ بچ جائے تو یہ مالدار ہے اس پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوگا۔ [۳] امام محمدؒ کی دوسری روایت ہے کہ، ہر روز کمائے اور ہر روز مناسب خرچ کرے پھر بھی ذی رحم محرم کے نفقہ دینے کا خرچ بچ جائے تو نفقہ لازم ہوگا۔ چوتھا نصاب ہے کہ سال بھر کھا پی کر دوسو درہم باقی بچ جائے اور اس پر زکوۃ واجب ہو یہ نصاب ذی رحم محرم کے نفقہ واجب ہونے کے لئے کسی کے یہاں نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے خوشحالی کا اندازہ لگایا اس کے ذاتی خرچ اور اس کے عیال کے خرچ سے بڑھتا رہے۔

تشریح: یہ امام محمدؒ کی پہلی روایت ہے کہ ایک ماہ تک اس کی کمائی اس کی ذاتی خرچ اور اس کے عیال کے خرچ سے بڑھتا رہے تو وہ مالدار ہے اور اس پر نفقہ واجب ہوگا۔

ترجمہ: ۵ یا ہر دن ہمیشہ کی کمائی سے بچ جائے اس لئے کہ حقوق العباد میں معتبر وہ قدرت ہے نہ کہ نصاب اس لئے کہ یہ آسانی کے لئے ہے، اور فتوی پہلی روایت پر ہے کہ نصاب سے صدقہ کا حرام ہونا مراد ہے۔

(۲۲۰۲) وإذا كـان للابن الغائب مال قضى فيه بنفقة أبويه ﴾ ل وقد بينا الوجه فيه. (۲۲۰۳) وإذا باع أبوه متاعه في نفقته جاز (عند أبي حنيفةؒ وهذا استحسان) وإن باع العقار لم يجز﴾

تشریح :ہردن کی کمائی سے بچ جائے اتنا مال ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہونے کیلئے کافی ہے، کیونکہ حقوق العباد میں پورے نصاب کا مالک ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ نفقے کے کمانے پر قادر ہوا تنا ہی کافی، کیونکہ یہ سہولت کے لئے رکھا گیا ہے۔اور فتوی پہلی روایت پر ہے کہ کھا پی کر دوسو درہم بچ جائے جس سے زکوۃ لینا حرام ہو نفقہ لازم ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

لغت:نصاب حرمان صدقہ : سال بھر کھا پی کر دوسو درہم بچ جائے تو اس کو زکوۃ لینا حرام ہو جاتا ہے،اس کو،نصاب حرمان الصدقہ، کہتے ہیں۔اور اس نصاب پر سال گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوتی ،اس کو،نصاب زکوۃ، کہتے ہیں۔

ترجمہ:(۲۲۰۲)اگر غائب بیٹے کا مال ہو تو اس پر حکم کیا جائے گا والدین کے نفقے کا۔

ترجمہ:ل اور اس کی وجہ پہلے بیان کی ہے۔

تشریح: والدین کے پاس مال نہ ہو اور غائب بیٹے کا مال ہو تو قاضی غائب بیٹے کے مال میں والدین کے نفقے کا فیصلہ کرسکتا ہے۔

وجہ :(۱) اصل قاعدہ یہ ہے کہ غائب پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔لیکن یہاں حقیقت میں فیصلہ کرنا نہیں ہے کیونکہ والدین کا نفقہ پہلے ہی سے لڑکے پر واجب ہے، بلکہ صرف نفقہ لینے کا حکم کرنا ہے۔اس لئے غائب پر فیصلہ نہیں ہے۔بلکہ یوں کہئے کہ غائب کا مال ایک طرح سے والدین کا ہی ہے۔(۲)اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابیک وقال رسول الله ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم . (ابن ماجہ شریف، باب ماللرجل من مال ولدہ،ص ۳۲۸،نمبر ۲۲۹۲)اس حدیث میں فرمایا کہ لڑکے کا مال والدین کا مال ہے اس لئے اس کو کھاؤ اور پہلے سے کھانے کا حکم ہے تو قضاء علی الغائب نہیں ہوا۔

ترجمہ :(۲۲۰۳)اگر والد نے غائب لڑکے کے مال کو اپنے نفقے میں بیچا تو[امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے،اور یہ استحسان ہے]۔اور اگر زمین کو بیچا تو جائز نہیں ہے۔

تشریح : غائب لڑکے کے مال میں چاول، دال وغیرہ نہیں تھا کہ اس کو نفقہ میں استعمال کر سکے،البتہ کچھ منقول جائداد تھی جس کو بیچ کر نفقہ وصول کیا تو والدین کا منقولی جائداد بیچنا جائز ہے۔البتہ زمین وغیرہ غیر منقولی جائداد کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

اصول یہ ہے کہ چھوٹے بچے کے ولی کی طرح والد کو حق ہے کہ بڑے بچے کے غائبانے میں اس کے مال کی حفاظت کرے،اب مال کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اسی چیز کی حفاظت کرے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو بیچ کر اس کی جو رقم آئے اس کی

۱؎ وفي قولهما لا يجوز في ذلك كله وهو القياس لأنه لا ولاية له لانقطاعها بالبلوغ ولهذا لا يملك في حال حضرته ۲؎ ولا يملك البيع في دين له سوى النفقة

حفاظت کرے، اب زمین کو والد نہیں بیچ سکتے کیونکہ کوئی آدمی اس کو نقصان نہیں دے سکتا اسلئے وہ خود محفوظ بنفسہ ہے، البتہ منقولی جائداد کو بیچ سکتے ہیں تا کہ اس کی رقم کی حفاظت کر سکے، جب منقولی جائداد کو بیچ دئے اور اس کی رقم ہاتھ آ گئی، تو اب والدین کو یہ حق ہے کہ اس رقم کو اپنے نفقے میں استعمال کرے۔ اس لئے متن میں یہ کہا گیا کہ زمین کو نہیں بیچ سکتے، اور اس کے علاوہ سامان کو بیچ کر اپنا نفقہ وصول کر سکتے ہیں۔

وجہ :(۱) زمین محفوظ بنفسہ ہے اس کو بیچ کر حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور منقولی جائداد کو بیچ کر حفاظت کریں گے اور جب روپیہ پیسہ ہاتھ میں آیا تو کھا بھی سکتے ہیں۔

ترجمہ : ۱؎ اور صاحبینؒ کے قول میں کسی چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، اس لئے کہ بالغ ہونے کی وجہ سے باپ کی اس پر ولایت نہیں ہے، اسی لئے اولاد کی حاضری میں بیچنے کا مالک نہیں ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کی رائے یہ ہے بڑا بچہ جو غائب ہے اس کی چاہے زمین ہو یا منقولی جائداد ہو والد کے لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے اس کو بیچ کر نفقہ وصول نہیں کر سکتے، ہاں کوئی چیز ہو جو خود نفقہ کی جنس میں سے ہو تو اس کو بطور نفقہ کے استعمال کر سکتے ہیں، مثلا کپڑا، کھانا، درہم دینار ہو تو اس کو نفقہ میں استعمال کر سکتے ہیں لیکن اس کو بیچ نہیں سکتے۔

وجہ:(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ بالغ ہونے کی وجہ سے والد کی اس پر بیچنے ولایت باقی نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ اگر اولاد حاضر ہو والدین اس کے سامان کو نہیں بیچ سکتے تو غائب ہونے کی حالت میں بھی نہیں بیچ سکتے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه قام فقال لا يحلبن احدكم ما شية رجل بغير اذنه۔ (ابن ماجہ شریف، باب النھی ان یصیب منھا شیئا الا باذن صاحبھا، ص ۳۲۹، نمبر ۲۳۰۲) اس حدیث میں ہے کہ دوسرے کی چیز بغیر اس کی اجازت کے لینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

اصول : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک والد بڑی اولاد کی منقولی جائداد بیچ سکتے ہیں۔

اصول: امام صاحبینؒ کے نزدیک والد بڑی اولاد کی منقولی جائداد بھی نہیں بیچ سکتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ باپ اپنے قرض میں بیچنے کا مالک نہیں ہے سوائے نفقہ کے۔

تشریح : باپ کا قرض غائب بیٹے پر ہو اور غائب بیٹے کا مال باپ کے پاس موجود ہو تو اپنے قرض کے لئے اس مال کو نہیں بیچ سکتا، صرف اپنے نفقے کے لئے بیچ سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث سے صرف نفقہ لینے کی گنجائش ہے تا کہ والدین ضائع نہ ہو جائیں۔

۳ وكذا لا تملك الأم في النفقة ۴ و لأبي حنيفةؒ أن للأب ولاية الحفظ في مال الغائب ألا ترى أن للوصي ذلك فالأب أولى لو فور شفقته وبيع المنقول من باب الحفظ ولا كذلك العقار لأنها محصنة بنفسها ۵ وبخلاف غير الأب من الأقارب لأنه لا ولاية لهم أصلا في التصرف حالة الصغر ولا في الحفظ بعد الكبر ۶ وإذا جاز بيع الأب والثمن من جنس حقه وهو النفقة فله الاستيفاء

ترجمه: ۳ ایسے ہی ماں نفقے میں بیچنے کا مالک نہیں ہے۔

تشریح: ماں کے پاس غائب بیٹے کا مال ہوتو اس کو بیچ کر اپنا نفقہ حاصل کرے اس کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے کہ باپ کو حفاظت کی ولایت ہے اس لئے وہ حفاظت کے لئے بیچے گا، اور رقم آنے کے بعد اپنے نفقے میں خرچ کرے گا، لیکن ماں کو حفاظت کی ولایت نہیں ہے کیونکہ عورت کو حفاظت کی طاقت نہیں ہے اس لئے وہ حفاظت کے لئے بیچ نہیں سکتی اور بیچ نہیں سکتی تو اس کے بعد نفقہ بھی وصول نہیں کرسکتی، ہاں نفقے کی جنس میں سے مال ہوتو اس کو نفقہ میں استعمال کرسکتی ہے، مثلا کھانا ہوتو کھا سکتی ہے اور کپڑا ہوتو پہن سکتی ہے۔

ترجمه: ۴ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کے لئے غائب کے مال کی حفاظت کی ولایت ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ وصی کے لئے بھی حفاظت کی ولایت ہے تو باپ زیادہ حقدار ہے شفقت زیادہ ہونے کی وجہ سے، اور منقولی جائداد کو بیچنا حفاظت کے باب میں سے ہے اور زمین ایسی نہیں ہے اس لئے کہ وہ خود محفوظ ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کو غائب بیٹے کے مال کی حفاظت کی ولایت ہے، کیونکہ ولی کو حفاظت کی ولایت ہے تو باپ کو بدرجہ اولی ولایت ہوگی کیونکہ اس میں شفقت کاملہ ہے، اور منقولی جائداد کو بیچ کر بھی حفاظت کی جاتی ہے اس لئے اس کے لئے منقولی جائداد بیچنا جائز ہے، اور جب بیچ کر رقم آئی تو اس میں سے نفقہ بھی وصول کرسکتا ہے، البتہ زمین خود محفوظ ہے اس لئے اس کو بیچ کر حفاظت کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کو باپ کے لئے بیچنا جائز نہیں، پھر اس سے نفقہ لینا بھی جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۵ بخلاف باپ کے علاوہ اور اقارب کے اس لئے کہ انکے لئے بچپنے میں بھی تصرف کرنے کی ولایت نہیں ہے، اور نہ بڑا ہونے کے بعد حفاظت کی ولایت ہے۔

تشریح: باپ کے علاوہ جتنے رشتہ دار ہیں انکو بچپنے کی حالت میں بھی تصرف کرنے کی ولایت نہیں تھی اور بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس کے مال کی حفاظت کی بھی ولایت نہیں ہے، اور جب حفاظت کی ولایت نہیں ہے تو وہ مال بیچ بھی نہیں سکتے ہیں، اور اس سے اپنا نفقہ بھی وصول نہیں کرسکتے ہیں۔

ترجمه: ۶ جب باپ کا بیچنا جائز ہوا اور قیمت اس کے حق کی جنس میں سے ہے اور وہ نفقہ ہے تو باپ کے لئے اس سے وصول

منه كما لو باع العقار والمنقول على الصغير جاز لكمال الولاية ثم له أن يأخذ منه بنفقته لأنه من جنس حقه. (۲۲۰۴) وان كان للابن الغائب مال في يد أبويه وأنفقا منه لم يضمنا ﴾ ل لانهما استوفيا حقهما لأن نفقتهما واجبة قبل القضاء على ما مر وقد أخذا جنس الحق.

کرنا جائز ہو گیا، جیسے کہ اگر چھوٹی اولاد کی زمین بیچتا یا منقولی جائداد بیچتا تو جائز ہے کمال ولایت کی وجہ سے، پھر باپ کے لئے یہ حق تھا کہ اس سے اپنا نفقہ وصول کر لے، اس لئے کہ اس کے حق کی جنس سے ہے۔

تشریح: باپ کو چھوٹی اولاد پر ولایت کاملہ ہے اس لئے اس کی زمین بھی بیچ سکتا ہے اور منقولی جائداد بھی بیچ سکتا ہے، اور بیچنے کے بعد جب رقم آئی تو اس سے اپنا نفقہ وصول کر سکتا ہے، اسی طرح بڑا لڑکا غائب ہو اور حفاظت کے لئے اس کی منقولی جائداد بیچی تو اس سے نفقہ وصول کر سکتا ہے کیونکہ یہ رقم اس کے نفقہ کی جنس سے ہے۔

ترجمہ: (۲۲۰۴) اگر غائب بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں ہو اور انہوں نے اس میں سے خرچ کر دیا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ انہوں نے اپنا حق وصول کیا، اس لئے کہ ان دونوں کا نفقہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی واجب ہے، جیسا کہ گزر گیا، اور انہوں نے حق کی جنس لی ہے۔

تشریح: غائب بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں تھا، انہوں نے اس مال میں سے کچھ خرچ کر دیا تو وہ اس مال کے ضامن نہیں ہوں گے اور نہ ان کو اس کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔

وجہ: (۱) اوپر گزر چکا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی والدین کا نفقہ لڑکے کے مال میں واجب تھا اس لئے جو مال ان کے ہاتھ میں تھا اس میں سے خرچ کر لیا تو گویا کہ اپنا حق وصول کر لیا۔ اس لئے وہ اس کا ضامن نہیں ہوں گے۔ انہوں نے تو گویا کہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہے (۲) حدیث میں گزر چکا ہے۔ فقال انت ومالک لابیک وقال رسول الله ﷺ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم۔ (ابن ماجہ شریف، باب ماللرجل من مال ولدہ، ص ۳۲۸، نمبر ۲۲۹۲) (۳) اور یہ بھی گزرا کہ اپنا واجب شدہ نفقہ چپکے سے وصول کر لے تو جائز ہے۔ حضرت ابو سفیان کی بیوی نے اپنا نفقہ چپکے سے وصول کرنے کی حضورؐ سے اجازت لی تھی۔ عن عائشة قالت جائت هند بنت عتبة فقالت یارسول الله ان ابا سفیان رجل مسیک فهل علی حرج ان اطعم من الذی له عیالنا ؟قال لا الا بالمعروف. (بخاری شریف، باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ونفقة الولد، ص ۸۰۷، نمبر ۵۳۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غائب کے مال میں سے اپنا مناسب نفقہ وصول کر سکتے ہیں۔ اور ایسا کر لیا تو اس کا ضمان بھی لازم نہیں ہوگا۔

(۲۲۰۵) وان كـان لـه مال في يد أجنبي فأنفق عليهما بغير اذن القاضي ضمن ﴾ ۱؎ لأنه تصرف في مـال الـغيـر بـغير ولاية لأنه نائب في الحفظ لا غير وبخلاف ما إذا أمره القاضي لأن أمره ملزم لعموم ولايته ۲؎ وإذا ضـمـن لا يـرجـع على القابض لأنه ملكه بالضمان فظهر أنه كان متبرعا به. (۲۲۰۶) وإذا قضي القاضي للولد والوالدين وذوي الأرحام بالنفقة فمضت مدة سقطت ﴾

ترجمه :(۲۲۰۵)اوراگر غائب کا مال اجنبی کے ہاتھ میں ہواوراس نے والدین پرخرچ کیابغیر قاضی کی اجازت کےتو وہ ضامن ہوگا۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ بغیر ولایت کے غیر کے مال میں تصرف کیا،اسلئے کہ وہ صرف حفاظت کرنے میں نائب ہے[خرچ کرنے کانہیں] بخلاف جبکہ قاضی نے اس کوحکم دیا ہو اس لئے کہ اس کی ولایت سب کو عام ہے۔

تشریح :غائب لڑکے کا مال کسی اجنبی آدمی کے پاس تھااس نے والدین پر بغیر قاضی کی اجازت کےخرچ کر دیا تو اجنبی آدمی اس مال کا ضامن ہو جائے گا۔ہاں قاضی نے اجنبی کووالدین پرخرچ کرنے کا حکم دیا ہو اب وہ محافظ ضامن نہیں ہوگا،اس لئے کہ قاضی کی ولایت سب پر ہے،اوراس کے حکم سےخرچ کیا ہےاس لئے جس کے پاس لڑکے کا مال تھا وہ ضامن نہیں ہوگا۔

وجه :(۱)والدین کواس مال میں نفقہ لینے کا حق تھا جوخود والدین کے پاس ہو۔اور جو مال اجنبی کے پاس ہے وہ اس کا محافظ ہے،وہ صرف اس کی حفاظت کرسکتا ہے،اس کوکسی پرخرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے چاہے غائب کے والدین ہی کیوں نہ ہوں؟اس لئے اس پرخرچ کرنے سے محافظ ضامن بن جائے گا۔البتہ قاضی نے حکم دیا تو چونکہ اس کے لئے اذن عام ہےاس لئے محافظ ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۲؎ اگراجنبی ضامن ہوا تو قبضہ کرنے والدین سے رجوع نہیں کرے گا،اس لئے کہ اجنبی ضمان دیکراس چیز کا مالک بن گیا،اس لئے ظاہر ہوگیا کہ اجنبی نے اس کوخیرات کی ہے۔

تشریح : لڑکے کا مال جس محافظ کے پاس تھااس نے والدین پرخرچ کرنے کا ضمان دیا تو اب یہ ضمان والدین سے وصول نہیں کر سکتا،کیونکہ جب اس نے ضمان دیا تو محافظ اس مال کا مالک بن گیا،اور یوں سمجھا جائے گا کہ خیرات اوراحسان کےطور پر اس نے اپنا مال لڑکے کے والدین پرخرچ کیا،اوراحسان کرنے میں واپس نہیں لے سکتا اس لئے اس مال کووالدین سے قاضی سے فیصلہ کروا کر واپس نہیں لے سکے گا،ہاں اخلاقی طور پر والدین کواس مال کی قیمت محافظ کو دے دینی چاہئے۔

لغت:ملکہ بالضمان: ضمان دے کراس مال کا مالک بن گیا۔متبرعا بہ:مال دے کراحسان کیا،جسکی قیمت لینے کا حق نہیں ہے۔

ترجمه :(۲۲۰۶)اگر قاضی نے بچے کے لئے،والدین کے لئے،اور ذی رحم محرم کے لئے نفقے کا فیصلہ کیا اورایک مدت گزر گئی تو

ا؎ لان نفقة هؤلآء تجب كفاية للحاجة حتى لا تجب مع اليسار وقد حصلت بمضي المدة ٢؎ بخلاف نفقة الزوجة إذا قضي بها القاضي لأنها تجب مع يسارها فلا تسقط بحصول الاستغناء

نفقہ ساقط ہوجائے گا مگر یہ کہ قاضی اس کے اوپر قرض لینے کی اجازت دے۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ ان لوگوں کا نفقہ ضرورت کی بنا پر کفایت کے طور پر واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مالدار ہوں تو دوسرے پر نفقہ واجب نہیں، اور ایک مدت گزرنے کی وجہ سے نفقہ کی ضرورت پوری ہوگئی۔

تشریح: ایک ہے قاضی صرف نفقے کا فیصلہ کرے، اس پر قرض لینے کا فیصلہ نہ کرے، اگر بیوی کے لئے صرف نفقے کا فیصلہ کیا اور شوہر پر قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا، اور اس پر کئی مہینے گزر گئے تب بھی بیوی پرانا نفقہ وصول کرے گی، کیونکہ یہ احتباس کی مزدوری ہے، یہ وقت گزرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور اس کے علاوہ دوسروں کے لئے قاضی نے صرف نفقے کا فیصلہ کیا، غائب پر قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا اور کئی مہینے گزر گئے تو اس نفقے کو قاضی کے فیصلے کے ذریعہ وصول نہیں کر پائیں گے، اخلاقا غائب دے دے تو اور بات ہے۔ اور اگر ان لوگوں کے لئے غائب پر قرض لینے کا قاضی نے فیصلہ کر دیا، اور کچھ مدت گزر گئی اور نفقہ وصول نہیں کر پائے تو یہ نفقہ وصول کریں گے، کیونکہ گویا کہ قرض لیکر ان لوگوں نے کھالیا اب غائب قرض دینے والے کو قرض ادا کرے گا۔

وجہ: (۱) یہ نفقہ مزدوری نہیں ہے بلکہ صلہ ہے اور احتیاج کی وجہ سے لازم کیا گیا ہے۔ اور جب ایک مدت تک نفقہ نہیں لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانے میں نفقے کی ضرورت نہیں رہی، ضرورت پوری ہوگئی۔ اس لئے اس زمانے کا نفقہ ساقط ہوجائے گا (۲) اثر میں ہے کہ قرض لینے کا فیصلہ کیا ہو تب تو ساقط نہیں ہوگا، اور قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا تو ساقط ہوجائے گا۔ عن النخعي اذا ادانت اخذ به حتى يقضى عنها وان لم تستدن فلا شيء لها عليه اذا اكلت من مالها. قال معمر ويقول اخرون من يوم ترفع امرها الى السلطان. (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امراتہ فلا ینفق علیھا، ج سابع ص ۷۰، نمبر ۱۲۳۹۷) اس اثر میں ہے کہ قرض لیا ہو تو نفقہ لے سکتا ہے اور قرض نہ لیا ہو بلکہ اپنا مال کھایا ہو تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ (۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن الشعبي قال أتت امراة شريحا فقالت ان زوجي غاب و انی استدنت دينارا فانفقت على نفسي ؟ قال ان كان امرک بذالک ؟ قالت لا قال فاقضي دينک۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغیب عن امراتہ فلا ینفق علیھا، ج سابع ص ۷۱، نمبر ۱۲۳۹۹) اس اثر میں ہے کہ اگر قاضی نے قرض لینے کا حکم دیا ہو تب تو شوہر سے وصول کرے اور اگر حکم نہیں دیا تو عورت خود اس قرض کو ادا کرے گی۔

لغت: الاستدانۃ: دین سے مشتق ہے، قرض لینا۔

ترجمہ: ٢؎ بخلاف بیوی کے جبکہ قاضی فیصلہ کرے نفقہ لینے کا اس لئے کہ یہ نفقہ بیوی کے مالدار ہونے کے باوجود واجب ہوتا

فيما مضى. (۲۲۰۷) قال ألا أن يأذن القاضي بالاستدانة عليه ﴾ ل لأن القاضي له ولاية عامة فصار اذنه كامر الغائب فيصير دينا في ذمته فلا يسقط بمضي المدة.

ہے،اس لئے گزرے ہوئے زمانے میں استغناء حاصل ہونے کے باوجود ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح: قاضی نے بیوی کے لئے نفقہ لینے کا فیصلہ کیا، شوہر پر قرض لینے کا فیصلہ نہیں کیا، اور نفقہ لیئے بغیر ایک زمانہ گیا پھر بھی اس کا یہ نفقہ ساقط نہیں ہو وہ لے گی۔

وجہ: عورت کے مالدار ہونے کے باوجود بھی شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے، یہ عورت کی حاجت اور ضرورت کی بنیاد پر نہیں ہے، اس لئے ایک زمانہ گزرنے سے یہ سمجھا جائے کہ وہ اس نفقے سے مستغنی ہوگئی اس لئے نہ دیا جائے ایسا نہیں ہوگا، بلکہ وہ شوہر پر قرض ہے اس لئے وہ وصول کرے گی۔ ہاں قاضی نفقے کا فیصلہ نہیں کرتا اور ایک زمانہ گزر جاتا تو وہ نفقہ شوہر سے ساقط ہو جائے گا۔۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۲۲۰۷) مگر یہ کہ قاضی غائب پر قرض لینے کا حکم دے، [تو پچھلا نفقہ وصول کر سکیں گے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ قاضی کی ولایت سب پر ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غائب آدمی نے خود قرض لینے کی اجازت دی، اس لئے اسی کے ذمے قرض ہو جائے گا، اس لئے مدت گزرنے سے ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح: قاضی نے ان ذی رحم محرم کو غائب پر قرض لینے کا حکم دیا تو مدت گزرنے کے بعد بھی وہ نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی کی ولایت سب پر ہے، اس لئے اس کا قرض لینے کا حکم دینا ایسا ہو گیا کہ خود غائب آدمی نے کہا ہو کہ میرے ذمے قرض لے لو میں بعد میں ادا کر دوں گا، اس لئے یہ قرض خود غائب آدمی کے ذمے ہو جائے گا، اس لئے یہ نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

﴿فصل﴾

(۲۲۰۸) وعلى المولى أن ينفق على أمته وعبده﴾ ل لقوله عليه السلام في المماليك انهم اخوانكم جعلهم الله تعالى تحت أيديكم أطعموهم مما تأكلون وألبسوهم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد الله. (۲۲۰۹) فإن امتنع وكان لهما كسب اكتسبا وأنفقا﴾

﴿غلام، باندی کے نفقے کے احکام﴾

ترجمه:(۲۲۰۸) آقا پر واجب ہے کہ وہ خرچ کرے اپنے غلام پر اور باندی پر۔

ترجمه : ل مملوک کے بارے میں حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں، انکو اللہ نے تمہارے ہاتھ کے نیچے کیا، انکو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور اللہ کے بندے کو عذاب مت دو۔

تشریح :جس طرح رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے اسی طرح غلام اور باندی کا نفقہ بھی واجب ہے، کیونکہ وہ بھی انسان ہیں، اور نفقہ نہیں دے سکتے ہو تو انکو بیچ دو، یا آزاد کر دو وہ خود اپنا نفقہ کما کر کھائے گا یا مانگ کر کھائے گا۔

وجه :(۱) غلام اور باندی مولی کے لئے کام کرتے ہیں۔اس لئے اس پر ان کا نفقہ واجب ہے(۲) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔رأيت ابا ذر الغفاری وعليه حلة وعلى غلامه حلة فسالناه عن ذالک فقال انی سابت رجلا فشكانی الى النبی ﷺ فقال النبی ﷺ أعيرته بأمه ؟ ثم قال ان اخوانكم خولكم جعلهم الله تحت ايديكم فمن كان اخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولا تكلفوهم ما يغلبهم فان كلفتموهم ما يغلبهم فاعينوهم ۔(بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم فاطعموھم مما تاکلون ،ص ۴۱۱، نمبر ۲۵۴۵ر مسلم شریف، باب اطعام المملوک مما یأکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ ،ص ۷۳۲، نمبر ۱۶۶۱/ ۴۳۱۳) ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مملوک کا نفقہ آقا پر واجب ہے۔(۳) ابوداؤد شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔عن المعرور بن سويد قال رأيت ابا ذر بالربذة.....قال انهم اخوانكم فضلكم الله عليهم فمن لم يلائمكم فبيعوه و لا يعذبوا خلق الله ۔(ابو داود شریف، باب فی حق المملوک ،ص ۷۲۴، نمبر ۵۱۵۷) اس حدیث میں غلام کو عذاب مت دو۔(۴) اس حدیث میں بھی ہے ۔عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ انه قال للمملوک طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل الا ما يطيق.(مسلم شریف، باب اطعام المملوک مما یأکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ ،ص ۷۳۲، نمبر ۱۶۶۲/ ۴۳۱۶، کتاب الایمان) اس حدیث میں بھی ہے کہ مملوک کا نفقہ واجب ہے۔

ترجمه:(۲۲۰۹) پس اگر نفقہ دینے سے رک گیا اور ان کو کمانے کی صلاحیت ہے تو دونوں کمائیں اور اپنے اوپر خرچ کریں۔

لے لأن فيه نظرا للجانبين حتى يبقى المملوک حيا ويبقى فيه ملک المالک. (۲۲۱۰) وان لم يكن لهما كسب بأن كان عبدا زمنا أو جارية لا يؤاجر مثلها. أجبر المولى على بيعها لے لأنهما من أهل الاستحقاق وفي البيع ابفاء حقهما وايقاء حق المولى بالخلف

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس میں دونوں جانب رعایت ہے، یہاں تک کہ مملوک زندہ باقی رہے گا، اور مملوک میں مالک کی ملکیت باقی رہے گی۔

تشریح: آقا غلام باندی کا نفقہ دینے سے انکار کر گیا تو دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ کام کر کے کھا سکتے ہوں تو کمائیں اور کھائیں۔ اس میں مملوک کی رعایت ہے کہ انکی زندگی بچ جائے گی، اور چونکہ وہ زندہ رہیں گے تو آقا کی ہی ملکیت باقی رہے گی تو آقا کی بھی رعایت ہوگئی۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ مملوک کما کر کھاتے تھے۔ عن انس بن مالک قال حجم ابو طيبة النبي فامر له بصاع او صاعين من طعام و كلم مواليه فخفف عن غلته او ضريبته. (بخاری شریف، باب ضریبۃ العبد وتعاہد ضرائب الاماء، ص ۳۰۴ نمبر ۲۲۷۷) اس حدیث میں ابو طیبہ غلام پر ٹیکس لازم کیا ہے جو زیادہ ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ اسی اجرت سے اپنا نفقہ وصول کرتا ہو۔

ترجمہ: (۲۲۱۰) اور اگر وہ کما نہ سکتے ہوں [اس طرح کہ غلام اپاہج یا باندی ایسی ہو کہ اس طرح کی باندی اجرت پر نہیں رکھی جا سکتی ہو] تو آقا کو انکے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ: لے کیونکہ یہ دونوں نفقہ کے مستحق ہیں اور بیچنے میں ان دونوں کا حق ادا ہوتا ہے، آقا کا حق باقی رہا اس کا خلیفہ یعنی قیمت کے ذریعہ۔

تشریح: آقا غلام باندی کا نفقہ بھی ادا نہیں کرتا ہے اور غلام باندی کوئی کام بھی نہیں کر سکتے ہیں، مثلا غلام باندی اپاہج ہیں، یا باندی ایسی ہے کہ اس کو اجرت پر نہیں رکھی جا سکتی، اور آقا نفقہ بھی نہیں دیتا ہے تو آقا کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ بیچ دے تاکہ دوسرا آقا اس کو نفقہ دے جس سے اس کی جان بچے، اور آقا کا اس میں نقصان نہیں ہے کیونکہ اس کو غلام باندی کی قیمت مل جائے گا، تو اس صورت میں بھی مملوک اور آقا دونوں کی رعایت ہے۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ جی نہ بھرے تو بیچ دو، اور اللہ کے مخلوق کو عذاب نہ دو۔ عن المعرور بن سويد قال رأيت ابا ذر بالربذة..... قال انهم اخوانكم فضلكم الله عليهم فمن لم يلائمكم فبيعوه و لا يعذبوا خلق الله۔ (ابو داود شریف، باب فی حق المملوک، ص ۷۲۴، نمبر ۵۱۵۷) اس حدیث میں ہے کہ جی نہ بھرے تو بیچ دو۔ (۲) حدیث میں ہے کہ

۲؎ بخلاف نفقة الزوجة لأنها تصير دينا فكان تأخيرا على ما ذكرنا ونفقة المملوک لا تصير دينا فكان إبطالا ۳؎ وبخلاف سائر الحيوانات لأنها ليست من أهل الاستحقاق فلا يجبر على نفقتها الا أنه يؤمر به فيما بينه وبين الله تعالى لأنه عليه السلام نهى عن تعذيب الحيوان وفيه ذلک ونهى عن اضاعة المال وفيه اضاعته

جانور کو کھانا نہیں دیا وہ مر گیا تو عذاب ہوگا۔ اس لئے اگر انسان کو نفقہ نہیں دیا اور بیچا بھی نہیں اور مر گیا تو آقا کو عذاب ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله قال عذبت امرأة فى هرة لم تطعمها ولم تسقها ولم تتركها تاكل من خشاش الارض . (مسلم شریف، باب تحریم قتل الھرۃ ص ۹۹۶، نمبر ۲۲۴۳/۵۸۵۵، کتاب السلام) جب جانور کو نفقہ نہ دے اور وہ مر جائے تو عذاب ہوتا ہے تو انسان کو نفقہ نہ دے اور وہ مر جائے تو آقا کو عذاب ہوگا، اس لئے اس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ بخلاف بیوی کے نفقہ کے اس لئے کہ شوہر کے ذمے قرض ہو سکتا ہے اس لئے تاخیر ہو سکتی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور مملوک کا نفقہ آقا پر قرض نہیں ہوتا اس لئے اس کا حق باطل کرنا لازم آئے گا۔

تشریح: یہاں یہ فرق بتا رہے ہیں کہ بیوی کا نفقہ نہ دے سکے تو شوہر کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جاتا، اور مملوک کا نفقہ نہ دے تو بیچنے پر مجبور کیا جاتا ہے، ایسا کیوں؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اس میں دو فرق ہے [۱] بیوی کا نفقہ نہ دے سکتا ہو تو شوہر پر قرض ہوتا رہے گا، جیسا کہ پہلے گزر چکا، اس لئے اس کا حق باطل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا مؤخر ہوا، اس لئے طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور مملوک کا نفقہ آقا کے ذمے قرض نہیں ہوتا، اور نہ وہ اس کے اوپر قرض لے سکتا ہے، اس لئے اس کا نفقہ مؤخر بھی نہیں ہو سکتا، پس اگر ابھی نہیں دیا تو اس کا نفقہ باطل ہو جائے گا، اور مملوک مر جائے گا، اس لئے باطل سے بچانے کے لئے یہ کہا جائے گا کہ اس کو بیچ دو۔ [۲] دوسرا فرق یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دے گا تو شوہر کو اس کے بدلے میں کچھ بھی نہیں ملے گا، تو بغیر خلیفے کے طلاق دی، اور مملوک کو بیچے گا تو اس کے بدلے میں اس کی قیمت ہاتھ آئے گی، اس لئے آقا کا کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ بخلاف تمام حیوانات کے اس لئے کہ وہ اہل استحقاق میں سے نہیں ہیں، اس لئے اس کو نفقہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، مگر فیما بینہ و بین اللہ نفقہ دینے کا حکم دیا جائے گا، اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے حیوانات کو تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے، اور اس میں تکلیف دینا ہے، اور حضورؐ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس میں مال کا ضائع کرنا ہے۔

تشریح :اگر مالک حیوانات کا نفقہ نہ دے تو قضاء کے طور پر نہ اس کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا اور نہ اس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، البتہ فیما بینہ و بین اللہ اس کو ن نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا اور نہ دے تو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ اس سے حیوانات کو تکلیف ہوگی اور اللہ کے مخلوق کو تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس سے مال ضائع ہو جائے گا اور حضورؐ نے مال ضائع کرنے

۴؎ وعن أبي يوسفؒ أنه يجبر والأصح ما قلنا. والله أعلم.

سے منع فرمایا ہے

وجہ: (۱) اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ فیصلہ کرنے کے لئے مدعی چاہئے اور جانور مدعی نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ اہل استحقاق نہیں ہے اس لئے اس کے لئے مالک پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے (۲) جانور کو تکلیف نہ دو اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن المعرور بن سوید قال رأیت ابا ذر بالربذة.....قال انهم اخوانکم فضلکم الله علیهم فمن لم یلائمکم فبیعوه و لا یعذبوا خلق الله ۔ (ابوداود شریف، باب فی حق المملوک، ص۷۲۴، نمبر ۵۱۵۷) اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے مخلوق کو تکلیف نہ دو۔ (۳) اور مال ضائع نہ کرو اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن مغیرة بن شعبةقال قال النبی ﷺ ان الله حرم علیکم عقوق الامهات و وأد البنات و منع وهات و کره لکم قیل و قال و کثرة السؤال و اضاعة المال ۔ (بخاری شریف، باب ما ینهی عن اضاعة المال، ص ۳۸۷، نمبر ۲۴۰۸ رمسلم شریف، باب ماٰنهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، کتاب الاقضیة، ص۷۶۱، نمبر ۴۴۸۳/۵۹۳) اس حدیث میں کہ مال ضائع کرنے سے منع فرمایا۔ (۴) اس حدیث میں نفقہ نہ دینے سے دینے کا حکم دیا، بیچنے کا حکم نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ تو نہیں کیا جائے گا، البتہ فیما بینہ وبین اللہ کہا جائے گا۔ عن عبد الله ابن جعفر قال اردفنی رسول الله ﷺ خلفه ذات یوم .....قال فدخل حائطا من الانصار فاذا جمل فلما رأی النبی ﷺ حن و ذرفت عیناه فأتاه النبی ﷺ فمسح ذفراه فسکت فقال : من رب هذالجمل ؟لمن هذ الجمل ؟ فجاء فتی من الانصار فقال لی یا رسول الله ﷺ ! قال أفلا تتقی الله فی هذه البهیمة التی ملکک الله ایاها ؟ فانه شکا الی انک تجیعه و تدئبه ۔ (ابوداود شریف، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبهائم، ص ۳۷۰، نمبر ۲۵۴۸) اس حدیث میں حضورؐ نے نفقہ دینے کے لئے کہا لیکن بیچنے کے لئے نہیں کہا۔ (۵) عن سهل ابن الحنظلیة قال مر رسول الله ﷺ ببعیر قد لحق ظهره ببطنه قال اتقوا الله فی هذه البهائم المعجمة فارکبوها صالحة و کلوها صالحة ۔ (ابوداود شریف، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبهائم، ص ۳۷۰، نمبر ۲۵۴۸) اس حدیث میں حضورؐ نے نفقہ دینے کے لئے کہا لیکن بیچنے کے لئے نہیں کہا۔

ترجمہ: ۴؎ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مالک کو مجبور کیا جائے گا، لیکن صحیح وہ روایت ہے جو ہم نے کہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ قضاء بھی مالک کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اس کا حق ہے، اور مال ضائع ہونے کا خطرہ ہے جس سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ لیکن صحیح بات وہ ہے جو اوپر گزری کہ، وہ مدعی نہیں بن سکتا اس لئے اس کے

لئے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ بغیر مدعی کے فیصلہ نہیں ہوتا۔
واللہ اعلم بالصواب۔

آج ساڑھے تین سال کے بعد پھر سے اپنی اہلیہ محترمہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کر رہا ہوں کہ اس وقت رات کا دو بج رہا ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی میری اہلیہ قلم روکنے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے اور دل سے دعاء کر رہی ہے کہ اثمار الهدایہ اختتام تک پہنچے اور عند اللہ وعند الناس مقبول ہو اور دونوں کے لئے اجر آخرت کا ذریعہ بنے۔

محترمہ نے اس ناچیز کو گھر کی بہت سی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر کے آج آٹھ سال سے شرح لکھنے کے لئے فارغ کر دیا ہے۔ رب کریم کی بارگاہ میں دلی دعاء ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کا بھرپور بدلہ عطا فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں دونوں کو جگہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو دونوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔

آمین یا رب العالمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

والصلوة والسلام على رسوله الكريم

وعلى آله واصحابه اجمعين

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ ولوالدیہ

سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ مانچسٹر

و چیئر مین مون ریسرچ سینٹر، یو، کے

۲۷ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

۲ جون ۲۰۰۸ء بروز پیر